الکہف والرقیم

فی شرح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تالیف

حضرت سید عبد الکریم جیلی قدس سرہ

ذخیرہ
لاہور پاکستان

الکہف والرقیم

فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السیّد عبدالکریم الجیلی قدس سرّہ

مترجمہ

مولینا محمد تقی حیدر کاظمی کاکوروی

مع مقدمہ و شرح اردو
از شاہ محمد وہاج الدین کاکورویؒ

الکتاب ○ گنج بخش روڈ، لاہور

اشاعتِ اوّل ——— سنہ ۱۹۱۵ء

اشاعتِ دوم ——— سنہ ۱۹۷۷ء

تعداد ——— ۱۰۰۰

ناشر ——— الکتاب

مطبع ——— معارف پریس گنج بخش روڈ

قیمت ——— ۲۴٫۰۰

سعی و اہتمام

محمد سلیم اسمٰعیل چشتی

فہرست مضامین

فہرست	۱
پیش گفتار	ج
آغاز کتاب	۲
مقدمہ (کنز العظیم) از شاہ محمد وہاج الدین	۱۰
باب اوّل : تمہید	۱۲
باب دوم : توحید	۲۸
باب سوم : سلوک	۴۳
سلوک بالمجاہدہ	۴۴
سلوک بالعشق	۴۹
باب چہارم : اندکے از بسیار	۱۱۷
خاتمہ : مشتمل بر فوائد متفرق	۱۳۶
فائدہ اول : خواب	۱۳۶
فائدہ دوم : جاذبہ	۱۴۴
فائدہ سوم : مشاہدہ	۱۴۹
الکہف والرقیم (متن عربی) از سیّد عبد الکریم الجیلی قدس سرہٗ	۱۵۹
نور الصہیم (اردو ترجمہ) از مولانا محمد تقی حیدر کاظمی	۱۵۹
فیض الکریم (اردو شرح) از شاہ محمد وہاج الدینؒ	۱۵۹

کثرت در وحدت	۱۸۸
نقطہ اور "ب" کی گفتگو	۱۹۲
"ب" کے اوّل قرآن میں لانے کا سبب	۲۰۲
"الف" کے بیان میں	۲۱۷
مرتبہ الف کے بیان میں	۲۲۰
تجرید "الف"	۲۴۳
تفرید "الف"	۲۴۸
بیان حقیقت الباء	۲۵۳
اثنینیّتِ باء کے معنی	۲۵۶
"ب" کی نیابتِ الف کے بیان میں	۲۶۸
نکتہ	۲۷۳
فی بیان حرف المیم	۲۸۶
بیان مراتب وجود	۲۹۲
اسم اللہ کی تحقیق	۳۰۲
ترکیب جلالت کا بیان	۳۲۱
معراج شریف کا بیان	۳۳۵
عرش عالم کبیر ہے	۴۰۶

فقیر محمد عارف قادری عفی عنہ

پیش گفتار

السیّد عبدالکریم الجیلی قدس سرہٗ آٹھویں / نویں صدی ہجری کے معروف صُوفیہ میں سے تھے۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "الانسان الکامل" کا شمار تصوّف کی اہم ترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ اہلِ ذوق نے ہر دور میں اسے بنگاہِ قدر و منزلت دیکھا ہے۔ یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ حضرت مُصنّف کے لئے یہ کتاب ہی وجہ شہُرت بنی ہے اور وہ بیشتر اسی کے حوالے سے معروف ہیں۔ آپ کی زندگی کے بہت کم حالات ملتے ہیں۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ (اُردو) میں جو حالات دیے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

"ایک مشہور صوفی، ولادت تقریباً ۷۶۸ھ (۱۳۶۵ء، ۱۳۶۶ء) میں ہوئی اور وفات غالباً ۸۱۱ھ کے بعد اور ۸۲۰ھ سے پہلے (۱۴۰۸ء تا ۱۴۱۷ء)۔ وہ اپنے آپ کو بغداد کا باشندہ اور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی صاحبزادی کی اولاد سے بتاتے تھے اور اسی نسبت سے جیلی کہلاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ طریقۂ قادریہ کے پیرو تھے اور ان کے مرشد شیخ شرف الدین اسمٰعیل بن ابراہیم الجبرتی تھے۔ انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور اپنے مُرشد کے ساتھ کچھ عرصہ یمن میں بھی رہے تھے"

شیخ عبدالکریم جیلیؒ، شیخ الاکبر محی الدّین ابن عربیؒ کی تعلیمات سے بہت متاثر تھے اپنی تصانیف میں وہ بڑے احترام و عقیدت کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں۔ "الانسان الکامل" کے علاوہ ان کی اور بھی تصانیف ہیں جن کی تعداد ۴۰، ۵۰ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے لیکن ان میں سے اکثر نابُود ہو چکی ہیں۔ جو کتابیں دستبُرد زمانہ سے بچ رہی ہیں ان میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

کی عارفانہ تفسیر بھی ہے جس کا نام "الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے۔ "الانسان الکامل" میں شیخ علیہ الرحمہ نے بعض مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے اس لئے حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ شرح مؤخر الذکر کتاب سے پہلے لکھی گئی تھی۔ شیخ کی تصانیف میں سے اگرچہ "الانسان الکامل" کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی ہے تاہم یہ شرح کسی طرح بھی اس سے کم تر اور فرومایہ نہیں۔ اس کا ایک ایک جملہ مصنّف کے تبحرِ علم و عرفان کا آئینہ دار ہے۔ کسی کتاب کی جامعیت کو محاورۃً یوں بیان کرتے ہیں کہ گویا کوزہ میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ ایک پہلو سے یہ محاورہ بھی اس کتاب پر صادق آتا ہے لیکن دوسرے پہلو سے دیکھئے تو محسوس ہوتا ہے کہ اگر قطرہ پھیلے تو اس میں کتنے زخّار و موّاج سمندر بلکہ سمندروں کی شکل اختیار کر جانے کی صلاحیت ہے۔ "الکہف والرقیم" علم حقائق کا ایک سمندر ہے جسے حضرت مصنّف علیہ الرحمہ نے اس مختصر کتاب کے کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یا پھر اُس اتھاہ ساگر کی ایک ہلکی سی جھلک ہے جس کی پہنائیوں کا احاطہ عقلِ انسانی کے بس کی بات نہیں۔ اس میں آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے ایک ایک حرف و نقطہ کی تشریح میں عالم عالم بیان فرمایا ہے۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے بے اختیار حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا واقعہ یاد آ جاتا ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک رات مَیں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رات بھر بسم اللہ کی بار کے نقطہ کی تشریح فرماتے رہے یہاں تک کہ فجر ہو گئی۔ مَیں خود کو ان کے سامنے ایسا محسُوس کر رہا تھا جیسے کسی بحرِ ناپیداکنار کے سامنے ایک کوُزہ ہو۔

الکہف والرقیم کے مترجم شاہ محمد تقی حیدر کاکوروی ہیں اور انہی کی فرمائش پر منشی وہاج الدین نے اردو میں شرح لکھی ہے۔ اُن حضرات کا مختصر تعارف نامناسب نہ ہوگا۔

کاکوری لکھنؤ کے ضلع میں ایک قصبہ ہے۔ اس خطّے سے کئی سربرآوردہ شخصیات اُبھری ہیں جنہوں نے شعر و ادب کی دُنیا میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ لیکن تنہا یہی کاکوری کا سرمایہ افتخار نہیں۔ یہاں روحانیت کے چشمے بھی اُبلے ہیں۔ خانوادۂ قلندریہ کاظمیہ کی خانقاہ ایک ایسا

ہی سرچشمۂ فیوض تھا جس سے بے شمار تشنگانِ حقیقت سیراب ہوئے۔اس خانقاہ کے بانی حضرت شاہ محمد کاظم علوی کاکوروی علیہ الرحمہ تھے۔آپ کے بعد آپکے صاحبزادہ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ اور پھران کی اولادِ امجاد نے اس سلسلہ کو جاری رکھا،

اسی خانوادہ کے ایک چشم وچراغ شاہ محمد تقی حیدرؒ تھے۔جو الکہف والرقیم کے مترجم ہیں۔ آپ مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کے فرزند رشید اور خلیفہ مجاز تھے۔آپ نے بہت چھوٹی عمر میں علوم مروّجہ کی تکمیل کرلی تھی اور بڑا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔"الکہف والرقیم" کا ترجمہ جب آپنے کیا ہے اس وقت آپ کا سن بیس برس تھا۔علاوہ اور تصانیف کے آپنے "اذکار الابرار" کے نام سے سلسلہ قلندریہ کے بزرگوں کا ایک مبسوط تذکرہ بھی لکھا ہے۔

خانقاہِ کاظمیہ (جسے وہاں عرفِ عام میں "تکیہ شریف" کہا جاتا ہے) کے متوسلین میں شاہ وہاج الدین کاکوروی بڑے صاحبِ علم وفضل بزرگ تھے۔آپ کا وصال سنہ ۱۳۳۱ھ میں بعمر ۶۰ سال ہوا۔نسباً عثمانی تھے۔کمالِ باطنی کے ساتھ ساتھ جمالِ ظاہری سے بھی بہرہ ور تھے اور بڑی وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔عمر بھر (بطور ڈپٹی کلکٹر) انگریز کی ملازمت کی مگر بقول شاہ تقی حیدر "دست بکار، دل بیار" کا نمونہ بنے رہے، منشی صاحب شاہ تقی علی قلندرؒ سے بیعت تھے لیکن "رجوع الی المقصود کا راستہ ان کے صاحبزادہ اور خلیفہ حضرت شاہ علی انور قلندرؒ کے فیضِ صحبت وتعلیم وتعلم سے پایا۔" شاہ محمد تقی حیدر نے "اذکار ابرار" میں موصوف کے بارے میں لکھا ہے کہ "اخص مسترشدِ والد وخلیفہ راشد وعارفِ کامل تھے۔"

الکہف والرقیم کا ترجمہ کرتے ہوئے، شاہ محمد تقی حیدر نے محسوس کیا کہ اس کتاب کے مطالبِ توحیدی اور نکاتِ معنوی ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آسکتے تا وقتیکہ وہ کسی عارفِ کامل کی صحبت نہ اُٹھائے ہوئے ہو۔چنانچہ انہوں نے شاہ وہاج الدین سے اس کی عام فہم شرح لکھنے کے لئے کہا۔مرشد زادہ کی فرمائش سے انکار ممکن نہ تھا۔چنانچہ آپ۔

قلم اٹھایا اور نہ صرف شرح لکھی بلکہ ایک بصیرت افروز مقدمہ بھی تحریر کیا جس میں " وہ کلیات جو حضرت مصنّف کا کلام سمجھنے کے لئے ضروری ہیں " درج کی ہیں۔ بلاشبہ اس سے کتاب کی افادیت میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے۔ ترجمہ، اُردو شرح اور مقدّمہ کو الگ الگ ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں یہ التزام ہے کہ سب نام " الکہف والرقیم " کے ہم قافیہ ہیں (خود " الکہف والرقیم " " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " کے ساتھ ہم آہنگ ہے) اس دور میں یہ قافیہ پیمائی بہت مقبول تھی۔ چنانچہ اس کتاب کے مندرجات کی تفصیل یوں ہے :

الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، متن عربی از: شیخ عبدالکریم جیلیؒ
نورالفہیم - اردو ترجمہ متن عربی۔ از: شاہ محمد تقی حیدر کاظمی کاکوروی
فیض الکریم اردو شرح از: شاہ وہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ
کنزالعظیم مقدمہ از: شاہ وہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب ۱۳۳۳ھ، (۱۹۱۵ء) میں " اصح المطابع " لکھنؤ میں طبع ہو کر شائع ہوئی تھی۔ ممتاز کاکوروی نے " تاریخِ تصنیف " کہی ہے جو درج ذیل ہے ؎

صلائے میکشانِ بزمِ عرفاں — کہ ساقی بر سرِ لطفِ عمیم است
بدور آمد چہ جامے لاجوابے — کز و بر طالباں کیفِ عظیم است
کتابے از بزرگے برگزیدہ — کہ نامش حضرت عبدالکریم است
تقی حیدر کہ دریائے روانے — ز فیضِ حضرتِ ربِّ کریم است
بہ آئین نوے خوشش ترجمہ کرد — کہ آئینہ پے مردِ فہیم است
وہاج الدین قلندر کرد شرحش — کہ الحق بے عدیل و بے سہیم است

ندا از ہاتفِ غیبی بہ ممتاز
رسید، این " گنجِ مقصودِ عظیم " است
۱۳۳۳ھ

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

الکہف والرقیم

فی شرح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مع ترجمہ مسمیٰ بہ

نور الصمیم

و شرح موسومہ

فیض الکریم

و مقدمہ

کنز العظیم

از عارف کامل محقق فاضل

محمد فضل بخش کی سعی سے اصح المطابع لکھنؤ میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر۔ سزاوار حمد وہ ذات پاک ہی جس نے اپنے فیض اقدس ومقدس سے بہ تقاضاے حب ظہور و اظہار وجود وعطاء نقطۂ وحدت واحدیت کو عرصہ گاہ بسملہ کی موجودات و تکوین کا مفتاح بنایا اور خود بسم اللہ الرحمن الرحیم کو کلید معرفت فاتحہ الکتاب کا ٹھہرایا اور سورۂ فاتحہ کو گنج قرآن و فرقان کی کنجی دیدی اور قرآن سے فرقان کی تمیز ہر ہر سورہ کے حروف مقطعات سے فرمادے بجز سورۂ برات کے جسمین فی نفسہ نقطۂ باے بسملہ احدیت کو بجاے بسم اللہ کے قائم رکھا اور بجز الف احد کے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اسم سے بسبب تجلی ذاتی کے غائب ہو گیا تھا اُسکو اقراء باسم ربک الذی خلق مین بعد ب کے بذاتہ ظاہر کردیا تاکہ تکوین مین بھی کسی ذرہ کی موجودیت توحید ذاتی سے باہر نہ جاے اور تفرقہ مین توحید اور اجمال عین تفصیل اور تفصیل عین اجمال ہو جاے اور ہر شئے جو کنز مخفی مین تھی اور ہی بعینہ ظاہر ہو جاے۔

سلہ پاک ذات ہی جو لیگیا اپنے بندہ کو رات ہی رات ادب والی مسجد سے پرے مسجد تک جسمین ہم نے خوبیان رکھی ہین کہ دکھاوین اُسکو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سنتا دیکھتا ۱۲

سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اور معلوم ہو جائے کہ وہی الف احد کہ جو نقطۂ احدیت کے بعد اقراء باسم ربک مین آیا ہی نقطۂ احدیت بائے بسملہ سے پہلے بھی تھا اور بعد کو بھی ہے اور وہی الف جو غیب الغیب مین تھا منبسط ہو کر اولاً نقطہ ہوا اور نقطہ پھر منبسط ہو کر وہی الف بنا تاکہ یکتائے نقطہ والف کے بلا حلول و اتحاد کے ثابت ہوئے اور الوہیت حق بدرجۂ کمال ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ الوہیت حق کی شان یہ ہے کہ اُسکی جامعیت سے کوئی شے یہان تک کہ عدم بھی باہر نہ جاسکے ورنہ وہ شے ضد حق ہو کر ند حق ہونے کا دعوی کرنے لگتے جو باعث فساد تکوین عالم تھا اور فساد کی گنجائش سے حق مبرا ہے اور وجود من حیث الوجود ایک ہی یہان دوسرا کہان کل موجودات عالم ایک وجود ہی جس کا جز بھی وجود حق ہے یعنی جسکو تفرقہ کہتے ہو اور سمجھتے ہو وہ بھی بقدر اس تفرقہ کے وجود حق ہے ایک کلک کے قلم کے لاکھون ٹکڑے کر ڈالو ہر ٹکڑا اُسکا کلک ہی اس طرح پر ہر ذرہ معرفت حق کی کلید ٹھہرا۔ رباعی

جنگل مین پھرون کہ سیر دریا دیکھون | یا معدن کوہ و دشت و صحرا دیکھون
ہر سو تری قدرت کے ہین لاکھون جلوے | حیران ہون کہ دو آنکھون سے کیا کیا دیکھون

اور ہر سورۃ کو ہر ہر سورۃ سے کلام مجید مین علحدہ رکھا یہ فرقان ہے اور ہر سورہ اُسی الٓمٓ مین ہی جو تمام سورتون کا جامع ہی یہ قرآن ہے فرقان کا دوسرا نام آفاق رکھا گیا قرآن کا دوسرا نام نفس رکھا گیا یہ دو کشتیان دو بڑے بڑے بحرون کی شناوری کیلیے بنائین یعنی بحر ذات و صفات اور بحر افعال و اسماء مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان نفس کی کشتی دریائے ذات و صفات حق کے عبور کے لیے خاصتہً بنائے اور آفاق کی کشتی دریائے افعال و اسماء کے تاثیر و تاثر کے لیے علحدہ چلائے نفس و آفاق یک رنگ و یک ذات بنائے اگر نفس جان ہی تو آفاق جسم ہے

سلہ عنقریب دکھائین گے ہم اُن لوگون کو اپنی نشانیان آفاق مین اور اُنکے نفس مین یہانتک کہ اُنپر ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے ۱۲ سلہ چلائے دو دریا ملے چلے اُن کے درمیان مین پردہ ہی کہ نہین بڑھتے ہین ۱۲

اور اگر نفس تخم ہے تو آفاق شجر ہے۔ جان کی ودیعت جسم مین عجیب وغریب طلسم ہے جسکے ادراک مین جگر خون ہے اور جسکی کنجی ہاتھ نہین آتی نفس کی نسبت حکم ہے وفی انفسکم افلا تبصرون آفاق کے لیے ارشاد ہے کہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ اور جب دونون اِک رنگ ہون تو اوسکی بابت ارشاد ہی کہ وھو معکم اینما کنتم۔ اس طرح پر دو بحر وجوب و امکان ٹھہرے اور پھر نفس کے لیے یعنی ذات کے واسطے یہ حکم ہے یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد۔ تعجب ہی کہ یہ امتناع کیون ہے خدا کے پاس جائین معشوق حقیقی سے ملین ڈر کس چیز کا اگر اللہ واقعی کوئی ڈراونی چیز ہے تو آخر مین رؤف بالعباد کیون ہی معشوق سے ملنے کی ممانعت! یہ کون رؤفیت ہی کہ جو عاشق دلدادہ کے ساتھ برتی جاتی ہے ہیہات ہیہات ؎

جملہ معشوق است وعاشق پردۂ   زندہ معشوق ست وعاشق مردۂ

کہان دور جا پڑا۔ نفس ذات کو کہتے ہین ذات تفکر کرنا تفرقہ وجدائی ہے اُس سے ممانعت ہے ؎

برو اے عقل نامحرم کہ امشب با خیال او   چنان خوش خلوتی دارم کہ من ہم نیستم محرم

حق تعالیٰ کو یکتائی ہر ذرہ کے ساتھ وجدانی طور پر بلا جد و جہد کے ہی عامۃً اور نفس یعنی انسان کے ساتھ خاصۃً اور ممانعت تفکر کی اِسواسطے ہے کہ تفکر و تجہد سے وہمی تفرقہ مین دور جا پڑوگے اللہ رؤف ہی تمکو بتاے دیتا ہے کہ تفکر بلا تفرقہ کے نہین ہوسکتا ہے نفس کے واسطے تذکر ہے یعنی تم ہی کہ اپنے آپکو بھول گئے ہو یاد کرلو فاذکرونی اذکرکم اور آفاق کے واسطے تفکر ہے۔ کذالک یبین اللہ لکم ایاتہ تتفکرون پس تفکر فرقان مین سے ہے اور تذکر قرآن مین فرقان مین سورتین لائق تفکر اور عمل کے ہین۔ اور حروف مقطعات محض لائق تذکر ہین پھر سورتین مع حروف مقطعات کے لائق تذکر و تفکر ہین

لہ اور تم اپنے نفس مین کیون نہین دیکھتے ٢ہ ڈراتا ہے تم کو اللہ اپنی ذات سے اور اللہ مہربان ہے بندون پر ١٢

اور الم محض تذکر کے قابل ہے پھر الم وغیرہ تفکر و تذکر کے لیے ہی اور الحمد محض تذکر کے لیے ہے پھر الحمد تفکر کے لیے ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم تذکر کے لیے پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم تفکر کے لیے اور ب بسملہ کی تذکر کے لیے پھر ب مع نقطہ کے تفکر کے لیے ہی (کیونکہ نقطہ کی تعریف یہ ہی کہ اُسکی جگہہ مقرر ہو لیکن اُسکے اجزا نہ ہو سکین اور یہ تفکر ہے) اور الف کو اللہ تعالیٰ نے اسم کے بعد سے غائب کر کے محض تذکر کے لیے رکھا ہے (کیونکہ وہ غائب ہوجانے کی وجہ سے اطلاقی حالت مین ہے اُسکے متعلق کچھ نہین کہا جاسکتا) پس حضرت حق نے الف کا وجود محض یاد پر منحصر رکھا انسان کو یا دبود مین سرگردان کیا تفکر سے رد کا وادی حیرت و فنا مین ڈالا خفی و اخفا کے جھونکے دیے بحر نور دنی اور ادنی مین غوطے دیے سیر الی اللہ و فی اللہ ختم ہوئی بجز فنائے محض کے کچھ ہاتھ نہ آیا ید قدرت یعنی جاذبہ نے فناء الفناء مین لاکر فتدلی کیا حیرت مذمومہ سے حیرت محمودہ مین دوبارہ پیدا کیا یعنی مقام محمود مین پہونچایا سیر باللہ شروع ہوئی۔ انا رحق مطلق کو اپنے وجود مین پایا۔ الف جو غائب ہوگیا تھا اُسکو اس انا ر کے اول و آخر دیکھا جانا بوجھا سمجھا کہ بجز انا ر مطلق کے کچھ نہین ہے جسکا اول و آخر بجز الف کے نہین ہے وہی الف نقطہ بار ہوا جس سے تکوین ہے اور وہ نقطہ نیچے سے اوپر آکر ن ہوگیا۔ کیونکہ اُسمین بو تکوین کی تھی اور نقطہ بار نون ہوگیا تو الف باتحاد نون تکوینی حالت مین قلم ہوگیا۔ تکوین ظہور کو کہتے ہین اب نون ظاہر ہوگیا اور الف بدستور اپنی حالت اطلاقی پر قائم رہا اور باوجود اسکے بلحاظ تکوین اُسنے نون کے بعد قلم کی صورت اختیار کی ن والقلم وما یسطرون کے معنی ظاہر ہوے نون قلم کے قبل اسواسطے آیا کہ اُسمین مادہ تکوینی بھرا ہوا تھا پھر قلم نے اُس نون کے اجتماع سے کل حروف الف سے لکھ ڈالے یعنی کل ملک و ملکوت کے تخلیق فرمائی اور الف باوجود اسکے بے حرف و بے صوت اپنی حقیقت پر رہا اور پھر یہی الف انا ر کے نام سے موسوم ہوا کہ جس سے آفاق مین ہر ذرہ انا و لا غیری کا دم مار رہا ہے اور نفس مین ایک وجود محض انا رحق ہے۔ لا الہ الا انا فاعبدون ۔ ہ

ہر ذرہ چو خورشیدی گویائے انا الحق است ہر گوشہ چو منصورے آویختہ بر دارے

جب الف کو مابعد نون کے مقید بجمیع اسما و صفات سمجھو تو یہ توحید ذاتی موسوی ہے[۱] اور جب الف کو قبل نون کے منزہ از اسما و صفات اطلاق ذاتی مین سمجھو جو قید اطلاق سے بھی پاک ہے تو یہ توحید ذاتی ابراہیمی ہے کہ لا احب الآفلین چونکہ اسما و صفات ذات مین مندمج ہین لہذا آفل یعنی غایب ہونے والے ہین قلم مستغنی ہو گیا کارخانہ عالم نون سے بسبب سریان قلم کے جاری ہوا اور نون خود بھی سریان قلم ہے مگر تکوین کی بو لیے ہی۔ ع

در لا احب الآفلین پاکی ز صورت با لیقین در دیدہ ہائے غیب بین ہر دم ز تو تمثالہا

الف نے اپنی عظمت و کبریائی و جبروت کے پردون کو نہین اٹھایا انجیل مین اب اور ام کی کنیت سے بجائے بسم اللہ کے قرار پکڑا[۲] اور پھر اب اور ام کی نسبت جو متقاضی ہوئی تو عظمت و جبروت کے پردے اٹھ گئے اور ن و القلم ہو گیا یعنی زوج و زوجہ تب پھر باتحاد قلم و نون الف احد موسوم بہ اسم جامع اللہ ہوا اللہ کہ جو مبدا ہے اور خیر محض ہے وہ اپنے اسم رحمٰن سے مستوی علی العرش ہوا یعنی ب پر جو بمنزلہ قلب انسانی یعنی فواد کے ہی۔ اور فواد یعنی قلب انسانی ہی حقیقتاً عرش ہے جسپر رحمٰن مستوی ہے اور وہ رحمٰن ذات پاک حضرت رحمۃ للعالمین ہے یعنی آنحضرت بلحاظ رحمت عامہ کے رحمٰن ہین اور مستوی عرش ہین جسمین کل مخلوقات مومن و کافر داخل ہین اور باعتبار رحمت خاصہ کے رحیم ہین یعنی مومنین کے قلوب پر فیض حق کا افاضہ فرماتے ہین۔ ع

از رحمۃ للعالمین اقبال درویشان ببین چون مہ منور خرقہ ہا چون گل معطر شالہا

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما[۳] اب بسم اللہ الرحمن الرحیم پوری ہو گئی اب اسکی تفصیل الحمد مین انھین تین مراتب

---

[۱] نہین پسند کرتا ہون مین غائب ہو جانے والون کو ۱۲ [۲] تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلعم) پر درود بھیجتے ہین اے ایمان والو (تم بھی) اُنپر درود و سلام بھیجو ۱۲

اللہ و رحمن و رحیم سے ہی اللہ کے لیے الحمد کا یہ حصّہ ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین اور مخلوقات کے لیے یہ شان ہی کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور مومنین کے لیے یہ سلوک اور راہ ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اور یہ کل کلام حضرت حق کا بے حرف و بے صوت ہے کہ رسول اللہ کی زبان ملک ترجمان سے ہی پس دیکھو حق اپنے ہی کلام پاک مین ہر جزو کل و نیک و بد کا کیسا احاطہ فرماتا ہی کہ عابد و معبود و رب و مربوب و حامد و محمود سب خود ہی ہے اور دیکھنے والا کہتا ہی کہ وہ اللہ ہے اور یہ رسول ہی وہ معبود ہے یہ عابد اور وہ خدا ہے اور یہ بندہ اور وہ محمود ہے اور یہ حامد۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یفرقون بین اللہ و رسولہ اولٰئک الذین لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ الخ ؎

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ خود رند سبو کش   خود بر سر آن کوزہ خریدار بر آمد۔ بشکست و روان شد

اس کتاب مستطاب کی شرح لکھنے کیلیے مجھکو حضرت مولانا شاہ محمد حبیب حیدر صاحب قلندر کے حکم نے مجبور کیا اور حضرت مولانا شاہ محمد تقی حیدر صاحب مترجم کتاب نے مجھکو اس اہم کام پر مامور فرمایا۔ اِن دونون حضرات کے ارشاد سے تجاوز کرنا بشرطیکہ کسی امر کا سرانجام تمام یا ناتمام مین کر سکون خلاف غلامی و عقیدتمندی کے سمجھتا ہون مین بھی اس آستانۂ عالیہ کا نام لیوا ہون اگرچہ اس قابل نہ تھا کہ مجھسے ایسا اہم کام لیا جاے مگر حضرات ما سبق کے ارشاد کا فیض تھا کہ جو کچھ اچھا برا بنا لکھ مارا۔ کیونکہ عرصہ تک انھین حضرات کے والد بزرگوار حضرت قدر قدرت مولانا و مرشدنا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرّہ کی جوتیان سیدھی کرنے کا فخر مجھے حاصل ہوا ہی کچھ نہ کچھ تو ملنا ہی چاہیے تھا ؎

ہوا ہی شہ کا مصاحب پھرے ہی اتراتا   وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

اگرچہ میرے پیرو مرشد حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ العزیز ہین ۔ مین اُن کے اور نیز حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کے وقت مین بخلوص و عینیت حاضر آستانہ مبارک رہا کرتا تھا اور بہت کمسنی مین حضرت مرشد نا و مرشد العالم مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر کی زیارت سے مشرف ہوا ہون ۔ مگر انھین حضرات کے اشارات با برکات سے رُجوع الی المقصود کا رستہ صرف حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر کے فیض صُحبت و تعلیم و تعلم سے بقدر استعداد پایا ہے جسکا یہ نتیجہ ہی جو مین نے لکھا ہے اور انھین حضرت کے فیض صحبت سے آپکے والد بزرگوار حضرت شاہ علی اکبر قلندر کی عنایت اور فیض سے استفادہ کیا ہے حضرات ماسبق آیۃ مین آیاۃ اللہ تھے اور اب حضرت شاہ علی انور قلندر کے تینون صاحبزادے حضرت مولانا و سیدنا مولوی شاہ محمد حبیب حیدر صاحب قلندر اور حضرت مولانا مولوی شاہ محمد تقی حیدر صاحب مترجم کتاب مستطاب الکہف والرقیم اور حضرت مولانا مولوی حافظ شاہ محمد علی حیدر صاحب حضرات نورٌ علیٰ نور ہین ۔ خدا اِس سجادہ اور آستانہ کو تا قیام قیامت قائم رکھے ؎

منم کہ گوشۂ میخانہ خانقاہ من است ۔۔۔ دعاے پیر مغان ورد صبحگاہ من است

مین نے کبھی کوئی کتاب یا کسی کتاب کی شرح وغیرہ نہین لکھی ہے ۔ ارباب بصیرت سے امید ہے کہ وہ اس بندۂ ہیچمیرز کو خطا و نسیان سے معاف فرمائین اور جو غلطی معلوم ہو اُسکی اصلاح کردیں مین پہلے مقدمہ لکھتا ہوں اُس کے بعد کتاب کی شرح کرون گا انشاء اللہ تعالیٰ ۔

محمدؐ وہاج الدین عفا عنہ

مُقَدِّمَة

یہ مقدمہ کتاب **الکہف والرقیم** کے ترجمہ کی شرح کا ہی جسکا مضمون یہ ہے کہ
الف اور نقطہ ایک ہی اور کل الکل ایک ہی وجود ہے چونکہ یہ کتاب عارف کامل حضرت
عبدالکریم جیلی یمنی جیسے محقق بزرگ کے عالی تصنیفات سے ہی اور اسکے مضامین نہایت
ادق اور باریک ہین اور سب کے سب توحید ذاتی سے متعلق ہین اسوجہ سے اُن کا سمجھ مین آنا باوجود
شرح کے نہایت درجہ مشکل ہی لہذا مجھکو مناسب معلوم ہوا کہ قبل شرح لکھنے کے ایک مقدمہ لکھ دون
کہ جسمین وہ کلیات جو حضرت مصنف کا کلام سمجھنے کے لیے ضروری ہین مثلا توحید کی تعریف
وغیرہ وغیرہ درج کردون تاکہ اُسکے بخوبی سمجھ لینے کے بعد اس کتاب کا مطلب مع حضرت مترجم
کے ترجمہ کے بالکل صاف طور پر بلا کسی خرخشہ کے سمجھ مین آجائے ۔

باب اول : تمہید

تمہید

واضح رہے کہ اوّلاً اِس بات کو صاف کردینے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ آدمی کو کیا کرنا چاہیے۔ یہ مسئلہ عقائد مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ مرد ہے نہ عورت یعنی دونون حالتون سے مبرا اور منزہ ہے لیکن بحکم وَمِن کُلِّ شَیٍٔ خَلَقنَا زَوجَینِ لَعَلَّکُم تَذَکَّرُون[له] یہ امر لازمی و لابدی ہے کہ وہ تذکیر و تانیث دونون کا مبدا ہو اور اسی اصل مین دونون کا اندماج ہو اگرچہ نہ مذکر کا پتہ لگے نہ مؤنث کا لیکن عارف تام المعرفۃ بلا سمجھے بوجھے رہ نہیں سکتا ہے اگرچہ مصلحت حقیقی اُسکے اظہار کی نہ ہو۔ ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون اُفتد راز　　ورنہ در محفل رندان خبری نیست کہ نیست

کتاب فصوص الحکم فص محمدیہ مین شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی تحریر فرماتے ہین کہ حقیقت جسپر اطلاق مؤنث و مذکر کا نہین ہو سکتا ہے مؤنث لفظی ہے اور ذات بھی مؤنث لفظی ہے اور بر مذہب حکما علت العلل بھی مؤنث لفظی ہے اور احدیت بھی جو منتہائے مبدا ر باصطلاح حضرت صوفیائے کرام ہے مؤنث لفظی ہے اِس لیے حقیقت اپنی سراوقات کنزیت مین مخفی ہے اور اِسی وجہ سے عورت کے لیے پردہ ضروری ہے اور ذات کسی شے کی اپنے ذات و صرافت مین اُس شئے سے ضرور اعلیٰ ہے پس اِس اعتبار سے مراتب تنزلات مین عورت مرد سے اعلیٰ و افضل ٹھہرتی ہے حالانکہ اسمائے حسنیٰ جتنے ہین سب مذکر لفظی ہین اور خداوند عالم کلام مجید مین فرماتا ہے الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَآءِ اور لِلرِّجَالِ دَرَجَۃٌ رسول اللہ خود مرد ہین جو سب سے افضل ہین کل نبی مرد ہی ہوئے عورت کوئی نبیہ نہین ہوئی مرد ہی اولیاء اللہ زیادہ ہوئے عورت ناقص العقل بنصِ صریح ہے عورت ایک مہینہ مین کچھ دنون محصور رہتی ہے مرد نہین جسکی وجہ سے چار نکاح کی اجازت مرد کو ہے عورت حمل کو برداشت کرتی ہے مرد صرف نطفہ ہی دیکر

له اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے شاید کہ تم یاد کرو ۱۲

الگ ہو جاتا ہے۔ دودھ پلانا عورت کا کام ہے جو بار سے نان ونفقہ ومہر دینا عورت کو مرد کا کام ہے جو عورت کے مرد سے ناقص الفطرت ہونے کی دلیل ہے عورت پر اطاعت مرد کی فرض ہے یہ بھی کمی فطرت کی دلیل ہے حضرت آدم جو مرد تھے اُنکے پہلو سے جب حضرت حوا پیدا ہوئین یہ بھی دلیل کمی فطرت عورت کی ہے۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو مرد ہین محض عورت سے پیدا ہوئے مگر جبرئیل نے بصورت مرد حضرت عیسیٰ کو حضرت مریم مین پھونکا یہ بھی مرد کے غالب ہونے کی دلیل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام بلا مرد و عورت کے پیدا ہوئے جانورون مین بھی ایک نر بہت سے مادا اُون سے جفتی کرسکتا ہے یہ بھی دلیل مرد کے غالب ہونے کی ہے پس مقصود طالب مذکر ہونا چاہیے نہ مؤنث اور حضرت شیخ اکبر نے عورت کو مرد کے مقابلہ مین اعلیٰ نہین فرمایا ہے۔ یون عورت ذات ہی ہے اور ذات کے اعلیٰ ہونے مین کیا شک ہے لیکن "وجود" جو مذکر لفظی ہے فی نفسہ مشمول ذات کے اسماء وصفات وغیرہ کا بھی جامع اور اُسکو ذات سے وہی نسبت ہے جو کل کو جزو کے ساتھ ہوتی ہے اور وہی نسبت مرد کو عورت کے ساتھ ہے حالانکہ اکثر مصطلحات صوفیہ مین اعلیٰ طلب احدیت ہے اور وہی ذات کہی جاتی ہے جس لامکانی مین نہ اسم و رسم۔ کیف وکم و این وشین اور رنگ و روپ کا پتہ نہین ہے۔ ؎

تو درو گم شو وصال اینست و بس　　　گم شدن گم کن کمال اینست و بس

اس لامکانی کو دنی او ادنیٰ کہتے ہین حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہین ؎

منزل تو مقام او ادنے است　　　ہست جائے شکیب و صبر و قرار
لیکن این جاستادنت مشکل　　　بلکہ زین جا گذشتنت دشوار

پس ہر سالک اپنے جذب طلب میں اسی لامکانی مین گذرنا اور ٹھہرنا چاہتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حواس سے معطل و بیکار خود در خود فانی و محو در محو و سہو در سہو ہو جاتا ہے اور قیاس یہ کیا جاتا ہے جب اپنے سے خبر نہین ہے تو فانی فی اللہ ہو گیا جس کو عقیدہ ہنود مین

یین ہوجانا ظاہری حالت کے اعتبار سے کہتے ہین۔ مین نے بہت سی کتابون مین دیکھا ہے کہ
ایسی حالت کو اعلیٰ اور اشرف کہتے ہین اور اس سے اعلیٰ مقام متصور نہین ہے اور اس مقام کے
اعلیٰ اور اشرف ہونے کی دلیل منقولی اس طرح پر لاتے ہین کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے جن سے زیادہ کوئی عارف نہین ہوسکتا ہے فرمایا ہے مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ[۱]
اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ[۲] کہ جس سے
ارباب سیر وسلوک تو نیستی کو نفس حقیقت کا اعلیٰ مرتبہ سمجھکر ہستی سے گذر کر نیستی کی داد دیتے
ہین اور نیستی کے دریاے فقر وفنا مین غوطے لگاتے ہین بلکہ معدومیت سے استفادہ کرتے ہین
مگر ظاہر بین یا یون کہیے کہ اہل ظاہر محض کہتے ہین کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور
ابوبکر صدیق افضل البشر کا یہ حال ہے تو دوسرے کی کیا مجال ہے کہ راہ عرفان مین قدم رکھے

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

سیر وسلوک فوت موت اختیاری وکمال انسانی غایب ہین تو ہر شئے تجدد امثال کے مسئلہ
کے رو سے ہر آن غائب ہوجاتی ہے اور اُسکا غائب ہوجانا کیا ہے حقیقت احدیت مین ملجانا
پس جانور اور حشرات الارض اُس انسانِ کامل سے جس نے برسون مجاہدہ اور سلوک کرکے
کمال حاصل کرنا چاہا تھا مساوی الاقدام والمقامات ہین اور اُنکو بلا ہنے دہنے مٹیار دزی ہوگیا
انسان اشرف المخلوقات کی کوئی فضیلت نہین رہی بعثت انبیا و تنزیل کتب آسمانی بیکار اور
دنیا وی قیام وقوام کے لیے یہ سب ڈھکوسلا ہوگیا۔ اور ہر شئے نے بعد فانی ہونے کے اپنے
مبدا کی طرف رجوع کرکے بصورت اتحاد سکون وآرام پایا مگر انسان صاحب عجیب مخمصہ مین
اشرف المخلوقات ہوکر پڑگئے کہ ان کو سوالات منکر نکیر اور حشر ونشر گذر پل صراط وحسابات
نامۂ اعمال ودخول جنت ونار تمامی مرحلے بیکار طے کرنا ہین اور مطلوب کا پتہ نہین ارباب ظاہر
بھی مزے مین رہے اگر ان کی نجات ہوگی جنت مین کودے حور وغلمان آب کوثر وغیرہ وغیرہ

---

[۱] نہین پہچانا ہم نے تجھ کو جیسا کہ حق تیری معرفت کا ہے ۱۲ [۲] ادراک کے ادراک سے عاجز ہونا بھی ادراک ہے ۱۲

نعمتیں موجود ہیں ابدالآباد تک داخل رہینگے ارباب نار بھی ایک طرح پر بعد دخول نار کے ایک مدت کے بعد مزے اڑانے لگے عذاب عذب ہوگیا کیونکہ ان کی تخلیق اسماے جلالیہ حق سے تھی جب کردہ نکل گیا خود آگ ہوگئے آگ کو آگ کیا ضرر پہونچا سکتی ہے وہ بھی شعلہ انگیز اور تابدار ہوگئے طالب مولیٰ کی مٹی پلید رہی ہے

جو نہی اسکے کوچہ مین رکھا تھا گام گئے گذرے خضر علیہ السلام

دنیا مین مجاہر دن سے فرصت نہین ملی ہر شخص معاندانہ نظران ونگران کہ فلان فعل وحرکت فقر درویشی کے خلاف سرزد ہوتی ہے محتاج جو کوئی دیدی سو کھالین اور اگر سالک ہین تو اس دینے لینے پر پہننے اور اوڑھنے کا دارومدار اسکے احسان مند طعنہ سننے کا محل اور مورد اور پھر فقیر کی مقبولیت کے بعد طعنہ زنی یہ کہ ہے

ہم جو بیٹھین تو اپاہج کہلائین شیخ بیٹھے تو توکل ٹھہرے

پھر اگر ایسی زندگی اور سلوک نباہ بھی لے گئے تو خود غرضی سے نبا یا صرف تن تنہا فائدہ اُٹھایا رفاہ عام نہین کچھ نہین بفرض محال بعد خرابی بصرہ جنت بھی ملی تو وہان حور وغلمان اور نعم جنت نے آگھیرا۔ دنیا مین مجازی غیریت کے جھگڑے اور فساد مین مبتلا رہے تھے جنت مین حقیقی اغیار موجود ہوئے جس شئے کو فساد سمجھ کر دنیا مین چھوڑا تھا وہ وہان بالمضاعف موجود دنیا مین اسکو ابتلا سمجھ کر ترک کر کے طبیعت مالوف کی تھی وہان حقیقی ابتلا جو چیز کھانیکو چاہی منہ مین آرہی اگرچہ آسانی سے ہر شے موجود حاضر ملی۔ مگر ہر شے کا اثر دھتہ ہے وہ شئے بقدر اپنے حصہ و مرتبہ اثر کیے بے بھاے نہین رہ سکتی۔ اور جب ابتلا ہے تو چاہے اچھی ہو یا بُری فی نفسہ تکلیف دہ ہے ہے

اک کھیل ہے اورنگ سلیمان مرے نزدیک اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

بالجملہ ع دل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

لیکن ابتلا مین مطلوب کہان طالب کا جگر شق ہے ہے

عشق کو تازہ گرفتار بنا بن کیونکر   وہ طریقہ تو بتا دیجئین چاہین کیونکر

دنیا مین بحکم خدا و رسول سود چھوڑا کیونکہ حرص اور ابتلا بُری چیز ہے۔ آخرت مین اُسکے دُہ گنے ملنے کی تمنا اگر بُرا سمجھکر چھوڑا تھا تو دو گنے ملنے کی خواہش کیون۔ "چھوڑے ہوے گا دن کا ناتا کیا۔ مگر اہل نجات جنت کو اسکی کیا پروا وہ سمجھتے ہی نہین مین کہ عرفان کیا چیز ہے اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے طفل نابالغ ہین بفحوائے اکثر اھل الجنۃ بلہٗ[۱] بالغ ہونے کا کمال تو نزول کے بعد ہوا ہی اگر حضرت آدمؑ بہشت ہی مین مثل بھولے لڑکے کے رہتے تو وعلّم آدم الاسماء کلّھا[۲] کا ظہور نہ ہوتا اور نہ تاثرات اسماء بلوغ سے متاثر ہوتے شیطان کا فی المعنیٰ احسان ہے کہ جہل سے نکالکر علم کے میدان مین لا ڈالا عاشقی اور معشوقی کا چرچا ہوا نہنگ عشق نے چھاپہ مارا یک دفعہ نگل گیا۔ العشق نار یحرق ما سوی المحبوب[۳]

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما   اے طبیب جملہ علتہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما   وی تو افلاطون و جالینوس ما

یہی ذریعہ ہمارے رجوع الی الحقیقۃ کا ٹھہرا

جسم خاک از عشق بر افلاک شد   کوہ در رقص آمد و چالاک شد

عشق جان طور آمد عاشقا   طور مست و خر موسیٰ صعقا

فریاد ہے کہ جس کا رونا ہم رو رہے تھے وہ یہان بھی پیش آیا کہ موسیٰ غش کھا کر گر پڑے پھر وہی گمنامی وہی ناکامی (حضرت صاحب)

اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد   ہم سے سنو ہان نامرادی ہے

نامرادی کی بھی طلب نہ رہی   یہی پایان نامرادی ہے

الفقر سواد الوجہ فی الدارین اب یہی الفقر فخری[۴] کیا کلام ہے

---

[۱] اکثر اہل جنت بھولے ہین ۱۲ [۲] اور بتا دیے آدم کو تمام سب نام ۱۲ [۳] عشق آگ ہے جو ہر چیز کو جو محبوب کے علاوہ ہے پھونک دیتی ہے ۱۲ [۴] فقر میرا فخر ہے ۱۲

نفخت فیہ من روحی[1] کیا سر ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید[2] کس لیے ہے وفی انفسکم افلا تبصرون[3] کے تبلانے کی کیا ضرورت تھی جب جہل ہی جہل ہے تو ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ کیون ہے اور وہ کیسی اُمیت ہے کہ ؎

بیتے کہ نا کردہ قرآن درست | کتب خانۂ چند ملت بشست

اور وہ ظلوم وجہول کیسا ہے کہ وعلم آدم الاسماء کلہا اوسکی شان مین ہے اور خلقتہ بیدی[4] کا کیا اثر اور فائدہ ہے من کان فی ہذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ[5] کیون موکد طلب ہے اس لیے ضرور ہوا کہ پہلے توحید کی تعریف کی جائے تب اہل مطلب وسلوک کا حال کھلے گا توحید باب تفعیل سے ہے جس کی خاصیت سب کو ایک کر دینی کی ہے پس کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جسپر تکمیل انسانی کا دارو مدار ہے اور جسکو کلمۂ توحید کہتے ہین اُسکے معنی بالخاصیت ایسی سمجھ مین آنا چاہیے جس سے ہر جزو وکل ایک ہو جائے اور تمامی اشیاء کی حقیقت باتباع دعائے حضرت نبوی صلعم اللھم ارنا حقایق الاشیاء کما ھی منکشف ومبرہن ہو جائے اُس کے سمجھ مین آنے کے بعد کر جڑ قائم ہو گئی اب جو سمجھ مین آئے گا وہ صحیح ودرست اور ٹھکانیکا ہوگا چنانچہ صاحب مرصاد العباد تحریر فرماتے ہین کہ ”دانستنی دیدنی رسیدنی، رسیدنی چشیدنی، چشیدنی بودنی، بودنی نابودنی، نابودنی بودنی“ بلا تفکر کے اصلی حال معلوم نہین ہوتا۔ اور کلام پاک مین بھی تفکر کا حکم ہے پھر وہی جھگڑا پیدا ہو گیا کہ تفکر کا حکم ہے پس تفکر کس طرح کا اور کیونکر کیا جائے جو موصل الی المطلوب ہو اور انسان کی عمیت رفع ہو۔ اگر بر مذہب حکما استدلالی تفکر کیا جائے تو حکماء نے کچھ اُٹھا نہین رکھا ہے اور کچھ نہین پایا ہے جسکی دلیل اشعار عمر خیام ہین کہ ؎

در دائرہ کآمدن ورفتن ماست | آنرا نہ بدایت نہ نہایت پیداست

[1] مین نے آدم مین اپنی روح پھونکی ۱۲ [2] ہم انسان کے شہرگ کے زیادہ قریب ہین ۱۲ [3] تم اپنے نفوس مین کیون نہین دیکھتے ۱۲ [4] مین نے اُسکو اپنے ہاتھون سے بنایا ۱۲ [5] جو یہان اندھا ہے وہ آخرت مین بھی اندھا ہے ۱۲

کس می نہ زند دمی درین عالم راست — کاین آمدن از کجا و رفتن بکجاست
دارندہ چہ ترکیب طبایع آراست — باز از چہ سبب فگندش اندر کم و کاست
گر زشت آمد این صور عیب کہ راست — ور نیک آمد خرابی از بہر چراست

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے کی سمجھ مین کچھ نہین آیا ہے۔ ہان حضرت محمود التبریزی جو کتاب گلشن راز مین تحریر فرماتے ہین وہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ۔ ؎

تفکر رفتن از باطل سوے حق — بجزو اندر بدیدن کل مطلق
درآ در وادی ایمن کہ ناگاہ — درختے گویدت انی انا اللہ
محقق راکہ از وحدت شہود است — نخستین چشم بر نور وجود است
دلی کز معرفت نور و صفا دید — بہر چیزیکہ دید اول خدا دید
بود فکر نکو را شرط تجرید — پس انگہ لمعۂ از برق تائید

اس طرح کا تفکر راست آنے والا تو معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایسے اشعار کو دیکھ دیکھکر بہت لوگ وادی تفکر مین سرگردان ہوے ہاتھ کچھ نہ لگا کچھ دنون ذوق وشوق و وجد رہا پھر جو دیکھا پنجشاخہ ہاتھ مین اپنا احتساب جو نیک نیتی کے ساتھ کیا۔ ع چو دم بر داشتم مادہ برآمد کا مضمون پیش آیا۔

سالک صاحب مراقبہ مین یاد حق اور مطلوب حقیقی کی یافت کے لیے بیٹھے تھے۔ اور بہت کوشش اور سعی سے برزخ مرشدی بغرض امداد قائم کر رہے تھے۔ کہ انا الحق والے نانا اللہ سے استفادہ کرین ای لیجیے یکدفعہ جو اپنے خطرات پر غور کرتے ہین تو بلا وجہ قیصر باغ کے چمنستان کی سیر کر رہے مین پھر پلٹے اور رجوع ہوے لکھنؤ کی منڈی مین شریفے خرید رہے ہین۔ ای حیص وبیص مین لاحول پڑھتے پڑھتے تھک سے گئے۔ آخر آپ ہی آپ بلا ارادہ سو گئے صبح کو اٹھے موچی کے موچی اب لیجیے پیچھے سے منھ لگے عقیدہ سنبھالنے کو سوئے نہین تھے بیخودی آگئی تھی آج اسقدر ہوا ہے کل اور بڑھے گا ساری عمر اسی مین ختم ہوگئی۔ مرنے کے وقت حسرت نا یافت العیاذ باللہ

یہی حال بعض وظایف کے پڑھنے والون کا ہی۔ ان کو حسرت و افسوس بھی نہین بلکہ وہی سمجھے ہوے ہین کہ ایک خزانہ اُنکے اعمال کا جمع ہو رہا ہے گٹھڑی باندھکر مرنے کے بعد اُن کو دیدیا جائے گا۔ اس رعونت مین ساری عمر گذر گئی کچھ حال مرتے وقت بھی معلوم نہوا کہ کون تھے۔ کہان سے آئے کہان جارہے ہین۔ تنہا آئے تنہا جارہے ہین۔ کوئی ساتھ بھی تو نہین جس سے رستہ پوچھ لیں دنیا کی ہر شے بلا حجت اپنا اثر دم نقد دکھلاتی ہے کلام ربانی وآیات آسمانی کیا اُن اشیا سے اثر مین کم ہین جسکے لیے حشر و نشر پر دار و مدار کیا ہی۔ بلکہ یہ سب سفسطہ ہی۔ ع

بستان وعدۂ محشر حرام است

وہ مراقبہ و تفکر اور وظیفہ جس طرح پر کرنا اور پڑھنا چاہیے تھا نہین ہوا اسلیے اُس کا اثر بھی مترتب نہین ہوا پھر وہ کس طرح کرے اور کسطرح پڑھے۔ بھائی کلمہ کے معنی سمجھ کر کرے اور کلمہ کے معنی سمجھ کر پڑھے یعنی توحید کو سمجھکر مُراقبہ کرے۔ اور توحید ہی سے وظیفہ پڑھے۔ سمجھ مین نہ آئے تو مُرشد سے پوچھے۔ حدیث و نص سے استخارہ کرے۔ اور پھر قلب سے استفتا کرے دفعتہً فیض آئیگا اور آپ ہی آپ چول بیٹھ جائے گی اور مشاہدہ اور معائنہ و کشود و شہود دم نقد ہوگا یہی بزرگوں اور حضراتِ صوفیہ نے کیا ہے معمولی متقی آدمی جھوٹ نہین بولتا ہے۔ بزرگانِ دین جھوٹے نہین ہین۔ دو گواہانِ معتبر کی شہادت پر اسقدر بھروسہ کیا جاتا ہی کہ مجرم کو پھانسی دیدی جاتی ہی چہ جائیکہ ہزارون بلکہ لاکھون بزرگانِ دین قولاً و کنایۃً و فعلاً و اعمالاً شہادت دیتے ہین کہ کچھ نہین نہین ہی۔ بلکہ سب کچھ ہے ؎

آنچہ نص است جملہ آمنّا   وانچہ اخبار جملہ سلّمنا

یہان پر ہم اثبات وجود واجب بنفسہ پر مع قدامت رُوحِ انسانی اور اُسکے متعلقات کے ایک نادر بحث لکھنا مُناسب سمجھتے ہین جسمین معقولی بحث کو مؤید بمنقولات کرینگے بلا لحاظ اس بات کے کہ منقولات مین کس شخص کا قول ہے۔ اور معقولات مین کس کے بیان کیے ہوئے کو ہم نقل کرتے ہین مطلب ہمارا اس بیان سے یہ ہی کہ توحید وجودی ذاتی معقولاً و منقولاً اور ردِّ فلسفہ

و منطق ثابت ہو جائے۔ اور وجود باری کے نسبت نفس تعینات کے ساتھ مجموعی طور پر اجمالاً
ثابت ہو جائے (کیونکہ ہر ہر تعین کے ساتھ تفصیلاً ثابت کرنے کے لیے بڑی سے بڑی عمر اور بڑی سے
بڑی کتاب بھی کافی نہین ہے۔) اور تاکہ مادیات اور روحانیات مین تمیز ہو جائے۔ اور روحانیات
اور وجود باری مین بھی تمیز ہو جائے منقولات مین ہم کلام مجید کی یہ آیت لیتے ہین ھَل اَتی[1]
علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً اور حدیث لاتسبوا الدھر فان الدھر
ھو اللہ اور معقولات مین ہم جوہر و عرض کی بحث چھیڑین گے۔ اور چند اشکال منطقی پیش کرینگے
جو بہت عمدہ مولوی عطا محمد صاحب امرتسری نے رسالہ نظام المشائخ دہلی کے رسول نامنمبر ۱۳۲۶ھ
مین لکھے ہین ہمکو عالم مین دو چیزین مدرکات کے لیے ملتے ہین۔ نورانی و ظلمانی۔ دن اور رات ظہور
تعینات از ازل تا ابد ایک دن واز ابد تا ازل ایک رات اور نفس مین علم و جہل علم یا دن
سے موجودات مراد ہین اور جہل یا رات سے معدومات لیکن ان دونون حالتون مین غائر فہم سے
معلوم ہوتا ہی کہ معدومات بھی فی نفسہ موجودات ہین جو اپنی شدت لطافت مین معدومات
کہے جاتے ہین۔ اور موجودات بھی درحقیقت وہی معدومات ہین جو شدت کثافت و تنزلات مین
موجودات و محسوسات کہے جاتے ہین صرف خفا و ظہور کا فرق ہے اور وہ بھی اعتباری۔ وجود
اس خفا اور ظہور مین الآن کما کان ہی لیکن اسکا معلوم کرنا بغیر موجودات اور معدومات کی محال ہی یعنی وجود
ایک جوہر ہے جسکے اعراض موجودات و معدومات ہین اب ہم موجودات محسوسہ کو مثالاً
نازک کرتے ہوئے عروج کی طرف لیے جاتے ہین مثال یہ ہی کہ ہم نے ایک نیشکر لیا اور اسکو
لطیف کیا یعنی اسکا رس لیا اب جو اسکا چھلکا باقی رہا وہ سوختنی ہے وہ آفاق کو دیدیا
اس سے کام صرف اسیقدر نکلتا ہے کہ اسکی آگ سے ہم رس کو جوش دیکر صاف کرین اور لطیف
بنائین۔ اب ہم اس رس کو جوش دیکر نازک کرتے ہین جو چیز اسمین سے لطیف نکلے گی وہ

---

[1] کیا ہے انسان پر ایک وقت زمانہ سے کہ وہ کوئی شئے نہ تھا ۔ [2] نہ برا کہو دہر (زمانہ) کو کیونکہ وہ ہی اللہ
ہے ۔ [3] اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

نفس ہوگی اور جو کثیف باقی رہے گی وہ آفاق ہوگی بشمول نفس اب ہم نے جوش دیکر رس کی
راب بنائی اب راب اس رس سے لطیف ہے کیونکہ اس سے شیرہ کثیف نکل گیا ہی یعنی آفاق
اسی طرح سے راب سے گڑ اور گڑ سے شکر اور شکر سے قند اور قند سے مصری بنائی جو لطیف ہی
وہ نفس یعنی روحانیات ہے اور جو کثیف ہے وہ آفاق یعنی مادیات ہے پھر مصری سے جوہر
بنائے جو اس سے لطیف ہے اور جوہر در جوہر بناتے چلے جایئے تو وہی رس اسقدر الطف ہو جائیگا
کہ آپ کو نظر نہ آئے گا اور اگر آپ کہیں کہ جوہر در جوہر بوجہ شدت لطافت کے آخر مین چمک جائیگا
تو وہ چمکنے کا نہین ہے کیونکہ آپ کوئی چیز عالم مین چمکتے نہین دیکھتے ہین کسی چیز کا چمکنا اُسوقت
کہا جاتا ہے جب وہ چیز مستحیل ہو کر دوسری چیز ہو جاتی ہے اور یہ استحالہ اسوجہ سے ہوتا ہی کہ وہ
شے جب انتہائے نزاکت مین جوہر محض ہو جاتی ہے تو وہ جاذب اعراض ہو جاتی ہے کیونکہ وُہ
موجود ہے معدوم نہین ہوسکتی اور اسی طرح یہ حق تعالی کے تقاضائے غیب الغیب سے عالم کا ظہور ہے
پس جب ان سب مراتب نشیکر کو آپ ہر ہر مرتبہ سے معدوم کرتے ہوئے جوہر تک پہنچین گے اور
جوہر کو بھی معدوم کرنا چاہین گے جو محال ہے تو آپ کو چارہ نہین ہے بجز اسکے کہ آپ اوس
جوہر کو پھر ایک پورے نشیکر کے لباس مین کھڑا کر دین کہ ہر جوہر اپنے مراتب کے اعراض کو
گھیرتا ہوا آوے گا اور وہ جوہر اپنے جس مرتبہ کو گھیرے گا ۔ اُس مرتبہ کے روح کہا جائیگا
پس ہر شے کی روح بمناسبت اُس شے کے ہی قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ[1] اور روح اُس شے
کے تناسب سے تجاوز نہین کرسکتے ہ

تعین ہر یکے را کردہ محبوس زجز دیت بکلی گشتہ مایوس

جب آپ وجود مطلق کو بلالحاظ تعینات یاد کرین گے تو یہ وجود باری ہے اور جب آپ بلحاظ
تناسب تعینات محسوس کرینگے تو یہ روحانیات ہی اور جب بلحاظ اعراض دیکھین گے تو یہ مادیات ہی
اور وجود انسانی سے مراد وجود مطلق ہے اور روح انسانی سے مراد وہ روح ہے جو محبوس تعینات نفسی ہی

---

[1] کہہ دو کہ ہر شخص اپنے ڈھانچے کے موافق عمل کرتا ہے۔

و آفاقی ہے۔ اور جسم انسانی سے مراد خلاصۂ مادیات نفس و آفاق ہے۔ اب اگر اس انسان مین جبلی
مین نے تعریف کی ہے۔ آپ کسی صفت جمالی یا جلالی کو کسی دوسرے متبائن صفت پر غلبہ دینگے
تو ہزارون قسم کے انسان ہوجائینگے اور اس غلبہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے ہر ایک بات
مین ممتاز ہونگے۔ اور اگر کسی صفت جلالی کو مجموعی اسمارے تنزلات مین غلبہ دینگے۔ اور اس سے
کسی صفت جمالی کو دبادینگے تو وہ انسان سے اُتر کر دوسری مخلوق ہوجائیگا۔ اور اگر کسی صفت
جمالی کو غلبہ دیکر اس سے کسی صفت جلالی کو دبادینگے تو وہ انسانی اعلی مرتبہ ملکی کہا جائیگا اور اگر کسی
صفت کو غلبہ نہ دینگے اور کل اسمار کا اعتدالی مجموعہ رہنے دینگے تو وہ نور محمدی ہوگا کہ جس اعتدالی
تعین پر یہ بنا بر غلبہ ہو ہو کر عالم ہوگیا ہے پس وجود مطلق ہی ایسا جوہر ہے جسکو بلحاظ اسمار سبعۂ
نفسیہ کے جسمین کل اسمار داخل مین نور محمدی کہتے ہین۔ اور وہ وجود مطلق اپنے آپ مین اپنے آپ کو
دیکھتا ہے اور تمامی اسمار وصفات کے ساتھ دیکھتا ہے اور جب تمامی اسمار وصفات کے ساتھ
اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو ہر اسم وصفت اپنے تنزل تحتی کا جوہر ہے اور تنزل تحتی اُسکا عرض ہے مثلاً
جب آپ کسی شئے کو دیکھینگے تو بلا آنکھ کی بینائی کے نہین دیکھینگے۔ اور بینائی
ایک جوہر ہے جو محسوس نہین ہوسکتا جب تک آنکھ کے متعلق جو حکمت و ترتیب و عوارض ہین
ان کو گھیر نہ لے پس نور محمدی ہو ہو عالم نورانیت و عالم قدس مین بھی اپنے آپ کو اُسی شکل پر دیکھتا
تھا جیسے کہ عنفوان شباب مین کعبۂ شریفہ یا مدینۂ منورہ مین آنحضرت اپنے آپ کو دیکھتے تھے
اب اِس عالم اور اُس عالم مین فرق اِسقدر ہوا کہ اس عالم مین آپ اپنے آپکو محمد دیکھتے تھے اور عالم
وجود اقدس مین اپنے آپ کو بصورت امر اللہ دیکھتے تھے پس آپکا تعین حقیقی بصورت اللہ ہے
اور اسی طرح ہر انسان کا تعین بفرق مراتب روحانیات بصورت اللہ ہے ؎

بنام آن کہ او نامے ندارد بہر نامیکہ خوانی سر برآرد

لیکن تعین محمدی بوجہ اعتدال کے مراتب سے بالاتر ہے اور مراتب کمی و بیشی سے پیدا ہوئے ہین
لہذا آنحضرت بعینہٖ حق ہین اسی واسطے آپنے فرمایا کہ انا احمد بلا میم اور فرمایا کہ من رانی فقد

داء الحق احمد بلا میم کے معنی یہ ہین کہ میم کے عدد چالیس ہین اور عوالم بھی چالیس ہین اور آپ اپنے جنب وجود مین عوالم سے مستغنی ہین پس نکہ شکہ حق رہ گئے اور دوسری حدیث مین توصاف ظاہر اور اگر اس حدیث مین حق کے معنی صرف سچ کے لیے جائین تو بھی ایک ہی بات ہی کیونکہ پورے طور پر سچائی مسلم حق سے کوہی اور آپ کا کلام تام ہے لہذا آپ پورے سچے ہین یعنی پورے حق ہین یعنی جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[۱] اور اسی کا احسان جناب باری نے جنس انسان پر رکھا ہے کہ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم[۲]

همه را بسته گیسوے پریشان داری | غمزهٔ خاص بهر گبر و مسلمان داری
شلی هست که الجنس الی الجنس میل | بهر دل بردن من صورت انسان داری

اب جوہر اسکو کہتے ہین جو قائم بنفسہ ہو اور بلا اعراض کے پایا نہ جاے اور اعراض کی تعریف یہ ہے کہ الاعراض لا یبقی زمانین[۳] پس فی الواقع اشیا اشیا نہین ہین بلکہ حق ہے جو مثل جوہر کے اعراض کو جمع کرتا یعنی اشیا کو موجود کرتا ہے اور اشیا آنا فانا اپنی عدمیت کو فانی ہوتی جاتی ہین پس اشیا کے موجودیت جسقدر نظر آتی ہے وہ وجود مطلق کے جاذبات سے ہی اور جو اشیا آنا فانا فانی ہوتی جاتی ہین یہ اُن کی عدمیت کا تقاضا ہی۔ اب اگر ہر شے کو آپ بلا تمیز مادیات و روحانیات کے مدرک مان لیجیے کلاً و جزاً تو یہ حق ہے اور مادہ کے ماننے والون پر کوئی اعتراض نہین ہے کیونکہ وہی دہر ہے۔ لا تسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ۔ و ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ[۴]

نطق آب و نطق خاک و نطق گل | هست محسوس حواس اهل دل

اور اگر مادہ کو مدرک نہ مانیے اور اُسکا وجود علٰحدہ ٹھہرائیے تو یہ بالکل بے بنیاد ہے اور مادہ قائم بنفسہ نہین ہوسکتا۔ کہ وہ آنا فانا فانی ہوتا ہے اور اشکال ذیلی سے اُس مادہ کا مخلوق ہونا

---

۱ حق آیا اور باطل غائب ہوا باطل تو غائب ہی تھا ۱۲ ۲ ہر آئینہ احسان کیا اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا اُن مین رسول اُن ہی مین کا ۱۲ ۳ اعراض نہین ٹھہرتے دو وقتون مین ۱۲ ۴ نہین ہے کوئی چیز مگر یہ کہ خدا کی حمد کرتی ہے اپنی تسبیح مین ۱۲

ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ خالق و قدیم۔ اِس لیے کہ مادہ مین ادراک نہین ہے اور انسان مین ادراک ہے اور یہ قطعی بات ہے کہ جو چیز جس شے مین موجود نہین ہوتی اُس شے کی ترکیب سے وہ چیز پیدا نہین ہو سکتی تو جب ادراک انسانی مادہ سے پیدا نہین ہوتا انسان کا خالق مادہ کیسے ہو سکتا ہے اشکال ذیل غور سے پڑھیے۔

شکل اول

(۱) جو چیز مرتب مستم الانتظام ہے اور اس ترتیب و نظام سے ارادہ کیے ہوئے نتائج پیدا ہوتے ہین تو وہ کسی صاحب ارادہ کی پیدا کی ہوئی چیز ہے۔

(۲) عالم مرتب مستم الانتظام ہے اور اس ترتیب و نظام سے ارادہ کئے ہوے نتائج پیدا ہوتے ہین۔

(۳) اس لیے عالم کسی صاحب ارادہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔

شکلِ دوم

(۱) ارادہ صفت ذی حیات ہی۔

(۲) عالم کسی صاحبِ ارادہ کا پیدا کیا ہوا ہے (دیکھو شکل اول کا نتیجہ)۔

(۳) اِس لیے عالم کا پیدا کرنے والا ذی حیات ہی مُردہ نہین ہے۔

شکلِ سوم

(۱) عالم کا پیدا کرنے والا ذی حیات و صاحبِ ارادہ ہے (دیکھو شکلِ اوّل و دوم کے نتائج)۔

(۲) مادہ ذی حیات نہین ہی نہ صاحب ارادہ۔

(۳) اِس لیے مادہ عالم کا پیدا کرنے والا نہین ہی۔

اور چونکہ مادّہ ذی حیات نہین ہی نہ صاحب ارادہ و صاحب ادراک لیس حیوانات مین جو حیات و ارادہ و مدرکات معلوم ہوتے ہین علی الخصوص حیوانِ ناطق مین وہ مادہ کی کسی ترکیب یا تاثیر و تأثر سے نہین ہین بلکہ مدرکاتِ حیوانات و انسان ماوراے مادہ ہین جسکو خداوند تعالیٰ نے نفخت فیہ من روحی سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ

شکل اوّل

(۱) جو اثر عناصر کی ترکیب کیمیادی سے پیدا ہوتا ہے وہ اُس وجود کے لیے امر طبعی ہوتا ہی

(۲) جب تک وہ ترکیب عناصر اُس وجود مین باقی رہتی ہے وہی اثر پیدا ہوتا رہتا ہے اور اِس اثر کا نہ پیدا ہوتے رہنا محال ہی۔

(۳) اِس لیے اِس موجود کے اختیار مین یہ امر نہین ہے کہ جب تک وہ ترکیب عناصر اِس وجود مین باقی رہے اِس اثر کو کبھی ظاہر ہونے دے اور کبھی نہ ہونے دے۔

مثال شکل اوّل

(۱) مقناطیس مین ترکیب کیمیادی عناصر سے جذب آہن کا اثر پیدا ہوتا ہے یہ اثر مقناطیس کا طبعی امر ہے۔

(۲) جب تک مقناطیس مین عناصر کی یہ ترکیب کیمیادی باقی رہے گی یہ اثر جذب آہن پیدا ہوتا رہیگا اور اِس اثر کا نہ پیدا ہوتے رہنا محال ہی

(۳) اِس لیے وجود مقناطیس کو یہ اختیار نہین ہے کہ جب تک عناصر کی وہ ترکیب کیمیادی باقی رہی اِس اثر جذب آہن کو کبھی ظاہر ہونے دے اور کبھی نہونے دے۔

شکل دوم

(۱) حیوان مین ارادہ و اختیار ہے کہ جس کام کو چاہے کرے چاہے نہ کرے

(۲) ایسا اختیار ترکیب کیمیاوی عناصر مین (حسب نتیجہ شکل اوّل) نہین ہے۔
(۳) اِس سے حیوان مین جو ارادہ و اختیار ہے وہ ترکیب کیمیاوی عناصر کا نتیجہ نہین ہوسکتا ہے۔

مثال

(۱) زید عمرو کے مارنے کو لٹھ اُٹھاتا ہے اور پھر اسیوقت بلا کسی خارجی اثر کے اُس لٹھ کو رکھدیتا ہے اور عمرو کو مارنا ترک کر دیتا ہے۔
(۲) زید کا لٹھ اٹھانا عمرو کے مارنے کو اور اسی وقت لٹھ کا رکھ دینا ترک ارادہ سے یہ دو متضاد افعال زید کے اختیار سے ہین۔
(۳) اِس لیے زید کے ہر دو متضاد افعال عناصر کی کسی ترکیب کیمیاوی کا اثر نہین ہے کیونکہ اگر ترکیب کے اثر سے ہون تو لازم آتا کہ شئے مرکبہ عناصر کو اپنے اثر کے ظاہر کرنے اور نکرنے کا اختیار ہے اور یہ نتیجہ شکل اوّل کے خلاف ہی

شکل سوّم

(۱) حیوان (علی الخصوص حیوان ناطق) مین بعض افعال مثلاً دوست دشمن کا تمیز کرنا اشیاء کی شناخت خیال وغیرہ یعنی تعقل موجود ہی۔
(۲) عناصر کی کسی ترکیب کیمیاوی کا اُصول اب تک اِس بات پر قائم نہین ہوا ہے کہ یہ تعقل عناصر کی کسی ترکیب کیمیاوی کا نتیجہ ہی۔
(۳) اِس لیے لازمی طور پر حیوان مین کوئی ایسی شے موجود ہے جو ان نتائج یعنی تعقل کا باعث ہی اور جو کچھ وہ شئے ہو وہی روح ہے۔

مثال

(۱) حیوان کی آنکھ کے سامنے شعاع مین جو چیزین ہون انکے عکس کا طبقات چشم پر منقش ہونا

عناصر کی کیمیادی ترکیب وترتیب طبقات کا اثر ہے۔

(۲) لیکن ان اشیاء کی شناخت دوست دشمن کی تمیز ان اشیاء کا بُرا یا بھلا لگنا عناصر کی ترکیب کیمیادی کا کوئی اُصول اِس پر دال نہین ہی۔

(۳) اِس لیے لازمی طور پر یقین کیا جاتا ہی کہ حیوان مین کوئی اور چیز موجود ہے جو اُن نتائج کا باعث ہی اور جو کچھ وہ شے ہو وہی روح ہی۔

حضرت نجم الدین رازی نے کتاب مرصاد العباد مین قند کے جوہر ہونے کی مثال وجود مطلق سے تنزلات مین مافوق وجود کو جوہر اور اُسکے ماتحت کو اعراض مان کر لکھی ہے اور انتہائی تنزل شیرہ کو قرار دیا ہے کہ جسکے لیے اُسکی ضرورت پیدا ہوئی کہ آخری تنزل شیرہ کو مانکر جو کثافت محض ہی انتہاے عروج مین جوہر کو کثافت سے مبرا کرنا پڑا ورنہ یہ شبہہ واقع ہوتا کہ حقیقت کثافت سے مبرا نہین ہی کیونکہ وہ بھی اُسی سے نکلا ہے ورنہ شیرہ کا وجود ہی نہوتا تو فی الجملہ تنزہ حقیقت مین تشبّہ کا دھبہ ماننا پڑتا یہ سوء ادبی تھی لہٰذا مین نے اُس مثال کو اُلٹا کر دیا اور تنزلات سے عروج کی طرف لطافت کو بڑھاتا گیا ہون اور کثافت کو گھٹاتا گیا ہون کہ آخری جوہر قائم بنفسہ مین کثافت کا دھبہ باقی نرہے اور یہ ثابت ہوجاے کہ شیرہ کی کثافت محض اعتباری ہین نہ تقید کی وجہ سے ہی کہ جو شیرہ کے وجود کو ماسواے جوہر مان لینے سے پیدا ہوگئی ہے کیونکہ شیرہ کا فضلہ بھی مثل فضلۂ نیشکر کے سوختنی ہے اور اُسکا کام صرف یہ ہے کہ اپنی حرارت عشقی سے کہ جو کثافت کے لیے لازمی ہے اِس جوہر کے ہر تعین کو فانی کرتا رہے کہ ہر آن جوہر لطیف کا اثبات ہوتا رہے ورنہ فی الواقع کثافت کثافت نہین ہے جیسا کہ ہم مادیات کثیفہ مین دیکھتے ہین کہ روح تنزلات مین جاکر غلیظ بن جاتی ہے اور غلیظ آفاق مین جاکر کھیتون مین پھر کر نباتات مین روح لطیف ہوجاتا ہے تُولِجُ اللَّیلَ فِی النَّهارِ وَتُولِجُ النَّهارَ فِی اللَّیلِ وتُخرِجُ الحَیَّ[1] مِنَ المَیِّتِ وتُخرِجُ المَیِّتَ مِنَ الحَیِّ الایۃ جب کہ مادیات محسوسہ مین یہ کل کثافت

[1] رات کو دن کرتا ہی اور دن کو رات کرتا ہی اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہی اور زندہ سے مردہ کو

باقی نہین رہتی تو جوہریات و روحانیات مین قطعاً باقی نہین رہ سکتی جیساکہ روح جسم انسانی مین کوئی کثافت مادیات کی نہین ہے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ مادہ اعتباری ہے اور عدم محض ہی وجود کے تنزلات مین اعتباری طور پر ظاہر و مبرہن ہوتا ہے اور ترفعات مین اپنی حد تک ظاہر رہتا ہی پھر بوجہ اعتباری ہونے کے فانی ہوجاتا ہے اسیواسطے جناب باری نے انسان کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ ھَلْ اَتیٰ عَلَی الْاِنسان حین من الدّھر لم یکن شیئاً مذکوراً یعنی فی الواقع انسان جو خلاصۂ آدم و عالم ہے کسی وقت مین کوئی شئے نہین تھا یعنی شیئیت سے منزہ احسن تقویم مین تھا اس نے اسفل السافلین مین نزول نہین کیا تھا اور انسان کا احسن تقویم مین ہونا حق کا اپنے آپ کو بلحاظ مراتب تنزلی ملاحظہ کرنا ہی۔ اسی لیے مولانائے رومی فرماتے ہین کہ ؎

آدمی دیدہ است باقی پوست است ۔۔۔ دیدآن باشد کہ دید دوست است

چونکہ روح ہر انسان کی کل مراتب اسمائے حق کو صفاتاً و افعالاً گھیرے ہوے ہی اور حق ہی اپنے صفات و افعال سے انسان کی ذات ہی اسلیے روح انسانی بسبب جامعیت و تنزہ حق کے حق کے ساتھ متحد ہے یعنی حق ہی اپنے آپ کو جملہ مراتب کے ساتھ جیساکہ قبل تخلیق عالم کے دیکھتا تھا ویسا ہی بعد تخلیق عالم کے دیکھتا ہے اور بعد فنائے عالم کے ابداً آباداً تک دیکھتا رہیگا اور یہی وجود انسانی ہے۔ جامی ؎

حبذا روزیکہ پیش از روز و شب ۔۔۔ فارغ از اندوہ و آزاد از تعب

متحد بودیم باشاہ وجود ۔۔۔ نام غیریت بکلّی محو بود

باب دوم : توحید

جاننا چاہیے کہ توحید نفسی کی تین قسمین ہین۔ توحید افعالی۔ توحید صفاتی۔ توحید ذاتی

توحید افعالی۔ کا ایک نام توحید آفاقی بھی ہے اور اُن مین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین۔

توحید افعالی۔ توحید صفاتی۔ توحید ذاتی۔ اور ہر قسم کے توحید ذاتی بالاتر قسم کی توحید افعالی
ہے مثلا توحید افعالی انفسی کی تین قسمین ہین۔ توحید فعالی۔ توحید صفاتی۔ توحید ذاتی۔ اب انین سے
توحید افعالی وہ ہی کہ جو اشیا حواس خمسہ سے محسوس ہوتی ہین اور یہ احساس ایک حواس کا دوسرے
حواس سے نامعلوم رہتا ہی یعنی آنکھ کے محسوسہ شئے کی خبر کان کو نہین ہوتی اور کان کی محسوسہ
شئے کی خبر ناک کو نہین اور ناک کی محسوسہ شئے کی خبر منھ کو نہین ہوتی وقس علیٰ ہذاالبواقی۔ پانچ
حواس باطنی ہین کہ جن سے آدمی اپنے آپ مین رحم وقہر وغیرہ صفات کا ادراک کرتا ہے اور
اس احساس کرنے والے شخص کے علاوہ دوسرا شخص ان حواس کو ادراک نہین کرتا ہے اب یہ
توحید صفاتی ہوئی لیکن ان صفات کا احساس انسان تب ہی کر سکتا ہے کہ جب اُسکو
اپنے آپ مین رحم یا غصہ آتا ہے اور قبل اس رحم یا غصہ آنے کے اُسکو محسوس ہوتا ہے
یہ توحید ذاتی ہے لیکن یہ توحید ذاتی توحید فعالی انفسی کی ہے کہ جو توحید صفاتی انفسی کی
توحید افعالی ہے اب اس توحید صفاتی انفسی کی توحید صفاتی یہ ہی کہ انسان یہ نہین جانتا ہی
کہ ہم مین یہ غصہ یا رحم کس جگہ پر سے آیا۔ اور اس توحید صفاتی کی توحید ذاتی یہ ہے کہ یہ
جانتا ہی کہ یہ ہم ہی مین سے آیا اور وجدانی طور پر اس بات کو تسلیم کیے ہوے ہی۔ اب توحید ذاتی
توحید ذاتی نفسی کی توحید افعالی ہے لیکن انسان اس صفت کا وجود ایک اپنے ہی تعین مین
مقید جانتا ہے حالانکہ ہر انسان مین یہ صفات موجود ہین پس جب ایک تعین کے ساتھ مقید
نہ جانے تو یہ عام ہونا توحید ذاتی کی توحید صفاتی ہی اور اس ایک وجود عام کا ادراک یعنی اس توحید صفاتی کا ادراک
ایک ماہیت سے ہوتا ہی جو جمع ہے اور جسکو آنا کہتے ہین یہ توحید کلیۃً بنفسہ توحید ذاتی ہے۔

آفاق (یعنی انفس کی توحید فعالی کی توحید فعالی وہ اشیا ہین معہ جسم انسانی کہ جو صورتاً اپنے جسم
سے انفس یعنی انسان کو محسوس ہین اور آفاق کے توحید صفاتی اشیا کے تاثیرات ہین جو سیرتاً
محسوس ہوتے ہین کہ جسمین حواس انسانی بھی داخل ہین لیکن اس حواس انسانی و تاثیرات
اشیا کو بجز اس شخص کے جو حواس سے محظور ہوتا ہے یا جس شئی پر تاثر ہوتا ہے دوسرا شخص

یا دوسری شئے نہین جانتی ہے یہ آفاق کی توحید ذاتی ہوئی جس سے وجود ثابت ہوتا ہی اور اسکی ماہیت نہین معلوم ہوتی ہے یہ نہ معلوم ہونا عین ذات آفاقی کی سمجھ سے ہے لیکن یہ سمجھ تقاضائے آفاق سے نہین ہی بلکہ خواص انا انسانی سے ہی جو انسان مین علاوہ آفاق کے ودیعت ہی کیونکہ آفاق کی یہ توحید ذاتی توحید صفاتی نفسی کی توحید افعالی ہے مثلاً آفاق مین آفتاب آفاق کی توحید افعالی ہے اور آفاق کی توحید صفاتی اسکی گرمی ودیگر تاثیرات ہین اور نفس آفتاب مد وہ صورت وتاثیر کے جو ایک وجود غیر محسوس ہی یہ آفاق کی توحید ذاتی ہے اسوجہ سے توحید آفاقی توحید صفاتی نفسی کے توحید افعالی ہے اور باقی کل اقسام توحید صفاتی اور توحید ذاتی کے ماورائے آفاق ہین یعنی وجود غیر محسوس آفاقی آفاق کی توحید ذاتی ہے اور نفسی توحید صفاتی کی توحید فعالی ہے یعنی توحید صفاتی نفسی آفاق کے کل وجود موجودات کی روح ہے اور یہ روح نفسی توحید ذاتی کی توحید افعالی ہے اور روح کلی جو عام ہے یعنی جمیع عوالم انفس وآفاق کی روح ہے وہ توحید ذاتی کی توحید صفاتی ہے اور توحید ذاتی فی نفسہ الا انکا نشان ہی جسکو روح واناسے تعبیر کرتے ہین اور اس تقسیم کی کیفیت اس شجرہ سے اچھی طرح واضح ہے۔

روا باشد انا اللہ از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

یہ شجرۂ قامت انسانی ہے (جس کی موید یہ آیت ہے) إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي

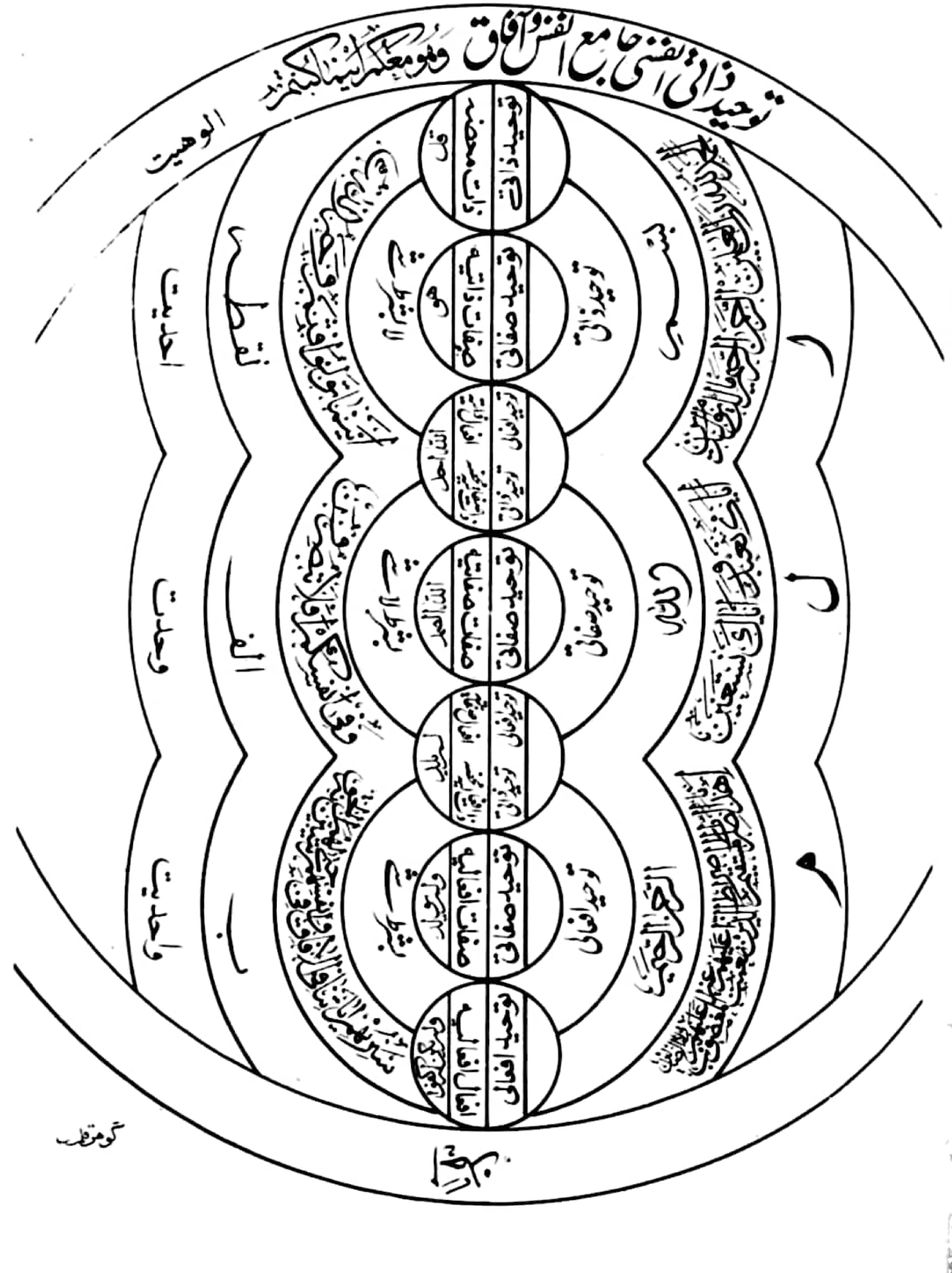

یہ دوائر جو توحید کے سمجھانے کے لیے بنائے گئے ہین انہین تفہیم کی غرض سے توحید ذاتی کے دوائر بھی بنادیے گئے ہین حالانکہ درصل ذات احاطۂ دوائر کے تقید سے بالاتر ہے اور اسیطرح دائرہ ذاتی مین تقسیم دوائر بھی محض تفہیم کے لیے ہی ورنہ ذات ہرگز ہرگز منقسم یا مجمد و دنہین ہے بلکہ ان دوائر سے مراد ذاتی نسبتین ہین۔ جیسے عاشق و معشوق و عشق۔ اور عالم و معلوم و علم وغیرہ وغیرہ الغرض جبکہ توحید ذاتی کی توحید افعالی یعنی وجود عالم ہے سمجھ مین نہین آتا بجز اسکے کہ ہے اور یہ سمجھ توحید صفاتی نفسی کی توحید صفاتی ہے کہ جسنے توحید افعالی نفسی کی یہ پہچان بتائی پس یہ سمجھ وجود عالم سے بھی زیادہ لطیف اور نہ پہچانے جاسکنے کی مستحق ہے۔ اور باوجودیکہ وجود عالم پہچانا نہین گیا ہے مگر تسلیم کر لیا گیا پس جس سمجھ سے کہ عالم کا وجود تسلیم کیا گیا ہے یہ سمجھ نفس ترنم وجدانی ہے اور یہ سمجھ توحید صفاتی نفسی کی توحید ذاتی یا توحید ذاتی کی توحید افعالی ہی اسلیے وجدانیات بتلا رہے ہین کہ یہ سمجھ وجود عالم سے و نیز اوس ناسمجھی کی سمجھ سے کہین اعلیٰ اور سمجھ مین نہ آنے کے قابل ہے اگر وجدانیات نہوتے تو ناسمجھی سے نفس کی سمجھ نہوتی لیکن چونکہ وجدانیات منحصر نہین ہین اور نہ مختتم ہین اور ومآ اوتیتم من العلم الا قلیلا کے بموجب ہر شخص کی سمجھ اسی توحید ذاتی مین محدود ہے کہ جو توحید ذاتی کی توحید افعالی ہے تو جب یہ سمجھ محدود نرہے گی بلکہ عام ہوجائے گی تو یہ عام سمجھ توحید ذاتی کی توحید صفاتی ہوگی ؎

یقین ہے کہ ہمارا اسلام ہوجاے　　　یہ بزم خاص جو دربار عام ہوجاے

رُباعی

در بلبل بیقرار بلبل باشی　　　گر گل گذرد بخاطرت گل باشی

اندیشۂ کل پیشہ کنی کل باشی　　　تو جزوی و حق کل ست گر روزی چند

اب یہ عام اور کل الکل سمجھ کس کی اور کس مین ہی؟ یہ سمجھ انسان مین سب سے اور انا انسانی کی ہے جو عین انا حقیقی ہے اور یہ علم حق ہے۔ یہ انا بنفسہ توحید ذاتی ہے کہ جو ہر ذرۂ نفس و آفاق

؎ نہین دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا ۔

مین یکسان الآن کما کان ساری وطاری ہے اور پھر سب سے منزہ ہے اور جسکا سمجھ مین نہ آنا ہی عین عرفان ہی۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ما عرفناک حق معرفتک اور حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ہے کہ العجز عن درک الادراک ادراک یہ دونون قول اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ نجاننا ہی عین جاننا ہی کیونکہ منزہ اور بسیط منزہ ذات کی پہچان اعلی درجہ کی یہی ہے کہ پہچانی نہ جاے جیسے محسوسات آفاقی مین لطیف ترین اشیا یعنی خلا کی پہچان یہ ہے کہ جہان کچھ نہو یا معقولات نفسی مین نفس قوت متخیلہ سمجھ مین نہین آسکتی ہی یا حواس مین نظر دیکھی نہین جاسکتی بلکہ نظر کو عقل سے ادراک کرتے ہین اور عقل کو روح سے اور رُوح کو انا حقیقی سے اب اس انا حقیقی کو ادراک کرنیکے لیے آپ کون چیز باہر سے لاسکتے ہین اور جب آپ باہر سے کوئی چیز نہین لاسکتے ہین اور انا کو آپ خودبخود بلاکسی ادراک یا وسیلہ ادراک کے جانتے ہین کہ وہ موجود ہے کیونکہ آپ کو اپنے موجود ہونے کا قطعی یقین ہے لہذا ما عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اور اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ اور عرفت ربی بربی کے ایک ہی معنی ہین اور یہ اقوال حضرات قائلین کے کمال عرفان کے ثبوت ہین نیز یہ ارشاد آنحضرت کا نعمت وعلم آدم الاسماء کلھا کے حصول کی دلیل ہے جو نص ہی اور اُس نص کی دلیل دوسری نص سے یہ ہو کہ اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا جس کی تفسیر جناب امیر کے ان اشعار سے ہوتی ہے

داؤک فیک وما تشعر — دواءک منک وما تبصر
وتزعم انک جرم صغیر — وفیک انطوی العالم الاکبر
وانت الکتاب المبین الذی — باحرفہ یظہر المضمر

لـه: قول حضرت علی کا ہی یعنی اپنے رب کو اپنے رب ہی سے پہچانا۔ لـه پڑھ اپنی کتاب کو آج تیرا نفس تجھے کو ہی محاسب ہے ۔ لـه تیرا مرض تجھی مین سے اور تجھے خبر نہین ۔ تیری دوا تجھی سے ہی اور تو نہین دیکھتا۔ تو سمجھتا ہے کہ تو ایک چھوٹی سی چیز ہے اور تجھ مین بڑا عالم پوشیدہ ہے ۔ اور تو وہ کتاب مبین ہے کہ جس کے حروف سے پوشیدہ ، مین ظاہر ہوتی ہین ۔

اور یہ آیت منتج ہے حضرت امام حسین کے اس قول کو کہ فمن قرأ هذا الکتاب فقد علم ما کان وما هو کائن وما هو یکون جو معرفت تامہ کی دلیل یقینی ہے۔ پس ان آیات و اقوال مقدسہ سے آن حضرت کا عرفان کامل صاف صاف ظاہر ہے اب جو نفسانیت و بغض سے نہ مانے اُسکا کیا علاج جسے اسی طرح سے ارشاد فقد علم ما کان وما هو کائن وما هو یکون سے کہ جو آیہ کریمہ وما هو علی الغیب بضنین کے بالکل مطابق ہے علم بسیط رسول برحق صاف ثابت ہے اب منکرین علم غیب کی نسبت بجز صفائی قلب کے اور کیا کہا جاے۔

الحاصل چونکہ انسان کا مبدا یہی وجود ہے اور انسان کامل ہے اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لقب اُمّی ہوا اور انسان ظلوم وجہول کہا گیا کہ وہ اپنے مبدا توحید ذاتی سے ملا ہوا ہی پس اس تاریکی وجہل میں پہونچکر جو شخص کہ حیرت زدہ ہوگیا وہ ناکام رہا اور حواس عدم ادراک کو عین ادراک سمجھا تو چونکہ ہر چیز اپنے منتہا پر جاکر ختم ہوجاتی ہے اور اس کا ختم ہونا کیہ ہے کہ بطور استحالہ کے وہ دوسری چیز ہوجاتی ہے پس یہ کچھ نہین ہوکر سب کچھ ہوگیا یعنی انفس وآفاق دونون ہوگیا اور وعلم آدم الاسماء کلها کا ظہور ہوگیا کیونکہ انہ کان ظلوماً جهولاً[۱] اور اسی تاریکی حقیقی ظلومی وجہولی فطرتی انسانی کو سواد اعظم کہتے ہین ؎

سواد الوجہ فی الدارین در دیش سواد اعظم آمد بے کم و بیش

سواد اعظم اُسکو کہتے ہین کہ جسین جو کچھ ڈھونڈھیں ملجائے۔ سالک جب اپنی فطرت ظلومی و جہولی مین قیام کرتا ہے تو وہی ظلومی وجہولی جاذب جاذبہ ہوتی ہے۔ اسی واسطے بچے کو جو بات پہلے پہل سکھائی جائے وہ اُسکو جلد آجاتی ہے اور جو زبان سکھائی جاوے وہ اُسکی مادری زبان ہوجاتی ہے اور جب وہ خطرات کا مورد ہونے لگتا ہے تب جو بات سکھائی جاے وہ دقت سے آتی ہی اور یہ خطرات وسواس ہی ہین جن کا نام خودی ہے ؎

---

[۱] پس جسنے یہ کتاب پڑھی اُسے معلوم ہوگیا جو تھا اور جو ہو رہا ہی اور جو ہوگا۔ [۲] اور وہ غیب کے معاملہ مین بخیل نہین ہی۔
[۳] تحقیق انسان بڑی تاریکی والا اور بڑا جہل والا تھا۔

ہر آن کو خالی از خود چون خلا شد — انا الحق اندر و صوت و صدا شد

اسی سواد اعظم کو حاصل کرنے کے لیے حقائق و معارف نعم جنت کو نسیاً منسیا کر کے حضرت آدم علیہ السلام نے گیہون کھایا اور علم جنت سے نزول کر کے ناسوت مین آے تاکہ نسیان کے ذریعہ سے سواد اعظم حاصل کرین اور یہان تک نسیان پیدا کیا کہ حضرت حوا کو بھی بھول گئے اور اُن سے مفارقت رہی۔ عورت ذات ہی اور ذات روح ہے یعنی صرافت روحی کی بھی پروانہ کی اور اسی صرافت روحی سے تبرا کر کے اکثر پیغمبرون نے جانین دین تاکہ نعمت لازوال سواد اعظم حاصل کرین۔ اسکی طلب مین حضرت مریم نے دعا کی کہ کنت نسیاً منسیا[1] تاکہ مباشرت جبرئیلی و روحانیت عیسوی سے بچ پاکر اپنے نفس ذات سواد اعظم مین خوش عیش رہین۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب سے اسی مقام کا پتہ پاکر حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ مجکو اس خواب کی تعبیر عرض کرنے کی اجازت ملے چنانچہ اجازت پاکر اوکی تعبیر مین کلام مجید کے فوائد ختم کیے یعنی ناس تک پہونچے تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم نے تعبیر سچی کہی مگر یہ آدھی ہے اور بقیہ آدھی تعبیر جب حضرت صدیق نے پوچھی تو اُسوقت آپ نے نہین بتائی۔ لیکن جب حضرت صدیق افضل البشر تھے تو بہ فیض رسول اللہ بشریت یعنی نسیان مین ضرور کامل تھے اور اسی سواد اعظم کے دریافت کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت صدیق اکبر کی بیوہ بی بی سے نکاح کیا جن سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق رات بھر چپکے بیٹھے رہتے تھے یا رو یا کرتے تھے اور اسی سواد اعظم کا کمال حاصل کرنے کے لیے حضرت عثمان نے آیۂ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر جان دی اور اسی سواد اعظم کے ستر کے لیے شب معراج مین آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ بجز حضرت علی کے کسی سے نہ کہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بالآخر اُسکو کنوے مین منھ کر کے کہا کہ جہان بجز جماد ات بے نفس کے کوئی دوسرا نہ تھا پھر بھی اس کنوین کا پانی خون ہوگیا اور اسی سواد اعظم کا فیض تھا کہ جس سے مولا علیؑ کی نماز مین یہ محویت ہوتی تھی کہ حالت نماز مین تیر آپ کے جسم سے کھینچکر نکالا گیا۔ اور

---

[1] کاش مین لیابیٹ ہوگئی ہوتی ۱۲ ص ب تیری طرف سے کافی ہے اُنکو اسد اور وہی ہے سننے جاننے والا ۱۲

خبر نہوئی پس نماز کا سر بھی سواد اعظم ہے کیونکہ نماز معراج شریف سے فرض ہوئی اور معراج شریف محض بغرض حصول سواد اعظم ہوئی ہے

از سوئے معراج آمد مصطفےٰ ۔۔۔۔ حبذا اے سرّ پنہان حبذا

اور نماز مین جو ہر شخص کا دل گھبراتا ہی وہ بھی اسی سواد اعظم کے تقاضے سے ہی اور یہ حقیقت نماز ہے جسکو لوگ برا جانتے ہین اور یہ چاہتے ہین کہ جی لگے یہ جی لگنے کی خواہش نماز مین ایک وسوسۂ شیطانی ہے جو نماز کو اُچک لے بھاگتا ہے جسقدر نماز مین الجھن ہو اُسیقدر نماز اعلیٰ ہوئی کیونکہ جی لگنا خودی پر دلالت کرتا ہے اور نماز مین خودی بالکل نہین ہونی چاہیے۔ اور روزہ کا سر بھی یہی سواد اعظم ہے عطار ہے

روزہ حفظِ دل ست از خطرات ۔۔۔۔ بعد از ان از مشاہدہ فطار

یعنی سالک جب خطرات سے فارغ ہو کر سواد اعظم مین جائیگا تب حق تعالیٰ اُسکی سمع و بصر وغیرہ ہو جائیگا کہ کنت[۱] له سمعاً و بصراً و یداً و رجلاً۔ الحدیث اور یہی مشاہدہ ہے اور یہی فطار ہے فرحت[۲] عند الافطار و فرحت عند لقاء الرحمٰن۔ الصوم لی[۳] و انا اجزی به اور یہ تفکر حاصل نہین ہوتا مگر نصف شب آخر مین جو سحری کا وقت ہوتا ہی اور جس وقت جاگنے کا معمول آنحضرتؐ کا تہجد کے لیے تھا کیونکہ آخر شب مین نوم بشری کا غلبہ کم رہجاتا ہے اور علم خودی کا زور بھی نظر گھٹا ہوا رہتا ہے یہ حالت مابین بیداری و خواب کے ہوتی ہے اور اسی حالت مین آنحضرتؐ کو معراج ہوئی۔ اور حج بھی یہی سواد اعظم کو حاصل کرنے کے لیے ہی کہ صورتاً جسکا طواف کیا جاتا ہے حجر اسود وہ سواد اعظم ہی ہے اور یہی اللہ کا گھر ہے اور اسی طواف کے بعد حج ہی کہ جہان نہ روزہ فرض ہے نہ نماز۔ اور حقیقی زکوٰۃ بھی اسی سواد اعظم کی ہے یعنی جب تمنے بعد مجاہدہ و سلوک سواد اعظم حاصل کیا تو تمپر فرض ہے کہ بحکم واما بنعمت ربک فحدث اللہ کا شکر ادا کرو اور

---

[۱] مین اسکی ... ... اور ... ہو جاتا ہوں ۔ [۲] ایک فرحت افطار کے وقت ... اور ایک فرحت جس سے ملاقات کے وقت ہو گی ۔ [۳] روزہ میرے ہی ہے اور مین اسکی جزا ہوں ... ... رب کا ...

جو فیضان حق سے آوے اسکی ذکوۃ نکالو کیونکہ حقیقی نصاب وہی ہے اور اُسکو خلق اللہ پر ایثار کرو یہانتک کہ اگر شیطان بھی مانگنے آوے تو اُسکو بھی دیدو وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ تاکہ وہ بھی رام ہوجاوے کیونکہ جب توحید کا کلام سنے گا تو تمھارا مُطیع ہوجائیگا جیسا کہ تمھارے رسولؐ پر حق کا مطیع تھا اسکی ذکوۃ کہتے ہین کیونکہ عوالم چالیس ہین پورے عالمون کا فیض تم کسی شخص کو یک دفعہ نہین دے سکتے ہو کیونکہ مجاہدہ و محنت حاصل ہوتا ہے اور سائل اُس مجاہدہ کے لیے تیار نہین ہی لہذا اپنے حقائق و معارف سے مُطلع کر کے اُسکو چالیس مین سے ایک دیدو اور وہ ایک کیا ہی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی توحید اور اُسکے متعلق جو حقائق ہین وہ اُسکو بتا دو جو ساری معرفت کی جان ہے مگر خبردار رہو کہ توحید کو شرک سے نہ ملاؤ کل چیزون کو ایک کر کے اُسکو سمجھا دو ورنہ کلمہ توحید کلمہ توحید نرہے گا بلکہ کلمہ تشریک ہوجائیگا اور شرک کو خدا نہین بخشتا ہی ؎

ہان کھائیو مت فریب ہستی ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

اور یہی سواد اعظم کی طلب مین حضرت امام حسن علیہ السلام نے خلع خلافت کیا کیونکہ آپنے خیال فرمایا کہ ظاہری سلطنت مین بڑا جھگڑا ہے سب کے سب رسول اللہ نہین ہوسکتے کہ جامعیت کے ساتھ ظاہر و باطن کو بالاعتدال لیے رہین آفتاب حقیقت محمدی مثل آفتاب ظاہری کے آناً فاناً خط استوا پر آتا ہے اور اُسوقت نصف طلوع یعنی ظاہر کی طرف ہوتا ہے اور نصف غروب یعنی باطن کیطرف یہ جامع تخلیق تعین محمدی ہی کی تھی کہ ہر دو جانب طلوع و غروب کو ایک ساتھ گھیر لیا۔ اور کسی تعین مین ظاہر و باطن کو پورا پورا من کل الوجوہ بجامعیت انجام دینے کی قابلیت رکھی ہی نہین گئی ہے۔ پس بجز فرائض و سنن موکدہ کے جس قدر ظاہری تقلید زیادہ کی جاوے گی اُسی قدر باطن رہ جاوے گا اور باطن ظاہر سے اہم ہے یعنی نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے اعلےٰ ہے۔ پس جب معلوم ہوا کہ وہ مرتبہ جامعیت کا مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاصل نہین ہوسکتا تب اولیاء اللہ نے اس حکمت اور کمال طلب کے لحاظ سے

ملہ اور سائل کو نہ جھڑک ۱۲

باطن کو ظاہر پر غلبہ دیدیا کہ ظاہر صرف دُنیا تک ہی اور باطن کو دوام ہے کہ جسکی یہ حدیث شاہد ہے حُبِّبَ اِلَیَّ مِن دُنیاکم ثلٰثۃ النِّسَاءُ وَالطِّیبُ وَقُرَّۃُ عَینِی فِی الصَّلوٰۃ[1] پس معلوم ہوا کہ نماز جو افضل عبادات ظاہری ہے داخل دنیا ہی اور آنحضرت نے بھی بتقاضائے کمال طلب با وجود اس تعیین اعتدالی کے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ[2] لم تخلق محمدًا۔ آپ کا نام محمد ظاہر جسم سے متعلق ہے۔ اور احمد روحانیت سے اور ماحی عالم امر سے کہ جہاں سے روحین پیدا ہوتی ہین۔ قُلِ[3] الرُّوحُ مِن اَمرِ رَبِّی پس یہ تینون چیزین دُنیا کی ہین اور راہِ حق مین واجب الترک ہین۔ رُوح مُؤنث ہے جسکی طرف نساء سے اشارہ ہی۔ طیب نسبت روحانیت کی عالم امر سے ہے۔ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یہ بھی لفظاً مؤنث ہے لہذا یہ بھی نساء مین داخل ہے اور اس حدیث کے ارشاد کے وقت حضرت خاتونِ جنت آپ کی صاحبزادی نماز پڑھ رہی تھین تو ایک اشارہ اِس حدیث مین اُن کی طرف بھی ہے کہ اولاد کی حب بھی داخل دنیا ہے اسکو بھی ترک کرنا چاہیے جیسا کہ کلام مجید مین ہی[4] انما اموالکم واولادکم فتنۃ اور اموال نتائج اعمال ہین اعمال بھی ترک کرنا چاہیے بشرطیکہ جاذبۂ حق مدد کرے ؎

نہ ترکش عمل کار ہر کس بود
نہ فضل خدا یار ہر کس بود

اور یہ کس بات سے حاصل ہوتا ہی؟ اسی نسیان سے جسکا اسم فاعل ناس ہی۔ اُجرت کا نون درسے خراج نہین لیا جاتا لہذا حضرت امام حسن علیہ السلام نے چاہا کہ عملاً اُن اسباب ہی کو ترک کر دیا جائے جو نسیان کے مانع ہون کیونکہ ؎

بندگی و حق پرستی کچھ نہونا ہے نیاز
کچھ نہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہین

اور یہی موت اختیاری ہے۔ کلام مجید مین ہی کہ قُل[5] یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم

---

[1] مجھ کو تمھاری دنیا مین سے تین چیزین محبوب کی گئین عورت۔ خوشبو۔ اور میری آنکھون کی ٹھنڈک جو نماز مین ہے ۱۲ [2] خدا دخدا کو محمد کو نہ پیدا کرتا ۱۲ [3] کہو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے ۱۲ [4] بتحقیق تمھارے مال اور اولاد آفت ہین ۱۲ [5] کہو کہ اے یہودی لوگو اگر تم دعوی کرتے ہو تم دوست ہو اللہ کے سب لوگون کے سوائے تو آرزو کرو موت کی اگر تم سچے ہو (بقیہ بر صفحہ ۳۶)

اونیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ہ ولا یتمنونہ ابدًا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظالمین ہ قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملٰقیکم ثم تردون الی عالم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون ہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن وہی ہے جسکا کوئی عمل نہو اور جو موت سے نہ ڈرے اور جان دینے کی پرواہ نکرے کیونکہ جان فی نفسہ روح ہے اس نے جسم عنصری یعنی طبیعت انسانی سے تعلق کرکے کثافت پیدا کرلی ہے اور قابل باریابی بارگاہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید نہین رہی ہے ؎

باستایہ ترا نمی پسندم　　　عشق است وہزار بدگمانی

پس نحن اقرب الیہ من حبل الورید سے یکتائی پیدا کرنے کے لیے جسم وجان دونون سے تبرا کرنا ضروری ہے ؎

مکن در جسم وجان منزل کہ این دون است وآن والا

قدم زین ہر دو بیرون نہ نہ این جا باش نے آن جا

اور ہماری روح ہم سے کمتر ہے کہ وہ ہماری طرف اضافت کی جاتی ہے ہم کوئی اور ہی چیز ہین انی انا اللہ لا الہ الا انا۔ اسی واسطے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے پوچھا کہ تم مجکو حقیقتًا اپنے جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہو؟ تو آپ نے عرض کیا کہ نہین یا رسول اللہ اور سب چیزون سے زیادہ عزیز رکھتا ہون لیکن جان سے زیادہ عزیز نہین رکھتا ہون اوس پر ارشاد ہوا کہ ایمان کامل نہین ہے اور تب آنحضرت نے تصرف کیا کہ دفعۃً حضرت عمر پکار اٹھے کہ یا رسول اللہ ہم آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہین ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی　　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) اور کبھی نہ آرزو کرینگے موت کی بوجہ اپنی دست درازی کے اور اللہ جانتا ہے ظالمون کو۔ کہو کہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو ملنے والی ہے پھر تم لوٹو گے عالم الغیب والشہادۃ کے پاس تو بتا دیگا تم کو جو کچھ تم کر رہے تھے ۱۲

۵۸ بیشک مین اللہ ہون نہین کوئی معبود مگر مین ۱۲

پس اعلیٰ ترین سلوک جان دیدینا ہے اور جو جان خدا کے واسطے دی جاوے وہ بھی و ۱
تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ میں داخل نہیں ہے جیسے حضرت خلیل اللہ نے آگ میں جاتے وقت
جبرئیل سے مدد لینے سے انکار کردیا اور حضرت اسحاق یا حضرت اسمٰعیل نے جان دینے میں اور
حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کی جان لینے میں کچھ مضائقہ و تامل نہیں کیا۔ اور جیسے معمولاً کسی
بادشاہ کا غلام جو اپنے آقا پر جان دے وہی قابل تعریف ہے اور جیسے کوئی عاشق اپنے
معشوق پر جان دیدے تو وہی عشق میں کامل سمجھا جائیگا یا جیسے اہل ہنود میں عورت اپنے
مرد پر "ستی" ہوتی تھی۔ اور اسیطرح حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ستر بھی سواد اعظم
ہے حضرت امام علیہ السلام حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر صحبت تربیت یافتہ
تھے۔ ان سب سلوک نفسی رسول اللّٰہی سے واقف تھے اور سواد اعظم سے بھی واقف تھے۔ جس کو
آن حضرت صلعم نے شب معراج میں حاصل کیا تھا یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک آنحضرت
کی مشارکت میں آپ شہادت حاصل نکرین کیونکہ آپکی شہادت آنحضرت ہی کی شہادت تھی اور یہ بھی سر تھا
کہ کافرونکے ہاتھ سے شہید ہوں بلکہ مومن یعنی حق ہی کے ہاتھ سے شہید ہوں کیونکہ مومن خدا کا نام ہے ؎

چہ خوش ست قتل عاشق کہ بدست تست جانان   بہ فدائے لطف تیغت طلبد ہزار سر ہا

کیونکہ کافروں کے ہاتھ سے شہید ہونا اگرچہ شہادت ظاہری ہے لیکن یہ شہادت باطنی سے اعلیٰ
ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ رجعنا من جہاد الاصغر
الی جہاد الاکبر۔ اور حضرت امام کی شہادت جہاد اصغر بھی تھی اور جہاد اکبر بھی
کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شہید کربلا می گشت زیر تیغ قاتلہا   الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

اسی بات سے واقفیت حاصل کرکے منصور نے جان دی اور یہ ایک نئی چاشنی سلوک حصول

---

۱ اور نہ پڑو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ۱۲ ۲ لوٹے ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف ۱۲ ۳ اس مصرع
کا ترجمہ یہ ہے کہ ؎ دور چلے دور چلے ساقیا ؛ اور چلے اور چلے ساقیا ۱۲

سواد اعظم مین آپ کی ذات سے پیدا ہو گئی ہے (نیاز)

ذوقے دگر بجام شہادت ازو رسید — شوقے دگر بمستی عرفان اولیا

اس واقعہ کربلا پر رونا اسوجہ سے نہین ہی کہ آپ شہید ہوے بلکہ رونا باذوق لوگون کا اسی مقام کی طلب مین اور اسکے عرفان کے ذوق سے ہی کہ کیا اچھا سلوک کیا پس بلا جان دیے ہوئے نہ عرفان ہوسکتا ہے اور نہ کمال باطنی حاصل ہوسکتا ہے رباعی (سرمد)

اندر رہ عشق سرسری نتوان رفت — نادیدہ رہ قلندری نتوان رفت
خواہی کہ پس از کفر بیابی ایمان — تاجان ندہی بکافری نتوان رفت

اب یہان پر ایک مسئلہ دقیق آپہونچا جسمین تین باتین اعتراض کی ہین۔ اول یہ کہ جو بزرگ شہید نہین ہوے تو کیا وہ کامل نہین ہوے؟ دوم یہ کہ ہم جان دینے کو تیار ہین کوئی بھی آتا ہے وہ زمانہ لگا ہے کہ ع

اناالحق کہین اور پھانسی نہ پائین،

سوم یہ کہ اگرچہ آن حضرت کی معنوی شہادت حضرت امام کی شہادت سے ہوئی یا زہر دیا گیا وہ بھی شہادت خفی ہے لیکن علانیہ شہادت آپ کی نہین ہوئی اس کا سر کیا ہی۔ آنحضرت کی شہادت نہونے کی دو وجہین ہین۔ اول تو آپ کی روح حضرت عزرائیل نے قبض نہین کی جبتک آپ نے اجازت نہین دی اور یہی طریقہ ہر ولی اللہ کے ساتھ برتا جاتا ہی کہ جبتک وہ ولی اجازت نہین دیتا روح قبض نہین کی جاتی۔ پس شہادت تو ہو گئی۔ دوسرے عالم حیات مین آنحضرت صلعم کا یہ قول کل شہادتون کی جان ہے کہ لی[۵] مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی ملک مقرب حضرت جبرئیل نسیًا منسیًا نبوت ظاہری نسیًا منسیًا عورت یعنی نفس یعنی روح نسیًا منسیًا کہ حضرت عائشہ جیسی محبوبہ آپ کے حجرہ مین جاتی تھین تو آپ نے فرمایا کہ من (کون) کہا عائشہ فرمایا من عائشہ عرض کیا بنت ابوبکر فرمایا من ابوبکر

[۵] سیر اللہ

تب حضرت عائشہ کچھ سونچکر وہان سے چلی آئین۔ تو آپ کو یہ مقام اپنے تعین ہی سے فطرتاً حاصل تھا کیونکہ آپکا تعین ہی جامع اور کل الکل تھا یعنی آپ نے بتادیا کہ نہ ابوبکرؓ نہ عمرؓ نہ عثمانؓ نہ علیؓ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم ایک حقیقت بے کیف وبے رد وبے جہت ہے جو موجین لے رہی ہے ؎

دریا ز وجود خویش موجے دارد — خس پندارد کہ این کشاکش با اوست

اولیاء اللہ نے دیکھا کہ کوئی گردن مارنے والا ہے نہین اس تھکّا فضیحتی مین کیون پڑرو اُنھون نے اوس ادراک ہی کو جو مدرک کلیات وجزئیات اور مانعِ حصولِ سوادِ اعظم ہے مٹادیا ؎ (غالب)

ہان اہل طلب کون سنے طعنۂ نایافت — دیکھا کہ وہ ملتا نہین اپنے ہی کو کھو آئے

یہی سلوک مین جان دینا ہے اور یہی موت اختیاری یعنے موتوا قبل ان تموتوا ہے۔

باب سوم:

سلوک

اب اس نعمت لازوال سوادِ اعظم یعنی نفس ذات کے حاصل کرنیکے لیے یعنی اسمین قائم رہنے کے لیے دو طریقہ سلوک کے ہین سلوک اول بمجاہدہ وتفکر سلوک دوم بہ سوزِ عشقِ مجازی سلوک اول مین خطرات ووساوس کو بہمت وزور تفکّر برطرف کرنا پڑتا ہے اور سلوکِ دوم مین یعنی طریقہ عشق مین آپ ہی آپ یکسوئی ایسی پیدا ہوجاتی ہے کہ خطرات ووساوس کا پتہ نہین لگتا۔ العشق نار یحرق ما سوی المحبوب اور اسمین جامعیت بھی پوری پوری ہے لہذا یہ طریقت اول سے اعلی ہے لیکن یہ عشق موہبت الٰہی ہے اختیاری نہین ہے چنانچہ مو۔نا

سلہ: یہ [illegible] نام جو تم نے اور تمھارے باپ دادون نے رکھ لیے ہین ''

حافظ شیرازی کہتے ہین ؎

مَے خور کہ عاشقی نہ بکسب است و اختیار
این موہبت رسید ز دیوان قسمتم

اب ہم ان دو طریقون کو بیان کرتے ہین۔

سلوک بالمجاہدہ

واضح ہو کہ کوئی تفکر جب تک قرآن وحدیث کے مطابق نہو سالک کو کامیاب نہین کر سکتا لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سواد اعظم کے حاصل کرنے کے تفکر کا جو طریقہ مین لکھنا چاہتا ہون اسکو محض آیات قرآنی یعنی چارون قل کی تفسیر مین بیان کر دون۔

اب جاننا چاہیے کہ قل ھو اللہ احد مین سات حضرات ہین۔ قل ھو اللہ یہ تینون احد مین اور یہ نفس کے حضرات ہوے یعنی ذاتی اور اس ذاتی ہونے کی وجہ یہ کہ جناب باری نے بیان کی کہ اللہ الصمد یعنی حق تعالیٰ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جنبش نہین ہے یہ چوتھا حضرت ہوا۔ اور یہ ارشاد جناب باری کا رفع توہم شائبہ تثلیث کے لیے ہی کیونکہ اگر آپ تین مراتب نفسی سے مرکب کر کے احد کو ایک مستقل خدا قرار دین گے تو لامحالہ آپ کو تین خدا ماننے پڑین گے اور اسی پر اکتفا نہین ہوگی بلکہ دو مراتب آفاقی جو لم یلد ولم یولد اور ولم یکن لہ کفوا ہین ان کو بھی ایک مستقل خدا قرار دینا ہوگا اور اس طرح پر ہر والد، مولود اور جملہ عالم ایک ایک مستقل خدا ہو جائین گے اور یہ بالکل باطل ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ اسی لیے جناب باری نے ادھر تو قل ھو اللہ احد کے بعد فرمادیا کہ اللہ الصمد یعنی شانِ صمدیت مین تغیر بلا کسی ترکیب کے قائم ہے اور ادھر پھر لم یکن لہ کفوًا کے بعد فرمادیا کہ احد تاکہ آفاق فی الخارج بھی الوہیت حق سے باہر نہ متوہم ہو بلکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ اللہ فی نفسہٖ وبعینہٖ اپنے کل اسماء وصفات کے ساتھ صمد ہے۔ نہ وہ مرکب ہی اور نہ متجزی نہ متبعض بلکہ یہ سب انفس وآفاق اسکی ذات کے مراتب اسمائی وصفاتی ذات کے اندر ہین اور اسکا ایک ہے تثلیث قطعی نہین ہے۔ اور چونکہ انفس کی وجہ

بیان کردی وہی فی الخارج منطبق ہو کر آفاق کی وجہ ہوگی یعنی لم یلد ولم یولد یہ نفس فی الخارج ہے
جس کی جامعیت آفاق کو بھی لیے ہوئے ہے اور یہ پانچوان حضرت ہوا اور پھر فرمایا ولم یکن لہ کفوًا
یہ چھٹا حضرت محض آفاق کا ہے کہ جو نفس فی الخارج کے مقابلہ مین کفو ہوگا اور حضرت الحضرات
جو احد ہے وہ ساتوان حضرت ہوا پس کل قل ہو اللہ محض احد کی توحید ہے کہ جسمین مجموعی نفس
و آفاق وملک وملکوت احدیت کے ساتھ شامل ہے اور اس احدیت کا ایک طور جو نفس ہے اُسکے
اندر بھی تلفظاً پانچ حضرات ہین قل ہو اللہ احد. اللہ الصمد یہ نفس کے حضرات ہوے اور آفاق
فی الخارج کے بھی مع نفس فی الخارج کے پانچ حضرات ہین۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ
کفوًا اور یہ سب احد ہین۔ اللہ الصمد نفس و آفاق دونون مین شامل ہوگا کیونکہ وہ آفاق مین معیت
نفسی سے ہے پس مجموعی نفس و آفاق کے دس حضرات ہوے اور یہ سب احد ہے لہذا گیارہ حضرات ہوے
یہی گیارہ حضرات شریعت وطریقت کی جان ہین اور جو ان پر حاوی ہے اُسکو مرتبۂ الوہیت حاصل
ہے اسی مرتبۂ الوہیت سے حق تعالی نے فرمایا کہ اللّٰہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم لا تاخذہ
سنۃ ولا نوم اور اسی مرتبۂ الوہیت سے آنحضرت نے فرمایا لا ینام قلبی اور اسی مقام کی طلب
آپکے متبعین کو کرنی چاہیے اور اسی کا سلوک کرنا چاہیے اور اسکا سلوک یہ ہے کہ جس طرح تقاضا بتقاضا
تنزلات ہونے سے نفس و آفاق وجود مین آیا اُسی طرح نحن اقرب الیہ من حبل الورید کیا جسکو
جاذبہ حق کہنا چاہیے اُسکی اعانت واستمداد سے ہر تقاضے کو باوجود اُسکے حقیقی ہونے کے فانی کرکے
یعنی صورت سے بے صورتی مین رہکر رجوع الی الحقیقت کرے ؎

رہ شاد تو آب اپنی حقیقت کو سمجھ کر ۔ صورت کے لیے کا ہے کو غمناک بنیگا ١
؎ صورت از بے صورتی آمد برون ۔ باز شد۔ کانا الیہ راجعون
کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ ہم کو چاہیے کہ ہر آن

لہ اللہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہین وہی حی وقیوم ہے نہ اُس کو اُنگھائی آتی ہے نہ نیند ۔ سلہ جو شخص کہ
زمین پر ہے فانی ہے اور باقی رہے گا وجہ تیرے رب کا جو صاحب جلال و بزرگی ہے۔ وجہ سے مراد ذات حق ہے
اور وجہ ہستی محض اور ہر شئ کی ہستی ہین اور یہی صورت بے صورتی ہے ۔

ہر شے کو فانی کریں اور حق کو ثابت کریں اور یہی ہم کو ہمارا کلمہ بتاتا ہے جس پر ہمارا ایمان ہے کہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ نہیں کوئی موجود مگر اللہ اور وہی محمد رسول اللہ میں اب یہ سلوک تو عرفان کا بتایا گیا کہ جب جاذبہ حق ہو وہ اِس سلوک بے صورتی میں لیجائے فی الواقع ہم جاذبہ حق کو کیونکر حاصل کریں جو ہم میں ودیعت ہے اور اُسکو حاصل کرکے اِس الوہیت کے مرتبہ کو کیونکر پائیں کہ مخاطب بخطاب فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہوں اور مقام محمود میں الحمد پڑھیں جو جامع انفس و آفاق و عابد و معبود و جمع و فرق و قرآن و فرقان ہے اور اللہ کا کلام ہے اور بندہ کی زبان سے ہے گویا مقام الوہیت کا خلاصہ ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفصیل ہے اور مثل الکھ کے باقی قرآن و فرقان کا اجمال ہے ہم کبھی کوئی مرتبہ سلوک میں حاصل نہیں کر سکتے ہیں جبتک ہم خدا کو اپنے سلوک کی کسوٹی نہ بنائیں اور اُسکے احکام پر انفس و آفاق میں عامل نہوں حقتعالیٰ نے جس طرح اپنی توحید قل ہو اللہ احد میں بتائی ہے اسی طرح پر قل یا ایہا الکافرون میں بھی اپنا سلوک بتایا ہے اگرچہ اس سورۃ میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمارے لیے ارشاد ہوا ہے مگر جو شخص خود کسی بات کا عامل نہو وہ دوسرے سے اوسکی تعمیل کیا کرا سکے گا تو معلوم ہوا کہ حق کا سلوک بحکمت جس سے عالم کی فنا و بقا ہے اور حق اس سلوک میں منزہ رہتا ہے یہی قل یا ایہا الکافرون ہے ظاہر میں تو اسکے یہ معنی ہیں کہ کافروں سے کہدو کہ ہم تمھارے معبودوں کی عبادت نہیں کرتے اور تم ہمارے معبود کی عبادت نہیں کرتے تمھارا دین تمھارے لیے ہے اور ہمارا دین ہمارے لیے ہے یعنی اِس جھگڑے کو خیر باد کہو اور کسی دین کو مٹانے کے درپے نہ رہو کیونکہ اللہ اگر چاہتا تو سب دین ایک کر دیتا مگر اُسنے ایسا نہیں کیا تو جب تم فراغت پاؤ تو تمکو انشراح صدر ہوگا جسکی مقتضی فراغت ہے چنانچہ اسکا ذکر الم نشرح میں فرمایا ہے فاذا[1] فرغت فانصب و الیٰ ربک فارغب

اسیواسطے حضرات صوفیہ کہتے ہیں۔ کہ ؎

چون نہ من قاضیم نہ محتسبم — نہ بر یزم نہ مے بکاس کنم

[1] پھر جب تجھ کو فراغت ہو تو متوجہ ہو اور اپنے رب کی طرف رجوع کر ۔

نہ بہ واجب زسعی دا بانم نہ بہ ہرُ ند عامکاسس کنم

اور اس صورت کے باطناً معنی یہ ہین کہ علاوہ رجوع الی الحق کے جو خطرہ نیک یا بد تم کو آوے وہ خطرہ کافر یعنی حق کا چھپانے والا ہے۔ کفر کے لغوی معنی چھپانے کے ہین پس وہ خطرہ نہین ہے مگر حق اور تم وہمی طور پر اوس خطرہ کو غیر کیے دیتے ہو حالانکہ ؎

ہر چہ آید در دلم غیر تو نیست یا توے یا خوے تو یا بوئے تو

لہٰذا مطابق اس سورۃ کے نفس مین اپنے خطرات سے فراغت حاصل کرو۔ یعنی نہ اچھے سے خبر ہو نہ برے سے ؎

بعادت حالہا با خوے گردد بمدت میوہ ہا خوشبوی گردد

جب اس طرح پر خطرات سے فراغت پاؤ گے تب تم کو بے صورتی کی جھلک دکھائی دیگی۔ مگر تم نے اپنے نفس کی خبر لی آفاقی تاثیر و تاثر جو تم پر وارد ہونگے انکی ابتلا سے توجہ۔ اور اسکا طریقہ یہ ہی کہ اسباب کو اسباب نہ سمجھو بلکہ عین مسبب سمجھو پس جب تمھاری نظر کبھی سبب پر نہ پڑے گی تو کوئی سبب تعین صورت مین نہین پھنسائیگا بلکہ ہر سبب بسبب تکلیف کے بے صورتی کی طرف لیجائیگا۔ جیسے بیماری مین خدا کی یاد زیادہ ہوتی ہے ؎

ہر سبب را آن مسبب آورد قدرت مطلق سببہا بردرد

اور یہ سلوک ہم کو خداوند تعالیٰ نے قل اعوذ برب الفلق مین بتایا ہے۔ اِس صورت کے ظاہری معنی تو صاف ہین کہ دن اور رات کے اسباب اور حسد وغیرہ کے سبب سے جو نتائج اور جھاڑ پھونک اور جادو کے تاثیرات جو تم پر وارد ہوتے ہین اُنسے خدا سے پناہ مانگو مگر حقیقۃً اِس کے معنی یہ ہی نہین ہین کہ اسطرح پر خدا سے پناہ مانگکر اپنے آپ کو عابد سمجھکر اسباب دنیا کے نتائج بد سے محفوظ رہو بلکہ حقیقی معنی یہ ہین کہ فعال مطلق حق ہے اون اسباب کو حق جانو اور انکا وجود جو تم غیر حق دیکھتے ہو یہ شر ہے ورنہ جاء الحق[۱] وزھق الباطل حق خیر محض ہے اور تمھارا اطلاب

---

[۱] حق آیا اور باطل غائب ہوا ۱۲

جیسے کہ تم اس کے طالب ہو کیونکہ تم طالب نہین ہو بلکہ حق ہی طالب ہے ۵

ہیچ کسی بخویشتن رہ نبرد بسوی او ؛ بلکہ بپای اوروددہر کہ رود بکوی او

تا کہ نشد از وطلب طالب او کسی نشد این ہمہ جستجوے ماہست ز جستجوی او

پس حق تم کو دھوکا نہین دیگا کہ گمراہ کرے دھوکا صرف اسی وقت تک ہے جب تک حق تمکو تمھاری طلب کے موافق منظور غیر عطا کرتا ہے جیسے بچہ جب کسی بات پر ضد کرتا ہے تو وہ بات کیسی ہی خراب ہو مگر والدین اُسکو پورا کرتے ہین بہ شدت محبت سے اور کہا جاتا ہے کہ مان باپ نے محبت مین بچہ کو خراب کیا پس تم کچھ پرواہ نہ کرو کہ سبب مین کوئی اثر ہے یا جادو مین کوئی اثر ہے یا فلان سبب سے فلان بات ہوجائے گی اگرچہ اس خیال نہ کرنے سے تمکو اس بات کا اندیشہ بھی ہو کہ تم ہلاک ہوجاؤ گے چونکہ تم حق کے طالب ہو کبھی ہلاک نہین ہو گے اور حق اپنے وجود خیر محض سے تمھاری مدد فرمائے گا۔ الحزم سوء الظن بظاہر اس کے یہ معنی ہین کہ بدگمانی کی جائے تب احتیاط ہوتی ہے اور دراصل یہ معنی ہین کہ حق کے مقابلہ مین احتیاط کرنا بدگمانی کی بات ہے اور خدا سے بدگمانی نہ کرنا چاہیے وتبتل الیہ تبتیلا ۔ اسی سلوک و مراقبہ کو حضرات صوفیہ میکدیت کہتے ہین کہ سالک جزواً وکلاً حق کے ہاتھ مین اپنے آپ کو دیدے اور جب انسان اس طرح اپنے آپ کو حق کے ہاتھ مین دیدیتا ہے تو جاذبہ حق کی شان یہ ہے کہ وہ اُسکو گھیر لیتا ہے اور خداوند تعالیٰ اوسکی سمع و بصر اور ہاتھ پیر ہوجاتا ہے اور اوسکی صورت مثل جبرئیل کے دحیہ کلبی کی ایسی ہوجاتی ہے کہ کان اور ہاتھ اور آنکھین وغیرہ سب دحیہ کلبی کے معلوم ہوتے ہین اور ہوتے ہین جبرئیل اور یہ سلوک بلا تفکر کے حاصل نہین ہوتا جسکی کلام مجید مین بہت تاکید ہے۔ آپ کہین گے کہ اچھا اس طریقہ سے ہم نے نفس کے خطرات سے نجات پائی یہ شیطان جو مسلط ہے اسکو کیا کرین تب ہم آپ سے کہین گے کہ آپ اسکے لیے قل اعوذ برب الناس پڑھیے اور واقعی شیطان سلط تو نہین ہے تسلط تو رحمن کو ہے اور شیطان کو جب جناب باری نے اغوا کا اختیار دیا تھا تب ہی عباد الصالحین کو

---

۵۱ احتیاط بدگمانی کا نام ہے ۔ ۵۲ اور چھوڑ دے اُسپر جیسا کہ حق چھوڑنے کا ہے ۔

مستثنیٰ کر لیا تھا اور عباد الصالحین وہی ہین جو اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اللہ کا ذکر اور اُس کی یاد کرتے ہین پُر آپ اِس وسوسۂ شیطانی مین نہ پڑیے کہ کہین شیطان نے تو نہین بہکایا ہے یہ وسوسہ ہی شیطان ہے کیونکہ شیطان شطن سے مشتق ہے اور شطن کے معنی بُعد مین پس جس چیز مین بعد یعنی غیریت ہو وہی شیطان ہے اور شیطان عباد الصالحین کو کیون بہکانے لگا کیونکہ وہ اُسکو بھی مظہر جلالی حق جانتے ہین. پھر شیطان کیا دھوکا دے سکتا ہے جناب عالی.

من خوب می شناسم پیران پارسا را

پس اب جبکہ آپنے قل ھو اللہ سے توحید الٰہی کا سلوک حاصل کیا اور قل یا ایھا الکافرون کے خطرات اور قل اعوذ برب الفلق کے جادو اور ٹونے اور قل اعوذ برب الناس کے وساوس کی کنکریان پھینک پھینک کر شیطان کو مارین یعنی تفرقہ کو دور کیا تو فوراً تجلی حضوری حق مقام عرفات مین آپ کو نصیب ہوگی یعنی جمال سواد اعظم خود بخود بلاسعی و کوشش کعبہ دل مین جلوہ افروزی کرے گا اور معلوم ہوگا کہ یہ سواد اعظم یون ہی موجود تھا جیسا کہ ہے. ہم سمجھے نہین تھے کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

معشوق عیان بود نمی دانستم | با ما بمیان بود نمی دانستم
گفتم بطلب مگر بجائے برسم | خود تفرقہ آن بود نمی دانستم

سلوک بالعشق

جاننا چاہیے کہ معرفت کے لیے دو ہی تعینات انسان کے پیش نظر ہین. خواہ اپنے آپ مین اپنی ذات و صفات و افعال کو دیکھکر شناخت کرے کہ جسکو نفس کہتے ہین خواہ عالم کے اشیا کو دیکھکر حقائق اشیا کا ادراک کرے جسکو آفاق کہتے ہین. اسکے علاوہ کوئی ذریعہ و وسیلہ شناخت کا نہین ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ نفس و آفاق مین شناخت کی جاے تو وہ معرفت ادھوری اور نا تمام ہے اگرچہ نفس و آفاق دونون ایسے لازم و ملزوم ہین کہ شناخت نفس سے کچھ نہ کچھ آفاق کی بھی

شناخت ہوجاتی ہے اور شناخت آفاق سے کچھ نہ کچھ نفس کی بھی شناخت ہوجاتی ہے۔ مگر تکمیل اسی مین ہے کہ دونون کی شناخت ایک ساتھ ہو اور نفس کی شناخت کو آفاق کی شناخت پر غلبہ ہو کیونکہ آفاق جسم ہے اور نفس اوسکی روح ہے کیونکہ آفاق مین کسی چیز کا وجود بلا نفس کے ادراک کے پایا نہین جاتا ہے پس رونگٹا رونگٹا نفس کا آفاق کے لیے عالم عالم ہے۔ اسی لیے پچھلی صدیون سے شاعری ہر زبان کی بشمول آفاق کے انفس کو غلبہ دیکر مکمل سمجھی گئی ہے اور باعتبار مشرب ہر ملت و قوم کے معشوق نفس ہی قرار دیا گیا ہے اور اس زمانہ کی نیچرل شاعری جو بہت پسندیدہ کہی جاتی ہے وہ ناتمام ہے کیونکہ اُسمین صرف آفاق کو لیا ہے اور نفس کو جو آفاق کی جان ہے چھوڑ دیا ہے لہذا یہ شاعری مثل ایک جسم بے جان کے ہے اور پرانی شاعری پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ جھوٹ اور مبالغہ بھرا ہوا ہے یہ اعتراض ناسمجھی سے ہے کیونکہ جان کی بابت کوئی بات مبالغہ نہین ہے اور چونکہ اُسی سے آفاق کی ہر شے کی نمود ہے پس بلا نفس کے نیچرل شاعری مین جو مبالغہ سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے وہ ناتمامی ہے اور پھر بھی نفس جسکو چھوڑتے ہین وہ بھی نہین چھوٹتا البتہ قطع دوسری ہوجاتی ہے جیسے ؎ (اکبر الہ آبادی)

تم جو کہو کہ آئی[۱] سے اسٹار[۲] یہ صحیح ہم جو کہین کہ آنکھ ہی بادام یہ غلط

اور جب نفس کا اطلاق حقیقت پر کیا جاوے پھر تو مبالغہ کی وہان رسائی ہی نہین ہے پس پرانے اُستادون اور عرفا کی شاعری مین نفس ہی معشوق رکھا گیا ہے اور نفس ہی معشوق حقیقی ہے شاعری مین عاشق مرد ہے اور معشوقہ عورت ہے سنسکرت اور بھاشا کی شاعری مین معشوق مرد ہے اور عاشق عورت ہے۔ فارسی و اردو مین مرد ہی عاشق ہے اور مرد ہی امرد معشوق ہے۔ مجازاً اور حقیقۃً عربی مین عورت سے مراد احدیت ہے جسکا طالب وجود انسانی یعنی مرد ہے اور بھاشا مین مرد سے مراد وحدت ہے جسکی طالب احدیت ہے اور فارسی اور اردو مین اتحاد حقیقی ہے کہ حقیقت نہ مذکر ہے اور نہ مؤنث لیکن اُسکا یتہ بدرجہ کمال امرد ہی سے ملتا ہے کیونکہ حقیقت غیب الغیب ہے

---

[۱] انگریزی لفظ ہے اِس کے معنی آنکھ ۱۲ [۲] انگریزی لفظ بمعنی ستارہ ۱۲

اسمین تفرقہ بالکل نہین ہے۔ اسماءحسنیٰ سب مذکر ہین خدا کا ابتداے ظہور عوالم انفسی و آفاقی مین نور محمدی ہے اور وہ امرد ہے اور عالم آفاق مین پہلا ظہور کامل آدم ہے اور وہ امرد ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت آدم بلا مان باپ کے پیدا ہوے اور نسوانیت مین اثنینیت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ عورت کی تخلیق آدم کے پہلوے چپ سے ہوئی ہے توجیسا اتحاد امردیت مین ہے نسوانیت مین نہین ہی اور ایک قسم خواجہ سرا کی بھی ہے اور اسی طرح پر اگر عالم مین کوئی قسم مخلوقات کی نکلے بھی تو وہ قسم ناکمل ہے اُس سے کوئی معرفت حقیقت کے پورے طور پر باوجود اوسکی ناتمامی کی ے لینا یہ عرفان کا نقص ہے لہذا اُس سے قطع نظر کرنا چاہیے یون ہی اگر کسی عارضہ سے انسان سے کوئی دوسری مخلوق حیوان وغیرہ پیدا ہوجاے تو اُسپر کوئی کلیہ قائم نہین ہوسکتا ہم کو بحکم ومن کل شئ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون عشق ومحبت کے دریاے معرفت مین غوطہ کرنا چاہیے اور گوناگون جواہر آبدار نکالنا چاہیے اور خواجہ سرا کی معرفت کے درپے نہ رہنا چاہیے۔ کیونکہ بلحاظ معانی تحول زہد کا خواجہ سرا مین ہوا ہی اور زہد خشک کوئی چیز نہین ہے اور نہ اُس سے تخلیق ہوسکتی ہے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے کلام مجید مین جو قصہ کہ عشق بازی کا ہے اسکو احسن القصص قرار دیا ہی تو بہرحال عشق بازی اعلیٰ چیز ہے۔ اور باعتبار جامعیت کے عشق امرد کے ساتھ بہت اعلیٰ ہے اور بلا عشق کے خواہ امرد کے ساتھ ہو یا عورت کے ساتھ حقیقت کا پتہ نہین لگتا ہے اگر علاوہ امرد اور عورت کے کسی اور شئے کا عشق ہے وہ اِس مرتبہ کا نہین ہے اور اسی واسطے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ[1] آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ مظہر تام حق ہین۔ بلکہ عین حق ہین۔ لہذا آپ متخلق باخلاق اللہ ہین جس طرح حق تعالیٰ نے بحکم فاحببت ان اعرف کے رسول اللہ یعنی مرد کے عشق سے عالم کی تخلیق فرمائی اور حضرت مریم پر خاص عنایت مبذول فرماکر حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا ویسے ہی رسول اللہ صلعم کی بھی خاص عنایت حضرت زید امرد پر تھی اور عورتون مین حضرت عائشہ پر سے

---

[1] مجاز حقیقت کا زینہ ہے ۱۲

آنکہ عالم مست گفتش آمدے　　کلیمنی یا حمیرا می زدے

چونکہ عشق ہی پر تکمیل کا ہونا منحصر ہے اِس لیے جتنے بزرگان دین گذرے ہین وہ خاصکر اپنے آخر وقت مین ضرور کسی امرد یا عورت پر عاشق ہوئے۔ یہ عاشق ہونے کا کمال آنحضرت صلعم کا بالکل حق کا ایسا ہے اور یہ مقام محبوبیت سے بھی اعلیٰ ہے۔ اور اسی مقام سے آپ کی نسبت کلام مجید مین یہ ارشاد ہوا ہے کہ ومَا رمیت اذ رمیت ولٰکن اللّٰہ رمیٰ[۵۱] اور انّ الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ یداللّٰہ فوق ایدیھم[۵۲] اور من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ[۵۳] اور اسی مقام سے آنحضرت نے خبر دی ہے کہ لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل یہی سواد اعظم ہے جو اصل مقام قلندری ہے۔

ہر کو نہ بدین مقام جا کرد　　دعوائے قلندری خطا کرد

اسی کو مقام الوہیت کہتے ہین جو مجاز و حقیقت دونون کا جامع ہے۔ پس اگر محض عشق حقیقی ہے تو ادھورا اور ناتمام ہے اور اگر محض عشق مجازی ہے اور حقیقت کی اطلاع نہین ہے تو وہ بھی ادھورا ہے اور اگر مجاز عین حقیقت ہے۔ اور حقیقت عین مجاز تو یہی مجاز واقعی اعلیٰ عشق ہے حضرت شاہ تراب علی صاحب قلندر اپنی مثنوی عاشق وصنم مین تحریر فرماتے ہین۔

کوئی پاتا نہین بے عشق بازی　　حقیقی ہووے عاشق یا مجازی

غضب ہے عشق ہان یارو غضب ہے　　اسیکا ہر طرف شور و شغب ہے

آپ سے کہا جاے کہ آپ خدا کا عشق کیجیے آپ کہین گے کہ بے دیکھے ہوے کیسے عشق کرین اور کسکا اور عشق ہو تو کیسے لہذا آپ عاجز ہو جاینگے اور اگر آپکے سامنے ایک امرد حسین و جمیل و شکیل کھڑا کر دیا جاے یا ایک عورت حسینہ و جمیلہ و شکیلہ چشم سے کھڑی کیجاے تو پھر آپ کسی کے روکے نہ رکین گے اور اُن کے دلدادہ ہو جاینگے اور جو کوئی پوچھے کہ آپ ان کے دلدادہ کیون ہین

---

[۵۱] کنکری نہین پھینکی تم نے اے محمدؐ جب کہ پھینکی مگر اللہ نے وہ کنکری پھینکی ۱۲ [۵۲] جن لوگون نے تیری بیعت کی انھون نے اللہ کی بیعت کی ان کے ہاتھون پر اللہ کا ہاتھ ہے ۱۲ [۵۳] جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ ۱۲

آپ نہ بتا سکیں گے یہی عشق مجازی ہے جو قنطرۃ الحقیقۃ ہے حقیقت کو بلا مجاز کے پا نہیں سکتے۔ اور اس عشق میں نہ تنزیہ چھوٹی ہے اور نہ تشبیہ اور نہ تنزیہ میں تقید ہے اور نہ تشبیہ میں اور اسی میں گرفتاری عین رہائی ہے ؎

نجات حافظ ازان زلف تا بدار مباد کہ بستگان کمند تو رستگار انند

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بسبب نبوت وجامعیت کلی کے دونوں سلوک حاصل تھے اور دونوں میں مطلوب حقیقی آپکو ذم نقد تھا اور کلام مجید میں ہر دو سلوک کا ذکر ہے۔ چار قل سے سلوک اول واضح ہوا اور سلوک ثانی احسن القصص سورہ یوسف ہے جسمیں مرد کا امرد پر عاشق ہونا حضرت یعقوب علیہ السلام کا عشق حضرت یوسف کے ساتھ ہے اور عورت کا مرد پر عاشق ہونا زلیخا کا عشق حضرت یوسف کے ساتھ ہے اور چونکہ عشق ہے لہذا العشاق معذورون بادشاہ مصر نے باوجود ثبوت جرم کے زلیخا کو تو کوئی سزا نہیں دی اور حضرت یوسفؑ قید ہوے اسی طرح پر عشاق حضرت حق سے اپنے معاصی کی نسبت بحکم المجبور معذور معاف ہیں زہاد خشک حضرت یوسفؑ کے بھائی تھے اور وہ شخص تھا جس نے کم قیمت پر آپ کو خرید کیا جس کی نسبت جناب باری نے بھی کلام مجید میں (بلا تشبیہ شعرا کی طرح) زہد خشک کو نیچا دکھا دیا ہے جہان پر یہ فرمایا ہے کہ وکانوا فیہ من الزاھدین[۵] اور عشق کو اعلی دکھایا ہے جہان پر حضرت یعقوبؑ نے آپ کو بھائیوں کے ساتھ رخصت کیا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ جو واقعہ پیش آنے والا تھا مگر چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا سلوک عشقبازی کا تھا لہذا رخصت کر کے ان کے فراق میں آنکھیں کھونا لازمی تھا۔

دیدہ سعدی و دل ہمراہ تست تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

یہیں سے ہے کہ معشوق مجازی کی نسبت جو الفاظ شعرا یا عشاق نے موضوع کیے ہیں وہ فی نفسہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ وہ معانی ہیں جو شاہد حقیقی کی طرف حقیقتاً مضاف ہیں لہذا ہم

---

[۵] اور تھے وہ لوگ یوسف کے معاملہ میں زاہدوں سے (یعنی زاہد خشک جنھوں نے حسن یوسف کی قدر نہ کی) ۲

اس مقام پر حضرت مغربی کے چند اشعار جو ہم کو کتاب مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز سے مل گئے ہین لکھکر ان کے بیان کردہ الفاظ کی تصریح کرتے ہین کہ کیونکر شاہد معانی کو تلبیس الفاظ اختیار کیا ہے اشعار یہ ہین۔

اگر بینی درین دیوان اشعار — خرابات و خراباتی و خمار
بت و زنار و ناقوس و چلیپا — مغ و ترسا و گبر و دیر و مینا
شراب و شاہد و شمع شبستان — خروشِ بربط و آوازِ مستان
می و میخانہ و رند خرابات — حریف و ساقی و مردِ مناجات
گرو کردن ببادہ خویشتن را — نہادن بر سرِ مے جان و تن را
خط و خال و قدِ بالا و ابرو — عذار و زلف پیچا پیچ و گیسو
مشو زنہار ازین گفتار در تاب — برو مقصود ازان گفتار دریاب
مپیچ اندر سرو پائے عبارت — اگر ہستی ز ارباب اشارت
نظر را نغز کن تا نغز بینی — گذر از پوست کن تا مغز بینی
چو ہر یک را ازین الفاظ جانیست — بزیرِ ہر یکے پنہان جہانیست
تو جانش را طلب از جسم بگذر — مسمیٰ جوے باش از اسم بگذر

عام لوگ جن کو تصوف کا مذاق نہین سہارا الفاظ کے معانی وہین تک سمجھتے ہین جو ملکی یعنی ناسوتی تعینات کے لیے سرور بخش و لذت دہ ہین اور سمجھتے ہین کہ فن شاعری مین شعرا جو عشاق شوریدہ سر و رندان سیہ مست مان لیے گیے ہین وہ گویا شاعری کو رونق دینے کے لیے اور ایک دلچسپ مذاق پیدا کرنے کے لیے مجاز و معاف کر دیے گئے ہین کہ ان الفاظ کو گستاخانہ علاوہ معشوق مجازی کے معشوق حقیقی کی نسبت بھی استعمال کرین ورنہ فی الواقع یہ الفاظ لائق تنفر و خلاف تہذیب و بے اصل ہین حالانکہ دراصل بلا ان الفاظ سے اشارہ و کنایہ کے جامعیت کے ساتھ معانی کا فیض کسی سالک کا حال ہو کر

اسکو اس مقام پر پہونچنا تا ہی نہیں ہے۔ ؎

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گفتہ آید در حدیث دیگران

مجھکو ایک واقعہ یاد آیا کہ ایکبار حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کے عُرس شریف کی محفل سماع میں ایک قوال نے یہ اشعار گائے تھے ؎

ہم نے اُنکے سامنے اول تو خنجر رکھدیا ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ پھر کلیجہ رکھدیا دل رکھدیا سر رکھدیا

قطرہ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ سامنے مہمان کے جو تھا میسر رکھدیا

یہ اشعار کیسے پاکیزہ وعاشقانہ ہین کہ ان کی چاشنی اور ان کی لذت اور ان کا سوز وگداز وہی شخص جان سکتا ہے جو عاشقی کے رموز سے اور فنا فی اللہ کے اسرار سے واقف ہو اور جسنے اپنی ہستی سے کنارہ کرکے اور حق کو ثابت کرکے اپنے آپ کو بالکل میٹ دیا ہو برخلاف اسکے ایک صاحب نے ان اشعار کے معانی سے کوئی ذوقی نعمت حاصل کرنا نہین چاہے بلکہ معمولی شاعرانہ چھوٹا مذاق سمجھکر شدتِ خشکی سے نکتہ چینی کرنے لگے کہ کیا معشوق کا مکان قصاب کی دوکان تھا؟ گرچہ عاشق شوریدہ سر کے لیے اس بات نے بھی ایک دوسری قسم کی حلاوت پیدا کی لیکن ضرور ظاہر ہوگیا کہ وہ صاحب ان اشعار کے معانی کے فیضان سے محض کورے تھے اور وہ بیچارے یہ نہین جانتے تھے کہ ان اشعار سے اصلی مطلب یہ ہے کہ ؎ (گلشن راز)

دمِ یکبارہ ہستی را بتاراج ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ در آید در پے احمد بمعراج

پس جو اس قسم کے مصطلحات بزرگوں کے اشعار یا دیگر تصانیف مین پائے جائیں انکا مطلب ہرگز وہ نہین ہے جو متعارفہ عوام ہے کے ساتھ اشعار مسطورہ بالا کی برمذاق حضرات صوفیہ وعشاق حقیقی تعبیر کرتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ معانی الفاظ کی جان یا روح ہیں پہلے معانی دلنشین ہوتے ہین انکی مناسبت سے الفاظ وضع کیے جاتے ہین اور جس طرح پر کہ ان الفاظ سے معانی نزاکت کے ساتھ مفہوم ہوتے ہین اُن سے حقیقت کے مراتب ذاتی وتنزیہی غیبی مکشوف ومبرہن ہوتے ہین کہ جو مراتب کبھی مدرک نہوتے اگر معانی اُن الفاظ کا لباس

نہیں لیتے کیونکہ الفاظ بھی معانی کے مراتب تنزلی سے پیدا ہوئے ہیں اسی مقام پر دو مثالیں نفسی و آفاقی تفہیم توحید ذاتی و توحید صفاتی ذاتی کے لیے پیش کرتا ہون تاکہ اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے کو معلوم ہوجائے کہ یہ کتاب حضرت مصنفؒ نے محض توحید ذاتی مین لکھی ہے اور چونکہ توحید ذاتی و توحید صفاتی ذاتی مین تمایز مشکل ہے لہذا مثال لانا ضروری ہے۔

اوّل مثال نفسی یہ ہے کہ آپ ہین جو ذات ہین یعنی انا جو آپ مین ہے یہ عین ذات ہے تو یہی انا تمامی موجودات عالم مین بنفس نفیس ساری وطاری ہے اور ہر نفس اور ہر شے اسی انا اور وجود سے دم انانیت و موجودیت مارتی ہے اور یہی انا ہے کہ جس سے آپ اپنے آپ کو کہتے ہین کہ مین ہون بلا لحاظ اسکے کہ مین ہون تو کیا ہون۔ اور اسی انا سے سوتے مین بھی آپ دم انا مارتے ہین پس یہ انا جسکی تعریف کی گئی انا حقیقی کی صفت ذاتی نفس مین ہے جسکو روح سے تعبیر کرتے ہین۔ پس روح ہر نفس مین فی نفسہ اُس نفس کی صفت ذاتی ہے جسکی وہ روح کہی جاتی ہے اور انسان کامل اُس انا حقیقی کا صفت ذاتی ہے جو ہر ذرہ مین بلا حلول و اتحاد ساری وطاری ہے پس انسان کامل باعتبار روحانیت کے اُس انا حقیقی کا نفس ہے اسی واسطے جناب باری نے فرمایا کہ لا الٰہ الا انا فاعبدون اور یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی پس انسان کامل بلحاظ لا الٰہ الا انا کے وہی انا حق ہے اور بلحاظ نفس المطمئنۃ کے روح ہے جو اپنی ہی انا کا نفس ہے۔ پس انسان کامل کے سوا کوئی شئے خواہ حقیقی ہو یا مجازی معنوی ہو یا لفظی منقولی ہو یا معقولی موجود نہین ہے اور اسمین کوئی تفریق انسان کامل یا انسان ناقص کی نہین ہے کیونکہ تفریق اعتباری چیز ہے احسن تقویم مین انسان کی تخلیق بحیثیت مساوی ہوئی ہے۔ اسفل السافلین مین اعتباری تفریق ہر انسان مین ہوگئی ہے جسکو زیادہ ابتلا مراتب تنزلی مین ہوئی وہ اس سے جسکا ابتلا کم ہے فروتر ہوگیا اور جسکو ابتلا کم ہے وہ اُس سے جسکو زیادہ ابتلا ہے بالاتر ہوگیا۔ پس اعتباری مراتب تنزلی مے فرق

لـہ اے نفس مطمئنہ پلٹ اپنے رب کی طرف تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر مل میرے بندون مین اور داخل ہو میری جنت مین ۱۲

ما بین اعلیٰ و اسفل کر دیا۔ میں دور جا پڑا مقصد میرا اِس مثال سے اہل مقام پر یہ ہے کہ میں توحیدِ ذاتی اور توحید صفاتی ذاتی نفسی کا فرق بتاؤں جو نفس میں وجدانی ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے ہم میں ہماری روح ہے یہ روح ہماری ذات کی توحید صفاتی ہی اور اسمیں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ ہم بے کیف و بے رد و بے جہت ذات محض ہیں اور روح بھی بے کیف او بے رد و بے جہت ہے لیکن وہ بے کیفی و بے روئی و بے جہتی ہماری انا کی جب مدرک و متحرک ہوتی ہے تب اُسکا نام روح ہے اور متحرک و مدرک ہونا یہ ہماری انا کا تقاضائے ذاتی ہے اور باوجود مدرک و متحرک ہونے کے متحرک ہونا اور مدرک نہ کہا جانا یہ ہماری روح کا تقاضائے ذاتی ہے پس روح صفت ذاتی حق ہے اور جس طرح یہ روح جب معقولات وغیرہ کا ادراک کرتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسکی عقل نے ادراک کیا اور جو محسوسات وغیرہ کا ادراک کرتی ہے تو جس عضو کے حس سے وہ چیز محسوس ہوتی ہے اُس عضو کا نام لیا جاتا ہے۔ اور فی الواقع اگرچہ روح کا ادراک کرنا اس عضو سے لازم ملزوم ہے مگر صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ اعضا نے چھونے سے نہ زبان نے چکھنے سے نہ ناک نے سونگھنے سے نہ آنکھ نے دیکھنے سے نہ کان نے سننے سے ادراک کیا بلکہ دل نے ان سب کی وکالت سے کسی شئے کا ادراک کیا ہے اور دل نے بھی اپنی جسامت سے نہیں بلکہ اُس شئے سے جو اسمیں خاص طور پر ودیعت ہے اور جو بعینہ دل اور کل اعضا میں ساری ہے ادراک کیا ہے اور وہی شئے روح ہے اور چونکہ وہ روح ہر ہر انسان میں ایک ہی آن میں تمامی معقولات و مدرکات کا ادراک نہیں کر سکتی ہے اور ہم عالم میں دیکھتے ہیں کہ ہر ہر انسان میں اور ہر ہر شے میں وہ روح ایک ہی آن میں معقولات و محسوسات کا ادراک کرتی ہے اور ہر امر کو بحکمت سرانجام دیتی ہے لہذا معلوم ہوتا ہے

تعین ہر یکے را کرده محبوس   ز جزویت بکلی گشتہ مایوس

پس یہ فرق روح کلی سے ہماری جزوی روح کو ہے پس ہماری روح جزوی روح کلی کی صفت ذاتی ہے اور چونکہ روح کلی بھی جہان پر جو شئے معقول یا محسوس ادراک کرتی ہے

توقف کے ساتھ ادراک کرتی ہے اگرچہ ایک ہی آن مین ادراک کرتی ہے اور انا مین توقف نہین ہے پس یہ فرق روح کلی اور انا رحقیقی مین ہے پس مطلوب یہ انا ہے جس کا ذکر کیا گیا اور اسی تحصیل حاصل کی یاد بود مین جگر خون ہے اور اسکی یافت اُسوقت تک نہین ہوسکتی ہے جب تک بحکم وعلم آدم الاسماء کلھا ہر دم آدمی اپنے آپکو جامعیت کے ساتھ فانی دباقی نہ کرتا رہے فانی کاالہ سے کرنا چاہیے اور باقی الا اللہ سے یعنی انا حقیقی سے ہونا چاہیے یعنی الاحرف استثنا کے حقیقی معنی لیکر لاموجود انا کہنا چاہیے کیونکہ اگر الاّ کے معنی لیے جائینگے تو بھر بھی شایبہ دوئی کا رہجائیگا۔ اور لاموجود کو بھی علیحدہ کر دینا چاہیے اور محض انا رہنا چاہیے اسی واسطے جناب باری نے فرمایا ہے کہ انی انا اللہ ؎

روا باشد انا اللہ از درختے　　　چرا نبود روا از نیک بختے

اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ انا مجموعہ کا عطر ہے نہ اس طرح پر کہ مختلف پھولون کے عطر سے مرکب ہو کر یہ عطر بنا ہے بلکہ اسطرح پر کہ اس عطر سے ذوات اشیار نفسی وآفاقی نکلتے رہنے سے اس مجموعہ کے عطر کا پتہ لگتا ہے یہ مثال آفاقی ہے اور مین نے حقیقت کو ترکیب سے بچایا ہی کیونکہ حقیقت مرکب نہین ہے اور لوگون کے ذہن کو ایک فاسد اور غلط خیال سے بچانے کے لیے یہ مثال دی ہے جو لوگ اسباب سے مسبب کا ادراک کرتے ہین وہ محال ہی بلکہ اسباب کا ادراک مسبب سے ہونا چاہیے۔

ہر سبب را آن مسبب آورد　　　قدرت مطلق سببہا بر درد

پس سلوک یہ ہی کہ حقائق اشیار کا ادراک انا رحقیقی قائم کرکے کرنا چاہیے نہ یہ کہ اپنی موجودیت یا عبودیت کو ایک سبب قرار دے کر وجود مطلق اور معبود حقیقی کی یاد کی جاے اور یہ بڑا دھوکا ہے اسی وجہ سے سالک کو مشاہدہ حقائق ومعارف کا نہین ہوتا ہے ؎

تف کر رفتن از باطل سوئے حق　　　بجز و اندر بدیدن کل مطلق

کیونکہ محض عبودیت سے تفکر کرنے مین جامعیت فوت ہوجاتی ہے اور جامعیت فوت ہوجانے پر الوہیت قائم نہین رہ سکتی کیونکہ عبودیت کچھ نہ جاننے کی مقتضی ہے۔ اور الوہیت سب کچھ جاننے کے بھی اور کچھ نہ جاننے کی بھی مقتضی ہے پس ابتداءً جب سالک کو کچھ نہ معلوم ہوگا تو وہ مایوس ہوکر ادراک سے باز رہے گا اور یہی عین حرمان ہے ؎

مایوسی از تو کفر و تو راضی نہ بکفر

لا تایسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون[۵۷] پس سالک کو چاہیے کہ جب کچھ نہ معلوم ہو اور کچھ نہ جچے تو اس کچھ نہ معلوم ہونے اور کچھ نہ جچنے کو الوہیت سے باہر نہ جانے اور اپنی حرمان کا خیال نہ لادے کیونکہ یہ حرمان نہین ہے بلکہ ہر انسان اپنے مرتبہ ظلوم وجہول مین بسبب احسن تقویم کے کمال لازوال سواد اعظم یعنی ذات حقیقی کو حاصل کیے ہوے ہے اب تفکر کرکے جب اس سے تنزل کرے گا تب عرفان حاصل ہوگا اسی سے کہنے والے نے کہا ہے ؎

در ترقی می نہ گنجد گفتگو　　　　در تنزل دم ز عرفان میزنم

جب سالک یون سوچے گا تو اوسکی جہالت عین علم ہوجاے گی اور جب عین علم ہوجائیگی تو عین ظلمت عین نور ہوجائے گی کیونکہ اُسنے تفکر ذاتی کیا ہے۔ پھر ہم دور آگئے ہمارا مطلب اس عطر کی مثال سے ہے جو ہم نے دی ہے۔ پس جب مجموعہ کا عطر اور پھولون کے عطر سے مرکب نہین ہے لیکن ہر پھول کی عطریت اُس مجموعہ کے عطر مین ایسی کھپی ہوئی ہے کہ مجموعہ کے عطر سے دم انا مار رہی ہے اور چونکہ مجموعہ کا عطر اُن عطرون کی ترکیب سے نہین ہے دعلی الاطلاق ہر عطر کی انانیت سے دم انا مار رہا ہے اس طرح پر ہر انسانِ کامل کی روح جسم عنصری سے مفارقت کے بعد حقیقت سے متحد ہے ؎ (مولانا رومی)

اتصال بے تکیف بے قیاس　　　　ہست رب الناس را با جان ناس

---

[۵۷] : نا امید ہو اللہ کے فیض سے بیشک نا امید نہین ہوتے اللہ کے فیض سے مگر جو لوگ کافر ہین ۔

اب اُس نفس کی مثال "انا" اور اس آفاق کی مثال "مجموعہ کا عطر" مین آپ کو کسیقدر فرق معلوم ہوتا ہوگا۔ حالانکہ یہ فرق نہین ہے اسوجہ سے کہ انا نفسی آفاقی عطر کی جان ہی کیونکہ انا نفسی کے ادراک کی وجہ سے عطر مجموعہ کا وجود پایا گیا ہے۔ پس بجز ایک انا نفسی حقیقی ذاتی کے اور کوئی شے آدم و عالم مین نہین ہے پس انا نفسی یا معانی جب اپنی انانیت اطلاقی سے تنزل کرتے ہین تو ہر معنی عالم تفرقہ مین اپنا اپنا ٹھکانا ڈھونڈھ لیتا ہے۔ جیسے انا حقیقی اپنی صفت ذاتی مین روح کو ڈھونڈھ لیتی ہے اور دل صفات مین معقولات اور افعال مین حواس خمسہ کو ڈھونڈھ لیتا ہے اور ڈھونڈھ لینے کے معانی یہ ہین کہ انا حقیقی جسکو معانی کہتے ہین وہ معانی الفاظ مین تحوّل کرتے ہین لیکن الفاظ اُن کو بتمامہ گھیر نہیں سکتے کیونکہ وہ معانی یا انا الوہیت کے جامعیت کو گھیرے ہوے ہی۔ ؎

معانی ہرگز اندر حرف ناید　　　که بحر قلزم اندر ظرف ناید

لیکن اگر معانی کا پتہ چلتا ہے تو انھین الفاظ سے۔ اب ان اشعار کی شرح دیکھیے ؎

اگر بینی دریں دیوان اشعار　　　خراباتے و خراباتے و خمّار

اِس شعر مین خراباتے نفس ہی اور خرابات آفاق ہے۔ عام لوگ خراباتی اُس شخص کو کہتے ہین جو خرابات آفاقی کے مزبلہ بول و براز مین دین و دنیا و کفر و اسلام سے بیخبر مست پڑا ہوا کبھی چیخ پکار مچاتا ہو اور کبھی سکوت مین خرّاٹے لے رہا ہو۔ نہ اُسکو دنیا کی تمدن کی پروا ہو اور نہ عاقبت اندیشی ہو نہ اپنے مبدا و معاد کی فکر ہو نہ سیاسی مصالح پر اُسکو بحث ہو اور نہ قومیت کی تفوق کی اُسکو فکر ہو۔ نہ حیا رکھتا ہو نہ غیرت۔ نہ کسی کی عزت اُسکے ذہن مین ہو نہ کسی کی ذلت کا خواہان ہو نہ باغ پسند ہو نہ راغ پسند ہو۔ نہ کالے گورے کی شناخت ہو۔ نہ اچھے بُرے کی تمیز ہو۔ نہ مہمان نوازی ہو۔ نہ مہمان سے بیزاری ہو نہ دوستی سے کام ہو نہ دشمنی سے سروکار۔ نہ دیر و حرم کا فرق ہو۔ مگر ایک چلو مین مست شیشہ وساغر کا خیال۔ مے و پیمانہ کا دھیان لیکن وہین تک کہ جس قدر ان چیزون کو اُسکی مستی سے تعلق ہو۔ شراب مستی دے جاے ٹھہرا ہو

مینا مین شراب ہو جیا ہے مٹی کا ہو ع

نہ ہو جام کورے سکورے مین دے　　کھنگھالے ہوے آبخورے مین دے

لیکن اس خرابات مین جو خراباتی نے رہنا پسند کیا ہے وہ محض بیخودی کی وجہ سے

مولانائے روم ع

تادمی از ہوشیاری وارہند　　ننگ خمر و بنگ بر خود می نہند

یہ بیخودی کی حالت اُس نے محض اسوجہ سے پسند کی ہی کہ یہ حالت اُسکو اپنی ابتدائی فطرت سے ملا دیتی ہے جس سے مراد ظلوم و جہول کی حالت ہی اور محض ابتداے فطرت مین مل جانیکی وجہ سے اُس کو حقیقی سرور پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ بیرونی لوگ اُسپر اس حالت مین مضحکہ کرتے ہین۔ ع

چونکہ از میخانہ مستی ضال شد　　تسخر و بازیچۂ اطفال شد

می فتد او سو بسو در ہر رہے　　در گل و می خندش ہر ابلہے

او چنین و کودکان اندر پیش　　بے خبر از مستی و ذوق میش

بالجملہ اس خراباتیت مین صرف ایک بات ہی جس نے خراباتی کو ذوق مین مست و سرشار کر رکھا ہی وہ یہ ہی کہ اس کی خودی غائب ہی اور خودی غائب ہونے سے معانی کا غلبہ ہے اور معانی عین حقیقت ہین جسکا حصول بلا تبتل کے نہین ہو سکتا۔ اِسی واسطے کلام مجید مین یہ آیت خراباتی و خرابات کے لیے سند ہے کہ وتبتل الیہ تبتیلا۔ ع

تو نہ دانی نہ نیک و نے بد را　　خازن او بہ تراکہ تو خود را

پس جسوقت کہ خراباتی اِس خرابات بے خودی مین اپنے جملہ افعال نیک اور بد اور جملہ صفات محمودہ و مذمومہ کو حق پر چھوڑ دیتا ہے۔ بلکہ بہ سبب بیخودی کے اپنی ذات سے بھی کنارہ کرتا ہے تب حق اُسکی سمع اور بصر اور ہاتھ پیر ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی مین ہی کہ کنت لہ سمعًا و بصرًا و یدًا الخ اگر اپنے افعال کو حق کے سپرد کر دیا ہے تو اُسکو قرب نوافل حاصل ہوتا ہی

اور وہ اس شراب کا مستحق ہوتا ہے جسکی تعریف کلام مجید مین ہے کہ [۱] ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورًا اور جب اپنے صفات حق تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے تب اُسکو قرب سنن حاصل ہوتا ہے اور وہ اُس شراب کا مستحق ہوتا ہے جس کی تعریف کلام مجید مین یون ہے کہ [۲] یسقون فیھا کاسًا کان مزاجھا زنجبیلا اور جب وہ اپنی ذات کو کلیۃً حق کے سپرد کرتا ہے تب اُسکو قرب فرائض حاصل ہوتا ہے اور وہ اُس شراب کا مستحق ہوتا ہے جس کی تعریف خداوند تعالیٰ نے یون فرمائی ہے کہ [۳] وسقاھم ربھم شرابًا طھورًا۔ اور اِس حالت مین ہر عمل نیک و بد خیر و شر سُستی و چالاکی بیہوشی و ہوشیاری اُس شخص کے لیے ایک ہوجاتی ہے اور مثل اصحاب کہف کے وہ محض بیخودی و بے علمی سے استفادہ کرتا ہے اور اگر کبھی بیخودی کی موج اُسکو ساحل علم و ہوشیاری پر لا ڈالتی ہے تو وہ علم و ہوشیاری منجانب اللہ ہوتی ہے اُس شخص کو اس سے بالکل سروکار نہین ہوتا ہے جب ایسی حالت مین اُسکو ہوش آتا ہے تو وہ ہوش اُسکا نہین ہوتا ہے اُس ہوش مین مثل شرابی کے بجز ساقی کے کسی کی پروا نہین ہوتی ہی۔ اور حق تنزیہی حالت مین اپنے اسم اول سے ساقی ہوتا ہے اور تشبیہی حالت مین اپنے اسم آخر سے شراب پلاتا ہے کہ جسکا جامع مظہر ظاہر و باطن پیر و مرشد ہے اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ [۴] اتا عند ربی ھو یطعمنی ویسقینی اور چونکہ خراباتی بہ یک دفعہ افعال و صفات و ذات سے بسبب اپنی نیستی کے کہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورًا ہے تبرا کر دیتا ہے تو اپنی ظلومیت حقیقی کی وجہ سے بہ تبع رسول برحق اُمیت کا خطاب پاتا ہے اور علم لدنی حاصل کرتا ہے۔ ؎

لکھے نہ پڑھے جناب والا شاگردِ رشید حق تعالیٰ

---

[۱] بے شک نیکوکار پیتے ہین اس پیالے سے جس کا مزاج کافور کا ہے (یعنے ٹھنڈک) ۱۲۔
[۲] پیتے ہین وہان وہ پیالہ کہ جس کا مزاج سونٹھ کا ہے۔ (یعنی گرمی) ۱۲ [۳] پلائی ان کو ان کے رب نے وہ شراب کہ جو پاک ہے (آلودگی حدوث سے) ۱۲ [۴] مین اپنے پروردگار کے پاس رہتا ہون وہی مجکو کھلاتا پلاتا ہے ۱۲

(گلشن راز) ؎

خراباتی خراب اندر خراب است | کہ در صحرائے او عالم سراب است

اگر کسی وقت بمقتضائے بشریت بفحوائے لیغان علیٰ قلبی اُسکو خمار آتا ہے تو اسکو بیچینی ہوتی ہے اور قبض پیدا ہوجاتا ہے۔ اور اگر کسی وقت وہ بہ پرتو احدیت اپنے آپ کو عاجز دیکھتا ہے تو عبودیت کی باریک چادر خمار سے اپنا منھ بند کرلیتا ہے اور یہ دونوں لیغان ہین کہ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انزجار ہوتا تھا اور جن کا ورود اجرائے احکام شریعت و نبوت کی وجہ سے بسبب آپ کے اعلےٰ کمال کے لازمی تھا ورنہ تجلی برق حقیقی جاذب ہو کر طور جسم محمدی کو پارہ پارہ کرکے سُرمہ غیب مَا زَاغَ البصر سے چشم بینا کرکے عالم ومافیہا کو خاک سیاہ کرڈالتی اور کارخانۂ عالم درہم برہم ہوجاتا ؎ (غالب)

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی | ہیولا برق خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا

اور جسوقت سالک کلیتہً بیخود ہوجاتا ہے یعنی ذات مین فانی ہوجاتا ہے تب وہ مطلق ہوجاتا ہے اور متخلق باخلاق اللہ ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت قدرقدرت سیدنا ومرشدنا مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ فرماتے ہین۔ ؎

نہ شد مست کاظم زہے ظرف عالی | پیے مدہ کے دن رات بھر بھر پیالے
خور دساقی وسے وخمخانہ جملہ | بنتی عارفون مین ہے وہ سر نکالے

اور حضرت مولانائے رومی فرماتے ہین ؎

ما بری از پاک ونا پاکی ہمہ | وز گران جانی وچالاکی ہمہ

اور ملا متیان قلندر روش جو بسبب فنائے تام کے اپنی ہستی اعتباری کا ٹھراؤ کرکے روحی ہمت سے بے ہمت اور بے تصرف اور بے عمل بحکم خُلق الانسان عجولا ہوجاتے ہین اُنکی نسبت حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہین۔ ؎

۱؎ میرے قلب پر پردہ ڈالدیا جاتا ہے ۱۲ ۲؎ انسان جلد باز اور بے صبر بنایا گیا ہے ۱۲

جملہ کمزن پاک دودو پاک بر در پلیدی ہریک از یک پاک تر

کمزن کے معنی کم ہمت کے ہین حضرت عطار نے یہ لفظ اِس لیے استعمال کیا ہے کہ عارف تام المعرفتہ کی ہمت اور اُسکا تصرف آخر مین بوجہ انتہاے کمال کے باقی نہین رہتا ہے کیونکہ ہر چیز جملہ عوالم کے اُسکا نقد حال ہوتی ہے پس وہ کس چیز کو رد کرے اور کسکو قائم کرے بقول شخصے کہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے۔ یا پیر حضرت مولانا روم فرماتے ہین۔ ؎

نقد حال خویش را گر رپئے بریم ہم ز دنیا ہم ز عقبےٰ بر خوریم

یہ مقام بہت اعلیٰ ہی کہ جسکا عطا کرنا نعمتِ خمار پر موقوف ہی کہ جو ذات پیر و مرشد ہے اور فی الواقع پیر و مرشد حق ہے یداللہ فوق ایدیھم ؎ (غالب)

مستم اما نہ ازان بادہ کہ سازند فرنگ مستم اما نہ ازان بادہ کہ سازند مغان

للہ الحمد کہ در ساغر من ریختہ اند مے بے رنگ ز میخانۂ بے نام و نشان

چونکہ حقیقت پاک در مبرا ہے اور محض خیر و رحمت ہی لہذا نیک سے نیک ہی صادر ہوتا ہے عالم مین معصیت اور بدی کی تخلیق بھی نیکی سے خالی نہین ہو سکتی ؎

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

پس معصیت کی کثافت باعث قیام روحانیت ہے اِس سے بڑھ کر نیکی کثافت کی اور کیا کہی جا سکتی ہے کہ جو باعث قیام روحانیت نظام عالم و عالمیان ہو۔ ؎ (غالب)

لطافت بے کثافت جلوہ آرا ہو نہین سکتی چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

رحم مین نطفہ کہ جو روحانی ہے بلا کثافت کے قائم رہ نہین سکتا۔ کیچڑ مین اور سڑی ہوئی کیچڑ مین کیڑے کہ جن مین روحانیت ہے بلا کثافت کے پیدا نہین ہو سکتی۔ آئینہ مین چہرہ بلا کثافت کے منعکس نہین ہو سکتا تنزہ مین وجود کی موجودیت بلا کثافت کے ظاہر نہین ہو سکتی اعمال صالحہ کی شناخت بغیر اعمال سیئہ کے محال ہے۔ خرابات و خراباتی و خمار حق کی اسی جامعیت کا نام ہے جسکو الوہیت کہتے ہین اور الوہیت حق نے خرابات و خراباتی و خمار کا لباس پہنا ہے

یہ معمولی الفاظ نہین ہین وجد کرنے کے الفاظ ہین حال لانے کے الفاظ ہین جان دیدینے کے الفاظ ہین۔ مجھ کو یہان پر قصہ شاہ اورنگ زیب عالمگیر کا یاد آیا یہ قصہ تاریخی واقعات کی رو سے چاہے صحیح ہو یا غلط لیکن اس مقام پر بیان کر دینا مناسب ہے۔ کہتے ہین کہ اورنگ زیب نے ایک بار بسبب اپنے تشرع کے یہ حکم دیا کہ دہلی مین جس قدر کسبیان بدکردار و بدافعال ہین وہ سب بیکدفعہ کشتیون مین سوار کر کے قلعہ کے نیچے جھروکے کے سامنے دریا مین لائی جائین اور شاہ کے روبرو دریا مین غرق کر دی جائین۔ اور خس کم جہان پاک کے بموجب بدکرداری کا خاتمہ کر دیا جاے ایک خراباتی کسی کسبی کے دروازے پر بے پاؤ سر پڑا رہا کرتا تھا اُس کو جب اس حکم کی اطلاع ہوئی اور کسبیون کے شور واویلا کو اس نے سُنا تو وہ چونکہ دریاے حیرت مین ڈوبا ہوا تھا فی الجملہ بسبب عشق ومحبت کے اوس کو حرکت وجنبش ہوئی اور درد پیدا ہوا تب اس نے اُس کسبی سے کہا کہ اگر تم نہین تو مین بھی نہین مجکو بھی اپنے ساتھ کشتی پر بٹھا لو تاکہ مین بھی تمھارے ساتھ ڈوب مرون چنانچہ اُس نے اس خستہ تن کو بھی اپنے ساتھ کشتی پر بٹھا لیا جب سب کشتیون پر سوار ہوگئے اور جھروکے کے قریب پہونچنے کا وقت آیا تو اُس خراباتی نے ایک شعر مولانا حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا سبکو سکھا دیا اور کہدیا کہ یہ شعر خوب الاپ کر گاؤ مرتا کیا نہ کرتا کسبیون نے اس شعر کو یاد کر لیا اور نہایت دردانگیز اور دل ہلا دینے والی آواز سے خوب الاپ کر گایا۔ بادشاہ سلامت بھی آخر آدمی تھے اور الست بربکم کا نغمہ روح افزا سُن کر روزِ ازل مین مست ہو چکے تھے فطرتی خوبو کہان جاے بیتاب ہوگئے وہ شعر یہ تھا ؎

در کوے نیکنامی مارا گذر ندادند
ور تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے پھر حکم دیا کہ کشتیان غرق نہ کی جائین اور کسبیان ساحل پر سلامت اُتاردی جائین اور اس شعر کی بدولت بیچاری کسبیون کی کشتی کا بیڑا

غرقابی طوفان اختیار کے امواج سے بیخودی کے ساحل نجات پر پہونچا بے اختیاری آڑے آئی ورنہ کبھی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ ان لوگوں کے لیے یہ آیت گویا حضرت حق سے معافی کا پروانہ ہے کہ قُل[1] یا عبادی الّذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ؎

جملہ می دانند کاین ہستی فخ است ذکر و فکر اختیاری دوزخ است

اہل ہنود کی مشہور مذہبی کتاب **گیتا** کا ترجمہ جو علّامہ فیضی نے کیا اُس کا شعر یہ ہے ؎

نہ ترکِ عمل کارِ ہر کس بُود نہ فضلِ خدا یارِ ہر کس بود

اِسی واسطے حضراتِ صوفیہ کا یہ بہت مستند قول ہے کہ التوحید اسقاط الاضافات[2]

خرابات از جہان بے مثالی ست مقامِ عاشقانِ لااُبالی ست

مولانا جامی نعت میں کہتے ہیں ؎

ی مظہرِ حسن لایزالی مرآتِ جمال ذوالجلالی
انوارِ تجلّیِ قدم را رُخسارِ تو احسن المجالی
در شانِ کمال تست نازل آیاتِ مکارم و معالی
احرام حریم تو نہ بندند جُز دُردکشانِ لااُبالی

حال وہاں ؎

خراباتیان مے پرستی کنند محمد بگوئید دستی کنند

اب دوسرے شعر کی شرح سنیے۔

بُت و زنّار و ناقوس و چلیپا مغ و ترسا و گبر و دیر و مینا

---

[1] کہدو کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنے نفوس پر زیادتی کی ہے بے آس نہ ہو خدا کی رحمت سے۔ بیشک اللہ کل گناہ بخش دے گا وہ بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے [2] توحید نام ہے سب اضافتوں کے ساقط کرنے کو۔

جب خراباتی اپنے اسما و صفات سے بسبب شدت مستی کے فانی ہو کر مستی جام تجلی سے
ساکت و صامت ہو جاتا ہے تب اُسکی حالت مع تمامی اعضا و اجسام کے مثل مردہ بدست زندہ
کے ہو جاتی ہے اور وہ اپنے حول و قوت سے فانی ہو کر اللہ کی حول و قوت سے باقی ہو جاتا ہی
اور جو کچھ اُس سے صادر ہوتا ہے نہ اُسکا فعل ہوتا ہے اور نہ اُسکی صفت اور تب وہ ما رمیت
اذ رمیت ولکن اللہ رمی کا مستحق ہوتا ہے اور شیون تنزیہات ذاتی کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اور
بلا کسی مزد کے اور بلا ترصد کسی فائدہ کے محض اپنی شانون کے ملاحظہ کے لیے باسم مرید عامل
و ہنگامہ آرا ہوتا ہے اور اپنے ہر ہر تعین کی مناسبت سے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے چونکہ ہر تعین
کا ملاحظہ کرنا اُس تعین کا بنفسہ کتم عدم سے باہر لانا ہے اور یہ تقاضائے اسم مرید ہے
لہذا وہی ارادہ اور وہی ملاحظہ اُس تعین کی روح ہوتا ہے اور اسم مرید کی اس پابندی کو
زنار بندی بھی کہتے ہین کہ جو مظاہر کا جال بسبب ملاحظہ کے بندھا گیا ہے اُسکے باہر کوئی
فعل بحکم لا تبدیل لخلق اللہ[1] اُس سے صادر نہین ہوتا اور شریعت کو از خود در خود اپنا شعار
و دثار کرتا ہے اور اسی کو تخلیق اُخری کہتے ہین کوئی جبر کوئی تکلیف کوئی عادت احکام شرعیہ
پر عمل کرنے سے اُس انسان کامل کو باز نہین رکھ سکتی۔ اکثر لوگون یہ اعتراض کرتے ہین کہ
فلان بزرگ کیونکر بزرگ ہو سکتا ہے کہ اُس سے بعض احکام شرعیہ فوت ہوتے ہین حالانکہ
پیغمبرون سے باوجود اعلی کمال کے کوئی حکم شریعت فوت نہین ہوا تو کیا وہ شخص پیغمبرون سے
بڑھ کر ہے جو اُسکے لیے معافی ہو گئی۔ یہ اعتراض اُس بزرگ پر غلط ہی تعمیل احکام شرعیہ کی بوجہ
سے نہین ہے کہ جناب باری اُسکا محتاج ہے اور نہ اسوجہ سے ہے کہ انسان کو اُسکا حکم حقیقت
کے اتحاد سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ہوا ہے کیونکہ توحید ذاتی مین ہر متنفس اپنے مقصود کو
پائے ہوئے ہی اُسکے حصول کی کوشش تحصیل حاصل ہے بلکہ بحکم ولقد کرمنا بنی آدم[2]
کے انسان کو حق نے اپنی توحید ذاتی کا شرف دینے کے لیے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ تم ادب کے طور پر

---

[1] اللہ کی تخلیق مین تبدیل نہین ہی ۱۲ [2] اور ہم نے بنی آدم کو شرف بخشا ہے ۱۲

اسوقت ہو جب اپنے اسم مُرید سے یعنی حق کے اسم مرید سے حکمت احکام شرعیہ کے مطابق خدمت کرتے رہو یعنی احکام شرعیہ کے موافق جن مین ناتمامی کو دخل نہین ہے عمل کرتے رہو اور جس مذہب اور جس طریقہ مین ہو اُسکے احکام کو مدِ نظر رکھو اور اسلام چونکہ فطرت پر ہے یہ کل مذاہب و فرق کا جامع ہے اسکے احکام شرعیہ بحکم الیوم اکملت لکم دینکم[لہ] کے جامعیت کا پورا پہلو لیے ہوے ہین ۔ زنار بندی سے مراد وہ رشتہ نسبت ہی جو ہر ہر تعین کے ساتھ جدا جدا حق کو ہے جیسے عبودیت وہ نسبت الوہیت ہے جو معیت ہر تعین مومن کے ساتھ حق کو بروجہ عرفان ہے پس کامل وہ شخص ہے جو عبودیت کو نہ چھوڑے تاکہ الوہیت اُس سے باہر جاے ۔ اور الوہیت کو مقید محض بعبودیت اسلامی عظمت و جبروت مین نہ کرے بلکہ اس رشتہ النسبتی کو ہاتھ سے نہ چھوڑے جو الوہیت کو عام طور پر ہر تعین مومن و ملحد و گبر و ترسا کے ساتھ ہے تب سالک حق تعالیٰ کا مظہر تام ہو کر اپنے اسم رحمن سے عام طور پر جملہ مخلوقات کو فائدہ دے سکتا ہے اور اپنے اسم رحیم سے خاص طور پر مومن کو اور یہی بت مستوی علے العرش ہے اور اسی کو الرحمٰن علی العرش استوی[عہ] کہتے ہین جس سے کوئی شے باہر نہین ہے اور اس آفتاب رحمت کا بتمامہ و بعینہ مظہر نور محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبران علیہم السلام نیز اپنے تعین سے اس آفتاب حقیقی کے مظاہر ہین اس آفتاب حقیقی کا طلوع جس خط پر یعنی جس تعین مین مناسبت اُس تعین کی ہے چونکہ وہ تعین بھی جامع ہے صرف نسبت کا فرق ہے لہذا یہی آفتاب حقیقی ایک ایک پیمبر کہا جائیگا اور پیمبر ایک ایک بت ہوگا تلک الغرانیق العلیٰ ان شفاعتھن لترتجی اور یہ آفتاب حقیقی جب اپنے مرکز یعنی استوی پر آئے گا تب رسول اللہی تعین جامعیت کے ساتھ از خود در خود بخود قائم ہوگا اور سایہ بھی غائب ہو جائے گا[لہ]

سایہ ترا نمی پسندم　　　　عشق است و ہزار بد گمانی

[لہ] آج دین نے تمہارے لیے تمہارے دین کو پورا کردیا ۱۲ [عہ] رحمٰن عرش پر ستوی ہے یا استوی کے معنی کسی چیز کو من کل الوجوہ گھیر لینے کے ہین ۱۲

اور اس افق اعلےٰ مین اسما غائب ہوجائینگے ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم الاٰیۃ
اگرچہ اس افق اعلیٰ مین شعاع شمسی ہر ہر ذرہ کو علی التساوی فیض دیتی رہے گی مگر ہر تعین بمناسبت
اپنے تعین کے اس فیض سے استفادہ کرے گا اور اس فیض کے دیتے رہنے مین کوئی تکلیف یا تکلف
آفتاب حقیقی کو نہین ہے اور نہ کوئی خوف ہے اور نہ امید بلکہ آفتاب حقیقی بسبب اپنے کمال کے
بلا تکلف فیض دیتا ہے ہم دھوکے مین ہین کہ یہ سمجھتے ہین کہ پیغمبرون نے ہماری طرح خوف
سے عبادت کی ہے یہ غلط ہے الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون[ل] اور
جو بلا توحید کے ہم احکام شرعیہ کو محض تقلید سے ادا کرین گے تو ہم وہ تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ
کے ملزم قرار پائین گے۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر
من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر عین حق ہوکر خدمت کرنا چاہیے یوم آخر سے آفتاب حقیقی کا
افق اعلیٰ مین استواے حقیقی مراد ہے بالجملہ سالک جب سیر الی اللہ مین بتمامہ فانی ہوجاتا ہے تب
وہ وجود مطلق سے ایک دوسرا وجود پالیتا ہے اور اسی وجود سے وہ شخص بلا تکلف عبادت کرتا ہے
اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ[ع] لاصلوٰۃ الا بحضور القلب بلا تکلف
عبادت کرنا یہ حضور قلب ہے اور[ع] لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ مین اس حالت کی طرف
اشارہ ہے جو سیر الی اللہ مین مستی ہوتی ہے اسوقت محل عبادت کرنے کا نہین ہے بلکہ سالک
کی عبادت اسوقت مین صلوٰۃ دائمی کی طلب مین اپنی ہستی کو مٹتے جانا ہے اگر ایسی حالت مین
وہ عبادت کریگا تو اپنی رجوع الی اللہ سے باز رہے گا ؎

پنج وقت آمد نماز ذو فنون　　عاشقان راشد صلوٰۃ دائمون

کیونکہ رجوع الی اللہ مین اسکو خرابیت سے فائدہ اٹھانا چاہیے جس کی تعریف اوپر ہوئی

سل آگاہ ہو کہ اولیا اللہ کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی رنج ہے ۱۲ ع یہ کوئی نیکی نہین ہے کہ تم اپنا منھ مشرق اور مغرب کی جانب پھیرا کرو لیکن نیک شخص وہ ہے جو اللہ پر ایمان لاوے اور قیامت کے دن پر ۱۲ ع نماز نہین ہے مگر حضور قلب سے ۱۲ ع پاس نہ جھنکو نماز کے اس حال مین کہ تم نشہ مین ہو ۱۲

کہ وہ مجموعہ کا عطر ہے اور پھر اُس جمع مین متخلق باخلاق اللہ ہوکر فرق بعد الجمع سے مخلوقات کو فائدہ دینا چاہیے اور باسم رحمٰن واسم مرید ہر ذرّہ کو وجود دینا چاہیے اِسی واسطے کہا ہے کہ سیّد القوم خادمھم[لہ] اور ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ۔ ہر کہ خود را دید او محروم شد

اگرچہ اِس تقلیدی نماز کا اجر جناب باری کے حضور سے سالک کو عطا ہو لیکن یہ اجر بھی دنیاوی ہے دینی نہین ہے دینی اجر فنا فی اللہ ہے جو ہمیشہ کے واسطے ہے جس کا پتہ یہ ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر[ٹہ] اور دینی اجر یہ ہے کہ تنزلات سے رہائی پانا اور بغیر تناسخ کے اپنے ہر ذرّہ سے ہر ذرّہ کو وجود دینا اور اسیواسطے تناسخ اسلام مین کفر و باطل قرار دیا گیا کیونکہ تناسخ اعمال کے نتائج کے موافق دوسرا وجود حاصل کرنے کو کہتے ہین ۔ اور یہان سوائے ایک وجود کے دوسرا وجود ہی نہین ہے کیونکہ خدا کا دوسرا ہونا محال ہے بلکہ اگرچہ نتائج اعمال کی وجہ سے ایک شئے دوسری شئے ہوتی رہے لیکن یہ سب ایک وجود کے اندر ہے اور مناسبت نتائج اعمال حسنہ و قبیحہ سے جسکا سلسلہ صرف عالم ناسوت و عالم برزخ تک جاتا ہے اس کے بعد نہین لہذا تناسخ کا ماننا علاوہ خلافِ توحید ہونے کے پست ہمتی بھی ہے ؎

تناسخ زان سبب شد کفر و باطل ۔ کہ آن از تنگ چشمی گشت حاصل

صلوٰۃ جس سے نتائج اعمال پیدا ہوتے ہین محض دنیا تک ہے بحکم حبب الی من دنیاکم ثلاثۃ النساء والطیب وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور صلوٰۃ کا فائدہ خود خدا وند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر[سہ] اور پھر اِسی آیت مین توحید ذاتی کا فائدہ یہ بھی بتایا ہے کہ ولذکر اللہ اکبر[کہ] مگر چونکہ احکام شرعیہ اسلامی فطرتی طور پر جامع جملہ اسماء حق ہین مثلاً جسقدر مخلوقات کہ عالم مین پیدا ہے وہ یا قیام مین ہے یا رکوع مین ہے

لہ قوم کا سردار قوم کا خادم ہے ۱۲ ٹہ مقام صدق مین قدرت والے بادشاہ کے پاس ۱۲ سہ بے شک نماز بیہودہ اور منسوب کاموں سے روکتی ہے ۱۲ کہ اور ذکر خدا بہت بزرگ ہے ۱۲

یا سجود مین ہے یا قعود مین۔ جمادات سجود مین ہین نباتات قیام مین حیوانات قعود مین ہین حیوان ناطق قیام وقعود ورکوع وسجود سب مین ہے اسلیے اسلام کی نماز کل مخلوقات کی تسبیح کی جامع ہے اور اس سے باہر کوئی چیز نہین ہے۔ لہذا نماز کے ادا کرنے مین جامعیت کے سبب سے جاے اسکی حقیقت کو سمجھے یا نہ سمجھے فائدہ ضرور ہے۔ اور اس لیے نماز کا ادا کرنے والا باحسن وجہی کے بھی ممکن ہے کہ بسبب جامعیت کے فائدہ اٹھالے جاے۔ لہذا نماز کا پڑھنا فرض کردیا گیا ہے۔ مگر فی الواقع اوس طرح سے اور اوس خیال سے فرض نہین ہے جیساکہ عام لوگ سمجھتے ہین۔ ؎

نماز خلق تسبیح وسجود است   نماز عاشقان ترک وجود ست

مجکو یہان پر ایک قصہ ایک فقیر سدا سہاگ کا یاد آیا کہ فتحپور ہسوان مین مولوی نذیر علیصاحب مغفور کے یہان میرے بھائی خان بہادر منشی محمد تاج الدین صاحب ایک روز بیٹھے ہوے تھے اور مولوی صاحب موصوف تذکرہ بے نمازیون کا کرتے تھے اور انکی ہجو کرتے تھی اسی عرصہ مین ایک فقیر سدا سہاگ چوڑیان اور گھنگرو پہنے چھم چھم کرتے ہوے آئے انکو دیکھکر مولوی صاحب نے طعناً فرمایا کہ ان کو دیکھیے چوڑیان اور گھنگرو پہنے ہوے ہین اور نماز ندارد۔ اور باوجود انکے فقیر بنتے ہین اور بہت ملامت ان سدا سہاگ کو کی۔ مگر سدا سہاگ صاحب نے جناب مولوی صاحب کی مجموعی لعنت وملامت کا جواب یہی دیا کہ (دکھاوے کا نماز پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے) غالب) ؎

رند ہزار شیوہ را طاعت حق گران نبود   لیک صنم بسجدہ در ناصیہ مشترک نخواست
گفت وشنود دوستان مایۂ غبن مے شود   ہر کہ نفس شمردہ زد ہمہ می ملک نخواست

یہان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ایک قصہ بھی یاد دلانے کے قابل ہے کہ جب آپ کو بھننے کے ذریعہ سے آگ مین پھینکے گئے ہین تو اثناے راہ آتش مین جبرئیل علیہ السلام نے

ف [illegible] نماز پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے ۱۲

آپ سے پوچھا هَلْ لَكَ حَاجَة توآپ نے یہی فرمایا[51] حَاجَةٌ لِي اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا یعنی مجھ کو حاجت ہے کہ مین آگ سے بچالیا جاؤن لیکن تم سے حاجت نہین ہے کہ تم بچاؤ۔ حالانکہ آپ اِس آیت کے مضمون سے واقف تھے کہ لَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ بظاہر جب حضرت جبرئیل[52] بچاتے تھے توآپ کو انکار نہین کرنا چاہیے تھا لیکن درحقیقت آپ غواص بحر حقائق توحید تھے اور نماز دنیا زعشقیہ سے مالا مال تھے اس لیے آپ نے انکار فرمایا اور اپنے آپ کو آگ مین گرجانے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگ باغ ہوگئی قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى اِبْرَاهِيمَ[53] پس ہر عامی مسلم کی نماز کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو جبرئیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچا لینے سے ہوتا یعنی آپ موت دنیاوی سے کچھ دنون کے لیے حیات پاکرشادکام رہتے لیکن موت بالآخر پھر ہوتی۔ اور جبرئیل ؑ سے انکار کرنے کا فائدہ حقیقی ذاتی یہ ہوا کہ آپ نے جلالی صفت حق سے عینیت حاصل کرکے ہمیشہ کے لیے حرقت نار سے نجات پائی کہ کہین کوئی آگ یا کوئی تکلیف کسی محل و مقام پر آپ کو نقصان نہین پہونچا سکتی یہ فوز عظیم ہے پس پیمبرون کے لیے فوز عظیم کی وجہ سے نماز مکلف نہین ہے۔ اور ہم لوگون کے لیے محض دنیاوی فائدہ یا عالم برزخ تک سے مقصد یہ ہے کہ نماز کا پڑھنا تو فرض ہے لیکن جیسا کہ عام لوگ نماز کو بے سمجھے بوجھے پڑھتے ہین اور پھر اس بات کے مدعی ہوتے ہین کہ ہم نے فرض کو ادا کیا یہ بالکل غلط ہے اور دعوی بلا دلیل ہے کہ حدیث شریف مین ہے کہ اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ[54] پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ کس نماز مین ان کو معراج ہوئی اس کے بعد اوس نماز کے ادا ہونے کا دعوی کرنا جائز ہوگا۔

القصہ بت سے مراد فنائے سیر الی اللہ مقام جمع و جمع الجمع ہے اور زنار سے مراد فرق بعد الجمع ہے لیکن سیر الی اللہ اور سیر باللہ مین ناقوس ہی کام دیتا ہے۔ رجوع الی اللہ مین

---

[51] کیا تم کو کوئی حاجت ہے ۱۲ [52] مجھ کو حاجت ہے لیکن تم سے نہین ہے ۱۲ [53] کہا ہم نے کہ اے آگ ٹھنڈک اور سلامتی ہوجا ابراہیم پر ۱۲ [54] نماز مومنین کی معراج کا نام ہے ۱۲

بلا صوتِ سرمدی کے فنائے مطلق نہین ہوتی صوتِ سرمدی نہایت باریک آواز جھینگر یا مکھیون کی آواز کی ایسی ہوتی ہے اور نہایت بلند مثل بجلی کی کڑک یا صور اسرافیلؑ کے بھی ہوتی ہے۔ جب انفس مین یہ آواز ہوتی ہے تو نہایت دلچسپ مثل اذان کے ہے اور جب آفاق مین ہوتی ہے تو مثل گھنٹے کے ہوتی ہے۔ یہ آواز جاذبۂ حق سے پیدا ہوتی ہے اور جاذبۂ حق ید قدرت جنابِ باری کو کہتے ہین جسکی مناسبت سے حضرت موسیٰ کے آفتاب ید بیضا کے لیے عصا عنایت ہوا تھا۔ ید قدرت کا خاصہ یہ ہے کہ جو شئے چاہے ہو جاے سالک کے رجوع الی اللہ مین ذات مین فانی ہونے کے لیے یہی جاذبہ مدد کرتا ہے جو ید قدرت ہے اور اسی نے معراج شریف مین رسول اللہ صلعم کے رفرف سے ترقی فرمانے کے وقت آپکو انا ربشری سے لے لیا تھا اور الوہیت کے در تک پہونچایا تھا ٭

کس ندانست کہ منزل گہ مقصود کجاست ٭ این قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

جس طرح نفس آفاق کی روح ہے اسی طرح پر اسلام کل مذاہب کی جان ہے ان الدین عند اللہ الاسلام[لہ] لہٰذا اسلام مین بجاے تفرقہ کے گھنٹے اور گھنٹی اور سنکھ کے رجوع الی اللہ کے لیے اذان رکھی گئی جو انفس ہی کی زبان سے نکلتی ہے اور دیگر مذاہب مین چونکہ کسی قدر تفرقہ تھا اور جامعیت اسلام کی ایسی نہین تھی ناقوس وغیرہ کا رواج ہوا اور الوہیت حق اس امر کی مقتضی تھی کہ کوئی ذرہ یا کوئی حرکت اُس سے باہر نہ جائے ایک ہی آن مین نزول و عروج ہو نزول اسوجہ سے کہ تشبیہات قائم ہو کر کل اسما کا مطابق اُن کے تقاضہ کے ظہور و وجود ہو جاے تاکہ حکمتِ حق کے اسرار کھل جائین اور عروج اس لیے کہ ہر اسم نے جس طرح اپنے مبدا سے نزول کر کے ظہور پایا ہے اُسی طرح بفحواے لا احب الآفلین اپنے مبدا یعنی وجہ باقی کی طرف عود کر کے اپنا اصلی ٹھکانا پاکر آرام پاے پس عروج مین بسبب جاذبہ ید قدرت کے صوت سرمدی کے سالک فانی ہو جاتا ہے اور نزول مین پھر باقی باللہ ہو کر تخلیق عالم اپنے ید قدرت سے

لہ بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے ۱۲

کرتا ہے اور اس طور پر نزول و عروج اور آنا اور جاتا برابر جاری ہے اور ایسی یہ قدرت کا فیض ہے اور نہ آنا معلوم ہوتا ہے اور نہ جاتا۔ اور ہر چیز ہر آن من کل الوجوہ فانی ہو جاتی ہے۔ نفس مین سالک کو ہر آن صوتِ سرمدی سے جسکو اناہت[ا] کی آواز بھی کہتے ہین یہی دھندا فنا اور بقا کا لگا رہتا ہے اور وہی نفس اسی فنا اور بقا کو آفاق مین ہر شے کی نسبت ملاحظہ کرتا ہے بل ھم فی لبس من خلق جدید اور بسبب سرعت فنا اور بقا کے اس کا امتیاز نہین ہوتا ہے کہ ہر شئے کب فانی ہوئی اور کب باقی ہوئی۔ اس فنائے تام کی وجہ سے کلام مجید مین ذکر ہے کہ تخت بلقیس کو آصف برخیا حضرت سلیمان کے پاس شہر سبا سے پلک مارتے ہوے لے آئے تھے اسکی حکمت یہی تھی۔ اور اس حکمت کو بلقیس بھی سمجھ گئی تھین چنانچہ کہا کہ کانّہ ھو مجھ کو یہان پر ایک قصہ اور یاد آیا مین ضلع سیتاپور مین ڈپٹی کلکٹر تھا اور نیم کھار مصرکھ کی تحصیل میرے سپرد تھی وہان ایک بت کا میلہ بہت ہجوم کے ساتھ ہوتا تھا سمین مین گیا تو مین نے دیکھا کہ ہزارون آدمی کہ جن کو مظاہر جامع حق کہنا چاہیے۔ منزل دور و دراز سے سفر کر کے اس مندر مین آتے تھے اور وہان ایک گھنٹہ بھی لٹکا ہوا تھا جسوقت مندر مین گھستے تھے خدام مندر کے دور باش گوارا کرتے اور پولیس کے کوڑے کھاتے تھے اس لیے کہ اس ساکت و صامت پتھر کے چھوٹے سے بت کو دیکھ لین اور دیکھنے کے بعد اس گھنٹے کو بجا کر اپنے گھر جہان سے آئے تھے وہین پلٹ جاتے تھے۔ مجھ کو یہ دیکھکر یہ معرفت حاصل ہوئی کہ ہر شخص کا منازل دور و دراز سے اس مندر مین آنا یہ نزول حقیقت کی مثال ہے اور گھنٹہ بجاکر واپس جانا یہ عروج حقیقت کی مثال ہے۔ اسوقت مجھکو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز کا یہ شعر یاد آیا

دلیل کاروان بانگ جرس ہے ۔۔۔ گواہ درد دل اک نالہ بس ہے

یہ نزولی مثال مین اور عروجی مثال مین حافظ کا یہ شعر یاد آیا کہ

مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم ۔۔۔ جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

[ا] یہ لفظ تین طرح پر مستعمل ہے اناہت و اہنت و آہند۔ اور یہ نام اہل ہنود کے یہان اسی صوت سرمدی کے ہین [۲] بلکہ وہ لباس بدلتے رہتے ہین نئی خلقت کا [۳] گویا کہ یہ وہی ہے

اور حکیم سنائی کا یہ شعر سمجھ مین آگیا ؎

یداو قدرت است وجہ بقاش — آمدن حکمت و نزول عطاش

اگر یہ لوگ جوق جوق نہ آتے تو اُس بت کو کون پوچھتا یعنی تشبیہات کا ظہور کیسے ہوتا اس نزول سے عطاے حق ہوئی۔ اور اگر قدرت آنے کی اور جانے کی نہوتی تو گھنٹہ بجاکر ہر شخص جہان سے آیا تھا کیون واپس چلا جاتا۔ تو گویا ہر شخص بخوشی اوس بت یعنی پتھر کو دیکھنے کے لیے یعنی اُسکے وجود کو قائم کرنے کے لیے آیا اور اوس کو فانی کرنے کے لیے بعد صداے ناقوس کے اپنے مبداء کو چلا گیا۔ اور ہر شخص کی آمد و رفت سے باقی رہنے مین کوئی فرق نہین ہوا پس صداے ناقوس باعث فنا و بقاے عالم ہے۔ آپکو عقاید مین معلوم ہوا ہوگا کہ قیامت مین اسی صور سے سب فانی ہوجائینگے یعنی حشر ہوجائےگا اور اسی صور سے سب باقی ہوجائینگے یعنی نشر ہوجائیگا

صدا دی کعبہ مین ناقوس دیر مین پھونکا — کہان کہان ترا عاشق تجھے پکار آیا

الحاصل اُس بت کو بمناسبت جامعیت تشبیہی و تنزیہی مقام وحدت کہتے ہین کیونکہ حق تعالیٰ کبھی امہات سبعہ ذاتیہ سے خالی تصور نہین کیا جا سکتا اور حالت تنزیہی حقیقی مین جب یہ امہات سبعہ ملائینگے تو ایک صورت انسانی ہوجائےگی اور یہی بت ہے لہذا بت بہت اعلےٰ چیز ہے۔ اب بت پرستی یہ ہے کہ اوس بت کو بت سمجھنا اور حق نہ سمجھنا۔ اور بت سمجھ کر اوس کو ماسواے حق قرار دے کر ایک دوسرا خدا بنانا نعوذ باللہ من ذٰلک اور اسلام مین بت پرستی ممنوع اسوجہ سے ہوئی کہ اسلام کی جامعیت کمل ہے یعنی جامعیت اسلامی کی وجہ سے یہ امر مکروہ معلوم ہوا کہ انسان جو مظہر تام حق یعنی اسم اللہ ہے ایک ناقص مظہر یعنی رب کو سجدہ کرے حالانکہ وہ رب اسی اللہ نے نکالا ہے یا ایک واہیات بات ہی۔ لہذا اسلام مین اصنام پرستی ممنوع ہوئی۔ کہ ءاَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اور اس بت یعنی اللہ کا مظہر تام ذات پاک مرشدی ہے اور زنار

؎ کیا بہت سے متفرق رب بہتر ہین یا ایک خداے قہار ۱۲

وہ نسبت ہی جو سالک کو مرشد یا حق کے ساتھ ہے یہین سے کہا ہے کہ ؎

ہر طاق ابروے او محراب بت پرستی   ہر تار موز زلفش زنار پارسائی

اس بت اور زنار کی ذات اُس عطر مجموعہ خراباتی مین نسبتاً کھپی ہوئی ایک جداگانہ عطر ہے جو تفصیل مین بت اور زنار کے نام سے موسوم ہوئی ہے۔ کیونکہ بوقت تخلیق حق نے خود ہی اَلَستُ بِرَبِّکُم کہا تھا اور خود ہی بلیٰ بس زنار بندی محض ایک دھاگا نہین ہے جس کو عام لوگ سمجھتے ہین کہ بعد بلوغ کے باندھ لیا جاتا ہے بلکہ عہد او فوا بعھدی اوف بعھدکم کا ایک نمونہ ظاہری ہے جس طرح پر طواف حجر اسود بیت اللہ کے لیے احرام بندی ہے چلیپا اس کے معنی صلیب کے ہین جو ایک نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دار پر چڑھائی جانے کی ہے۔ اور حضرات صوفیہ کی اصطلاح مین اپنے آپ کو مجرد عن العوائق موت اختیاری سے کرنے کا نام چلیپا ہے اور اس تجرد کے حصول کے لیے تمامی مجاہدات موضوعہ حضرات صوفیہ و دیگر فرق موحدہ سالک کو بارشاد مرشد کرنا پڑتے ہین اور اس راہ مین بڑی بڑی گھاٹیان مہلک ہین جو مانع اور حجاب راہ سالک ہوتی ہین حضرت عیسیٰؑ کے طریقہ مین ان عوائق سے قطع تعلق کرنے کے لیے رہبانیت اختیار کی گئی تھی۔ اور محمدی طریقہ مین یہ ارشاد ہوا کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام اس وجہ سے کہ رہبانیت مین جامعیت اسمار وصفات بوجہ قطع تعلق کے فوت ہوتی ہے جب تک کہ تمامی اسمار وصفات مین مبتلا ہو کر ان سے تجرد نہ حاصل کیا جائے اس وقت تک معراج تفرد کا حصول ناممکن ہے۔ اس لیے حضرت عیسیٰؑ جو تھے آسمان ہی پر ٹھہر گئے اور آگے نہین بڑھے کیونکہ آپ کے طریقہ مین بسبب آپ کے فطرتی پیدائش کی جامعیت تمامی اسمار نہین تھے مگر معاذ اللہ آپ فی نفسہ ناقص نہین تھے بلکہ نہایت الوالعزم پیمبر تھے لہذا اوس جامعیت کو حاصل کرنے کے لیے آپ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ آخر زمانہ مین آپ پھر فلک چہارم سے اس دنیا مین تشریف لائین اور اس جامعیت اسمائے محمدیؐ کو بھی حاصل کر کے متفرد ہو جائین

ملہ کیا مین تمہارا رب نہین ہون ۔ ملہ کیون نہین ۔ ملہ تم میرا وعدہ پورا کرو مین تمھارا وعدہ پورا کرونگا۔
ملہ اسلام مین رہبانیت نہین ہے ۔

رہبانیت مین جامعیت اسما اسو جہ سے ہین ہے کہ جنگل مین بیٹھکر تمامی اشیا کی تاثیر و تاثر سے سالک متکیف نہین ہوتا ہے کہ اُن سے تجرد اختیار کرنے کا موقع اسکو ملے۔ صرف اسماء خلوتی سے استفادہ کرتا ہے اور اسماء جلوتی سے بھی استفادہ کرنے کا طریقہ محمدیون کے لیے ہو جو جامع ہے لیکن ہم محمدیون نے اس طریقہ کو جس غرض سے کہ یہ وضع کیا گیا ہے کمتر برتا ہے حالانکہ یہ طریقہ بہت اعلی ہے مثلاً چار نکاح محمدیون کے لیے اسی جامعیت کی وجہ سے جائز رکھی گئی ہین اور عیسائیون کے یہان صرف ایک نکاح کی اجازت ہی۔ اور گیارہ بیویان آنحضرت صلعم کی تھین اور حضرت عیسی کی ایک بھی نہین تو جتنا بکھیڑا ہو گا توحید کی رو سے جلوت اسماء مین مو گا اُتنا ہی کمال اعلی ہو گا۔ اگر سالک اسی بکھیڑا مین تجرد کر لے جائے گا ہم لوگ چار ازواج تک کرتے ہین اور یہ نہین جانتے کہ چار نکاح کی اجازت کیون ہے محض شہوت رانی کی وجہ سے چار نکاح کی اجازت نہین ہے بلکہ ان چار تعلقات مین پھنسکر مجرد رہنا مقصود ہے اور تجرد کے معنی یہ نہین ہین کہ تعلقات کو چھوڑ بیٹھے بلکہ تجرد کے معنی یہ ہین کہ عین تعلقات مین اُن تعلقات سے مجرد رہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل شدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اور ایسی سخت ابتلا اور جکڑ بندی مین مجرد رہنا آسان نہین ہے جب تک سالک اپنے ہر حرکت اور ہر رفتار کو منجانب اللہ نہ دیکھے گا۔ ؎

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تست — ایمنی از تو مہابت ہم ز تست

اور خطرہ نیک ہو یا بد وہ واردات قلبی مین سے ہی اسکو مہمان سمجھنا چاہیے اور اسکا منتظر رہنا چاہیے کہ بالآخر نیک کو ترجیح ہوتی ہے یا بد کو ؎

فوج لشکر ہائے احوالت ببین — ہر یکے باد گرے در جنگ و کین
می نگر در خود چنین جنگ گران — پس چہ مشغولی بجنگ دیگران
تا نگرزین جنگ حقت وا خرد — در جہان صلح یک رنگت برد

اس تجرد کو چلیپا کہتے ہین۔ اور اس سلوک یکرنگی سے جو ایک دید حاصل ہوتی ہے اُسکی ذات اُسی عطر مجموعہ خراباتی مین مندرج ہے۔ مغ کے معنی آتش پرست کے ہین۔ اور ترسا لفظ رومی ہے اسکے معنی بھی آتش پرست کے ہین مینا کے معنی شیشہ شراب کے ہین۔ ہم ناسوتیات مین ہر چیز کو فانی ہوتے دیکھتے ہین یعنی ہر چیز دوسری چیز مین مستحیل ہوجاتی ہے۔ استحالہ کی معنی یہ ہین کہ ایک شے جب دوسری شئے ہوجاے تو اس دوسری شئے مین پہلی شئے کا شائبہ باقی رہ جائے۔ تمامی اشیاء کی موجودیت موالید ثلثہ کہلاتی ہے۔ جن کا ترکب عناصر اربعہ سے ہوتا ہے۔ اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ اگر بیکدفعہ یہ عناصر اربعہ مستحیل ہوجائین تو کیا چیز بنے گی مثلاً پانی مستحیل ہوجاے تو خاک ہوجائیگا اگرچہ پانی اُسمین ہے خاک مستحیل ہوجائے تو ہوا ہوجائیگی اگرچہ غبار اُسمین ہے۔ ہوا مستحیل ہوجاے تو آگ ہوجاے گی اگرچہ اُسکی لَو نہ دکھائی دیتی ہو یہ آگ ایک جنس سے پیدا ہوئی ہے اور یہ وہ آگ نہین ہے جسکو ہم دیکھتے ہین کہ اُسمین ہوا شعلہ زن ہے۔ بلکہ یہ آگ وہ آگ ہے کہ جسکے اندر آتش و باد و آب و خاک مستحیل ہے۔ پس اس حرارت کا نام حرارت عشقی ہے جو تمامی مخلوقات کی جامع ہے اسی واسطے حدیث قدسی مین ہے فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی اس حرارت عشقی کو جب حرکت ہوئی اور لَو نکلی تب آگ کہلائی اور وہ حرکت فی نفسہ ہوا ہے۔ لہذا ہوا بھی پیدا ہوگئی۔ ہوا اور آگ کے ملنے مین غلبہ بخار رہا جو پانی ہوگیا پھر آگ اور ہوا اور پانی کے ملنے سے جو غلبہ آگ کا ہوا خاک ہوگئی۔ ان سے آفاق مین موالید ثلثہ ہوئے اور انفس مین طبائع ہوئے غرض کہان تک طول دیا جاے اس عمیق نظر سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ مُغ یعنی آتش پرستون کا لہ اگر آگ ہے تو بے محل نہین ہے اگرچہ نسبت خیالی کی وجہ سے ہے پس مغ کے لفظ سے حضرات صوفیہ حرارت عشقی مراد لیتے ہین جسکا دینے والا آفاق مین آفتاب ہے اور انفس مین پیر و مرشد ہے ؎ (حافظ)

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت
چہرۂ خندان شمع آفت پروانہ شد

اور یہ مرشد عطر مجموعہ یعنی خرابات وحدت یکن ایک ذات ہی جو وحدت ہی کی ذات معہودہا ہے اور متخلق باخلاق اللہ ہے مغ سے حضرات صوفیہ یہی اصطلاحی معنی لیتے ہین جو لفظ مغ کی سیمرغ جان ہے جس کا آشیانہ خرابات وحدت ہے۔ اور ترسا وہ سالک ہے جو اس مغ پر فریفتہ ہے اور بسبب اتحاد وحدت کے جب مغ سے عینیت پاتا ہے یعنی مغ کہتا ہے کہ انت انا تب یہ کہتا ہے کہ انا انت یعنی انا کنا کنا انا یہ فنا فی المرشد ہے۔ اور فی الواقع فنا فی الرسول ہے اور حقیقتاً فنا فی اللہ ہے۔ اور یہ ترسا اپنی خودی سے مبرا ہو کر یہ دیکھتا ہے کہ بجز وحدت حقیقی کے کسی شئے کا وجود نہین ہے اور پھر اپنے آپ میں نامیت وحدت کا عقلاً ونقلاً وحسًا ادراک کرتا ہے اور اپنے سے باہر کوئی چیز نہین دیکھتا ہے تب شدت حرارت عشق سے بیتاب ہو کر عین حرارت عشق کو حق جانتا ہے۔ اور اس حق کو بجز اپنے وجود کے نہین دیکھتا ہے۔ لہذا حضرات صوفیہ نے مظہر تام وحدت عشقی کو گبر قرار دیا ہے یہ موحد عاشق کی دید ہے جس کے شعلہ انگیزیون مین فانی اور باقی ہوتا رہتا ہے اور ہر فنا اسکو ایک دوسرا وجود دیتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودًا غیرھا لیذوقوا العذاب[۱۵] عذاب مشتق ہے عذب سے عذب کے معنے شیرینی کے ہین۔ دیر قدوسی وحدت یعنی مقام لاہوت کو کہتے ہین جو سیمرغ بقا کا آشیانہ ہے اور یہ خاص نسبت حضرت روح اللہ علیہ السلام کی ہے۔ اور جس سالک پر غلبہ تنزیہ ہوتا ہے اُسکے مقام کو بھی دیر کہتے ہین۔ وحدت کے دو مراتب ہین ایک مقام احدیت کہ جس مین سالک ہمہ تن عین سرور ہوتا ہے یہ مرتبہ تنزیہی ہے اور دوسرا مقام واحدیت کہ جس مین اعیان ثابتہ کی دید سے علم حضوری مین مست وسرشار ومالامال رہتا ہے جس مین ہر شئے کی روحانیت اپنی جلوہ گری سے شادکام رہتی ہے اور ہر عین ثابت مین کل اعیان ثابتہ کا علم دم نقد ہوتا ہے اُسکو مینا کہتے ہین۔ اور جام اُس میناگری کے حصول صور کو کہتے ہین

---

[۱۵] جو کھال اُنکی اُتر جاتی ہو ہم اُسکے بدلے دوسری کھال چڑھا دیتے ہین تاکہ چکھین عذاب کے مزے ۱۲

بس کا مشاہدہ سویدای دل دفوا دسے ہوتاہے جن مین اعیان ثابتہ کے صور مجموعی طور پر بلا امتیاز ظاہر و مبرہن ہوتے ہین مگر عاشق اپنے سوز و گداز عشقی مین اُنکی طرف تخاطب نہین کرتاہے۔ الالبضرورت کسی نے خوب کہاہے ؎

جام ٹوٹا بت مدست کہ مینا ٹوٹا   دل عاشق بھی کوئی چیز ہے ٹوٹا ٹوٹا

رجوع الی اللہ مین سالک جب تک گیان اور دھیان کرتاہے حق اُس کی مراد ہوتا ہے اور وہ مرید اور جبکہ فنائے تام مرید کو اپنی مراد مین حاصل ہوتی ہے تب نامرادی کی وسیع میدان مین جا پڑتاہے اور ایک عرصہ تک دیر قدس مین سرگردان رہتاہے پھر جاذبہ اقدس سے نیا فیض اُسکو پہونچتا ہی تب نیا وجود اُسکو عطا ہوتاہے اور وہ مراد ہوجاتاہے اور حق اُس کا مُرید ہوجاتاہے اور ولقد کرمنا بنی آدم سے مشرف ہوتاہے اور حق کی عینیت بعینہٖ اُسکو گھیر لیتی ہے۔ اور حق سے اُسکو ولتصنع علی عینی کا خطاب حاصل ہوتاہے۔

خرد باشد از ینگونہ در آشفت   ولتصنع علی عینی چرا گفت

کیونکہ انسان اپنے سویدائے دل کے سبب سے وجہ حقیقی کا خال ہے۔ اور مین نے سویدائے دل کو وجہ حقیقی کا خال اس واسطے کہدیا کہ خال کی تعریف بھی ہوجائے جو آیندہ اشعار مین آوے گا در مجموعی انسان مع خال کے وجہ حقیقی ہے اور وہ مرشد عالم و عالمیان ہے ؎ (امام غزالی)

ماجامہ نمازی بسر خم کردیم   وز خاک خرابات تیمم کردیم
شاید کہ درین میکدہ ہا دریابیم   آن یار کہ در صومعہ ہا گم کردیم

صومعہ اُسکو کہتے مین کہ جس مقام پر مصلحت اندیشی و اعمال یعنی تعلیم و تعلم و تمیز نیک و بد و خودنمائی و خودستائی کا ہنگامہ عظیم برپا ہو اور میکدہ مقام محض بے اختیاری و تحمل کا نام ہے عالم گویدمن چہ کنم عارف گوید او چہ کند ابتدا ئُ رجوع الی اللہ مین بے اختیاری سے تحکم کا حال ہے

ف۱ اور وہ میری آنکھ کی ٹھنڈک بڑھاتا ہے ۱۲

لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم استفادہ کرنا چاہیے ؎

چون مصلحت اندیشی دور است ز درویشی — این سینہ پر آتش بہ این دیدہ پر آب اولی

اور جب فانی ہو کر رنگ حقیقت مین باقی باللہ ہو جاتا ہے تب وہ مرید ہو کر باسم حق سیر باللہ کرتا ہے ؎

چون پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون رو — رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولے

مگر یہ خدمت اُس کی عوام کی خدمت نہین ہے بلکہ ذاتی خدمت بحکم تخلقوا باخلاق اللہ[1] ہے یعنی اِس خدمت مین جو وجود ہر ذرہ کو عطا کرتا ہے وہی اس کی خدمت ہے

(حضرت صاحب)

اسے محض مطلق مت کہو کہ مقید آپ ہوا ہو وہ — وہی ایک ہے کہ بنا ہی دو نہ وہ مخفی ہی نہ پدید ہی

واضح ہو کہ توحید ذاتی محض فنا ہو جانے کو نہین کہتے ہین کیونکہ یہ ادھوری تکمیل ہے کہ محض لازمی ہے متعدی نہین ہے بلکہ توحید ذاتی فنا فی اللہ ہو جانے کے بعد بقا باللہ کو کہتے کہ جس سے تخلیق عالم ہے یعنی احدیت توحید ذاتی نہین ہی جو محض نیستی ہے بلکہ وحدت توحید ذاتی ہے جو بجمعیت نیستی احدیت ہستی واحدیت کے ساتھ ہست ہی اور یہ مرتبہ صوفی کامل کا ہے کہ جو بظاہر صومعہ مین تعلیم و تعلم کے لیے بمکاری اسمار کو ظہور و وجود دینے کے لیے بحکمت قدم رکھتا ہے ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین[2] ؎

آستین بر رو کشیدی ہمچو مکار آمدی — با خودی خود در تماشا سوے بازار آمدی

اور باطن مین رند سیہ مست دیر مغان کے نام سے موسوم ہی ؎

حافظ جناب پیر مغان جاے دولت ست — من ترک خاک بوسی این در نمی کنم

زہد محض طفلانہ تعلیم و تعلم کو کہتے ہین جو ضرورا سماء کے لحاظ سے ہونا چاہیے مگر یہ سرمایہ نشاط بلوغ نہین ہے ؎ (مولانا روم)

---

[1] اللہ کے اخلاق اختیار کرو ۱۲ [2] اور مکر کیا اُن لوگون نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ سب مکر کرنے والون سے بہتر ہے

خلق اطفال اند جز مست خدا　　نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ ایسے زاہد خالی از عشق و محبت کے لیے خود سورۂ یوسف مین جناب باری نے فرمایا ہے وکانوا فیہ من الزاہدین کیونکہ ایسا شخص اللہ جمیل یحب الجمال کی قدر نہین جانتا ہے۔ (رومی) ؎

یک شبی مجنون بخلوت گاہ راز　　گفت کاے پروردگار بے نیاز

از چرا نامم تو مجنون کردۂ　　عشق لیلی در دلم چون کردۂ

کردۂ خار مغیلان بالشم　　می بری شبہا بگردون نالشم

تو چہ خواہی زین گرفتاری من　　از خدائے من ازین زاری من

ہاتفش گفتا کہ اے مرد غریب　　در محبت کردم این غم را نصیب

عشق لیلی نیست این کار من است　　حسن لیلی عکس رخسار من ست

خوش نماید نالۂ شبہاے تو　　ذوقہا دارم بہ یارب ہاے تو

گر عشق مجازی اعلیٰ ترین سلوک نہوتا تو خود جناب باری رسول مقبول صلعم کو اپنا محبوب نہ بناتا۔ اور نہ خود اُن پر درود بھیجتا اور نہ ہم کو مع فرشتون کے اُن پر درود پڑھنے کی ہدایت کرتا اور نہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت زید پر اپنی شدت عنایت کا اظہار فرماتے اور نہ حضرت عائشہ صدیقہ سے آپ کو اسقدر محبت ہوتی۔ ؎

آنکہ عالم مست گفتش آمدے　　کلمینی یا حمیرا می زدے

آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ عشق مرد یعنی زید اور عورت یعنی حضرت عائشہ رضہ کے ساتھ عین تحبیب الٰہی تھی اب ہم ان اشعار کی شرح پھر شروع کرتے ہین مگر اس سے قبل یہ جان لینا چاہیے کہ مرد یا عورت مظہر تام حقیقت ہے پس ملاحت جمال نامتناہی کا ظہور و اثر بجز صورت انسان کامل کے اور کسی نہج سے نہین ہوسکتا ہی اور نہ تنزیہ مین

سلف اللہ جمیل ہے اور دوست رکھتا ہے جمال کو ۱۲

اوس کا پتہ چل سکتا ہے لہذا اوس ملاحت کو بروجہ تام یا مرد مین پائیے گا یا عورتین

؎ ملاحت از جہان بے مثالی — درآمد ہمچو رند لا ابالی

اِس ملاحت کے اِحسان کرنے والے کو عاشق رند کہتے ہین اور نفس ملاحت کو حُسن و عشق کہتے ہین ؎

حسن جب مقتل کی جانب تیغ بُران لیچلا — عشق اپنے مجرمون کو پا بجولان لے چلا

سیر الی اللہ مین المجاز قنطرۃ الحقیقۃ ہے اور سیر باللہ مین سب حقیقت کی جلوہ آرائی ہے اور اسکا مظہر تام پیر و مرشد ہے جس کو پیر مغان کہتے ہین۔ اور زاہد بھی بسبب نزول حقیقت کے اس ملاحت سے حصہ پائی ہوئی ہے لیکن بسبب ریا کے اُسکو بُرا سمجھ کر چھپاتا ہے اور یہ نہین سمجھتا ہے کہ عوام خلائق سے اُس نے ان تلذذات کو تو چھپا لیا لیکن اللہ سے جو اپنی عینیت سے عالم الغیب ہے کیسے چھپا سکتا ہے۔ اسوجہ سے وہ ملاحت کے استفادہ سے محروم ہے ؎

واعظان کاین جلوہ بر محراب و منبر میکنند — چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

اور عاشق رند حقیقت کو عین مجاز اور مجاز کو عین حقیقت جانتا ہے بحکم وھو معکم[له] اینما کنتم اور اپنی قلب و جگر و روح و بصارت و بصیرت سے بعینہ حقیقت و مجاز کی باہمی عینیت کو ادراک کرتا ہے اور کوئی فرق مجاز و حقیقت مین نہین کرتا ہے اور اپنی خودی سے جس کا فی الواقع وجود نہین ہے بیک دفعہ کنارہ کرتا ہے اور جملہ اسماے جلالی اور جمالی کے ذوات کو ایک ذات جان کر مثل خلا کے خالی ہو جاتا ہے اور عدمیت محضہ پر قائم ہو جاتا ہے اور اُسکا قول یہ ہوتا ہے ؎

بتان ماہوش اُجڑی ہوئی منزلین رہتے ہین — کہ جسکی جان جاتی ہے اسی کے دلمین رہتے ہین
خدا رکھے محبت کو کیے آباد دونون گھر — مین اُنکے دلمین رہتا ہون وہ میرے دلمین رہتے ہین

له اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہان کہین تم ہو ۱۲

گلشن راز

همہ عالم چو یک خمخانۂ اوست دل ہر ذرہ پیمانۂ اوست

دل اندر روے او یا اوست دردل بمن پوشیدہ شد این راز مشکل

اس قدر بیان کرنے کے بعد اب ہم ان اشعار کی شرح کرتے ہین جبکہ ناظرین کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ بجز معشوق مجازی کے کہ جو معشوق حقیقی ہے کوئی دوسری چیز نہین ہے ؎

جملہ معشوق ست وعاشق پردہ زندہ معشوق ست وعاشق مردہ

تاکہ ہم ناظرین کو ذرا شاہد بازی کا مزہ بھی چکھائین اور معشوق مجازی کے نظارے سے معشوق حقیقی کا جمال جہان آرا دکھائیں ؎

شراب وشاہد وشمع شبستان خروشِ بربط وآوازِ مستان

مے ومیخانہ ورندِ خرابات حریف وساقی ومردِ مناجات

گرو کردن بباده خویشتن را نہادن بر سرِ مے جان وتن را

خط وخال وقد بالا وابرو عذار وزلفِ پیچاپیچ وگیسو

شرابِ متعارف کے معنی یہ ہین کہ خواہ مے انگوری ہو یا اور کوئی قسم ہو مسکرات سے کہ جس کی مستی سے بیخود ہو کر بے خطرہ ہو جاے۔ اور اس مستی سے لذت اٹھائے اور جب مستی کم ہو جاے تو پھر اسکی طلب ہو شاہد کے متعارف معنی یہ ہین کہ کسی معشوق مجازی پر فریفتہ ہو اور اسکی سج دھج کلیتہ آپ ہی آپ بھلی معلوم ہو یا کسی شے پر فریفتہ ہو اور اسکا رنگ روپ ہر طرح پر آپ ہی آپ اچھا معلوم ہوتا ہو اور اسکی یافت یعنی وصال سے خرم و شاداں وفرحاں ہو۔ اور نایافت سے مغموم وسوزاں وگریان ہو اور اسکی طلب مین ننگ وناموس یا ملامت کی پروا نہو اور اس کی یافت کے صلہ مین جان تک دیدینے مین انکار نہو چاہے فسق وفجور سے بھی

اس طرح کی محبت ہو اور دنیا و مافیہا کی محبت کو اُسپر صدقہ کر دے اور اپنی معشوق کی مرضی کو سب پر مقدم جانے۔ اور شمع شبستان کے مجازی و اصطلاحی معنی یہ ہین کہ شاہد سراپا ناز کے فراق کی شب غم مین اُس کی وعدون کی یاد سے دل مین جو اُمیدین بندھتی ہین وہ ہر اُمید شمع شبستان ہے جس سے دل و دماغ مین سرور اور آنکھون سے آنسو اور دل سے آہ و نالے جو درد انگیز و حسرت خیز نکلتے ہین اُسی کو خروش بربط کہتے ہین اِس مین انداز شاہد مجازی سے شکوہ و شکایات کو بڑا دخل ہے جو تھوڑی سی دید بازی میں بوقت ملاقات ہو جاتی ہے ؎

پر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

بالجملہ خروش بربط و آواز مستان نہ فراق پر موقوف ہے نہ وصال پر دونون ایک ہی چیز ہین صرف اعتباری امتیاز ہے ؎ حافظ

گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست
گفت مارا جلوۂ معشوق بر این کار داشت

مے زیادہ تر اُس مستی کو کہتے ہین جو معشوق مجازی کی یاد مین بامید وصال یا وصال کے سرور سے ہوتی ہے اور اُس وقت ایک حالت سکریت معشوق و عاشق مین بسبب مستی کے بیخودی کی پیدا ہوتی ہے یہ پیمانہ ہے اور اُس یافت معشوق مجازی سے شکریہ معشوق حقیقی کا ایسا عظیم اور لطیف اور تہ دل سے ادا ہوتا ہے کہ جو معمولی زاہد کو بسبب حجاب تعظیم و تکریم کے جسکے واسطے خوف لازمی ہے کبھی حاصل نہین ہو سکتا اور اس مقام پر دو قسم کے امرد مناجاتی ہوئے ایک زاہد خشک محض دعا کرنے والا دوسرا رند عاشق تر جو واقعی حقیقی طور پر اپنے مطالب کی کامیابیون پر خواہ وہ کیسی ہی اچھی یا کیسی ہی بُری ہون شکر ادا کرنے والا ہے۔ اُس زاہد خشک مین ریا کا لگاؤ ہوتا ہے جس سے فی نفسہ قلب مین تاریکی آتی ہے۔ اور اُس فاسق مین چونکہ ریا کا لگاؤ نہین ہے اِس سے قلب مین فی نفسہ روشنی آتی ہے۔ اگرچہ وہ زاہد ظاہر مین معظم و مکرم ہے لیکن باطناً یہ عاشق مقدم ہے۔ اِس عاشق بے تکلف کو رند خراباتی

خراباتی کہتے ہین کو وہ مرد مناجاتی کا مقابل ہے ؎

راتون کو نہ مت جگاؤ شیخ مناجاتی سوتے ہوے جاگین گے رندان خراباتی

حریف وہ لوگ ہین جو اپنے ہم مشرب لوگون کے ساتھ ایک خمخانہ سے ایک ہی وضع پر شراب خواری کرتے ہون اور ایک ہی شاہد کی گردش پیمانہ سے شراب پینے کا سرور حاصل کرتے ہون اور اس شاہد یا شخص کو جس کے پیمانہ سے حریف شراب پیتے ہین ساقی کہتے ہین یہ حریف اسدرجہ شاہد بازی و محبت ساقی مین منہمک ہوتے ہین کہ بجز مستی کے اور کسی ننگ و بد کی پروا نہین کرتے اور جون ہی کہ نشہ نے کم ہو کر خمار کی رنگت پکڑی و ہین ساقی نے بے شمار کیئے دوسرا پیالہ شراب کا دیدیا جو سر خمار کی سرگرانی سے خم کے نیچے سے اُٹھا تھا وہ پھر اُسی خم کے نیچے جا پڑا یعنی جو ذرا ہوش آیا تھا اُس نے پریشان کرنا شروع کیا تھا کہ پھر بیہوشی کے غلبہ کے خطرات کے لکدکوب سے اُسکو آرام دیدی۔ اور بلالحاظ اِسکے کہ یہ سب مستی باعث فنا ئے تندرستی اور موجب آبرو ریزی ہے اُسکو شراب پینے ہی سے کام ہے ایسے شخص کو کہتے ہین کہ اُسنے اپنے آپ کو مے کے لیے رہن کردیا اور شرابخواری کی وجہ سے اپنے دین وایمان کے جانے اور جان و تن کے ضائع ہوجانے کی اُسکو پروا نہین ہے اور معشوقِ مجازی کے خط سے مُراد عنفوان شباب مین چہرہ پر داڑھی اور مونچھون کا سبزہ آغاز ہونا ہے۔ اور چہرہ پر صباحت مین جو سیاہی خال کی معلوم ہوتی ہے وہ اگرچہ سیاہ ہے اور صباحت مین دھبہ لگاتی ہے مگر چونکہ صباحت کی تمیز اِس خال کی سیاہی سے ہوتی ہے۔ لہذا وہ خال ایک نئے طرح سے اوس صباحت کو ملاحت بخشتا ہے کہ بغیر اُسکے صباحت پھیکی معلوم ہوتی ہے۔ اور معشوق مجازی کے قدِ بالا سے مراد اعتدالی راست قامتی کا حسن فطرتی ہے کہ بلالحاظ رنگ در وپ کے معشوق مجاز آپ ہی تا پہ تمامہ ہر عضو سے بھلا معلوم ہو اور یہ سمجھ مین نہ آئے کہ کیون بھلا معلوم ہوتا ہے اور اسکی علت کیا ہے ابرو اسکو کہتے ہین جو معشوق مجازی کے چشم سُرمہ سا کے اوپر اپنی حجابات سے اُسکو گھیرے ہوے نظر بد سے بچاتی ہے اور بوقت ضرورت خود کمان ہوجاتی ہے اور اپنی

پلکوں کے تیر سے دل عشاق کو چھلنی کر ڈالتی ہے کہ جسکی آواز نہیں اور نہ اسمیں کشش وکوشش ہے اور اسکی خبر بجز اُس خستہ دل عاشق کے کسی کو نہیں ہوسکتی عذار معشوق مجازی کے رخساروں کو کہتے ہین جو اپنی شدت لطافت کی وجہ سے رازہاے مخفی ہر کہ ومہ کو ظاہر کردیتے یعنے ہر کہ ومہ آپ ہی آپ فریفتہ ہوکر اپنے جان ودل سے اُن پر قربان ہوجاتا اور اُن کا بوسہ لیتا اگر زلف پیچاپیچ کی ناگنیں اور گیسوے پرخم کے مارسیاہ لٹک کر رخساروں کا حجاب نہو جاتے زلفون اور گیسوون کا حجاب ہونا یہ ہے کہ وہ خود بوجود سیاہی اور پیچیدگی کے نفس سیاہی و پیچیدگی سے عاشق از خود رفتہ کو اِس طرح اپنے آپ مین مشغول کیے ہین کہ رخساروں کیطرف رُخ کرنے کے سبب اُن کے درمیان مین حائل ہونے کی فرصت نہین ملتی۔ اور ان مارسیاہ کے خوف سے نظر کو قدم آگے بڑھانے کی جرأت نہین پڑتی پس لامحالہ عاشق کی یہ حالت دیکھکر کہنا پڑتا ہے کہ اسکو سانپ سونگھ گیا ہے یہ کیون؟ اِس لیے کہ اول ہی دہلہ مین معشوق مجازی پر نظر پڑنے سے زلف وگیسو ایسے بھلے معلوم ہوتے ہین کہ رخسار تک نظر پہونچنے کی نوبت نہین آتی اور معشوق کی یہ کیفیت ہے کہ وہ بوسہ کا منتظر ہے کیونکہ بہرحال اسکو بوسہ ہی سے لذت ہے اسکو اسکی کیا خبر کہ عاشق کے دل پر سانپ لوٹ رہا ہے اسکو بوسہ لینے کی طاقت نہین ہے۔ تب وہ معشوق بے پروائی کرتا ہے بے اعتنائی کرتا ہے متوجہ نہین ہوتا ہے بولتا نہین ہے۔ اور جو بولتا ہے تو بجز دشنام کے اور کوئی بات نہین ہوتی۔ اِس دشنام کی لذت کو عاشق کیا سمجھے کہ دہن معشوق سے گفتگو کی چاشنی بسبب دام زلف کے پھنس جانے کے اُس نے حاصل ہی نہین کی ہے کیونکہ اسکی رسائی بوجہ آشفتہ سری وبیہوشی دستاری کے دہن تک نہین ہوئی ہے۔ اور زلف معشوق نے وہ طوالت اختیار کی ہے کہ ایک سرے سے بڑھکر کمر تک لٹک آئی ہے جس کی چاہ عدمیت کہ آشیانہ مین عاشق غلطان وپیچان ہے۔ اور خود اپنا پتہ اسکو نہیں لگتا ہے جب کمر ہی مین پھنسا ہے تو قد بالا کی نظارۂ حسن وجمال سے کیونکر مالامال ہو۔ اب ہم ان الفاظ کی شرح مین بحکم المجاز قنطرۃ الحقیقۃ الفاظ کے مجازی معانی سے حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہین۔

شراب کے مجازی معنی تو بیان ہو چکے کہ بیخودی سے لذت حاصل کرنا۔ اب عارف کو یہ سوچنا چاہیے کہ بیخودی سے لذت کیوں حاصل ہوتی ہے تب حقیقی معنی معلوم ہونگے بیخودی سے لذت اسواسطے ہوتی ہے کہ سالک اپنی جزوی خودی سے نکلکر کل الکل ہوجاتا ہے یعنی اپنے مبداء سے مل جاتا ہے عیشہ کعیش اللہ کیونکہ مبداء اُسکا سوائے اللہ کے اور کوئی نہین ہے اور جزوی خودی جو بسبب حجاب تعین کے قائم ہوئی ہے وہ اعتباری ہے اِس واسطے سالک کی چول نہین بیٹھتی ہے لہذا اُسکی خودی باعث بے چینی و بیقراری ہوتی ہے ؎

نہ تھا جب کچھ خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا

خودی کی حالت مین حساب وغیرہ کی دھر پکڑ ہے اور بیخودی مین کچھ نہین ہے اُجڑے گاؤن سے خراج نہین لیا جاتا بہرحال یہ بیخودی ہی کا فیض ہے جس سے انسان خود کنز مخفی ہوجاتا ہے جیسا کہ اپنے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے کنت کنزاً مخفیاً اب دہان فرق کہان رہا کیے کہ مجازی بیخودی حاصل کرنے کو ہمنے مے انگوری یا اور کوئی شراب پی لی۔ اب کنز مخفی ہونے کے لیے شراب کہان سے لائین جو حقیقی بیخودی حاصل ہو۔ ہم کو اس شراب حقیقی کی تلاش کے لیے دو عالم ہین انفس اور آفاق۔ آفاق مین ہم کو معلوم ہے کہ ہم کبھی نہ تھے۔ اب ہین۔ کبھی نہ ہونگے۔ جب نہین تھے تو ہمارے لیے دنیا ومافیہا کچھ نہ تھی اب ہین تو ہم چونکہ نہ تھے۔ لہذا ہم تو کوئی چیز لائے نہین تو جو کچھ کہ ہمارے پاس ہے وہ کسی کا دیا ہوا ہے کیونکہ اگر ہم لائے ہوتے تو ہم کو اُسکی حقیقت معلوم ہوتی اور جب نہ رہینگے تو جس نے دیا ہے وہ لے لیگا تو دینے والا نہ دینے کے وقت محسوس ہوا اور نہ لینے کے وقت۔ اب اگر ہم کہین کہ ہمنے یہ عمل کیا اور ہم خاطی یا نیکوکار ہین یہ نہایت بیوقوفی کی بات ہے۔ اِس واہمہ کو دینے والے اور لینے والے پر چھوڑ دو اور اس دینے والے اور لینے والے کی یاد مین جو بے کیف و بے رد و بے جہت ہے۔ مجردہو کر بے صورتی کی شراب طہور سے مست رہو۔ یہ شراب حقیقی آفاقی ہے کہ جسکی مستی سے بظاہر کل عوالم انسان کے نظر حق مین سے نیست ہوجاتے ہین اور حقیقتاً انسان کل عوالم پر حاوی ہوجاتا ہے۔ یعنی ذرہ سے لیکر مع کل اجسام و اجرام سماوی کے

جس مین آفتاب وماہتاب بھی داخل ہین بلکہ اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین تک جس مین انس و جن شیاطین وملائکہ وجملہ خبیثات وطیبات۔ سعد ونحس۔ حجر وشجر۔ طیور ووحوش بحر وبر۔ ملک وملکوت۔ نجوم وسیارہ افلاک مع منازل وبروج۔ دوزخ وبہشت واعراف سدرۃ المنتہیٰ ولوح وقلم۔ کرسی وعرش جسم کل وشکل کل وہبا۔ نفس کل وعقل کل مع ملائکہ عالین رفرف یر قدرت قدیم وحادث۔ ازل وابد عدم ووجود۔ جہل وعلم۔ فنا وبقا۔ حی وحیات علیم وعلم قدیر وقدرت۔ مرید ومراد۔ سمیع ومسموعات بصیر ومبصرات کلیم ومتکلمات غفور وغفار بالجملہ نود ونہ نام جو حسب ذیل ہین۔ داخل ہین مع اپنی صفات کے (نود ونہ نام اسمای پاک حق تعالیٰ)

الرحمن	الرحیم	الملک	القدوس	السلام	المومن	المہیمن
العزیز	الجبار	المتکبر	الخالق	الباری	المصور	الغفار
القہار	الوہاب	الرزاق	الفتاح	العلیم	القابض	الباسط
الخافض	الرافع	المعز	المذل	السمیع	البصیر	الحکم
العدل	اللطیف	الخبیر	الحکیم	العظیم	الغفور	الشکور
العلی	الکبیر	الحفیظ	المقیت	الحسیب	الجلیل	الکریم
الرقیب	المجیب	الواسع	الحلیم	الودود	المجید	الباعث
الشہید	الحق	الوکیل	القوی	المتین	الولی	الحمید
المبداء	المعید	المحی	الممیت	الحی	القیوم	الواجد
الماجد	الواحد	الاحد	الصمد	القادر	المقتدر	المقدم
المؤخر	الاول	الآخر	الظاہر	الباطن	الوالی	المتعالی
البر	التواب	المنتقم	الغفور	الرؤف	مالک الملک	ذوالجلال والاکرام
المقسط	الجامع	الغنی	المحصی	المغنی	المانع	الضار
النافع	النور	الہادی	البدیع	الباقی	الوارث	الرشید الصبور

اور اس مجموعہ کا نام باعتبار صمدیت کے اللہ ہے اور اس اللہ کا نام احد ہے اور اس احد کا نام ھو ہے یعنی ھو کے وجود کے آگے یہ عالم مع جملہ اسمار حق کے گویا معدوم ہین یعنی کل اسامی حق اس ھو کے اندر مندمج ہین اور بسبب اندماج الکل فی الکل کے ھو ہر اسم ہو رہا ہے اور ہر اسم ھو ہو رہا ہے یعنی ہر اسم مثل ھو کے کل الکل ہے۔ جیسے قطرہ دریا مین مل جانیکے بعد بلحاظ مثال نفسی اور حباب دریا مین مل جانے کے بعد بلحاظ مثال آفاقی کل الکل ہو جاتا ہے۔ اور وہی کل الکل اپنی حرکت وتموج سے پھر قطرہ وحباب ہو جاتا ہے اور قطرہ اور حباب کل الکل مین کل الکل کا ذاتی فائدہ اُٹھاتا ہے اور وہ کل الکل تموج اور قطرگی مین بسبب اپنے کمال جامعیت کے جزر الجزر کا ذاتی فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اور اس کل الکل اور جزر الجزر استفادہ ذاتی کے آگے کل الکل اور جزر الجزر فانی ومعدوم ہو جاتی ہین اور ایک وجود رہ جاتا ہے اور جو بالکل بے کیف اور بے رد اور بے جہت وبے این وبے شین وبے مکان اور بے صورت اور بے شکل اور بے جوہر اور بے عرض ہے جسکے آگے سب معدوم ہے اور اس وجود کیواسطے کہین جگہہ نہین ہے وہ وجود عدم العدم ہے یعنی غیب الغیب ہے جسکے ماننے سے چارہ نہین ہے چاہے عقل سے اُسکی کتنی ہی تکذیب انسان کرتا چلا جائے اور اس وجود کا ادراک انسان کی انانے کیا ہے جو انفسی ہے۔ اور اگر آپ کہیے کہ اِس وجود کا ادراک انار انسانی نے نہین کیا ہے کیونکہ ایسے وجود کا ادراک ہو ہی نہین سکتا ہے۔ تو ہم کہین گے کہ اگر آپ کے انا نے اس وجود کا ادراک نہین کیا ہے تو آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ وجود غیر مدرک ہے پس ادراک تو ہو گیا اور جس طرح سے اس وجود کے مقابلہ مین کل مذکورہ بالا چیزین فانی ہو گئین۔ اُسی طرح پر اس انا د کے مقابلہ مین وجود فانی ہو گیا اب یہ انا نفسی ہے۔ جس کے حصول وکامیابی پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا کہ لا احب الافلین اور جس کی نسبت جناب باری نے فرمایا کہ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا یعنی نفس انا۔ اس تحدید سے توحید ابراہیمی وتوحید موسوی ایک ہو گئی۔ اور اس تحدید کی مؤید یہ حدیث قدسی ہے کہ ان فی جسد ابن آدم لمضغة وفی المضغة فواد وفی الفواد روح وفی الروح سر وفی السر خفی وفی الخفی اخفی وفی الاخفی انا

عطار

ہر کہ نادیدہ نامِ اُو گوید — مشرک ست و فضول و ناہموار
ہر کہ از دے نزد انا الحق سر — او بود از جماعتِ کفّار

حضرت سرمد

بگذر ز مقامیکہ خدا ہم حرفی ست

پس اس شراب حقیقی کا جو آفاق میں وجود ثابت ہوا ہے وہ بھی منجملہ ذوات مجموعہ عطر خرابانی کی ایک ذات ہے مگر آفاقی ہے۔ اور جو اِس تحریر میں انار کا وجود ثابت ہوا ہے کہ جس نے اس آفاق کو ذات میں مندمج کیا ہے۔ اُسی طرح نفس کی ذات بھی یہ انار ہے۔ جس نے اس اندماج کو ظاہر کرکے اپنے وجود کی ثابت کی ہوئی ذات دکھائی ہے کہ یہ انار نفسی مجازی اسم آخر حق کی عین ہویت آفاقی حقیقی اسم اول حق ہے۔ اور کل ظاہر اسم مجازی و آخر کا عین باطن اسم حقیقی اول ہے۔ اور اس مجموعہ کا نام الوہیت ہے۔ پس یہی مجاز ہے۔ جو حقیقت سے بڑھا ہوا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ عالم میں آپ جو چاہیں کریں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے۔ اور اگر کوئی روکنے والا نکلے گا تو یہی مجاز کیا یہ بلاوجہ ہے اگر یہ بات واقعی اور حقیقی نہ ہوتی تو باوجود نزول سخت احکام شرعیہ کے اور اسماء تبا ئمنہ کی ممانعت کی اور ہماری حقیقت کے انسان کو یہ عرضہ نہوتا۔ کہ کوئی معصیت بھی کرسکے انسان کو عرضہ معصیت کا اسی وجہ سے ہے کہ ؎ حافظ

سرا خالی ست از بیگانہ مے نوش — کہ جز تو نیست اے مرد یگانہ
وجود ما معمائیست حافظ — کہ تحقیقش فسون است و فسانہ

اب اس انار کی یافت میں جگر خون ہے۔ باوجودیکہ حاصل ہے اور چونکہ اس کی یاد کرنا تحصیل حاصل ہے۔ لہذا حکم ہے۔ یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد۔ کیونکہ آدمی یاد کرنے سے تفرقہ میں پڑجاتا ہے اسی انار کی وجہ سے حق تعالی کا کلام مکمل اس وقت ہو

کہ جب لفظ میں رسول اللہ صلعم کی زبان سے نکلا اور دیگر پیغمبران علیہم السلام کی کتابین بمقابلہ
قرآن فرقان کے کمتر سمجھی گئین کہ آفاق یعنی وجود کے کسی چیز کے ذریعہ سے آئی تھین جسکو
ہم بمقابلہ اس نار کے فانی کر چکے ہین۔ یہ مراقبہ اور اسکا حال وہ شراب ہی جس کو کہا ہی وسقاہم
ربھم شرابًا طھورًا بالجملہ نفس یعنی آدم مبدا، و معاد ہے قدیم و حادث ہے وجود و عدم ہی
ازل و ابد ہے اور جہان تک سوچتی چلے جایئے۔ یہان تک کہ آپ کی سمجھ بھی ختم ہو جاے وہ
انسان مع اس سمجھ کے ختم ہو جانے کے سب کچھ ہے۔ اگر آدم کی کسی صفت مجازی کو آپ ناقص یا
برطرف کر دین گے۔ تو آپ نے اپنے خیال مین اُس قدر خدا کو ناقص و برطرف کر دیا اور جس قدر
ناقص و برطرف کر دیا اُسی قدر تلذذ غائب ہو گیا اور حقیقت ناتمام رہگئی اور یہ ہو نہین۔ لہذا ماننا پڑیگا
کہ علی العموم ہر ہر انسان حق ہے اور اسمین انسان کامل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب
اعتدال اسمار کے تمامہ وبعینہ حق ہین اور یہی معشوق حقیقی ہے جسکو شاہد کہتے ہین بلا شاہد حقیقی
یعنی رسول اللہ صلعم کی راہ نہین ہے۔ اور آپ اللہ جمیل ویحب الجمال کے پورے پورے
مظہر ہین اور دیگر اشخاص بھی پورے مظہر ہین لیکن بفرق مراتب اور بسبب عدم اعتدال کے
آنحضرت سے مرتبہ مین کمتر ہین مگر چونکہ عالم مین ہر شخص آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے
لہذا ہر شخص جو کسی معمولی مرد یا عورت پر عاشق ہوتا ہے۔ وہ باطنا و معنا آنحضرت ہی پر عاشق
ہوتا ہی کیونکہ وہ اسی مجموعۂ عطر ملاحتی سے تازہ مشام ہے جو آنحضرت کے انار کا ہے۔ اور اُسکو
آپ ہی کے انار کا عشق ہے اب یہان پر کوئی تفرقہ باقی نہین رہا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یا اللہ ہی پر عاشق ہو تو عشق حقیقی ہے بلکہ اگر ایک چماری پر بھی عاشق ہو تو بھی عشق حقیقی ہے
اور آن حضرت اور خدا کا عشق ہے یہی شاہد مشہود ہے اور یہی مشہود شاہد ہے۔ اب اس
شاہد و مشہود و مشہود شاہد کی دید اگر انھین حواس خمسۂ ظاہری سے ہوگی۔ تو اکمل و اعلیٰ
درجہ کی ہوگی لہذا پہلے خدائی مجازی کے عاشق کو خون رُلا کر دریاے آتشین عشق مین غوطہ
دیتے ہین۔ اور تحت الثریٰ عدمیت مین فانی کر کے کر کے سلسلۂ عدم کو پہونچا دیتے ہین اور

جب عدمیت مین راہ نہین ملتی تب پھر اُسی پایئن مین لاڈالتے ہین تاکہ وہ دوبارہ مسل دیا جاے اور اسقدر فنا ہو کہ معراج ناف تک یعنی کمر تک پہونچکر عین عدمیت کو وجود جانے اور اوپر ترقی کرے اور بچپن مین پستان مادر سے شیر معرفت پیے اور پھر عدمیت کمر تک واپس بھیجا جاے تاکہ اس کی سمجھ مین آجاے کہ یہ شیر نوشی حصول لذت معرفت حق کے واسطے ہی اور پھر عروج کرے اور جس طرح سے کہ پلے حنائی نے اُس کو مسلا تھا اب وہ بزور وقوت عرفان بحالت بلوغ پستان حقیقت کو مسل کر آگے چل کھڑا ہو لیکن آگے پتہ نہین لگتا ہے کہ کدھر جاے اور کہان جائے ؎

کسی ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست　　　این قدر ہست کہ بانگ جرسی می آید

دہن گو مگو مین ہی اور چاہ زنخدان راہ مین آوازین مختلف سنتا ہے مگر یہ سمجھ مین نہین آتا ہے کہ کس کی آواز ہے۔ اور کہان سے آتی ہے اور اس آواز کا مفہوم کیا ہے اور کس آواز کو سچی جانے اور کس کو جھوٹی کبھی داہنی طرف والی آواز کو ملکوتی سمجھتا ہے اور بایئن طرف کی آواز کو شیطانی لیکن پھر متحیر ہوتا ہے کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے سمجھ مین نہین آتا ہے کہ کس کو پکڑے اور کس کو چھوڑے۔ سخت حیران ہو کر کہتا ہے کہ معشوق کی وعدہ خلافی کی یہی تعریف ہی ؎

پھر آس کیسی پاس آے ظالم　　　وعدے ہزاروں آنا جانا

آخر کار سب وعدے وعید برطرف کر کے ان سب آوازون کو ایک اپنے ہی دہن سے منسلک پایا ہی یقین ہوا کہ کوئی آواز بیرون دہن نہین ہے۔ اور اپنے ہی رنگ مین آپ ڈوب کر آگے کا رستہ لیا وہان ظلمت ظلوم وجہول نے سدرہ جسم وسدرہ رخ پر اپنی تاریکی پھیلا رکھی تھی۔ اذ یغشی السدرۃ ما یغشی یعنی زلف سیاہ سے بال بال بندھا تھا اُسکے اندر چشم غماز نے آنکھین دکھا مین بے اعتنائی اور بے اعتنائی نے جلوہ آرائی کی کمان ابرو نے تیر نظر کی بوچھار کردی

ؔ جب کہ چھا لیا تھا سدرہ کو جس چیز نے کہ چھا با تھا ؂

ایک ایک ادا نے قتل کیا ایک ایک انداز نے مارا ایک ایک ٹھوکر نے جلایا۔ آتش رخسار کی شعلہ انگیزی نے خرمن ہستی کو خاکِ سیاہ کر دیا انجام کار بجز سوختگی کے ہاتھ کچھ نہ لگا۔ جاذبہ عشقی نے لذتِ سوز و درد سے خوشوقت ہو کر نغمہ سنجی کی سے (سعدی)

کہ وارداین چنین عیشے کہ درعشق تو من دارم   شرابم خون کبابم دل ندیمم درد نقلم غم

وہمی تفرقہ نے دھمکایا رولایا مطلوب کی یاد میں غلطان و پیچاں کیا پر کچھ حاصل نہ ہوا معلوم ہوا کہ سے

ترا بِ اس کا فراق و وصل یوں ہی ہے نہیں کچھ اصل

ملے گا کون ہم سے جس گھڑی اپنا بدن چھوٹا

جاذبہ مرشدی سے بسبب محبت کے ہاتھ سے بے ہاتھ نہ دیکھا گیا اور انھیں حضرت عشق کے ہاتھوں بے چین ہو کر تعینات وہمی کے گیسوئے سیاہ کو رخ زیبا سے ہٹا دیا

رباعی

گر عشق نہ بودی و سرِ عشق نبودی   چندیں سخن نغز کہ گفتی کہ شنودی

گر باد نبودی سرِ زلفش کہ ربودے   رخسارۂ معشوق بہ عاشق کہ نمودی

پھر کیا تھا اپنا ہی وجہ وجہ اللہ نظر آیا اور اپنے ہی منھ سے بیساختہ یہ آواز نکلی کہ سے

مہندی ملکر ہے چوٹ مرجان پر   ہاتھ لانا نگار کیا کہنا

اور پھر اپنے ہی سویدائے دل سے بے صوت و بے حرف یہ سنا کہ سے (عرشی)

ما و شما در خیال ما و شما بودہ ایم   پردۂ ما و شما پردۂ ما و شما

اور معلوم ہو گیا کہ انسان ہی نفس حق ہے وہم کے دور ہو جانے پر اور تلوین سے تمکین آجانے سے ہی انسان جب مطمئن ہوتا ہے۔ تو خطاب ہوتا ہے کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور جنت

حق مین مسرور ہو کر مقام صدق فائز ہوتا ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر گر دوا ویلا کہ ایسے مقام قرب مین بھی وصل عُریان نصیب نہوا ؎

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت
چہرۂ خندان شمع آفت پروانہ شد

اس گندم نمائی و جو فروشی کی چوٹ نے مینائے دل کے سو ٹکڑے کر دیے جس کا نتیجہ لامحالہ یہ ہوا کہ قلنا اھبطوا منہا کا آوازہ بلند ہوا اور اسفل السافلین طبیعت مین اعلیٰ علیین سے پس پشت بھیجدیا گیا تاکہ چہرۂ خندان شمع سے خرابات مین وصل عُریان نصیب ہو ؎

بہشت عدن اگر خواہی بیا با ما بمیخانہ
کہ از پائے خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم

اور وصل عریان سے مرد مناجات ہوا۔ اور عشق مجازی عین عشق حقیقی ہوا۔ اگر اس طرح پر ازالۂ بکارت سالک کا نہوتا تو تفرقہ کی وجہ سے نہ اتحاد حقیقی نصیب ہوتا اور نہ سخت بدکردار و بداعمال ہو کر ایسی مکمل مناجات شمع شبستان کے استفادہ کیلیے ایسے ہوتی کہ جو آتش رخسار گل کا حقیقی و صیاد بریوبہ

بدہ ساقی آن بکر مستور مست
کہ اندر خرابات دارد نشست

بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن
مرید مے و جام خواہم شدن

فراق کا نام دوزخ ہے۔ اور وصال کا نام جنت۔ اور یہ دونون چیزین اور سب کچھ اسی انسان کامل یعنی اسم آخر جناب باری مین بدرجہ کمال موجود ہے۔ اسکا ہر ہر عضو اسکی ہر ہر صفت ایک ایک عالم ہے جو اپنی اپنی ذاتون سے اسی عطر مجموعۂ خراباتی مذکورہ بالا کی ذات مین مندرج و مندمج ہے اور وہ خرابات جیسا کہ کل الکل اپنی ذات مین ہے ویسی ہی کل الکل جملہ ذوات مین ہے اور ہر ذات جیسی کہ کل الکل اپنی ذات مین ہے ویسی ہی کل الکل خرابات کی ذات مین ہے اور یہ قیامت راست قامتی معشوق حقیقی سے برپا ہوئی ہے جو قیامت صغریٰ بھی ہے۔ اور قیامت کبریٰ بھی قیامت صغری اس معاملہ مین عین قیامت کبریٰ ہے۔ اور

سلہ ہم نے کہا کہ ز جاد بیان سے ۱۲

قیامت کبری عین قیامت صغری ہے جیسا کہ فرمایا کہ من مات فقد قامت قیامته اس شاہد مجازی حقیقی کا کیا کہنا ہے ہر عدمیت مین موجود ہے ہر موجودیت مین معدوم ہی جب موجود ہے ۔ تو کل یوم ھو فی شان ہی اور جب معدوم ہے تو کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذالجلال والاکرام اور وہ ذوالجلال والاکرام یہی سالک صاحب ہین جو اپنی فطرت عبودیتی کی جامعیت سے سر بسجود ہین اور ہر سجدہ اُن کو نئی فنا اور نیا وجود دے رہاہے ۱ف (جذب)

اہل نیاز ہین جناب کو سے صنم مین باریاب سجدہ کیا تو لاجواب سرہی زمین کا ہو رہا

اور یہ سجدہ سالک کہان کرتا ہے ۔ ۲ف مسجد اقصی مین جو انتہا ئے سجدہ ہے اور وہ انتہائی مسجد جسم انسان مع جملہ اعضا و جوارح کی ہی جسمین آفتاب عنقائے مغرب اپنی شدت بے رنگی و بے کیفی و لامکانی سے غروب ہوکر بروجہ کمال طلوع ہوا ہے ۔ اس انسان اور تعین مجازی کو شاہد حقیقی کہتے ہین ۔ اب مین اس شاہد مجازی حقیقی کی ایک ایک صفت اور ایک ایک ناز و انداز کو اور اُس کے غنج و دلال و اعتنا و بے اعتنائی کو مرشد قرار دیکر اوس کی معاملہ داری بیان کرتا ہون جو فی الواقع قابل معالمت ہے کیونکہ بے معاملہ داری کام ٹھیک نہین بنتا گھر مین بیٹھے ہوے کوئی چیز نہین آئے گی جب تک بازار سے خرید نہ لاؤ ۔ غرض عطار

همه عشق ست اندرین مصحف همه وصل ست اندرین گفتار
همه شوق ست اندرین صفحه همه ذوق ست اندرین طومار
قلم از راستی بدست آور بر در تهائے جان و دل بنگار
روز و شب ورد خویش کن این را تار ہد جانت از همه آزار
لیک باید که کار فرمائی ورنه خون خوردن دلت بچه کار

آپ جانتے ہین کہ کلی جبوقت تک کھلتی نہیں تو اگرچہ عمدہ اور دلفریب ہو لیکن اوس مین وہ

۱ف جو مرا اُسکی قیامت قائم ہوگئی ۱۲ ۲ف وہ ہر وقت نئی شان مین ہے ۱۲

بویائی نہین ہوتی جو کھلنے کے بعد ہوتی ہے۔اور جب تک کنت کنزاً مخفیاً ہے تو کلی ہے اور جب فاحببت ان اعرف ہے تو کھلا ہوا پھول ہے جو مہک رہا ہے۔اور اوس کی وقعی د حقیقی و تمامی لذت اسی ناسوت یعنی مجاز مین ہے جو بلا بہشت عدن سے پھینکے جانے کے نصیب نہین ہو سکتی ہے۔جماع معمولی چیز نہین ہے جس کی لذت مین ہر کس و ناکس کو شہوت رانی سے ابتلا ہے۔بلکہ جماع ناسوتی عین جماع حقیقی ہے جس سے کوئی شے علوی یا سفلی چھوٹ نہین گئی ہے بحکم ھُنَّ لباس لکم وانتم لباس لھن بلا تفرقہ و بلا خیال تفرقہ جسمانیہ حقیقت سے یکتائی اور اتحاد ہے اور وصل عریان اور وصال صورتاً نقد حال وقت سالک ہے ؎

عورت ہے آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا | سب سے بیگانہ ہے ای دوست شناسا تیرا
دید لیلی کے لیے دیدۂ مجنون ہے ضرور | میری آنکھون سے کوئی دیکھے تماشا تیرا

کیونکہ مجاز مین محض اتحاد ہے اور تفرقہ غائب ہے۔لہذا کبھی مرد مجنون عورت لیلی ہے اور کبھی عورت لیلی مرد مجنون ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہین کہ اس اتحاد سے کبھی لڑکی پیدا ہوتی ہے اور کبھی لڑکا۔اور ابتدا خلقت مین مرد آدم سے حوا ہوئین اور عورت مریم سے حضرت عیسی پیدا ہوئے یہی حقائق اور معارف ہین یہی عشقبازی ہے یہی مناجات ہے یہی توبہ ہے اور یہی استغفار ہے نہ اپنا اور چھوڑ ہے اور نہ حقیقت کا پتہ ہی جب اپنا پتہ نہین پاتے مین حقیقت کو دیکھتے ہین اور جب حقیقت کا پتہ نہین پاتے ہین اپنے آپ کو دیکھتے ہین جب اپنے آپ کو دیکھتے ہین یہ حقیقت ہے اور جب حقیقت کو دیکھتے ہین تو یہی ہم ہین گہے این آن گہے آن این۔ع

دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

حدوث اشیاء نے کل کائنات کو بگاڑ رکھا ہے ورنہ ہم تو یہین رہتے جہان ایسی چہل پہل ہے۔نے غم دزد نے غم کالا ؎

؎ عورتین تمہارا لباس ہین اور تم اُن کا لباس ہو ۱۲

بھر عمر تر اب اُسکی اطاعت مین جو گذرے　　پھر تو کوئی نعمت نہین جینے کے برابر

غالب ؎

ہم کو معلوم ہی جنت کی حقیقت لیکن　　دل کے خوش کرنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہی

چھوڑے گاؤن کا ناتا کیا۔ جہان سے ایک مرتبہ رسوائی سے نکالے جا چکے ہین پھر ادھر رُخ کرنا کون حمیت اور کون غیرت اور کون شرافت ہے جو کچھ ہو وہ نقد ہو ع

بستان وعدۂ محشر حرام ست

مولانا روم ؎

نقد حالِ خویش را گر پے بریم　　ہم ز دنیا ہم ز عقبے برخوریم

ارے ہم کو ناسوت ہی بھلا ہے رفاہ عام دم نقد ہے ایک سے لاکھون پیدا ہوتے ہین یہ پیدائش بے سبب نہین ہے ؎

چرخ کوکب یہ سلیقہ تھا ستمگاری مین　　کوئی معشوق ہی اِس پردۂ زنگاری مین

؎

جوان ہین اُوسکے کوچہ مین رکھا تھا گام　　گئے گذرے خضر علیہ السلام

؎

کہان کی شیخی او کیسی بزرگ　　ہر اسب دعوی و پندار ٹوٹا

بودنی نابودنی بودنی ؎

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ　　کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جنابِ والا! اِسی کو معاملہ داری کہتے ہین اور اسی کو خلوت در انجمن اور جلوت در خلوت کہتے ہین اور اسی کا نام سفر در وطن ہے حضرت بایزید بسطامی سے فرد الافراد کا قصہ ہو چلا ہے اوس کی تصدیق ہو یا نہو کیونکہ میکدہ خرابات مین صدق وکذب ٹھوکرین کھا رہا ہے صدق عین کذب ہے اور کذب عین صدق ہے کیونکہ جس طرح صدق اپنا اثر دکھلاتے

بغیر نہین رہتا اسی طرح کذب بھی اپنا اثر دکھاے بغیر نہین رہتا ہے کہ جو جامعیت الوہیت کا ثمرہ ہے اور انسان کامل اس شجر پیدائش کا اعلی ترین نمونہ قدرت ہی بلکہ ہمہ قدرت ہی اور ہمہ جوہر ہے یعنی احسن تقویم ہے حضرت بایزید بسطامی حج کرنے جاتے تھے چونکہ عارف تام المعرفت تھے لہذا آپ کا قاعدہ تھا کہ اثناے راہ مین ہر دیہ و قریہ مین مرد کامل کے متلاشی رہتے تھے۔ چنانچہ ایک قریہ مین ایک مرد کامل کی زیارت ہوئی۔ اُنھون نے اِن سے پوچھا کہ کہان جاتے ہو جواب دیا کہ حج کرنے جاتا ہون پوچھا کہ کسقدر خرچ تمھارے پاس ہے آپ نے بتایا تب اُنھون نے فرمایا کہ وہ درم مجھے دو۔ اور میرے گرد سات طواف کرو تاکہ تمھارے سات حج ادا ہو جائین (مثنوی)

گفت طوفے کن بگردم ہفت بار   دین نکوتر از طواف حج شمار
وان درمہا پیش من نہ اے جواد   دان کہ حج کردی و شد حاصل مراد
عمرہ کردی عمر باقی یافتی   صاف گشتی بر صفا بشتافتی
حق آن حقے کہ جانت دیدہ است   کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
کعبہ ہر چندیکہ خانہ بر اوست   خلقت من نیز خانہ سر اوست
تا بکرد آن خانہ را در وی نرفت   واندرین خانہ بجز آن حی نرفت
چون مرا دیدی خدا را دیدۂ   گرد کعبہ صدق بر گردیدۂ
خدمت من طاعت و حمد خداست   تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
چشم نیکو باز کن در من نگر   تا بہ بینی نور حق اندر بشر
بایزید آن کعبہ را دریافتی   صد بہار و عز و صد فر یافتی
کعبہ را یکبار بیتی گفت یار   گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار
بایزید آن نکتہ ہارا ہوش داشت   ہمچو زرین حلقہ اش در گوش داشت
آمد از وے بایزید اندر مزید   منتہی در منتہی آخر رسید

اور ایک مرتبہ کا قصہ مثنوی مولانائے روم مین لکھا ہے کہ حضرت حق جل جلالہ نے حضرت موسیٰ سے خطاب کیا کہ مین بیمار ہوا تم مجھے دیکھنے نہین آئے عرض کیا کہ یا الٰہ العالمین تو کیسے بیمار ہوسکتا ہے کہ جو مین تجکو دیکھنے آتا۔ ارشاد ہوا کہ فلان مرد کامل بیمار ہے وہ شخص بعینہ مین ہون اُس کا دیکھنا میرا دیکھنا ہے اور میرا دیکھنا اُسکا دیکھنا ہے

آمد از حق سوئے موسیٰ این عتیب — کاے طلوع ماہ دیدہ توز جیب
مشرقت کردم ز نورِ ایزدی — من حقم رنجور گشتم نامدی
گفت سبحانا تو پاکے از زیان — این چہ رمزست این بکن یارب عیان
باز فرمودش کہ در رنجوریم — چون نہ پرسیدی تو از روئے کرم
گفت یارب نیست نقصانے ترا — عقل گم شد این گرہ را برگشا
گفت آرے بندۂ خاصِ گزین — گشت رنجور اومنم نیکو ببین
ہست رنجوریش رنجوریِ من — ہست معذوریش معذوری من
ہر کہ خواہد ہم نشینے با خدا — گو نشیند در حضورِ اولیا
از حضورِ اولیا گر بگسلے — تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی

یافت کے معنی یہ نہین ہین کہ جس مین نایافت کا شائبہ نہو۔ کوئی گل گل نہین ہے جس مین خار نہو کوئی دہن دہن نہین کہ جس کے لب نوشین دشنام ریز نہون ؎

کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب — گالیان کھاکے بے مزا نہ ہوا

یہ جامعیت الوہیت کا ثمرہ ہے جو اس ناسوت ہی مین حاصل ہے یہ ناسوت عین لاہوت ہے اور وہ لاہوت عین ناسوت ہے۔ اور یہ ناسوت الطف اوس لاہوت سے ارباب ذوق واصحاب تحقیق کے نزدیک مرتبہ مین اعلےٰ ہے بشرطیکہ حدوث مین قدم کو دیکھے اور قدم مین حدوث کو اور اس قدم وحدوث کو دیکھ کر دونون سے بستر اردگرشاد کام بنا رہے۔ اور یقین جانے کہ یہی حدوث قدم ہے۔ کہ

العالم ما شمت رائحة الوجود طامة الکبری مین یہی حدوث وہم غیریت کے فانی ہوجانے کے بعد قدیم ہوجائے گا جیسا کہ تھا اور ہے اور آپ دیکھتے ہین کہ جب کوئی شے حادث ہوتی ہے اسکا فانی ہونا یہی ہوتا ہے کہ بجاے اُس وجود کے ایک دوسرا وجود بعینہ و باسمہٖ اُس شے کو مل جاتا ہے۔ ہر شخص جو بچپن مین تھا وہی جوانی مین ہے اور جو جوانی مین تھا وہی پیرانہ سالی مین ہے۔ اور مرنے پر بھی اُسی کا نام لیا جائے گا پھر یہ قدیم نہین ہے تو کیا ہے۔ اور انسان مرنے کے بعد بھی غائب نہین ہوتا ہے بلکہ ؎

چونکہ خواہد کاب آید در سبو — شاہ گوید جیش جان را کہ انزلوا
باز جانہا را چو خواہد بر علو — بانگ آید از نقیبان کہ ارکبوا
لیک معنے شان بود در یک مقام — در مراتب ممتیز ہم مدام
خاک شد صورت ولے معنی نہ شد — ہر کہ گوید شد تو گوئیش نے نہ شد
بعد ازین باریک خواہد شد سخن — کم کن آتش ہیزمش افزون مکن
تا نیند اید مشامت از اثر — اے ہواشان از زمستان سرد تر
بارے افزون کش تو این بور ابہوش — تا سوے صلت برد بگرفتہ گوش

پس نہ جاننا عین جاننا ہے اور جاننا عین نجاننا ہے اور نجاننا ہی عین جاننا ہی ہمکو جاننے پر توقف پسند ہے جو فی الحقیقت کمال نہین ہے۔ اور نہ جاننے پر توقف نہین ہے اور الجھن ہے جو فی الحقیقت کمال نہین ہے ؎

گر بعلم آییم آن ایوان اوست — در بجہل آییم آن زندان اوست

لہذا حقیقت کی یکتائی سے فائدہ نہین اُٹھاتے ہین مطلوب قدیم ہے۔ اور جاننے اور نجاننے سے پرے ہے کہ جس کا جاننا ما عرفناک حق معرفتک اور العجز عن درک الادراک ادراک اور یومنون بالغیب ہی جو عین شہود ہے۔ جسکو ناسوت الطف کہتے ہین۔ اور اسی کو مولانا حافظ شیرازنے بہشت عدن فرمایا ہے اور اس کا حصول بلامیکدیت وخراباتیت کے نہین ہوسکتا ہے

اسی واسطے ملامتیہ طریقہ مین قلندر مشربان نے حضرت رسول مقبول صلعم کو سید قوم ملامتیہ کہا ہے کہ جس کی معاملہ داری کا سبق حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت زید کے قصے ہین جسپر غیر قوین معترض ہین اور جاننے والے جانتے ہین کہ اعلی ترین تکمیل رسول اللٰہی یہی تھی نہ احکام شرایع کا رواج کیونکہ بوقت وصال آپ کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ کے زانو پر تھا کہ اصلی حقیقت کو بصورت منفعلہ مع جامعیت مجاز کے ملاحظہ فرمائین ۔ اور اسمین اپنے نفس کو دریاے حقیقت مین کالقطرۃ فی الیم اِسطرح سے غوطہ دین کہ جیسے حضرت عائشہ صدیقہ کو اپنے نفس کا ایک جزو جانتے تھے کہ جو جمعیت لاہوتی وناسوتی کا تقاضا تھا۔ جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربی نے کتاب فصوص الحکم فص محمدی مین تحریر فرمایا ہے ۔ اور یہ سب اسلیے تھا کہ بمقام الوہیت فائز ہوکر آپ کو یہ منصب حاصل ہو کہ آپ فرمائین قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون یہ مقام بہشت عدن ہے جو یاایتھا النفس المطمئنۃ الخ اور فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر سے اعلی ہے اور آپکے اسم احمد بلا میم کے تقاضہ سے ہی ؎

منزل حافظ کنون بارگہ کبریاست　　　دلبر دلدار رفت جان بر جانانہ شد

شمع شبستان، عالم لاہوت مین شمع شبستان اُن اسما و صفات مخزونہ حق کا نام ہے جن سے ظلوم وجہول انسانی کے اتحاد کے لحاظ سے حق اپنے نفس مین آپکو ادراک فرماتا ہے جس کا مقر مخ دماغ ہی اور عالم جبروت مین سویداے دل مین جو روشنی مثل چراغ کے ہی اور عالم ارواح مین جو تابش مثل سراج کے ہی اور ان دونون سے سالک کو اجمالا وتفصیلا اسما وصفات لاہوتی کا کشود ہوتا ہے اُسکو شمع شبستان کہتے ہین اور عالم ناسوت مین شمع شبستان اوس ضیاے مادہ کو کہتے ہین جس سے تشکل عضو توالد وتناسل کا ہوتا ہے ۔ اگر سالک اسمین پھنسا رہا تو فسق وفجور کی وجہ سے ہمیشہ تنزل مین رہے گا ۔ اور اُسکو کبھی کامیابی نہو گی ۔ اور اگر اس شمع شبستان سے فتبارک اللہ احسن الخالقین کے لحاظ سے احسن تقویم کا فائدہ اٹھانا چاہیگا

سلہ کہو منہ دو بجوز دو ان کو کہ ان کے خیالات میں کہ کھیلتے رہیں ۔ سلہ پس بزرگ ہے اللہ بہترین خالق

تو اسکا سویدائے دل مبدل بنوا د ہو جائے گا کہ جس سے شہود نفسی ہوگا اور سراج روحی سے کشود آفاقی ہوگا ۔اگر ان دونون شہود اور کشود مین سالک نہ پھنسے گا تو مخاطب بخطاب مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ہو کر لاہوت مین اپنی ذات سے اُمیت کا لقب پائیگا کہ جسکا پھیلاوا اس ناسوت مین ناسوت لطف ہو کر اپنے پورے قد و قامت سے قیامت ہو جائیگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لاہوت کے سمائے ناسوت ہی مین ہے یعنی مجاز عین حقیقت ہے اور حقیقت عین مجاز ہے۔ خروش بربط و آوازِ مستان ۔اشیار علی الخصوص انسان جب مرتبۂ لاہوت سے بحبت ظہور تنزل کرتا ہے تو نصف دائرہ نزولی کے قریب تک اُس کو اپنے مبدار کی یا د رہتی ہے کیونکہ سیر نزولی تک علم مبدار کا باقی رہتا ہے اور اوس کی وجہ سے مثل پروانے کے مکرر اپنے مبدار یعنی شمع شبستان لاہوتی کی طرف پلٹتا ہے اور اتحادی ذوق سے جو مفارقت ہوتی ہے اوس سے مبدار کی طرف پلٹنے مین شور و واویلا کرتا ہی امید کے دورباش کی صدا سنتا ہے۔ وہ صدا خروش بربط ہوا اور یہ ہائے وہو شورِ مستان ہے۔ اور یہ بروقت تخلیق روحانیات ہوتا ہے جس کو نغمۂ الست بربکم اور قالوا بلیٰ کہتے ہین۔ اور اس ہائے وہو اور دورباش کا نام عالم ناسوت مین خروش بربط اور شورِ مستان ہے۔ اگر راگ ورتماشہ مین سالک بسبب اس اثر کے منہمک ہو گیا۔ تو اسفل السافلین طبیعت مین رہ گیا اور اگر لاہوتی نغمہ سنجی اور روحانیات کے ذوق و شوق کی مستی سالک کے دل و دماغ مین اس ناسوت مین یاد لاہوت سے نہ گئی تو عین گریہ و زاری مین فائدہ الست بربکم قالوا بلیٰ کا حاصل کرتا ہے پس معمولی سماع اور وجد و گریہ و زاری مجازی عین حقیقی ہو جاتی ہے جس کو جاذبۂ حق کہتے ہین۔ اور اس مین حق ساقی ہوتا ہے اور یسقون فیہا کاسا کان مزاجہا کافورا سے لذت لیتا ہے۔ اور اگر مبدار کا خیال بزہد و تعبد رہا تو وہ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا زنجبیلا کا فائدہ اُٹھاتا ہے یہ اُن سے کم ہے۔ اور جو ان دونون امزجۂ شراب کو ایک کر کے یکسان جانتا ہے وہ وسقٰہم ربہم شرابا طہورا سے مالامال ہے اور اسی شراب کا مجاز مین بالبداہتہ حقیقی فائدہ

اٹھاتا ہے کیونکہ اوس کو ناسوت وجبروت و لاہوت ایک ہوجاتا ہے یہ اعلیٰ ترین تمثیل ناسوت الطف یعنی مجاز مین ہے جسمین آفتاب حقیقت غروب ہوا ہی۔ اور یہ حقیقی امر سالک حسب شعر شد مین پاتا ہی جو مجاز سے ہے اور کہتا ہے ؎ (حافظ)

ہست محفل بران قسم ارکہ بود ہست مطرب بدان ترانہ ہنوز

مغربی

مست و خراب اونم جام شراب اونم نیست کسی بغیر من میکدہ و سبوی او

اور عین وصال مین فراق کے سوز سے استفادہ کرتا ہے اور عین فراق مین وصال کو پاتا ہے ؎ (حافظ)

گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست گفت مارا جلوہ معشوق براین کار داشت

رومی ؎

چون بنالد زار بی شکر و گلہ اوفتد اندر ہفت گردون غلغلہ

اب ایسا شخص جس کی نظر اور دید مین ناسوت ولاہوت ایک ہوجائے مے و میخانہ اور رندی سے ایک ہی چیز مین ناسوت ولاہوت کا فائدہ حاصل کرتا ہے اور اوس کو کوئی شے مضر نہین ہوسکتی کیونکہ وہ فائدہ وضرر اور پاکی اور ناپاکی سے مبرا ہوجاتا ہے جیسے نطفہ صلب شخص مین فائدہ اور ضرر اور پاکی اور ناپاکی سے مبرا ہے۔ اور یہ حالت محض وہم کے اوٹھ جانے سے جسکا نتیجہ یقین آجانا ہے پیدا ہوجاتی ہے۔ کہ جس حالت کو خداوند عالم نے اپنے کلام پاک مین فرمایا ہے کہ فان مع العسر یسرًا ان مع العسر یسرا اول حصہ کے معنی یہ ہین کہ فطرت حق اس بات کی مقتضی ہے کہ تکلیف کے بعد راحت کا ہونا لازمی ہے۔ مثلاً کوئی تکلیف مرض الموت سے زیادہ نہین ہوتی ہے۔ وہ بھی انتقال روحی کے بعد جاتی رہتی ہے یعنی عسر سے یسر ہوجاتی ہے یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے ترقی کرکے حاصل ہوتا ہے اور نفس عسر اوسوقت یسر ہوگا کہ

سلہ بس بیشک ہر تکلیف کے ساتھ راحت ہو بتحقیق تکلیف کے ساتھ ہی راحت ہی ۔

جب اسمار و صفات کی تمیز ذات سالک سے منتفی ہو کر ذات حق مین مندمج ہو جائے۔ اور ایسے شخص کو رند کہتے ہین اور ایسی ذات کو خرابات کہتے ہین اب اس تحریر سے آپ کو سمجھنا چاہیے کہ نفس مے اور نفس میخانہ اور نفس رند اور نفس خرابات ایک ذات حق ہے کہ جس سے نہ کوئی چیز مافوق ہے اور نہ ماتحت۔ اور نہ اوس کے جوانب ہین نہ اوس کا درون ہے اور نہ بیرون ایسا شخص نہ شرقی ہے نہ غربی اسی کو پیر و مرشد کہتے ہین کہ جسکے تنوعات شیونات کی وجہ سے کبھی مستی مے مفہوم ہوتی ہے اور کبھی حسن خرابات میخانہ

سعدرومی

چونکہ لاشرقی ولاغربی ست او | بامنجم روز و شب حربی ست او

حضرت صاحب سے

بت پرستی بھی ہماری خالی از حکمت نہین | ایکدن مسجد بنا دیوین گے بتخانہ کو ہم

عام لوگ جو اس مذاق سے واقف نہین ہین وہ ششدر ہوتے ہین کہ بت خانہ کیسے مسجد ہو جائے گا اور آدمی کیسے لاشرقی ولاغربی ہو جائے گا اور مے و میخانہ و رند خرابات کیسے ایک خم مین یکرنگ ہو جائین گے اور پاکی اور ناپاکی کیسے ایک ہو جائے گی۔ اُنکو چاہیے کہ وہ کلام مجید کے اس حصہ آیت کا مراقبہ کرین کہ فاتخذہ وکیلا و فی انفسکم افلا تبصرون کا مشاہدہ کرین و ھو معکم اینما کنتم کی یاد کرین۔ اللہ نور السموات والارض کے معانی پر غور کرین اور اسی طرح کی اور بہت سی آیتین کلام مجید مین ہین حق سے معاملہ داری کرنیکے لیے کوئی آیت لے لین اور اوسمین تفکر کرین جو مخ عبادت ہے کہ جس سے اتحاد حقیقت نقد وقت ہو اور نہ چاہیے اور ہرگز نہ چاہیے کہ محض تعبدات ظاہری کے ادا کر لیتے پر اکتفا کرین جن کا حکم بسبب جامعیت کلام حق کے دیا گیا ہے یعنی قرآن پورا قرآن نہوتا اگر فرقان بھی سمین داخل نہوتا اور یہ فرقان ناسوت تک ہے جسکو دوام نہین ہے اور قرآن لاہوت تک مع ناسوت کی ہے اور یہ نفس فرقان ناسوت عین نفس قرآن لاہوت ہے۔ اور یہ سب محض وہم اور خیال کے اٹھجانے پر ہے گلشن راز،

وصال این جانگہ رفع خیال ست | خیال از پیش برخیزد وصال ست
انت اُمّی عصائے تو وہم ست | کہ ہمی اُفتی از سر دیوار
من زتن عریان شدم او از خیال | می خرامم تا نہایات الوصال

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت فرماتے تھے انا رفیق الاعلی الا لعیش الاصفی مع الذین انعمت علیھم اور خود جناب باری فرماتا ہے کہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم اور من کان میتا فاحیینٰہ حدیث الا ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار مثلاً اس مقام پر ایک مراقبہ آیۂ کریمہ فاتخذہ وکیلا کا لکھا جاتا ہے یعنی خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم مجکو اپنا وکیل بناؤ جس کے معنی یہ ہین کہ حق تعالیٰ نے اپنی ملکیت خود انسان کو دیدی ہے۔ اور خود انسان کی طرف سے وکیل بنا ہے۔ ایسی آیت اور کسی کتاب آسمانی مین انسان کے شرف ذاتی کے لیے نہین فرمائی ہے۔ یہ خاص عنایت محمدیون کے لیے ہی کہ اصلی اتحاد ذاتی کو ہمارے انسان کے واسطے کلام مجید مین ظاہر اور مبرہن کردیا ہے اور بتا دیا ہے کہ میری ذات انسان ہی اور میرے اسمار اور صفات کا نام جو اللہ ہے وہ میری ذات یعنی انسان کا وکیل ہی تاکہ ہر محمدی کو معیت حق کی ادراک کرنے مین آسانی ہو اور وہ بلا خرخشہ و خوف و حزن کے اپنے آپ کو عین حق جان کر اسمار و صفات حق سے جو اوس کے اپنے ہی اسمار و صفات ہین استعانت کرکے بآسانی سلوک مین فائدہ اُٹھائے مثلاً آپ ذات حق ہین بے کیف و بے رو و بے جہت لاغربی ولا شرقی۔ آپ کے صفات و افعال لاتعد ولا تحصیٰ ہین اور ہر ہر صفت اور ہر ہر فعل کو آپ کی ذات سے عینیت ہی۔ اور آپکو ہر ہر فعل و ہر ہر صفت کے ساتھ عینیت ہی

؎ مین رفیق اعلیٰ اور عیش صفی چاہتا ہون اون لوگون کے ساتھ جن پر مین نے فضل کیا ہی ۱۲ ؎ اون لوگون کو جو اللہ کی راہ مین قتل ہوئے ہین مردہ نہ خیال کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہین ۱۲ ؎ جو مردہ تھا اوس کو ہم نے زندہ کیا ۱۲ ؎ آگاہ ہو کہ اولیاء اللہ مرتے نہین ہین بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہین ۱۲ ؎ پس بناؤ تم اوس کو (یعنی اللہ کو) اپنا وکیل ۱۲

اور باوجود اس دطرفہ عینیت کے ایک غنیت ہی اور باوجود ایک عینیت کے آپ کی ذات نہ کسی کی
عین ہے اور نہ کسی کی غیر ہے۔ عین اِس وجہ سے نہین ہے کہ آپ کی ہر صفت اور ہر فعل مین اس قدر
سمائی نہین ہے کہ حق کو من کل الوجوہ لے سکے اور غیر اس وجہ سے نہین ہے کہ آپ کے ہر اسم و
ہر صفت جو متمیز ہوتی ہے آپ کی ذات کی ایک شان ہے چون کہ آپ کی ذات کے شیونات
وہی ہین جنکو حق کے ذات او حق کے شیونات کا اظہار طرح پر بجا ہے لہذا کل اسماے حق آپ ہی کے تھے انکی شیونات
ہین پس آپ کے سریان سے فیض اقدس مین ہیولی ہر شئے کا قایم ہوا ہے اور آپ ہی کے
اسمار وصفات کے سریان سے فیض مقدس سے بطریق انعکاس ہر شے وجود مین آئی ہے لہذ
جس شے سے آپ مدد چاہین خواہ مدد انفعالی ہو یا مدد فعلی تو اس شے سے مدد چاہنے مین
آپ حق کو اپنا وکیل بناتے ہین یعنی اس شے یا اسم کی ملکیت آپ کی ذات پر نہین ہے بلکہ آپکی
ملکیت اس شے پر ہے پس اپنے نفسی عمل مین آپ کو یہ گیان چاہیے کہ جو کام مثلاً ہاتھ سے
کریں وہ کام خدا کو وکیل بنا کر کرین۔ اور بلا اس وکالت اور فعل کے آپ کوئی کام نہین کرسکتے
اسی طرح پر دیگر حواس ظاہری سے جو آپ دیکھتے سنتے چکھتے سونگھتے ہین۔ تو یہ سب کام خدا کو
وکیل بنا کر کرتے ہین۔ اور یہی کیفیت آفاق مین ہر شے کی محسوس و ادراک کرنے کی ہے اس طرح
پر مراقبہ کرنے مین آپ کی ذات تو حق کی ذات رہتی ہے۔ اور کل اسمار وصفات حق کے
اور کل مدرکات نفسی و آفاقی آپ کے تحت کن مین رہتے ہین۔ لہذا قرآن کل فرقان پر
حاوی رہتا ہے۔ اور آپ سرورِ محض رہتے ہین یہ نہین کہ بیہوش بلکہ باہوش اللہ لا الٰہ الا
ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم اور آپ آپ نہین رہتے ہین بلکہ آپ کی ناسوتی وہمی
خودی باطل ہوجاتی ہے جیسی کہ باطل تھی اور حق اپنی صرافت ذات مین آپ ہی کے تعین ناسوتی
مین بر وجہ کمال کمل جاتا ہے۔ اور سلوک عین حق اور حق عین سلوک ہوجاتا ہے۔ اور آدمی
نور کا شعلہ نور ہوجاتا ہے اسی مقام سے یہ اقوال بزرگان دین کے ہین لیس فی جبتی سوا اللہ حضرت جنید

۵۸۔ میرے لباس مین سوائے اللہ کے کوئی نہین ہے۔

سُبحانی ما اعظم شانی حضرت ابو یزید بسطامی انا الحق حضرت منصور۔ اور اس وقت انسان موتوا قبل ان تموتوا کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اور واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین مین مسرور و محظوظ رہتا ہے۔ اور جب تک اس طرح پر سلوک کر کے انسان حضرت حق کے اتحاد کو دریافت نہ کرے گا اُس وقت تک کمال انسانی سے بہرہ اندوز نہ ہو گا ممکن ہے کہ دیگر مجاہدات سے فیوض و برکات کا ورود بعنایت الٰہی ہو مگر وہ پادر ہوا ہے اور قابلِ اعتبار نہین۔ اور انسا نیکے ٹھہرنے کی جگہ نہین۔ اور اوس سے کبھی سکون تام حاصل نہین ہوسکتا ہے

تا نمیری نیست جان کندن تمام　　بے کمالِ نردبان نائے ببام

قصہ مختصر سید ہا لٹکہ رسول اللہی طریقہ سے یہی کہ ہم نہین حق سب کچھ۔ اور وہ ایسا سب کچھ ہے جو ہمارے کچھ نہونے کو بھی گھیرے ہوے ہے پس جو کچھ اچھا اور بُرا اس غور و تفکر کے ساتھ ہمسے سرزد ہوتا ہے وہ حق ہے اور اب ہم جو اپنے آپ کو ہم کہتے ہین یہ ہم حق سے ہے اور ہم حق کی مراد ہین اور حق تعالیٰ ہمارا مرید اور وکیل ہے اگر ضرورت ہی تو ہم بحیثیت مالک ہونے کے حق اپنے وکیل سے کہ سکتے ہین کہ اسکو پورا کردے حق بحیثیت وکیل کے خائن نہین ہے وہ ضرور پورا کرے گا علی الخصوص ایسی حالت مین کہ جب ہمارا کہنا بھی اوسی کا کہنا ہی متقدمین کا فی الواقع ایمان بہت قوی تھا جس کی وجہ سے اونھون نے مدارج کمالات حاصل کیے مجاہدہ جسمانی اُن کی ترقیات مدارج کا باعث نہین ہوا ہے پس ہم لوگون کو بھی قوت ایمانی سے زیادہ کام لینا چاہیے۔ نہ قوت مجاہدہ ظاہری سے۔ اور قوت ایمانی یہ ہے جس کی تصریح مین نے اوپر کی جب آپ نے اس طرح پر قوتِ ایمانی کو سمجھ لیا تب مستعد ہو جائیے اور سعی کیجیے کہ مذکورہ بالا اتحاد ذاتی حقیقی آپ کو (جیسا کہ ہے) کھل جائے اور کھل جانے کے بعد بحالت تکمیل

لہ پاک ہون مین بزرگ ہے شان میری ۱۲ کہ اور عبادت کر اپنے رب کی یہان تک کہ تجھ کو یقین آجاے ۱۲

کوئی تئے آپ اپنے آپ مین اوس حالت مین زائد نہ پائین گے جس حالت مین آپ نے سلوک
شروع کیا تھا بجز اسکے کہ وہم غیریت جو محض اعتباری ہے اُٹھ جائے گا اور قادرِ مطلق ہر جو حق جائیگا
اب آپ مرد مناجات ہوئے کہ جو چاہتے ہین کرتے ہین یعنی آپ کی دعا رد نہین ہوتی ہے
انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون اور جو اس فنا کے صاحب حال اشخاص ہین وہ
باہم حریف ہین اور جو سرور کہ اس قدرت سے حاصل ہوتا ہے وہ قادرِ مطلق کی عینیت سے
حاصل ہوتا ہے جو ساقی ہے۔ اب حریف و ساقی اور مرد مناجات تک کی معانی جو بیان
کیے گئے ہین۔ اون سے آپکو معلوم ہو گیا ہو گا کہ حریف و ساقی و مردِ مناجات صرف ایک
شخص یا ایک بت یا ایک پیمبر یا ایک حق یا ایک انفس مشمول آفاق یا ایک ملکوت یا ایک ملک
یا ایک انسان جامع ہے جس کا ظہور عین بطون ہے۔ اور بطون عین ظہور ہے اوّل عین آخر ہے
اور آخر عین اول ہے اور وہ ایک تعین اعتدالی ہے جو بسبب اعتدال کے لاتعین ہے جسکو آپ
ایک تعین محمدی از لاہوت تا جبروت کہہ سکتے ہین لیکن اسکے بیچ مین جو تعینات ہین وہ بدستور
خفا مین رہتے ہین اور تعین لاتعین ہے اس کل مین کلیت کے ساتھ ظاہر و مبرہن ہے۔
جب تک یہ لاتعین اپنی رحمتِ عامہ کو بلحاظ جود و بخشش کے کام مین نہ لائے۔ اوس وقت تک
ہر تعین کا ظہور بہ مناسبت اوس تعین کے نہین ہو سکتا ہے۔ پس تعین لاتعین کا جود و عدل
اس بات کا مقتضی ہوا کہ بحکم وما ھو علی الغیب بضنین۔ ہر تعین جزوی کی مناسبت سے
اپنے آپ کو ظاہر فرمائے اور عینیت کے ساتھ ظاہر فرمائے تاکہ وہی عینیت اوس تعین کی ذات
ہو کر اوس تعین کو وجود بخشے اور بمناسبت اوس تعین کے مسرور و محزون و محفوظ
و مصئون ہو بمطابقت کل حزب بما لدیہم فرحون یعنی وہ حقیقت محمدی اپنے آپ کو ہر تعین
کی مناسبت سے باہر نہ جانے دے اور بحکم مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین پیچ آپ کو

لہ جز این نیست کہ امر اس کا جب کسی چیز کا ارادہ کرے یہ ہو کہ اوس سے کہتا ہے کہ ہو وہ
ہو جاتا ہے۔ لہ ہر گروہ اوس چیز سے خوش ہے جو اون کے واسطے ہے ۱۲

اوس تعین مین رہکر کے اوس تعین کا سر ور وحزن از خود در خود حاصل کرے تاکہ کوئی کلفت و تکلیف وحزن و سر در تعینی بھی حق کی عینیت وجامعیت علم سے باہر نہ جاے اور صفت مین ظہور ہر جزدی تعین کا دم نقد ہوجاے اور بحکم آیہ کریمہ ولنبلونکم حتی نعلم جس طرح سے حق تعالیٰ عالم عالم غیب ہے عالم عالم شہادت بھی ہوجاے۔ اگرچہ عالم غیب مین بھی عالم عالم شہادت تھا مگر اوس عالم مین عالم شہادت مختفی تھا اور غیوبیت عالم غیب غالب تھی اب اس عالم شہادت مین غیوبیت عالم غیب مختفی ہوجاے اور شہود عالم شہادت کا کھل جاے تاکہ دونون پلّے برابر ہوکر میزان عدل مین اعتدال کلی حاصل ہو۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور اسی کو اصطلاح صوفیہ مین ؎

گردکردن بباده خویشتن را　　　نہادن بر سرِ می جان وتن را

کہتے ہین اسی لیے اگرچہ ہر ہر ذرہ مین آفتاب حقیقت محمدی تابان ودرخشان ہے۔ اور عین ہرشے کی وجود سے دم اناء بار رہا ہے مگر آپ اوس شئے کو دیکھتے ہین جو وہمی ہے اور اوس آفتاب کو نہین دیکھتے جو حقیقی ہے۔ اور اسی وہم غیر کا نام غفلت ومعصیت ہے۔ اور اوس وہم کے اوٹھ جانے پر مثل رسول اللہ کے جس کو خدا نصیب کرے انا فتحنا لک فتحا مبینا کا محل ومورد ہوسکتا ہے۔ اور یہی ناسوت اسکو ناسوت الطف ہوجاتا ہے۔ عالم لاہوت اور ناسوت مین جو فرق دن اور رات کا تھا اوٹھ جاتا ہے اور یہی فضاے لاہوتی و ناسوتی ہے جبین رات اور دن دم نقد دکھائی دیتا ہے اور یہی قد بالاے معشوق حقیقی ہے جس سے ہر آن قیامت قائم ہے۔ اور خفا مین حشر ہے اور ظہور مین نشر ہے جس کا مظہر تام مرشد ہے ؎

پسر خوانم یا پیمبر کعبہ خوانم یا خدا　　　اصطلاح شوق بسیار ست ومن دیوانہ ام

کیونکہ وہ فانی فی الرسول ہے۔ جاننا چاہیے کہ مبدا محض خیر ہے اور اپنی ذات وصفات

ملہ اور آزمائینگے ہم تکو یہان تک کہ جان جائین ہم۔ ۵۲ بیشک کھولدی ہم نے تیرے لیے صاف کشائش۔

وافعال سے ایک وجود ہے کہ عدم اوسکا مقابل نہین ہے بلکہ تمایز اسماے وجود سے عدم کی زنیت ہے اور ہر تمایزے فی نفسہ وجود بسبب حب ذاتی کے متلذذ ہے اور یہ تلذذ حق وجود ہی کا ایک علمی وجود پایا جاتا ہی جسمین جسقدر علحدگی تمیز ہے اسقدر اُس وجود کی وہمی حیثیت ظاہر ہے اور وہی فنا ہو جانیوالی چیز ہے اور جسقدر تاثر اس شئے کا ہی وہ شی فی نفسہ بحثیت وجود حق کے متاثر و متاثر ہوتی ہے نفسی تعین مین رونگٹا رونگٹا ایک ایک مسامات سے لاکھون موثرات ظاہر کرتا ہے اور ہر تاثر اوس نفس کی ایک شان اور ایک اسم اور ایک صفت ہے جس کی حد و انتہا نہین ہے اور وہ ہر اسم ہر صفت ہر شان آفاق کے لیے ایک ایک عالم ہے جس طرح سے نفس مین اختصار و اجمال کی کوئی حد نہین ہے اوسی طرح سے آفاق مین تطویل و تفصیل کی کوئی انتہا نہین ہے خط اسما و شیونات ذاتیہ وجہ حقیقی کے تسلسل نامتناہی کو خط کہتے ہین جس کا اختتام وجہ حقیقی پر ہوکر خال وجہ حقیقی بناتا ہے جو سلسلۂ نامتناہی اسما و صفات کو توقف ہوتا ہے اوس کو قدسی تعبیر کرتے ہین اور جہان پر توقف ہوتا ہے وہ نقطہ خال کہا جاتا ہے اس اجمال کی یہ تفصیل یہ ہے کہ ؎

برمدار از مقام مستی پے ۔۔۔ سرہم آن جا بنہ کہ خوردی مے

جب سالک کو رجوع الی اللہ مین ناسوت سے لاہوت تک جو ایک شخص ہی اس شخص مین سفر در وطن ہوتا ہے تو اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین تک شخص آفاقی کی سیر ہوتی ہے اور مخ دماغ تک مع جمیع عوالم اندرونی کے ایک مجموعی عالم مع ماہیات و تاثرات و تاثرات کے مکشوف ہوتا ہے ۔ اور یہ ایک خط ہے جو نقطۂ خال پر یعنی مخ دماغ پر ختم ہوتا معلوم ہوتا ہے اگر وہ نقطہ آگے کی جانب فنا ہوکر وجہ حقیقی پر نمایان ہوتا ہے تو وہ سالک ملک شخص کامل و مکمل و صاحب احسن تقویم ہوتا ہے اور اگر وہ اس بھید کو نہ سمجھا اور اپنے علو ترقی مین توقف نہ کیا تب ایک دوسرا شخص اکبر دیدمین اوس شخص سے کہ جس کو اوس نے طے کیا ہی نازکتر اپنے افق اعلیٰ مین پاتا ہے ۔ اور یہ شخص بھی جو ایسا نازک ترین مشاہدہ ہوا ہے اپنے

افق اعلی مین بازدید ہوتا ہے اور اسی طرح سے تیسرا شخص جو اوس سے بھی نازک ہے اپنے افق اعلی مین بازدید ہوتا ہے۔ اور ہر شخص کے مخ دماغ تک سالک کی سیر ہوتی ہے اور ہر خال مین اسی شخص سے سیر کرتے ہوئے ایک عالم مشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے اور سالک سخت پریشان ہوکر حیرت مذمومہ مین گرفتار ہوجاتا ہے اور کہین اور چھور نہین معلوم ہوتا ہے اسی کو تسلسل کہتے ہین جو محال ہے۔ اسوجہ سے کہ سالک اپنے سیر عروجی مین سمجھتا ہے کہ مین بخط مستقیم بلندی پر جارہا ہون حالانکہ تخلیق عالم مین بلندی و پستی نہین ہے اوسکو اپنے اول سیر شخصی مین جب مخ دماغ تک پہونچے یہ سمجھنا چاہیے کہ جب اوس سے رفعت پر جائیگا تو اوس کو رفعت نہین ملے گی۔ بلکہ پس پشت مخ دماغ سے ہوکر جتنا چلا جائے گا اُتنا اسفل السافلین مین پہونچ جائے گا۔ اور اوسی تنزل مین پلٹے جنانی تک پہونچ کر ایک دائرہ بنائے گا۔ اور یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ حقیقت کو محدود کیے دیتا ہے۔ پس اول وجہ سے تسلسل ہے اور نہین ہے۔ اور دوسری وجہ سے تحدید ہے اور نہین ہے لہذا سالک کو نہ تسلسل کی راہ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ حیرت مذمومہ ہے اور نہ حد کی راہ اختیار کرنا چاہیے کہ حقیقت حد سے مبرا ہے۔ بلکہ مخ دماغ تک پہونچ کر عین مستی و سرور مین کہ جو حقیقت الحقائق مین حقیقت تشبیہی ہے وجہ حقیقی پر تنزل اختیاری حاصل کرنا چاہیے۔ تاکہ احسن تقویم کا فائدہ اپنے اسماء وصفات کے مشاہدہ و عرفان و معائنہ سے حاصل کرے جیسا کہ جناب باری کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ یٰاَیُّھَا الانسان انّک کادح الی ربک کدحًا فملاقیہ فامّا من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابًا یسیرًا و ینقلب الی اھلہ مسرورا[۱] واما من اوتی کتابہ وراء ظھرہ فسوف یدعوا ثبورا و یصلی سعیرا[۲] اور یہی حیرت محمودہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اللّٰھم زدنی تحیرًا

---

[۱] اے انسان تجھکو پہونچنا ہے اپنے رب تک بس تو اوس سے ملیگا پس جسکی کتاب سیدھے ہاتھ مین دیگئی پس اسکا حساب آسانی سے کیا جائیگا اور وہ اپنے لوگون مین خوشوقت لوٹیگا اور جسکی کتاب پس پشت دی گئی وہ موت کو پکارے گا اور دوزخ مین پہونچے گا ۱۲ [۲] خدا وندا میری حیرت کو بڑھا ۱۲

اور اسی کو مسجد اقصیٰ و مقام محمود کہتے ہین اور اسی مقام پر انسان مستحق تاج خلافت ہوتا ہے اور اسی واسطے کلام مجید مین اس آیۂ مذکورہ کے بعد آیت سجدہ ہے لیکن کب جبکہ اُدھر تسلسُل کے خط سے بچے اور ادھر حد کے خال محدود سے۔ اور محض سرور سے استفادہ کرے کہ حقیقت مسلسل ہے نہ محدود اور سرور محض مستی کو کہتے ہین۔ اور یہ مستی بلا شراب کے ہے اور بے کیف بے ردوبدل جہت سے ہے اور اسی کی پوری شرح حکیم سنائیؒ نے اس شعر مین کی ہے کہ ؎

برمدار از مقام مستی پے — سر ہم آنجا بنہ کہ خوردی مے

اور یہی قدِ بالا مقام وحدت ہے کہ نہ اس کے اوپر ہوائے تسلسُل ہے اور نہ اس کے نیچے ہوائے تحدید۔ صدق[لہ] اللہ العلی العظیم کنت فی عماء ما تحتہ ھواء وما فوقہ ھواء اور اسی وجہ سے خط و خال اگرچہ بہت عمدہ ہین لیکن اس عذار حقیقی کے حجاب ہین اور عذار بہت حقیقی اپنی جامعیت اعتدالی اسمار کی وجہ سے ہر اسم عوالم اعتباری کو بسبب ولوج کے حسن و جمال فی نفسہ بخشتا ہے یعنی عروج و نزول تمام عوالم کے دوائر کا محض محراب ابرو کے بل جانے سے ہو جاتا ہے۔ کہ جس کی پلکون کی چلمن سے کبھی عشاق کو مرتبہ عرفان و دید دم نقد ہوتا ہے اور کبھی زلفِ پیچان و گیسوے دراز کے پھینساوے سے عشاق کے کلیجہ پر سانپ لوٹتا ہے۔ اور اسطرح یہ کل اسمائے حق ایک ہی وجہ حقیقی پر دوسرے اسم متبائن سے دم اناالحق مارتے ہین۔ اس لیے معشوق مجازی کے چہرہ کی ہر چیز باوجود حجاب ہونے کے دید حقیقی کا فائدہ بخشتی ہے اور چاہ زنخدان کے گرنے سے بچاتی ہے۔ ع

بگڑنے مین بھی زلف اوس کی بنا کی

اور چاہ زنخدان کے اسفل السافلین مین گرنا بھی نہ گرنا ہے۔ کیونکہ زبان بے زبانی سے آوازۂ اھبطوا[کہ] مصرا فان لکم ما سالتم بلند ہوتا ہے۔ اور اس وجہ حقیقی مجازی کا پرتوہ کو من ہے

[لہ] سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ مین عماء مین تھا کہ نہ اوس کے نیچے ہوا تھی اور نہ اوس کے اوپر ہوا تھی ۱۲ [کہ] شہر مین اُترو جو تم نے مانگا ہے سو ملے گا ۱۲

کہ جس کے مقابلہ مین چہرۂ مجازی کو اجمال کہین گے اور کونین کو اوس کی تفصیل آپ دیکھتے ہین کہ کوئی شخص جو کسی شخص پر عاشق کہا جاتا ہے وہ چہرہ ہی پر عاشق ہوتا ہے یہانتک کہ فاسق و فاجر بھی بلا لحاظ کسی نیت بد کے چہرہ ہی پر عاشق ہوتا ہے۔ پس معشوق مجازی کے چہرہ پر جس قدر حجابات ہین وہ بھی حق کی دید کا فائدہ بخشتے ہین اور یہ فائدہ نہ تسلسل مین ہو سکتا تھا اور نہ تجدید مین۔ جو دم نقد محض نظارہ بازی معشوق مجازی سے حاصل ہوتا ہے ؎

جینے نہ دے گی آنکھ تری سرمہ سا مجھے ۔۔۔ ان کھڑکیون سے جھانک رہی ہو قضا مجھے

اگرچہ عاشقی کی یہ ہنگامہ آرائی ذرہ ذرہ مین کوس لمن الملک بجا رہی ہے۔ جس کے ذوق نے ماہیت اشیاء کی ایک صورت بنا کر کھڑی کر دی ہے اور عشقی جاذبات نے اپنے حتی المقدور کسی چیز کو نہین چھوڑا کہ اوسکو تصادم جاذبات و شوق سے کوٹ پیٹ کر اوس کی ایک صورت نہین دکھائی (جذب) ؎

بنا کر کھڑے کر دیے دل کھلونے ۔۔۔ کرشمے تو اوس بت کے بیٹھے تھے خالی

جس کی وجہ سے عالم کی ہر شے اس قدر مکمل اور قابل تعریف و قابل جذبات ہو گئی ہے کہ نکتہ چینی کی یا کسی تبدیلی کی اوس مین گنجائش نہین رہی ہے اور ایک ایک شے کا ذوق و شوق ایسا عظیم ہے کہ کل اشیاء کا ذوق شوق اوس مین آکر ختم ہو گیا ہے اور ہر اختتام نے اوسی کے اندر ہزار دن جدید عوالم بنا رکھے ہین جس کی حد و انتہا نہین ہے مگر مجھ کو ایک دن کا قصہ یاد ہے کہ مین حضرت قدر قدرت کے حضور مین بلا آراستگی محفل کے ایک قوال کا سماع سن رہا تھا اور محض ایک لفظ یا ایک شعر یا صرف تغنی کے ذوق سے میرے دل پر اس قدر اثر ہوتا تھا کہ اگرچہ مجھ کو سماع مین کبھی حال نہین آیا لیکن اوس وقت بار بار حال آنے کے قریب ہو جاتا تھا تاہم گریہ بہت تھا۔ کیونکہ مجکو جاذبات سے علیحدہ ہو کر اور کوئی ٹھکانا نہین ملتا تھا اس سماع کے ختم ہونے کے بعد حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور الگ

لیجا کر مجھ سے ارشاد فرمایا جس کا مطلب یہ تھا کہ ذوق شوق بہت اعلی چیز ہے اور جاذبات عشق سے کون چیز افضل ... اور یہی مطلوب اور یہی موصل الی المقصود ... اس کی یکسوئی عرفان حاصل کرنے ... پیدا ہوا انکا ہے اور بلا اسکے کچھ حاصل حاصل نہین ہوتا ہے لیکن پھر بھی حجاب ہے ؎

تا نمیری نیست جان کندن تمام ... بے کمال نردبان نائی بہ بام

جس طرح زہد خشک سے تقوی حاصل کرنا چاہیے جو زہد سے اعلی ہے اوسی طرح ذوق شوق کے ذریعہ سے تقوی سے نجات ... وہی طرح ان اللہ غنی عن العالمین[ملہ] کے فیض اقدس کے خاکستر مین نار عشق بازی ... ے فیض مقدس کو دبائی رکھنا چاہیے اگرچہ یہ اس قدر مشکل ہے کہ بمنزلہ محال کے ہے۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ... کہ صاحب آپ کچھ نہین ہیت ہے اور کو کیسے بچائے مگر مقصود فنا فی اللہ ہے بحکم الفقر فخری اور جب تک تلوین ہے تفرقہ ہے جب تمکین ہوگی تب ؎

اتصال بے تکیف بے قیاس — ہست رب الناس را با جان ناس

؎ موسیا آداب دانا دیگر اند — سوختہ جان و روانا دیگر اند

لہذا فنا اس درجہ کی حاصل ہونا چاہیے کہ حق تعالی کو سالک کے ساتھ جو معیت تامہ وکاملہ ہے اس معیت کا سالک مین ہوجاے تب کافری جلوہ نمائی کرے گی اور سالک کی ذات محض جو عین حق ہے۔ حق کو رفیق اعلی بنالے گی اور حق اس کا رفیق اعلی ہوجائے گا سالک اپنے آپ سے جیسا بے تکلف و بے حجاب و مطمئن ہے ویسا ہی بلا تفرقہ حق اسکے ساتھ بے تکلف و بے حجاب ہو جائے گا۔ اسی مقام سے مولانا روم نے فرمایا ہے ؎

وقت آن آمد کہ من عریان شوم — جسم بگذارم سراسر جان شوم

اور حکیم سنائی نے فرمایا ہے ؎

ملہ اللہ بے نیاز ہے عالم سے ۱۲

عاشقی جز باختیار خطا | آہ عاشق باختیار کجا

اورخود رسول اللہ صلعم نے وقت وصال ارشاد فرمایا کہ اخترت الرفیق الاعلے[1] - اور اس رفاقت کا مزا حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ العزیز نے چکھا تھا کہ اس شعر مین فرمایا ہے

تراب اوس لاتعین سے پڑا ہی ذائقہ جسکو | وہ کب غفلت سے پڑتا ہی تعین کے بکھیڑے مین

جب اس لا امکانی مین سالک قیام کرتا ہے جو بے حد دشوار ہے تب وہ بسبب صمدیت کے مثل ایک گیند کے ہوجاتا ہے کہ اوس کو چوگان تنزیہہ وتشبیہہ مین جسطرف جس طرح پھینکو اوس کو کچھ فرق نہین ہوتا ہے - اور تب وہ اس حدیث کا مورد ہوتا ہے - کہ من[2] عشق وعف وکتم ومات مات شہیدا باللہ اور باوجود غناکے اپنے نفس سے غافل نہین رہتا ہے یعنی سالک کا نفس بحکم الغناء[3] غنا النفس غناے نفس حاصل کرلیتا ہی اور اوس کی چشم بصیرت دم نقد چشم بصر ہوجاتی ہے - اور حق اپنے غیب سے غیب الغیب کا مرتبہ شہود سالک مین پاتا ہے اور اوس کے معاملات اور اس کا کاروبار حق اور رسول اور پیرومرشد کے ساتھ بسبب اتحاد ذاتی کے یہ ہوجاتا ہے کہ جس کو اپنے واقعہ اور مشاہدہ مین مولانا حافظ شیرازی نے اپنے ذیل کی غزل مین سراہا ہے سبحان اللہ کیا عمدہ معاملات ہین اور کیا عمدہ کاروبار ہے اور کیا فناء الفنا ہے اور کیا عمدہ ذوق ہے اور کیا عمدہ عشقبازی ہے اور کیا عمدہ استغنا ہے غزل

درسرای مغان رفتہ بود وآب زدہ | نشستہ پیر وصلاے بشیخ وشاب زدہ
سبوکشان ہمہ در بندگیش بستہ کمر | وے ز طرف کلہ خیمہ بر سحاب زدہ
فروغ جام وقدح نور ماہ پوشیدہ | عذار مغبچگان راہ آفتاب زدہ

---

[1] مین نے رفیق اعلی کو اختیار کیا ۔ [2] جو عاشق ہوا اور پاک رہا اور چھپایا اور مرگیا وہ شہید ہے ۔ [3] اعلی غنا نفس کا غنی ہو جانا ہے ۔

گرفتہ ساغرِ عشرت فرشتۂ رحمت | ز جرعہ بر رخِ حور و پری گلاب زدہ
ز شور و عربدہ شاہدانِ شیرین کار | شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زدہ
عروسِ بخت دران حجلہ با ہزاران ناز | کشیدہ وسمہ و بر برگ گلِ گلاب زدہ
سلام کردم و با من بروئی خندان گفت | کہ ای خمار کشِ مفلسِ شراب زدہ
کہ کرد اینکہ تو کردی بضعف ہمت و رائے | ز گنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زدہ
وصالِ دولتِ بیدار ترسمت ندہند | کہ خفتۂ تو در آغوش بخت خواب زدہ

بیا بمیکدہ حافظ کہ بر تو عرضہ کنم
ہزار صف ز دعاہاے مستجاب زدہ

باب چہارم:

اندکے از بسیار

چونکہ اس مقدمہ مین جابجا حضرت قدر قدرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی آگیا ہے

واجب آمد چون کہ بردم نامِ اُو | شرح کردن رمزے از انعامِ اُو
تا زمین و آسمان خندان شود | عقل در درج و نور صد چندان شود

اس لیے مین اپنا قصہ ابتدا سے بطور انموذج کے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون مین کمسنی مین حضرت قدر قدرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کا مرید ہوا تھا حضرت نے مرید کرنے کے بعد دل کا نقشہ دکھلایا تھا جسمین اللہ سنہرے حروف سے لکھا تھا اور پاس انفاس کی تعلیم جیسے علی العموم ہر مرید کو اس آستانہ مین کی جاتی ہے فرما دی تھی۔ اور ھو کی مشغولی بھی بتلا دی تھی۔ چنانچہ مین پاسِ انفاس اور مشغولی کیا کرتا تھا۔ مرید ہونے کے بعد کچھ دنون تک نماز کی پابندی بہت ہی

اور اس کے بعد میرے ماموں۔ نواب محمد اکرام اللہ خان صاحب مغفور ہم تینوں بھائیوں کو تعلیم انگریزی کے لیے ضلع ہردوئی مین لے گئے اور جب انگریزی پڑھنے کا دور دورہ ہوا تو نماز کا کھنے دار ہو گئی کبھی ہوتی تھی اور کبھی نہین اور وہی سلسلہ عرصہ تک جاری رہا مگر مشغولی ایک بزرگ کامل کی بتائی ہوئی تھی وہ کبھی ناغہ نہین ہوئی جب مین ہردوئی مین پڑھتا تھا تب ریل جاری نہین ہوئی تھی چار دن مین بہلی کی سواری پر ہردوئی سے کاکوری پہونچنا ہوتا تھا اس وجہ سے سال بھر مین ایک مرتبہ کاکوری آنے کی نوبت آتی تھی۔ مین ہردوئی مین تھا کہ حضرت پیرومرشد برحق کی سخت علالت کی خبر پہونچی اور وہی زمانہ میرے امتحان انٹرنس کا تھا دل چاہتا تھا کہ حضرت کے حضور مین حاضر ہون مگر یہ خلش ہارج ہوئی کہ امتحان کیونکر پاس کرونگا غرض حاضر ہونا نصیب نہوا اور حضرت پیرومرشد کا وصال ہو گیا۔ اوسکے بعد ایک روز مین اپنے کمرے کے آگے ایک چھپر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک فقیر جس کی صورت خواجہ سرا اون کی سی تھی سڑک پر یہ دردناک مصرعہ پڑھتا ہوا نکلا ع

اوسی قاتل نے بے تلوار مارا

اور سخت سوزوگداز مین تھا مین نے اوس کو بلایا اور سبب پوچھا اوس نے بیان کیا کہ مولوی شاہ عبدالرزاق صاحب لکھنوی کا مین مرید ہون۔ اور اون سے فیض پائے ہوے تھا۔ اور اوس سے مسرور تھا نہین معلوم کیا سبب ہوا کہ شاہ صاحب مجھ سے ناراض ہو گئے اور اُنھون نے سب کیفیت سلب کر لی۔ مین نے بہت خوشامد کی اور برسون منت سماجت کی۔ مگر اوس کیفیت کا اعادہ نہین ہوا اور بے چینی روز بروز بڑھتی گئی۔ جب بہت تنگ ہوا تب مین نے سونچا کہ آخر تو انھون نے مجھ کو تباہ کیا ہے اور کچھ دیتے دلاتے نہین ہین لاؤ مین ان کا خاتمہ کر دون۔ اب پیرومرشد کے قتل کی فکر مین ہوا اور ترکیبین سونچتا رہا بالآخر یہ خیال مین آیا کہ ان کو سحر کے ذریعہ سے ہلاک کرون۔ اب جادو کیونکر اور کس سے سیکھون اس فکر مین سرگردان رہا آخر مین یہ معلوم ہوا کہ نیپال کی طرف کچھ لوگ ہین جو ساحری جانتے ہین اور سکھاتے ہین مین وہان گیا اور ایک عرصہ تک

ادن سے سحر سیکھا اور سیکھ کر پھر لکھنؤ آیا اور شاہ صاحب پر مین نے اوس کا عمل کیا سحر کا قاعدہ یہ ہے کہ جب ساحر سحر کرتا ہے تو ایک بکرا یا مینڈھا بھینٹ کے لیے رکھ لیتا ہے۔ اس لیے کہ اگر جادو پلٹ آئے تو اسکو وہ نذر کر کے خود جان بچائے ورنہ وہ ساحر کو ہلاک کر ڈالتا ہے چنانچہ مین نے مکرر شاہ صاحب پر سحر کیا اور مکرر وہ واپس ہوا اور مجھ کو بھینٹ کے واسطے مینڈھا دینا پڑا۔ آخر مین مایوس ہوا کہ ان پر جادو نہ چلے گا۔ پھر مین نے ادن کی خوشامد کرنا شروع کی مگر وہ راضی نہوئے اور مجھ کو اوس کیفیت کا لطف بھولتا نہین ہے بالکل بے دست و پا ہون کوئی چارہ نہین ہے بجز اس کے کہ یہ چلاتا پھرون کہ

ادسی قاتل نے بے تلوار مارا

تب مین نے اوس سے کہا کہ تم کسی اور بزرگ سے رجوع کرو اور توبہ اور استغفار کرو۔ خدا غفور الرحیم ہے معاف کریگا۔ اور خواہ انھین بزرگ کو خوش کر دے گا یا کوئی دوسرا بزرگ تم پر مہربان ہو جائے گا یا تقدیر الٰہی پر شاکر رہ کر صبر کرو تب اوس نے کہا کہ جو کیفیت سے لذت اٹھا چکا ہے اوس سے صبر نہین ہو سکتا۔ اور جو ایک در سے نکالا جاتا ہے۔ اوس کا گذر دوسرے در مین نہین ہوتا ہے وہی خوش ہون تو ہون نہین تو یہان بھی دوزخ ہے اور وہان بھی دوزخ ہے تب مین نے اوس سے کہا کہ تم نے جادو سیکھا یہ بڑی معصیت ہے تم نے یہ کیون سیکھا اوس نے کہا کہ مرتا کیا نہ کرتا اس سے زیادہ دوزخ مجھ کو اور کیا ہو سکتی ہے جس مین کہ اب مین مبتلا ہون۔ بہرحال مین اوس کی کیفیت سے ڈر گیا اور مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ مجھ کو بھی میرے مرشد نے مردود کر دیا ہے کیونکہ محض انگریزی امتحان کی وجہ سے مین حضرت کی عیادت کو حاضر نہین ہوا اور آپ کا وصال ہو گیا۔ اور مین اسقدر پریشان ہوا کہ اوسکا ضبط کرنا میرے امکان سے جاتا رہا۔ اس خیال سے کہ لوگ کیا کہین گے مین بلگرام کے جنگل کی طرف چلا گیا اور ڈاڑھین مار مار کر رونا شروع کر دیا جب شام ہونے لگی تب مجبوراً واپس آیا اوس زمانہ مین ایک مجذوب مظہر علی شاہ مشہور تھے اور وہ ہر دوئی مین آگئے ہوے تھے اور ماموں صاحب کے یہان سے ادن کو دو روپیہ ملا کرتے تھے وہ اکثر شراب پیتے ہوے آتے تھے

ہمارے کمرہ میں بیٹھ جایا کرتے تھے اور سور شاہ اور کتے شاہ اور بھیڑیے شاہ اپنے چیلوں کے نام بھیجے خط لکھایا کرتے تھے۔ اور رات کو جس صحن میں ہم لیٹتے تھے اوس صحن کے پائین ہو کر نعرے لگاتے ہوئے بازار کی سڑک پر نکل جایا کرتے تھے میں نے اوس پریشانی میں رات کو کھانا نہیں کھایا اور سر میں درد ہو گیا اور بخار چڑھ آیا اور اوس صحن میں شام ہی سے لیٹ کر سو گیا غالباً نصف شب کے بعد میں یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ کسی شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جنازہ آیا ہے جس کو زیارت کرنا ہو کر لے اور وہ جنازہ اوس طرف کے چبوترہ پر ہے (اس چبوترہ کے کمرہ میں میرے ماموں صاحب رہتے تھے) میں بہت عجلت کے ساتھ دوڑا لیکن جب چبوترہ پر پہونچا تو مجھے خطرہ آیا کہ وضو کر لینا چاہیے اپنے کمرہ میں واپس آیا اور پانی لے کر ہاتھ دھونے پایا تھا کہ پھر خطرہ آیا کہ مبادا دیر ہونے کی وجہ سے زیارت جاتی رہے فوراً بلا وضو دوڑا ہوا وہاں پہونچا تو میں نے دیکھا کہ ایک کوچ بچھا ہوا ہے اوس پر آں حضرت چیت کالے کمبل سے منھ بند کیے ہوئے لیٹے ہیں یہ دیکھکر ایک انگریزی باجہ میز پر رکھا تھا میں اسنے بجانے لگا اسکے بجاتے ہی بہت سے اور گھنٹوں کی آوازیں شدت سے میرے کانوں میں آنے لگیں اور وہ کمرہ زرد نورانی ہو گیا اور ایک آواز شدید توپ کی ایسی ہوئی جس سے اوس کمرہ کے ایک گوشہ کی زمین شق ہو گئی اور اوس زمین سے ایک بزرگ برآمد ہوئے جو آکر مودب بیٹھ گئے اور آں حضرت کوچ سے نیچے اوتر آئے۔ اور میں ڈر کر یا رسول اللہ یا رسول اللہ کہتا ہوا آپکے قدموں پر گر پڑا اور بے انتہا رونے لگا آپ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ "بیٹا! تو مر گیا" اب یہ وہ وقت ہے کہ جو وقت مظہر علی شاہ نعرے لگاتے ہوے میرے پائین سے سڑک کو جاتے تھے اونھوں نے جبکہ میں اس خواب میں یہاں تک پہونچا تھا میرے پیر میں ہاتھ مارا اور ڈانٹ کر کہا کہ اوٹھ میں جاگ پڑا تکیہ اور بستر میرے آنسوؤں سے تر تھا اور مجھے محسوس ہوا کہ میری زبان سے یا رسول اللہ یا رسول اللہ جاری تھا اور مظہر علی شاہ نعرہ لگاتے ہوئے سڑک پر چلے گئے میں اوٹھ بیٹھا ششدر رہتا کہ میں نے یہ کیا دیکھا اور مظہر علی شاہ نے مجھے کیوں جگایا اور انگریزی باجہ میں نے کیوں بجایا۔ اور یہ

عظیم الشان ہنگامہ کیسا تھا زمین کیون شق ہوئی اور یہ توپ کی آواز کہان سے آئی اور وہ بزرگ جو زمین سے برآمد ہوکر مؤدب بیٹھ گئے تھے) اتنا حصّہ خواب کا بھول گیا بالجملہ چھہ ماہ تک مین اِس خواب کو سوچتا رہا اور وقتاً فوقتاً اس مدت مین ایک نہ ایک بات خواب کی میرے سمجھ مین آتی گئی۔ پھر یہ ارادہ ہوا کہ اب انگریزی نہ پڑھنا چاہیے۔ ہم لوگ کاکوری چلے آئے۔ اور اسی آستانۂ عالیہ پر حاضر باشی شروع کی۔ چونکہ حضرت پیر و مرشد نے بارہا حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر کی تعریف فرمائی تھی لہذا اوسی اطمینان پر مین ان حضرت کا ادب و احترام کرنے لگا اگرچہ آپ عمر مین مجھ سے دو ہی تین سال بڑے ہونگے۔ اور اپنی سمجھ کے مطابق بے تکی اور بے قاعدہ طلب اون سے روز روز راستہ گلی چلتے ہوے کرتا رہا۔ اُس وقت تک تصوف کی کوئی کتابین مین نے نہین دیکھی تھین کہ مین بزرگ کو یہ سمجھتا تھا کہ جو شخص متقی و پرہیزگار ہو عالم اور فاضل ہو منہیات شرعیہ سے بچتا ہو وہ خدا کا مقبول ہوتا ہے۔ اور جو کچھ وہ خدا سے دعا مانگتا ہے خدا اوس کی دُعا قبول کرتا ہے اور خود اوس کی نجات ہوتی ہے۔ اور اوس کی سفارش سے اوس کے مریدون کی نجات ہوتی ہے اور کچھ نہین جانتا تھا۔ اور چونکہ حضرت نے سرِ دست تک کچھ نہین بتایا لہذا سخت بزدیہ رہتا تھا زندگی دشوار تھی کھانا پینا پہننا کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا تھا چاہتا تھا کہ یا تو کچھ ملے نہین تو موت آجاے تو اچھا ہے۔ اور اگر کوئی پوچھے کہ کیا ملے تو یہ معلوم نہ تھا ہمارے آستانہ کا دستور ہے کہ صبح سے دوپہر تک تو فقہ وغیرہ پڑھائی جاتی ہے اور سہ پہر کو ظہر کے وقت سے عصر تک کوئی نہ کوئی کتاب تصوف کی پڑھائی جاتی ہے۔ ظہر کے نماز کے بعد جب تصوف کی کتاب (غالباً عوارف المعارف) حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر پڑھتے تھے اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر سنتے تھے اور آسمان پر کچھ زردی سی چھائی ہوئی تھی اوس زردی کو دیکھ کر آپ ہی آپ مجھے اپنا وہ مذکورہ بالا جھر دوئی والا خواب یاد آگیا کیونکہ اگرچہ وہ زردی ویسی روشن نہین تھی مگر اوس کی مناسب تھی جیسے کہ مین نے خواب مین دیکھی تھی بس دفعۃً خواب کا یہ حصّہ کہ (ایک بزرگ زمین سے برآمد ہوکر مؤدب بیٹھ گئے تھے) بھولا ہوا یاد آگیا۔ اور پورے طور پر یقین ہو گیا

کہ وہ بزرگ جو زمین سے برآمد ہوکر مؤدب بیٹھے تھے وہ یہی حافظ صاحب ہین۔ جو عوارف پڑھ رہے ہین۔ تب میری طلب دوبالا ہوگئی اور مین نے قطعی ارادہ کرلیا کہ اب ان کا ساتھ نہین چھوڑدن گا مجھ کو ہدایت ہوئی کہ تم کو جو کچھ حاصل ہو گا انھین کے ذریعہ سے حاصل ہوگا اس کے بعد مجھکو دیوانگی نے گھیرا اور مین کسی وقت یہ نہین چاہتا تھا کہ ان کا ساتھ ترک کردن۔ اور کاکوری مین دیوانہ اور پاگل مشہور ہوگیا اور دس بارہ برس تک یہی کیفیت رہی ایک دن کا قصہ ہے کہ مین مغرب کی قریب حافظ صاحب کے ساتھ بستی سے تکیہ شریفہ کو جاتا تھا اور طالب علم بھی ساتھ تھے اور حسب عادت اپنی عادت کے راستہ گلی مین حق کی طلب بھی کرتا جاتا تھا جب حافظ کے بیرونی پھاٹک کے قریب جہان پراب چھوٹا سایل بن گیا ہے پہونچا وہان پر آپ نے پوچھا کہ آخر کیا چاہتے ہو۔ مین نے عرض کیا کہ کچھ دیجیے تب آپ نے فرمایا کہ اللہ اسم ذات ہے اسکو سب جگہ حاضر وناظر جانو۔ اتنا ارشاد فرماتا تھا۔ کہ مین جس طرف دیکھتا تھا بجز اللہ کے کچھ خیال مین نہین آتا تھا جاگتے مین بھی اور قریب قریب سوتے مین بھی یہی کیفیت تھی یہان تک کہ مین اوبھ گیا اور چاہتا تھا کہ کسی وقت نعوذ باللہ " اللہ اوترے" تو کچھ سکون ہو یہ ابتدائی حالت تھی اوسکے بعد ایسے ہی سیکڑون واقعات عجیب وغریب ظہور مین آئے جن کا بیان کرنا خالی از طوالت نہین ہے۔ سالک کو قبض وبسط ہوا کرتا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ رسول اللہ صلعم کو بھی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت جبریل کے نزول مین تاخیر ہوئی تو آپ اس درجہ پریشان ہوے کہ آپ نے اپنے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ قبض اسکو کہتے ہین کہ جب بحکمت الٰہی واردات قلبی بند ہوجاتے ہین۔ اور سالک تشنگی طلب سے پریشان ہوجاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ حق یا پیر ومرشد ناراض ہوگئے ہین اور بسط جب ہوتا ہے کہ اوس قبض سے سالک کی ہستی فنا ہوجاتی ہے۔ اور نئے نئے حقائق ومعارف کا نزول اوسپر ہوتا ہے تب وہ خوش ہوتا ہے اور پھولے نہین سماتا ہے۔ اور یہ برابر ہوتا چلا جاتا ہے الا ماشاء اللہ ؎

گہے بر طارم اعلے نشینم گہے بر پشت پاے خود نہ بینم

چنانچہ ایک دن مجھ کو سخت قبض ہوا اور مین نے اپنی زندگی سے تنگ ہو کر دین اور ایمان کو بھی خیرباد کہا۔ اور سخت غصہ مین اپنی ہلاکت کا طالب ہوا لیکن سونچا کہ مرونگا تو کہان جاونگا اور جیونگا تو کیسے جی سکتا ہون۔ بہر حال حضرت ہی سے فیصلہ کرنا چاہیے اگر دین فبہا ورنہ

ع۔ ملکِ خدا تنگ نیست پاے مرا لنگ نیست

دس روپیہ کی نوکری کے لیے آدمی اپنے وطن سے دور جا کر رہتا ہے خدا کے واسطے اگر مین اپنی تمام عمر اعزہ و وطن کی جدائی مین گذار دون کیا مضائقہ ہے۔ لہذا حضرت سے بات چیت کر کے قول فیصل ہو جانا چاہیے۔ غرض اوسی وقت مین حضرت کے حضور مین حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کیا کہ کلام مجید مین یہ آیت ہے یا نہین کہ الانسان علے نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ اور وفی انفسکم افلا تبصرون[ل] آپ نے فرمایا کہ ہے مین نے عرض کیا کہ مین طلب کرتا ہون اور مین جانتا ہون کہ مین سچی طلب کرتا ہون پھر مجکو کیون نہین ملتا ہے جبکہ میرے نفس مین ہے آپنے فرمایا کہ بڑے مجاہدہ اور ریاضت کے بعد ملتا ہے۔ مین نے کہا کہ مین اون مجاہدون کے لیے موجود ہون۔ اور اگر کلام مجید سچا ہے تو مین اپنی نفس کا حال خوب جانتا ہون آپ جیسا فرمائیے مین اُس کے کرنے کو تیار ہون۔ آپنے فرمایا کہ قرآن شریف سچا ہے لیکن تم کیون کافر ہوئے جاتے ہو مین نے کہا کہ مین مومن کس دن ہوا تھا جو آج کافر ہوا جاتا ہون یہ تو مان باپ کا ایمان ہے جسپر مین مسلمان کہا جاتا ہون اور یہ سب ڈھکوسلا ہے اگر آپ دیتے ہین تو دیجیے اور اگر آپ مین دینے کی استعداد نہین ہے تو صاف کہ دیجیے۔ اور اگر آپ کے علم مین کوئی جاننے والا ہو تو براہِ عنایت بتا دیجیے ہم اوس کے پاس چلے جائین گے اور آپ کی ممنون ہون گے اور جب تک بذات خاص مجھ کو خود مشاہدہ نہین ہو جائیگا میرا ایمان ٹھیک نہوگا تب آپنے بہت خفا ہونے کے بعد فرمایا کہ کچھ صبر کر سکتے ہو۔ مین نے کہا کہ ہان اگر آپ وعدہ کیجیے مین برس دو برس تک صبر کر سکتا ہون کیونکہ مین یہ جانتا ہون کہ کوئی چیز بلا محنت و مشقت کے

[ل] انسان اپنے نفس کا بصیرت یعنی اپنے نفس کا حال جانتا ہے اگرچہ عذرات پیش کرے ۱۲

حاصل نہین ہوتی اگر آپ فرمائین کہ فلان ملک مین فلان شخص سے تمکو تمھارا مقصد ملے گا۔ تو مین
اسوقت یہین سے بلاامکان گئے ہوے وہان جانے کو تیار ہون تب آپ نے فرمایا کہ اچھا آج
رات کو تم ولی نگر (اپنی ننھیال) مین جاکر رہو اور عشا کی نماز کے بعد اپنے پیر و مرشد کے برزخ
اپنے قلب مین قائم کرکے قبلہ رو چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔ مین اُسی وقت اوٹھ کھڑا ہوا اور ولی نگر چلا گیا۔
برادر عزیز مولوی محمد ہاشم صاحب کے گھر کے کمرہ مین مین نے اول وقت عشا کی نماز بوجہ عجلت کے
بالکل بے دلی سے پڑھی اور قبلہ رو دوزانو بیٹھ کر پیر و مرشد کی برزخ دل مین قائم کرنے لگا دس
منٹ تک تخمیناً مین نے کوشش کی برزخ قائم نہوئی۔ تب مین نے اک آہ سرد بھری اور اُسی آہ مین
سانس کو کھینچا۔ چونکہ مجھے کمال رنج ہوا تھا لہذا مین نے ارادہ کرلیا کہ اب اس سانس کو نیچے
اُترنے نہ دونگا جہان تک میرے امکان مین ہوگا۔ اور اگر اسی طرح پر دم نکل جاے تو اچھا ہے
سانس اترتی تھی اور مین اس کو بار بار چڑھاتا تھا۔ اس جد و جہد مین تین آوازین توپ کی ایسی بلکہ
اوس سے زائد میرے دماغ سے آئین اور مجکو معلوم ہوا کہ میرا دماغ پھٹ گیا اور اوس مین سے ایک
دھوان نکل کر نہ معلوم کہان چلا گیا۔ اور مین بالکل غائب ہوگیا اور مجکو یہ خبر بالکل نہین رہی کہ مین
کون ہون کہان ہون کیا ہون مجھے معلوم نہ ہوا کہ میری یہ حالت کتنی دیر رہی مگر غالبا بہت
زیادہ دیر تک یہ حالت قائم نہین رہی اب اوسی بیخودی کی حالت مین مجھے اس خطرہ کا ہوش
ہوا کہ مین کون کہان کیا اور اس سے سخت الجھن اور بے چینی پیدا ہوگئی جیسے کسی کا دم گھٹتا ہو
اوس بے چینی مین مجھے ہوش آگیا ہوش آنے کے بعد بھی تھوڑی دیر تک مین بیہوش رہا یعنی
مجھے یاد نہین رہا تھا کہ مین کس ارادہ سے بیٹھا تھا پھر جس ارادہ سے کہ بیٹھا تھا وہ یاد آیا یعنی مین
اپنے ہوش مین آیا اگرچہ مجکو بہت سخت تکلیف ہوئی تھی۔ لیکن ایک نیا واقعہ جو مجھ پر گذرا تھا
اوس سے مجکو امید بندھی اور حضرت کے ارشاد کی تعمیل کرنے سے یہ نیا واقعہ گذرا تھا لہذا آپ ہی
میرے قلب مین مسرت و سرور پیدا ہوگیا۔ سرور کا آنا تھا کہ تجلیان کوندنے لگین یعنی تجلیات
برقی ہونا شروع ہوئین اور منٹ منٹ دو دو منٹ کے بعد ہر رگ و پے مین تجلی ہوتی تھی۔

اور یہ تجلیات برابر ہوتی رہین اور مجھ کو باوجود ہوش کے بسبب شدت ذوق کے وجد تھا۔ گھر کی بیبیان اور لڑکے اور ملا یُن تک سب کی سب میرے وجد سے مسرور و محظوظ تھے ہمسایہ مین میر سبحان علی صاحب کا مکان تھا وہان بھی رات بھر شب بیداری رہی اس حالت مین جس چیز کا مین خیال کرتا تھا وہ فوراً میرے سامنے موجود ہوتی تھی اور مطلقاً خفا نہ تھا۔ ملائکہ بہشت و دوزخ کوئی چیز چھپی نہ تھی بجز اسکے کہ کسی پیمبر یا ملک سے کلام کرسکون۔ اور اس کا طریقہ بھی اوسوقت مجھ کو معلوم نہ تھا۔ آخر مین قریب صبح ایک عجیب وغریب تجلی ہوئی کہ جس سے مین اپنے قابو مین نہ رہ سکا۔ اور شدت سرور مین بے انتہا رونے لگا اس اثنا مین صبح ہوئی اور مین وہان سے کودتا پھاندتا بالکل مست وسرشار سیدھا تکیہ شریف پر آیا۔ اور چھیچ کرین نے حضرت سے کہا کہ اب ہم کو آپ یہان ندیکھا کرین گے اوسی عالم مین دیکھا کرین گے تب آپ نے فرمایا ''کہ پھر روئے کیون'' مین سمجھا کہ مین نے کچھ برا کیا۔ اس کا رنج خفیف سا میرے قلب مین آیا جیسے کہ رات کو خفیف سی مسرت ہوئی تھی جس کی بعد تجلیات شروع ہوئی تھین۔ بس اس رنج کا آنا تھا کہ بالکل اندھادھند ہوگیا اور مین بقول شخصی کہ ''موچی کا موچی رہ گیا'' مگر میرا ایمان وعقیدہ ٹھیک ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ خدا طلبی مین سب کچھ ہے ہم کو چاہے ہو یا نہو اور پیمبر اور اولیا رحمہ اللہ برحق ہین۔ خدا بلا سبب بلا عمل کے جسکو جو چاہے دیدے۔ آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ تجلی تو حضرت موسیٰ کو ہوئی تھی ایک عاجز بندہ معصیت آلود کو کیونکر ہوسکتی ہے اول تو تجلیات کے اقسام مین تجلی افعالی تجلی صفاتی تجلی ذاتی۔ پیمبرون کو پیمبرون کے موافق اولیا کو اولیا اللہ کے موافق گنا ہگارون کو گنا ہگارون کے موافق ہوتی ہے۔ اِس مین کسی پیمبر کی برابری نہین ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کو ستر ہزار مرتبہ تجلی ہوئی حضرت صاحب فرماتے ہین ؎

موسیٰ نے جسے جلوہ نما طور سے دیکھا ۔۔۔ کالبرق اوسے ہم نے بھی کل دور سے دیکھا

اور حضرت مولانائے رومی نے حضرت زید کا قصہ مثنوی شریف مین رقم فرمایا ہے جس کے

چند اشعار اس جگہ پر نقل کرنا مناسب سمجھتا ہون اور اسکی تمہید مین اسکے اوپر کی حکایت مین جو اشعار مستی کے ہین وہ بھی لکھے دیتا ہون ۔ از حکیم سنائی ؎

بر مدار از مقام مستی پے　　سر ہم آنجا بنہ کہ خوردی مے

اس کی شرح مین مولانا فرماتے ہین ؎

بشنو الفاظ حکیم پردۂ　　سر ہم آنجا نہ کہ بادہ خوردۂ
چونکہ از میخانہ مستے ضال شد　　تسخر و بازیچۂ اطفال شد
می فتد او سو بسو بر ہر رہے　　در گل و می خنددش ہر ابلہے
او چنین و کودکان اندر پیش　　بیخبر از مستی و ذوق میش
خلق اطفال اند جز مست خدا　　نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
گفت پیغمبر صباحی زید را　　کیف اصبحت ای رفیق باصفا
گفت عبداً مومناً باز اوش گفت　　کو نشان از باغ ایمان گر شگفت
گفت تشنہ بودہ ام من روزہا　　شب نخفتستم ز عشق و سوزہا
گفت ازین رہ کو رہ آوردی بیار　　در خور فہم و عقول این دیار
گفت خلقان چون ببینند آسمان　　من ببینم عرش را با عرشیان
ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من　　ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم　　تا چو خورشیدی بتابد گوہرم
دوزخ و جنات و برزخ درمیان　　پیش چشم کافران آرم عیان
می بساید دوش شان بر دوش من　　نعرہ ہا شان می رسد در گوش من
اہل جنت پیش چشمم ز اختیار　　درکشیدہ یکدگر را در کنار
دست یکدیگر زیارت می کنند　　وز لبان ہم بوسہ غارت میکنند
کر شد این گوشم ز بانگ آہ آہ　　وز چنین و نالۂ واحسرتاہ

ہم چنین می گفت سرمست وخراب | داد سغیبہ گریبانش بتاب
گفت دم درکش کہ آیت گرم شد | عکسِ حق لا یستحی زد شرم شد
آئینہ تو جست بیرون از غلاف | آئینہ و میزان کجا گوید خلاف
لیک درکش در بغل آئینہ را | گر تجلی کرد سینا سینہ را
گفت آخر ہیچ گنجد در بغل | آفتابِ حق و خورشید ازل
ہم دغل را ہم بغل را بردرد | نے جنون ماند بہ پیشش نے خرد

نجس وناپاک چیز کی تو قادر مطلق کی قدرتِ کاملہ مین یہ پاکی اور صفائی ہے کہ وہی غلیظ خون حیض عورت کے پستانون مین جاکر شیر صاف وشفاف ہوجاتا ہے اور ایسی اعلیٰ چیز ہوجاتا ہے کہ جس کو رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے معرفت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جو کوئی شخص خواب مین دودھ پیے تو اوس کی تعبیر یہ ہے کہ اوسکو معرفت حق نصیب ہوگی اور اسی معرفت کی وجہ سے آپ نے شبِ معراج مین شراب پر دودھ کو فضیلت دی کیونکہ توحید کی رو سے سب حق ہے صرف مطلوب معرفت ہے اوسی کو آپ نے پسند فرمایا پس اگر حق تعالیٰ اپنے ایک بندہ پُر معاصی کو اپنے فضل وکرم سے بطفیل پیر ومرشد گندگی سے نکال کر حقیقت کے میکدہ عینیت بلا فرق مین لا ڈالے تو کیا بعید ہے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ۔

مابہ بحر نور خود راجع شدیم | وز رضاع اصل مسترضع شدیم

معصیت کی ابتلا بہانہ ہے جب منظور نہ ہوا معصیت کا الزام دیدیا ورنہ ۔

سرا خالی ست از بیگانہ مے نوش | کہ جز تو نیست اے مرد یگانہ

اور اسی کو میکدیت کہتے ہین ۔ کہ جس کی وجہ سے خون حیض بسبب یکرنگی کے شیر شیرین ہوجاتا ہے ۔ بعد اس واقعہ کے اگرچہ تجلیات ومشاہدات بند ہوگئین مگر عنایت مرشدی شامل حال اس طرح پر رہی کہ برقی تجلی کی معیت وقتاً فوقتاً اپنا اثر دکھاتی رہی کیونکہ

جسپر اس خاندان عالی شان کی عنایت ہوتی ہے۔ اوس کی از دیاد شوق وطلب کے لیے برقی تجلی لگا دی جاتی ہے تاکہ ہستی سالک کو ناسوتیات کی ابتلا سے فانی کرتی رہے اور روحانیات کی طرف مصروف رکھے یہ قصہ تو حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ کی عنایت کا مین نے مختصراً قابل فہم عوام بیان کر دیا ہے۔ تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ اگر مین کچھ بھی سچا ہون تو خدا کی طلب بیکار نہین ہے اور بزرگون کا فیض ہنوز جاری ہے۔ ایک روز کا قصہ (یہ بھی ابتدائی ہے) یہ ہے کہ جب میری دیوانگی و مدہوشی حد سے تجاوز کر گئی اور قصبہ مین سخت (بے سمجھے بوجھے) بدنامی پھیل گئی تب مجھسے حضرت نے حکم دیا کہ صبح سے آدھی رات تک تم تکیہ شریفیہ پر روزانہ حاضر باشی کو ترک کر دو صرف عصر کی نماز تکیہ شریفیہ پر پڑھا کرو اور بعد نماز کے جب ہم بستی جاتے ہین تب ہمارے ساتھ چلا کرو اور واپسی مین تکیہ پر ہم کو پہونچا کر گھر چلے جایا کرو۔ الا جمعہ کو نماز جمعہ کے وقت آیا کرو اور بعد نماز جمعہ کے ہمارے ساتھ بستی چلا کرو تب سے یہی عملدرآمد رہا مگر ایک روز جمعہ کو مجکو جمعہ کا خیال نہین رہا مین حسب معمول عصر کے وقت تکیہ شریفیہ پر حاضر ہوا تو وہان مین نے اپنے حضرت کو نہ پایا صرف حضرت شاہ علی اکبر قلندر تشریف رکھتے تھے۔ مین جب پہونچا تو حضرت شاہ علی اکبر قلندر نے فرمایا کہ تمھارا قافلہ گیا میری سمجھ مین نہین آیا کہ آپ کیا فرماتے ہین تب آپ نے فرمایا کہ انور بستی گئے آج جمعہ ہے۔ مین نے یہ سنکر الٹے پاؤن پھرنا چاہا کہ جہان بستی مین حضرت تشریف رکھتے ہین وہان جاؤن تب آپنے فرمایا کہ دیکھو یہان تکیہ خالی ہے تم ذرا دیر یہان ٹھہر جاؤ ہم مسجد مین نماز پڑھ آئین تب چلے جانا مجھے اوتنا ٹھہرنا بہت ناگوار ہوا مگر ارشاد کی تعمیل کرنا پڑی۔ اور جتنی دیر مین کہ حضرت نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے مین چبوترہ پر ٹہلتا ہی رہا اس مین آپ نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے اور مجھسے فرمایا کہ کنوین کے پاس والا دروازہ بند کر دو اور بادرچیخانہ کے دروازے سے چلے جاؤ مین دروازہ بند کرنے چلا پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا ہم ہی بند کیے دیتے ہین تم جاؤ۔ اس اثنا مین نے دیکھا کہ آپ کی آنکھون مین دو

بجلیان چمکین سے

ملے تیغ ابرو تو کاٹون گلے کو سمجھنے لگا ہون اشارے تمھارے

مین سمجھا کہ یہ بجلیان چمکنا بے سبب نہین ہے بہرحال مین وہان سے بستی مین اپنے حضرت کے پاس جانے کو چل کھڑا ہوا اور تکیہ کے پھاٹک تک پہونچا تھا کہ مین بالکل بے خود ہوگیا اور عصر کے بعد کا تکیہ شریفہ کا چلا ہوا منشی عبد الحی صاحب مرحوم کی کوٹھی مین جہان حضرت تشریف رکھتے تھے بہزار دقت و خرابی اُفتان و خیزان بعد مغرب پہونچا جہان پہونچ کر یہ معلوم ہوا کہ حضرت اوپر منشی عبد الحی کے پاس (جو میرے ماموں تھے) تشریف رکھتے ہین سیدھا اوپر چلا گیا وہان حضرت تشریف رکھتے تھے اور منشی جی بھی تھے چند باتین مجھ سے جناب منشی عبد الحی صاحب نے استفسار فرمائین مین نے ان کا جواب غیر منتظم دیا وہ ہنسنے لگے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "کیا تم ابا کے پاس گئے تھے"، مین نے عرض کیا جی ہان۔ تب آپ نے فرمایا کہ جاؤ سو رہو۔ مین نیچے اوتر کر برادر عزیز عبد القیوم کے کمرہ مین سو رہا۔ اسوقت تک خمار کی حالت تھی اسوجہ سے اسقدر یاد بھی رہی اور جب مین پلنگ پر لیٹا تو پھر مجھکو ہوش نہین رہا حضرت اپنے معمولی وقت پر تکیہ شریفہ پر تشریف لے گئے لوگون نے میرے جگانے کی کوشش کی لیکن مجھ کو خبر نہوئی تمام شب گذری اور صبح ہوگئی مجھکو کبھی نہین اوٹھا یہانتک کہ دوپہر کا وقت آگیا تب سب کو تشویش پیدا ہوئی بہرحال نہین معلوم آخر مین کیا ترکیب کی گئی جس سے مجھ کو ہوش آیا مین نے جاگتے ہی پوچھا کہ حضرت اوپر تشریف رکھتے ہین یا اندر (یعنی مین سمجھتا تھا کہ ابھی سویا ہون) معلوم ہوا کہ تمام شب اور نصف دن گذر گیا ہے مین سخت متعجب ہوا پھر وہان سے اوٹھکر اپنے گھر آیا اور اپنے کمرہ مین آکر چپ چاپ مبہوت بیٹھ گیا اوس مستی مین آپ ہی آپ بلا شور و شغب کے بلا کسی روشنی یا تجلی یا نورانیت کے دیدۂ دل سے دیکھتا تھا کہ مین پہلے آسمان پر گیا اور جسم یہین نیچے تھا اور اسی طرح دوسرے آسمان اور تیسرے آسمان پر یہانتک کہ ساتوین آسمان تک گیا

اشیاءِ آسمانی و ملائکہ وغیرہ وغیرہ سب دکھائی دیتے تھے اور میرا جی نہین چاہتا تھا کہ کسی سے مخاطب ہون اور نہ کسی سے مخاطب ہوا بالآخر آسمانون کی دید ختم ہونے کے بعد ایک عظیم الشان تاریکی نظر آئی کہ جس سے ایک عجیب وغریب ہیبت قلب پر طاری ہوگئی اگر مستی و بے خودی کی حالت نہ ہوتی تو دل و دماغ پھٹ جاتے۔ تاہم بے انتہا گھبراہٹ پیدا ہوئی اور تشویش نے گھیر لیا کہ یہ ہے کیا؟ اور کچھ سمجھ مین نہین آتا تھا کہ کیا ہے سخت پریشانی کے بعد مین نے اپنے آپ ہی مین سے حق تعالیٰ کا کلام باآواز بلند یہ سنا کہ ھٰذا الاحر اس آواز کے سنتے ہی مجھپر سخت رقت طاری ہوئی اور مین زار و قطار رونے لگا بہت رونے کے بعد بالآخر میری مستی کم ہوگئی اور ہوش مین آگیا اور ہوش مین آنے کے بعد ساری دید بند ہوگئی اب اوس کی حسرت شروع ہوئی کہ اگر مین نہ روتا اور آگے ترقی کرتا مگر خدا کو منظور یہ تھا کہ جو کچھ عطا ہوا تھا وہ سب کھو بیٹھون لہذا سب کھو بیٹھا بجز اسکے کہ میرا عقیدہ و ایمان اس بات پر مضبوط ہوگیا کہ اولیاء اللہ مین بڑی قدرت ہے جو چاہین کرین اور بزرگان دین کے تصرفات و واقعات جسقدر کہ کتابون مین مذکور ہین یا زبان زد خاص و عام ہین بالکل سچے ہین اور اگر کسی بزرگ کی خدمت مین سلوک کرنے سے اوس بزرگ کی عنایت بذریعہ اطاعت و عقیدہ کے برقرار رکھی جاوے تو بہت کچھ کمال حاصل ہوسکتا ہے بس......مین

جب ہم تینون بھائیون کے شادی ایک ساتھ ہوئی تھی مین نے ان تقریبون کے انتظام مین بہت محنت کی اور بہت جاگا جس کے نتیجہ مین کھانسی و بخار بہت سخت آنے لگا اور سوزنفس پیدا ہوگیا۔ اعزا و اقارب میری زیست سے مایوس ہوے اور مجھ کو خود اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی مگر حضرت کی خدمت مین حضوری اس زمانہ سے قبل نصیب ہوچکی تھی اون کی عنایت سے مجھ کو جاذبات گھیرے ہوے تھے کچھ مرنے کی پروا نہین کرتا تھا اور اوس زمانہ مین حضرت کا لاڈلا بنا ہوا تھا خدا پر بہت بھروسہ تھا جیسے دایہ پر بچّہ کو ہوتا ہے کہ بچہ اوسی دایہ کو مارتا ہے اور پھر اوسی دایہ کے چمٹتا ہے مین نے شدت جذبات مین خدا کے حضور مین

گستاخانہ وبے ادبانہ الفاظ بربڑانا شروع کیے گھر کے سب عورت مرد سننے والے انگشت بدندان اور خوف زدہ تھے کہ مرتے وقت بجاے کلمہ پڑھنے کے ایسے الفاظ اِس کی زبان سے نکل رہے ہین اس کا انجام کیا ہوگا اور یہ کہان جائیگا مگر مجھ کو کچھ اس کی پروا نہ تھی اور مثل شبان موسوی کے مین نے گستاخانہ الفاظ بکنا جھکنا نہین چھوڑا۔ بے خودی آئی یا سو گیا اسکا حال نہین معلوم مگر مین نے دیکھا اوّلاً حضرت حافظ صاحب جلدی جلدی تشریف لائے اور اوسوقت مجھکو یہ خبر تھی کہ مین پلنگ پر چت لیٹا ہون۔ اور آپ نے فرمایا کہ کیا تم خدا سے ملاقات کرنا چاہتے ہو مین نے کہا کہ اِس سے زیادہ نعمت اور کیا ہے اسی کی تو تمنا ہے۔ آپ واپس گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اوسی مقام پر خداوند عالم وعالمیان کی حضوری ہوئی حافظ صاحب ساتھ تھے اور مجھ سے اُردو زبان مین حضرت حق نے فرمایا کہ "تو اچھا ہو جائیگا" مین چونک پڑا تو مین نے اپنی یہ حالت دیکھی کہ حلق خشک ہے سانس آنی دشوار ہے پیاس شدت سے ہے جاڑون کا موسم تھا کھانسی کی شدت تھی ایک برتنے مین ٹھنڈا پانی کمرہ پلنگ کے پاس رکھا تھا مین بہت سا پانی اوس مین سے پی گیا۔ اسیوقت سے سکون شروع ہوا اور کم و بیش ہفتہ عشرہ مین مین بالکل اچھا ہوگیا۔ ایک روز کا قصہ ہے کہ مین طلب حق مین مستانہ وار حضرت کے ساتھ تو رہتا تھا لیکن نماز پڑھنا کیسا خیال تک نہین آتا تھا حضرت یون تو نماز پڑھنے کی روزانہ تاکید فرماتے تھے مگر اوس روز بہت سخت تاکید و تہدید فرمائی کہ میرے دل مین بھی کھٹک پیدا ہوگئی مین اپنی جگہ پر آکر جب رات کو لیٹا تو بلا نماز پڑھے لیٹ رہا دفعتاً اوسی کھٹک کی وجہ سے مجھے خیال پیدا ہو کہ حضرت اسقدر تاکید فرماتے ہین تو نماز کیون نہین پڑھتا ہے اور مین نے اپنے آپسے محاسبہ کرنا شروع کیا کہ خدا کی طلب اور نماز ندارد حضرت کا حکم اور اوس کی اعتنا نہین استغفار و لاحول پڑھ کر اوٹھا وضو کیا جانماز بچھا کر نیت کے ارادہ سے کھڑا ہوا کہ لاحول کے معانی نے جلوہ نمائی کی بے اختیاری نے آگھیرا نماز شروع نہ کرسکا بہزار دقت پلنگ پر آکر لیٹ رہا

اور اپنے آپ کو ملامت کرتے کرتے سوگیا۔ صبح کو اپنی صورت سے آپ بیزار اوسی طرح سے نامراد اوٹھا تکیہ شریفہ پر حضرت کی حضور مین حاضر ہوا حضرت نے پھر ترک نماز کی ملامت کی دوپہر تک تکیہ پر رہا پھر مکان آکر کھانا کھاکر سو رہا۔ ہان بھول گیا جب رات کو مین نے آپ کو ملامت کی تھی تب خدا سے بعجز وزاری التجا کی تھی کہ تو مجھ کو راہ راست دکھلا اور اپنے ملنے کا طریقہ بتا۔ غرضکہ دوپہر کو سو گیا۔ خواب مین یا یقظہ مین مین نے دیکھا کہ زینہ کی طرف سے اوسی مقام پر جہان مین لیٹا تھا حضرت حق نے ایک برقعہ سفید نورانی مین آکر ایک ہاتھ میرے سر پر رکھا اور دوسرا میری زیر زنخدان ہاتھ تو دونون نظر آتے تھے مگر قوت لامسہ اون ہاتھون کے مس کا ادراک نہین کر سکتی تھی اوسوقت حضرت حق نے بزبان عربی مجھ سے فرمایا لیس الصراط الا بالجذابۃ اِس کے معانی بعد بیداری کے مجھے عرصہ تک محظوظ کرتے رہے اور مین لطف اُٹھاتا رہا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے جو اس واقعہ کے بعد پیش آیا۔ مجھ کو حضرت نے پھر سخت ملامت کرنی شروع کی کہ تم مہذب الاوقات کیون نہین بن جاتے ہو متواتر ارشادات کے بعد مین نے اوقات کو منضبط کیا نماز و وظیفہ پڑھنے اور تلاوت قرآن و مشغولی کرنے پر اور دنیا کی کام سرانجام دینے کے واسطے ایک ایک وقت منقسم کیا اور علاوہ کتب مبنی تصوف کے سہ پہر کو تفسیر کلام مجید حضرت شاہ علی اکبر قلندر سے پڑھنا شروع کی کوئی چار پانچ ماہ تک یہ عملدرآمد رہا ان اعمال حسنہ کے برتنے سے ایسی نورانیت میرے قلب مین آئی کہ جب مین کوٹھی مین پلنگ پر لیٹا ہوتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک دریا نور کا زمین سے آسمان تک ہی اوس مین مین تیر رہا ہون اور بہت مسرور ہوتا تھا اور جب حضرت کی حضور مین حاضر ہوتا تھا تب آپ میرے اعمال کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ ایک روز پچھلے دنون سے زیادہ تعریف کی۔ مین علوے ہمت وشان حضرت سے کسی قدر آگاہ ہو چکا تھا۔ مجھے اس تشویش نے آگھیرا کہ حضرت کے نزدیک یہ معمولی باتین ہین میری اِس قدر تعریف کیون فرماتے ہین۔

سلہ راہ نہین ہی مگر ساتھ جاذبہ کے ۱۲

اِس مین کوئی بھید ہے مین تفکر کرنے لگا اور اُسی تفکر مین دوپہر کو اپنی کوٹھی مین آکر پلنگ پر لیٹا سر مغرب کی طرف تھا اور پیر مشرق کی طرف کہ مجھکو عین بیداری مین چشم دل سے ایک ابر تیرہ و تار اُٹھتے ہوے معلوم ہوا۔ سونچا کہ یہ کیا ہے سمجھ مین نہ آیا مگر اُسکو دیکھتے رہنے سے مستی اِس قدر آنے لگی کہ جیسے کوئی شخص بہت سی شراب پی جائے اور اُس کی مستی مین مبتلا ئے مستی نہوکہ یکایک اُس ابر تیرہ و تار کے بونڈے مثل آندھی کے آنا شروع ہوے اور مجھکو اپنے مین لے لیا مین بالکل مدہوش ہوگیا نہین معلوم کتنی دیر تک مین بیہوش رہا جب ہوش مین آیا تو بسبب بے اختیاری کے اُسوقت ظہر یا عصر کی نماز قضا ہوگئی اور سب حفظ اوقات غائب معلوم ہوا کہ یہ مجھکو سیکنڈ کی حقیقت دکھائی گئی ہے لیکن سہین اور اُس نورانیت مین مجھکو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوا کہ اُس نورانیت مین فعرِ قلب مین جاکر تفرقہ صریحی تھا اور اِس سیکنڈیت مین محض یکتائی تھی مجھے کھل گیا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین[له] اب لیجیے تکیہ پر جو حاضر ہوتا ہون تو ادھر تو نماز نہین پڑھی اُدھر تفسیر کا درس موقوف دونون حضرات نے مجمع عام مین ملامت کی بوچھار کردی جس سے مین بہت ذلیل ہوا مگر مجھکو اِس ذلت کی کچھ پروا نہوئی کیونکہ میری سلوک کی چول ٹھکانے پر بیٹھ چکی تھی اور جان چکا تھا کہ ؎

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تست — ایمنی از تو مہابت ہم ز تست

؎ پیر مغان حکایت معقول می کند — معذورم ار محال تو باور نمی کنم

حافظ جناب پیر مغان جاے دولت است — من ترک خاکبوسی این در نمی کنم

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بادف و نے دوش آن مردِ عرب — وہ چہ خوش می گفت ہنگامِ طرب

ایّھا القوم الذی فی المدرسہ[سله] — کلّ ما حصلتموا ھا وسوسہ

فلر کم ان کان فی غیرالحبیب — مالکم من نشاۃ الاخری نصیب

له نیکو کارون کے اعمال نیک مقربین کے بے گناہ ہین۔ (یعنی حجاب ہین) ۱۲ سله اے مدرسہ والون نے جو کچھ حاصل کیا سب وسوسہ ہے اگر تمہاری فکر حبیب کے سوا اور کسی طرف ہے تو تم کو آخرت سے کچھ نصیب نہ ہوگا ۱۲

فاغسلوا یا قوم عن لوح الفواد کل علم لیس ینجی فی المعاد

طرہ یہ ہوا کہ اس نورانیت مین نورانیت کی حالت جو روز بروز حفظ اوقات سے بڑھتی جاتی تھے یعنی باوجود آنکھ بند رہنے کے تمامی اشیار موجودہ کوٹھی نظر آتی تھین اور پھر ترقی ہوئی تو بیرون احاطہ کی چیزین بھی نظر آتی تھین اور اگر زیادہ مدت تک اس حالت مین رہتا تو اور زیادہ نظر آتا وہ سرور دمعائنہ بالکل موقوف ہوگیا کیونکہ ہمین تفرقہ تھا اشیاء اشیاء تھین مین مین تھا۔ معہذا حضرت اور بزرگان دین سے بھی فی الجملہ علیحدگی تھی کہ جسمین حصول یقین نہ تھا اور اس طریقہ مین شہود حق درحق تھا۔ حضرت وبزرگان دین سے عینیت بھی جس کی وجہ سے یقین ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور اس آیت کے معنی بلا شک وشبہہ سمجھ مین آگئے کہ واعبد ربك حتے یاتیك الیقین اور دل وزبان ایک ساتھ مترنم ہوتے تھے کہ ؎

این خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولے
وین دفتر بے معنے غرق مے ناب اولے

شیطان کا مادہ شطن ہے اور شطن کے معنی بعد ہین پس کوئی معائنہ جو اعلی نورانیت کا ہو یا ادنی ظلمانیت کا اور اس میں بعد پایا جائے وہ معائنہ وسوسۂ شیطانی سے خالی نہین ہے اگرچہ وہ معائنہ برکت دیتا ہو اور جو مشاہدہ یکتائی کی حالت میں ہو وہ اصلی ہے اگرچہ کوئی شئے قابل وقعت اس مشاہدہ مین نظر نہ آوے اور عنقاے جامعیت اسما تخلیقی کا آشیانہ یہی حالت میکدیت ہے اور ایسی حالت مین سالک مثل طفل کے حق تعالی کی گود مین رہتا ہے اور حق بنفس نفیس اسکی پرورش فرماتا ہے ؎ (رومی)

طفل تا گویا و پویا نہ بود مرکبش جز گردن بابا نہ بود

باقی میکدہ کا حال کہان تک بیان کیا جائے دفتر کے دفتر سیاہ ہو سکتے ہین یہ چند

لہ یعنی اے قوم۔ اپنے دلون سے وہ علم کہ جو آخرت مین کام آنے والا نہین ہے دھو ڈالو ۱۲

واقعات مین نے اپنے حال کے اس یے لکھدیے کہ ناظرین کو یہ معلوم ہو جاے کہ اگر مین کچھ بھی سچا ہون تو خدا طلبی محض ڈھکوسلا نہین ہے بلکہ اس راہ مین بہت کچھ ہے مولانا حافظ کہتے مین ؎

باین نماز خود اے شیخ دل فسردہ مناز　　بیا بہ بُرد در آور طریق اہل نیاز

مین نے اپنے ابتداے زمانہ شعور مین بہت نمازین پڑھین حتیٰ کہ ایک شب مین ہزار ہزار رکعت پڑھی اور جہان تک خیال کرتا ہون یہ سب نمازین خلوص نیت سے ادا کین لیکن جو باتین کہ ان حضرات اولیاء کرام کی عنایت وکرم سے پیش آئین اون کا عشر عشیر بھی کبھی اون عبادتون مین نصیب نہین ہوا مجھے یقین ہے کہ ؎

بے عنایات حق وخاصان حق　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

یک زمانے صحبتے با اولیا　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

پس آدمی اگر آدمی ہونا چاہے تو اوسکو چاہیے کہ جسطرح ہوسکے جد وجہد کرکے جان ومال کھپا کر تمام عمر صرف کرکے کسی بزرگ کی عنایت اپنے حال پر مبذول کراے اس سے زیادہ اعلیٰ مقصد کوئی نہین ہے جن بزرگون کو حاصل ہوا ہے اون کو بزرگون ہی کی عنایت سے حاصل ہوا ہے اور اپنے اس قال کے استدلال مین مین اپنے اوس حال کو پیش کرتا ہون جو مین نے اوپر لکھا اس خیال سے کہ شاید کوئی شخص اس سے کچھ فائدہ وعبرت حاصل کرے مین نے اپنا حال لکھا ہے ورنہ اس سے کچھ خود ستائی مقصود نہین ہے کہ ع

خودی کفرست گر خود پارسائی ست

باقی مجھے تو حضرت حق اور رسول برحق اور اپنے پیران سلاسل وحضرات مرشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عنایت سے امید ہے کہ جیسا بہت کچھ دیکھا ہے آیندہ ناتمام نہین رہونگا اور عنایت سے میرا مطلب ایسے ہی بدیہی واقعی عنایت ہے جیسے مین نے

اوپر لکھی نہ ایسی وہمی وخیالی عنایت جس کا ہر مومن اپنے پیرو پیمبر وخدا سے اُمیدوار ہوتا ہے۔ع عہدِ بتان وعدۂ محشر حرام است ❖ اور اسی طرح پر حضرت مولانا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر سے بھی نظر عنایت مرحمت کا اُمیدوار ہوں جسکا ظہور بھی ہوتا ہے۔ اسی آستانہ کی غلامی کا فخر ہے اور کچھ نہیں ؎

ہمین بس است کہ داغ غلامیم زدہ ۔۔۔ فما العبد لک فوقا لقبول باالفخر[1]

(سعدی) ؎

گلی خوشبوی در حمام روزے ۔۔۔ رسید از دست محبوبی بدستم
بدو گفتم کہ مشکے یا عبیری ۔۔۔ کہ از بوے دلآ ویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ۔۔۔ ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشین در من اثر کرد ۔۔۔ وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

خاتمہ

مشتمل بر چند فوائد متفرق

فائدۂ اوّل: خواب خواب ایک خیال کا نام ہے جو سوتے جاگتے ہر شخص کو آیا کرتا ہے۔ خواب کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کے لوگ خواب مین ہین جب مرینگے تو بیدار ہونگے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ رویاے صالحہ منجملہ آثار نبوت کے ہے۔ پس خواب کی حالت کیا ہے اور آثار نبوت مے جو خطرات آتے ہین اونکی حالت کیا ہے اور یہ خطرات کہان سے آتے ہین اس کی حقیقت کیا ہے اور سچے اور جھوٹے کیون ہوتے ہین اس کی علت کیا ہے لہذا پہلے یہ بتانا بہتر معلوم ہوتا ہے

[1] بس تیرے غلام کے لیے قبول کیے جانے سے زیادہ کوئی فخر کی بات نہین ہے ۱۲

کہ خطرہ کیون اور کہان سے آتا ہے اور پہلے تھا کہان جو کسی حالت مین خواہ بیداری ہو یا خواب رکتا نہین ہے اور ہم ہی مین یعنی نفس مین خطرہ آتا ہے آفاق کو خطرہ نہین آتا ہے اگر آفاق مین خطرہ ہوتا تو ہم کو معلوم ہوتا کیونکہ ہم آفاق کی روح ہین اور روح سے کوئی چیز چھپی نہین رہ سکتی۔ خطرہ تو بڑی بات ہے جسکو تصور بھی کہتے ہین اور علم اسی سے شروع ہوتا ہے آفاق کی اشیا کی تاثیر اور اون کا تاثر و خاصیت ہمارے ہی ادراک پر منحصر ہے یعنی اگر ہم کو کسی شئے آفاقی کے اثر و خاصیت کا ادراک ہے تو اوس شئے مین وہ اثر و خاصیت ہے ورنہ نہین۔ کہتے ہین کہ لیمو ترش ہے۔ یہ لیمو آفاق مین بذاتہ ترش نہین ہے بلکہ ہمارے ذائقہ نے بتایا کہ لیمو ترش ہے اور اسیطرح سے کل اشیا ہین۔ بالجملہ اشیا کا وجود ہمارے احساس پر موقوف ہے اور یہ احساس فی نفسہ ہر انفس مین ہے لیکن ایسا کھپا ہوا ہے اور ایسا مندرج ہے کہ ہم جب تک اوس حس کی مناسبت سے کوئی شئے بنا کر نہ چکھین اوسوقت تک ہم کو بھی اس شیرینی یا ترشی یا خاصیت کا ادراک نہین ہوتا ہے اور ہم تو بنفسہ موجود ہی ہین کہ ادراک کلیات و جزئیات کا ہم پر منحصر ہے مگر آفاق بھی ہماری تبعیت کے ساتھ اگر فی نفسہ نہوتا تو روح نفسی بغیر جسم کے ہوتی اور آفاق بغیر روح کے ہوتا اور کوئی قائم نہ رہتے روح کا خاصہ ہے کہ بلا جسم کے قائم نہین رہ سکتی اور آفاق کی ہر شئے جب اوس مین روح نہو تباہ ہوجاتی ہے۔ پس حقیقت الحقایق یا غیب الغیب کے اشارہ دریا موج سے جو اسما ذات حق باطن سے تقاضا بتقاضا بسبب حب ظہور و اظہار کے مکمن تمکین سے ساحل تلوین پر فی نفسہ و بذاتہ آتے ہین اون کو تصور اور خطرہ کہتے ہین یہ تلوین بمقتضائے ہر اسم و علی الخصوص جامعیت اسما انسانی کے بحکم خلق الانسان عجولا[۱] سے مگر اس تلوین مین اگرچہ ذوق و شوق جیسی ہے لیکن وہ سکون قطعًا نہین ہے جو اوس تمکینی اتحاد مین ہے جہان سے برد ز ہوا ہے۔ آپ یون دیکھ لیجیے کہ جو سکون و آرام سونے مین ہے

---

[۱] انسان جلد باز بنایا گیا ہے ۲

بہ سکون و آرام بیداری مین نہین ہے لہذا ہر شئے پھر اپنے مبداء کو تلوین سے بے قرار ہو کر تلاش کرتی ہے۔ ع آب ہر سو دوان کہ آب کجا

چونکہ فی الجملہ بعد نی نفسہ سے تفرقہ ہوگیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس تفرقہ سے اور اسمار کا ظہور بھی ہوتا ہے لہذا ہر شئے کو اپنے مبدار کا دو بارہ پالینا نہایت دشوار ہو جاتا ہے اور اسکی ہر کوشش و کشش مین نامرادی کے سوا اور کچھ حاصل نہین ہوتا کہ جسکی وجہ سے ہر وقت ایک نیا عالم پیدا ہوتا ہے اور بحکم منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ہر شئے اپنے مبدار کو رجوع کرتی ہے او تعینات آفاقی و نفسی آئینہ خیال مین اوسی خیال کے تقاضے سے مثل خواب کی نمود بے بود کے نظر آتے ہین۔ آدمی کی سمجھ مین نہین آتا ہے کہ کہان سے کہان آئے کہان جائین گے یہ تو بیداری مین ہو تا ہے اور سوتے مین اور بھی زیادہ بسبب ظہور کی اسمار کے اس کی فکر بھی کمتر کسی خواب مین ہوتی ہو کہ ہم کہان ہین کیا کر رہے ہین غرض جاگنے اور سونے مین دو نون طرح پر حقیقت حال نہین کھلتی کچھ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ بیداری مین جو خطرات آتے ہین اور جو واقعات پیش ہوتے ہین وہی حافظہ مین مثل گراموفون کے منطبع ہو جاتے ہین اور خواب مین متشکل ہو کر ریکارڈ کا کام دیتے ہین مگر ہم اسکو نہین مانتے اگرچہ یہ بھی ہوتا ہو کیونکہ ہم کو وجدانی حالت بتا رہی ہے کہ جس بات کا نہ کبھی خطرہ آیا نہ خیال۔ اکثر خواب مین اون باتون کا ایک واقعہ بنکر ہمکو نظر آتا ہے اور وہ واقعہ کبھی بہ تعبیر جاگنے مین وقوع پذیر ہوتا ہے اور کبھی بجنسہ حالانکہ گراموفون کا ریکارڈ جب تک اوسپر کوئی آواز منطبع نہو کوئی آواز نہین دیتا ہے اور خواب ایک ایسی چیز ہے کہ بیری رائے مین کوئی چیز مجموعی طور پر خواب مین آنے سے رکے نہین جاتی ہے اور نہ رک سکتی ہے اور خواب کا دار و مدار اسی پر ہے کہ خطرات کثیر دگھر کر ایک عالم بنا دیتے ہین اگر بالفرض کوئی خطرہ

---

۵۱ اوسی سے تمکو پیدا کیا اور اوسی مین تم کو لوٹائینگے ۱۲

نہ آوے تو نہ جاگنے مین کوئی خواب ہے اور نہ سونے مین پس معلوم ہوتا ہے کہ خواب کا نام
جو لیا جاتا ہے وہ خطرات ہی ہین جن کو جاگتے مین تو واقعہ کہتے ہین اور سوتے مین خواب
جاگتے مین واقعہ اوسوقت کہتے ہین کہ جب وہمی خطرات نہون بلکہ معقولی خطرات ہون
اور سوتے مین جو خطرات آئے ہین وہ سچے اوسوقت ہین کہ جب جاگنے مین ہو ہو واقع ہون
اور فی الواقع دونون حالتون کے خطرات خواب ہین بیداری نہین ہین جب آدمی مر گیا
اور اوس عالم مین جو وہم سے عالی ہے پہونچے گا تو وہ عالم بیداری ہے خواب نہین ہے
یا اگر اس عالم مین سوتے جاگتے مجاہدات کے نتیجہ مین کسی شخص نے اپنے قلب و سر و دماغ کو
واہمہ سے پاک کر لیا ہے کہ جسکو موت اختیاری کہتے ہین تو اوسکا واقعہ خواب نہین ہے
بلکہ بیداری ہے۔ چاہے ان دونون عوالم خواب مین ہو اور ایسا خواب علامات نبوّت
مین سے ہی لیکن اس خواب کا حصول انتہائے توحید کے حال پر ہے اِس وجہ سے
کہ انتہائی توحید مین خطرہ خطرہ نہین رہتا بلکہ عین یافت حقیقت ہوتا
ہے کیونکہ خطرات کا تموّج اسی انتہائے توحید سے شروع ہوتا ہے پس ہم کو
آپ کو اپنی کشش و کوشش سے بجز حصول توحید ذاتی کے یہ امید نہین رکھنا چاہیے کہ ہم سچے
خواب بھی دیکھ لینگے اب ہم آپ جو خواب دیکھتے ہین وہ خواب در خواب ہے اگرچہ
اچھے سے اچھا خواب ہو اور نہین کہ سکتے ہین کہ یہ خواب جو اچھا معلوم ہوتا ہے اچھا ہے
اور یہ خواب جو برا معلوم ہوتا ہے بُرا ہے مین نے سنا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب
محدث دہلوی کی خدمت مین ایک شخص بہت گھبرایا ہوا سراسیمہ آیا اور اپنا خواب نقل کیا
اور کہا کہ مین سخت بداعمال ہون جو مین نے ایسا خواب دیکھا اور وہ یہ ہے کہ مین نے دیکھا
کہ نعوذ باللہ مین کلام مجید پر پیشاب کر رہا ہون آپ نے اوسکی تسلی فرمائی اور فرمایا کہ اس
خواب کی تعبیر بہت عمدہ ہے تمکو خوش ہونا چاہیے کہ تمھارا ایک لڑکا ہوگا جو حافظ قرآن ہوگا
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علما ربانی مین سے تھے اور آپ کی تعبیر سچی تھی۔ مین نے

اوپر بیان کیا کہ ہم کو آپ کو ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے خواب دیکھیں جو نمونہ نبوت ہوں اس سے مایوسی مترشح ہوتی ہے میرا مطلب اس سے یہ نہیں ہے کہ ہم آپ ویسے خواب نہیں دیکھ سکتے ہیں کیونکہ اگر نہ دیکھ سکتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری بعدیت میں خواب آثار نبوت کے دیکھنے کی اپنی اُمّت کو امید نہ دلاتے۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ جو بھولا خواب دیکھتے ہیں اونمیں زیادہ تر اشکال اون خیالات سے متشکل ہوتے ہیں جو آپ کے دماغ میں بیرونی خطرات جاگنے والی حالت ہوا میں منطبع ہو گئے ہیں اور کچھ آپ کی جامعیت کی وجہ سے آپ میں معیت حق ہے۔ جس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی بات سچی بھی ہو جاتی ہے اور وہ بات اون خطرات منطبعہ کے ماوری ہوتی ہے جیسے روح کی معیت ماوراے عالم آپ کے ساتھ ہے لہذا ایسا خواب تعبیر کا مقتضی ہوتا ہے تاکہ منطبعہ خطرات کو علحدہ کر کے صرافت روحی سے جو دیکھا اور سنا ہے اوس سے صحیح نتیجہ نکالے جسمین حضرت یوسف علیہ السلام کو خاص ملکہ تھا۔ یا جس وقت خواب دیکھکر جاگے تو بلالحاظ اس کے کہ خواب میں کیا دیکھا ہے آپ ہی آپ اوس خواب سے سکون یا پریشانی لاحق ہو کیونکہ جاگنے کے وقت وہ مجرد جاگنے کے بخطرہ تھا اگرچہ آناً فاناً خطرات پھر آجائیں تو اوس خواب کا وہ حصہ جسکا یہ تاثر ہوا ہے سچا ہے اور جسقدر حصہ سچا ہے اگر اوسی طرح کے خطرات جاگنے میں آویں خواہ اچھے ہوں یا برے یعنی اوسکو سکون قلب دیں اوسکے متعلق بھی سمجھنا چاہیے کہ اسقدر حصہ خواب بیداری کا سچا ہے اسکے علاوہ جاگتے میں جو اطمینان مدرکات حسی سے حاصل ہوتا ہے وہ اگرچہ اس دنیاوی معقولات کی وجہ سے سچا ہو مگر فی الواقع سچا نہیں ہے کیونکہ خواب ہے اور اگر وہ سچا ہوتا تو عالم میں ہر شخص نبوت کا فائدہ اُٹھا لیتا۔ اتقوا[1] فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یہ حدیث شریف اسپر دال ہے کہ مایوسی نہیں ہے مگر مشکل بہت ہے۔

---

[1] ڈرو اور بچو مومن کی فراست سے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۱۲

اس طرح کے خواب جب ممکن ٹھہرے تو ہر مومن کو اُمید ہے کہ وہ نبوت کے فیض سے کامیاب
ہو لیکن اصلی فیض نبوت اس تعبیری خواب کے دائرہ کو طے کر چکنے کے بعد جب سالک اپنے
مبدا سے ملتا ہی اور خطرات برطرف ہو جاتے ہین تب حاصل ہوتا ہے اور وہ ولی ہو جاتا ہے
اُسکے لیے یہ ضرور ہے کہ وہ نبوت کا فیض بھی حاصل کرے کیونکہ اگر نہ حاصل کریگا تو ناتمام
رہے گا اور خدا کا کوئی نام ناتمام نہین ہو سکتا۔ لہٰذا ہر ایسا ولی مشیّت الٰہی سے پھر بروز کریگا
اور اوسکے معنی یہ نہین ہین کہ تناسخ مین آجائے گا کیونکہ تناسخ مین پہلا جسم دوسرا جسم لینے کے
بعد غائب ہو جاتا ہے اور بروز مین ایسا نہین ہوتا ہے کیونکہ ولی کا جسم وہ جیسا جسم ہو
بسبب خدا کے نام ہونے کے غائب نہین ہو سکتا لیکن اوسکو بروز کرنا ضرور ہے اسیواسطے
لکھا ہے کہ جب تک دو مرتبہ پیدا نہو تکمیل نہین ہوتی اور وہ تاج خلافت کا مستحق نہین ہوتا
پس جس صفت کے غلبہ کی وجہ سے ضرورت بروز کرنے کی اوس ولی کو ہوئی ہے تاکہ اس
بروز سے اعتدال کلی حاصل ہو اوس صفت کے ساتھ وہ ولی بروز کر کے نبی کہلاتا ہے اور
اسی واسطے وہ معصوم ہے کیونکہ سب جانا بوجھا ہے اور جو نہین جانا تھا اوسکے واسطے وہ
نبی ہو کر آیا ہے اسوجہ سے کبھی خاطی ہو جاتا ہے اور بعد اس سلوک نزولی کے وہ نبی اپنے
آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین فانی دیکھتا ہے اور متبع رسول اللہ کہلاتا ہے اور
رسول اللہ کی نسبت یہ بات نہین ہے کیونکہ آپ عین اعتدالی کی وجہ سے جملہ اسما مین جسطرح
بروقت ظہور اسم باطن حق سے اسم ظاہر حق مین آئے اوسی طرح پر آپنے اسم ظاہر حق
سے اسم باطن حق کی طرف رجوع فرمائی ہے یعنی آپ کی نسبت بروز نہین کہ کما
مگر بادشاہ جب تک اپنی رعیت کو من وعن ملاحظہ نکرے اوسکی بادشاہی ناتمام ہے لہٰذا
آپ کا مبعوث ہونا اس وجہ سے ہے کہ آپ ہر ہر فرد بشر کی شفاعت کر سکیں اور بلا جز وکل
کا حال معلوم ہونے کے شفاعت کاملہ نہین ہو سکتی ہے اس لیے شفاعت ہر معمولی لفظ معلوم
ہوتا ہے لیکن بہت بڑی چیز ہے نہ اس لحاظ سے آپ نے سب کی شفاعت کا حکم چھینے والی

عزت ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ آپ تمامی اسمار کے مظہر اور عین احد ہیں اگر نہوتے توشفاعت کا منصب حاصل نہوتا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ انا سید ولد آدم ولا فخر[۵۱] الحدیث۔ بلکہ آپ نے فرمایا کہ الفقر فخری[۵۲] فقر حقیقی کے معنی یہ ہیں کہ اپنا کچھ نرہے اور شائبہ بھی اپنی ہستی کا باقی ہے تو وہ فقر حقیقی نہیں ہے اور جب آپ نے فخر کیا تو آپ کو فقر حقیقی حاصل تھا یعنی آپ میں مطلقا شائبہ اپنی ہستی کا جسکو عبودیت متعارفہ کہتے ہیں نہیں تھا اور حقیقی عبودیت کو ہم نے مفصل بیان کیا ہے کہ عین الوہیت ہے کہ جس خطاب سے خداوند تعالی نے کلام مجید سبحان الذی اسری بعبدہ فرمایا ہے ایک وجود یہ ہیں جو میں خطرہ وہم کے غلبہ کا کوئی اثر نہیں رہا تھا کہ جسکی وجہ سے آپکا بیداری میں دیکھنا خواب ہوجاے یا سوتے میں دیکھنا خواب ہوجاے۔ تو آپ کا دیکھنا جاگتے یا سوتے میں کسی طرح غلط نہیں ہوسکتا خواہ کسی صورت میں ہو یا بے صورتی میں صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ رسول اللہ ہیں اور یہ دیکھنا آپکا ویسا ہی ہے کہ جیسے کسی نے خدا کو خواب میں دیکھا خواہ کسی صورت میں ہو یا بے صورتی میں صرف معلوم ہونا چاہیے کہ ہم حق کو دیکھتے ہیں اور اسی واسطے آپنے فرمایا کہ من رانی فقد رأی الحق[۵۳] اور یہ نہ پوچھو کہ کس صورت میں حق کو دیکھیں اور جانیں کہ حق ہے اور کس صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اور جانیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ہاں آپ کے دیکھنے میں مراتب کا فرق ضرور ہوگا کیونکہ حق یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا سالک کے جاذبہ سے نہیں ہے کیونکہ اسمیں وہ جامعیت اعتدالی نہیں ہے بلکہ حق یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سالک کو اپنے جاذبہ سے مشرف بدیدار فرماتے ہیں وہ جاذبہ بہ تناسب آئینہ دل سالک ہوتا ہے۔ پس یہ فیض محض خواب پر منحصر نہیں ہے کیونکہ یہ فیض ولایت ہے اور خواب باوجود آثار نبوت میں سے ایک اثر ہونے کے

---

[۵۱] میں سید اولاد آدم ہوں اور مجھ کو اسپر فخر نہیں ہے۔ آخر حدیث تک ؛ [۵۲] فقر پر مجھکو فخر ہے ۔
[۵۳] جس نے مجھ کو دیکھا اوس نے حق کو دیکھا ۔

فیض ولایت پر غالب نہین آتا ہے۔ اور نہ اوسکو روک سکتا ہے اور نہ اس فیض یقینی سے علی
داشرف ہی چنانچہ حضرت عبد الکریم جیلی جو اس کتاب الکہف والرقیم کے مصنف
ہین اپنی کتاب انسان کامل مین تحریر فرماتے ہین کہ جب حضرت رسول برحق شیخ ابوبکر شبلی
کی صورت مین ظاہر ہوے تو حضرت شبلی نے اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ مین رسول اللہ
ہون شاگرد بھی صاحب کشف تھا پہچان گیا اور کہا کہ مین شہادت دیتا ہون کہ بے شک
آپ رسول اللہ ہین۔ اب آپ یہ کہین گے کہ ہم کیا طریقہ اختیار کرین جو جاگنے اور سونے
کا خواب بیداری سے مبدل ہوجاے کیونکہ مطلوب یہی ہے کہ یقین حاصل ہوا ایک خطرہ تھا
وہ سر سے دھر سے خواب ہوگیا اب یقین حاصل کرنے کا کیا ذریعہ ہے یون تو کوئی شئے
بلا جاذبۂ ایزدی کے مل نہین سکتی مگر حصول بیداری علم الیقین و عین الیقین بمحنت و مشقت
مجاہدہ و ریاضت سالک کرسکتا ہے بحکم وما اوتیتم من العلم الا قلیلا البتہ حق الیقین
بلا جاذبہ خاص الخاص حق کے حاصل نہین ہوتا ہے اور وہ اکثر اوسوقت آتا ہے جب سالک
علم الیقین سے ترقی کرکے عین الیقین مین پہونچتا ہے اب مختصراً ہر سہ اقسام یقین کی شناخت
سن لیجیے اگرچہ یقین خود اپنے یقین ہونے کی شناخت عین وقت پر ہے۔ علم الیقین وہ ہے
کہ سالک بدلائل عقلی و نقلی کسی بات کا قائل بالتوجیہ ہوجاے اور اس سے سرور و اطمینان
قلب اوسی وقت حاصل ہو بلا کسی حجت و دلیل کے۔ جیسے بیمار بیماری سے اچھا ہوتا ہے
تو اپنے اچھے ہونے کا ادراک وجدانی طور پر کرتا ہے اور عین الیقین یہ ہے کہ علم الیقین کی سب
باتین بے ہوے شئے کا اپنے نفس یا آفاق مین مشاہدہ بھی کرے خواہ جاگنے مین خواہ سونے
مین۔ اس عین الیقین مین لذت و سرور و اطمینان علم الیقین سے زیادہ ہے اور اقتدار بھی ہے
یعنی جس چیز کو جیسا حکم کرتا ہے وہ چیز ویسی ہی ہوجاتی ہے بلا سالک کی تکلیف و تکلف
کے اور ایک سے لاکھ اور لاکھ سے ایک اور جنس سے غیر جنس اور غیر جنس سے جنس محض سالک
کے حکم سے ہوجاتی ہے۔ جاگتے مین صوت سرمدی سے یہ فنا حاصل ہوتی ہے جو دماغ مین

گو بخشتی ہے اور سوتے مین یہ فنا ید قدرت کے مس سے حاصل ہوتی ہے کہ جو صوت سرمدی
کے ساتھ دماغ کی ترتیب کرتا ہے۔ اور ایک تجلی حق ہوتی ہے کہ جو سرور انبساط سے دل و
دماغ سالک کو مالامال رکھتے ہی مجکو حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر کی عنایت سے
یہ بات اتنی بار واقع ہوئی ہے کہ شمار نہین ہے لیکن جس وقت مین چاہون یہ جاذبہ آجائے
یہ اسوقت تک میرے اختیار مین نہین ہے کیونکہ مجھے اسکا طریقہ ابتک معلوم نہین ہوا ہے
کیونکہ اوسکا طریقہ معلوم ہونا ہے حق الیقین کا آجانا ہے مگر حضرت قدر قدرت حافظ شاہ
علی انور قلندر کو مین نے اپنے عین الیقین مین دیکھا ہے کہ آپ حق الیقین مین کامیاب تھے
کہ مین نے اونکو حبًا بنفس نفیس ہر ہر شئے ہوجاتے دیکھا ہے یہ بالکل ربوبیت کی شان ہے
اور اسی کو حق الیقین کہتے ہین کہ جس مین خطرہ آنے کی ضرورت نہین ہے جیسے بیج مع اپنی
ذات کے اسمار وصفات کے ساتھ اکھوا ہو کر نکلتا ہے اور یہی تعین رسول اللہی ہے۔

فائدۂ دوم : جاذبہ — اسی نبوی خواب کے اتباع مین ولایت کا جاذبہ پیدا
ہوتا ہے جس کی نسبت مین اوپر بیان کر چکا ہون کہ خداوند عالم نے مجھکو فرمایا[۱] لیس الصراط الا
بالجذبۃ جاذبہ پیدا نہین ہوتا جب تک دو صفات جمالی و جلالی کا اجتماع نہو اسی لیے
من جانب اللہ اسمار جمالی و جلالی کا عروج و نزول شجر و حجر نباتات و جمادات حیوان مطلق حیوان ناطق
پر ہر عالم مین ہوتا رہتا ہے خداوند عالم اپنے رحم و عدل و حکمت سے کبھی خالی نہین رہتا ہے

[۲] گر نظر از راہ عنایت کنی — جملہ مہمات کفایت کنی

خدا کی رحمت ہے کہ اسی جاذبہ کو پیدا کرنے کے واسطے وہ انسان کو معاصی و تکالیف مین
مبتلا کرتا ہے یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا[۳] اگر انسان انمین مبتلا ہو کر متنبہ ہو گیا کہ
یہ حضرت حق سے ہے تو جاذبہ اسکے شامل حال ہو گیا اور یہی عین عشقبازی ہے۔ اسی واسطے
اکثر بزرگان دین سچے طالب کے سلوک کرانے مین اسکے تعہدات کی رعونت دفع کرنیکے لیے

---

[۱] بلا جاذبہ کے راہ نہین ہے [۳] گمراہ ہوتے ہین اسی قرآن سے بہت اور ہدایت پاتے ہین اسی قرآن سے بہت

نفل کے روزے رکھاکر عین غروب آفتاب کے قریب افطار کرادیتے ہین اور نہبت زیادہ ذطائف
داوراد ذنوافل مین مبتلا رہنے نہین دیتے اور محض مراسم دعاوات مین اگرچہ وہ عبادت ہی
کے متعلق کیون نہون پھنسا نہین رکھتے اور استقامت وتقلید جو اعلیٰ ترین چیز سلوک مین
ہے اسکا پابند نہین رہنے دیتے تاکہ اعلیٰ ترین استقامت کا سبق توحید فی الذات مین اسکو
حاصل ہوجاے کہ کسی چیز مین نہ ٹھہرے اور کسی شئے کو نہ پکڑے اور یہ نہ ٹھہرنا اور نہ پکڑنا ہی
بالذات توحید ہے اور ایسی ہی حالت مین جاذبات پیدا ہوتے رہتے ہین اور رعونت نہین
آتی ہے اور خودی نہین پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ توحید کی تجلی علی الدوام ہوجاتی ہے بےاختیاری
اعلیٰ چیز ہے ہی اسی سے جاذبات پیدا ہوتے ہین اور اوسکے مقابلہ کا اختیار یعنی خودی بُری
چیز ہے جس سے شرک پیدا ہوتاہے اور درصل اختیار وبے اختیاری شیخ چلی کا منصوبہ
ہے جو سوچتا ہے کہ سیخ کی مٹی کہان جاتی ہے ارے میان کنوئین کی مٹی کنوئین ہی مین
جاتی ہے سنے سنائے اعمال واحکام برطرف قلندرانہ مذاق پیشکش۔ کوئی تفرقہ معصیت و
نیک عملی مین نہین ہے۔ اور اگر تفرقہ ہے تو یہ معصیت ہے افسوس ہے کہ کمتر دیکھنے والے
اور کمتر سننے والے اور کمتر سمجھنے والے ہین کس کے سامنے روتے ہے کس کے سامنے گائیے
ہر عمل اور ہر شئے مین بلکہ ہر ذرہ مین حقیقت کی جلوہ نمائی ہے۔ عشق کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ہر
ذرہ کو تفصیل مین لاکر اوس سے لذت تفصیلی اوٹھائے۔ توحید کا جاذبہ یہ ہے کہ سب کو
نیست ونابود کرکے ان اللہ غنی عن العالمین سے ست وسرشار ہوکر تفرقہ مین خود
درخود ما وام عشقبازی کرتا رہے یعنی کبھی تفرقہ عین توحید ہوجائے اور کبھی توحید عین
تفرقہ۔ تفرقہ مین حق نے سالک کے واسطے اپنے اسماء وصفات کو رقیب بنا رکھا ہے کہ گویا
خود اون کے پہلو مین ہے اور سالک جستجو مین حیران وپریشان معشوق حقیقی کو رقیبون سے
فرصت نہین سالک کو تاب نہین۔ اسی جھگڑے مین نہ اطمینان ہوتاہے اور نہ امید لقاء
بندھتی ہے ورنہ حق ہر ہر شئے مین ہر وقت عیان ہے اگر معصیت ... ناعث ستے

سالک گذر جاے تو اسی میں جگ جگ موتی پروئے ہیں اور بے استقامتی میں استقامت اختیار کرے تو ع ٹھور ٹھور درشن کا ٹھم

ع موُرے سئیاں تو جگ اُوجیارے

رقابت کے جھگڑے برطرف۔ تمنا ہے کہ جملہ اسماء حق یعنی رقیب سالک کے دل برشتہ کے ایک گوشہ میں رہ کر آرام پائیں اور اس طرح سے لقاے حق سے سالک نفس مطمئنہ حاصل کرے۔ اور اس مقدمہ سے آزادانہ سبق لیکر سلوک میں قدم رکھے تاکہ معلوم ہوجاے کہ خدا کی راہ کیسی مشکل تھی اور واقعی کیسی آسان ہے کوئی دقیقہ حقائق و معارف کا اصولی اس میں فروگذاشت نہیں ہوا ہے تفصیل کی تو کوئی حد وانتہا نہیں ہے ؎

ذوقِ تست ہمدمی بفغاں بگذرم ز رشک   خارِ رہت بپاے عزیزاں خلیدہ باد

شرط یہ ہے کہ ایک ایک فقرہ اس مقدمہ کا بغور ملاحظہ فرمائیے۔ اگرچہ یہ حقائق و معارف حق الیقین سے نہیں لکھے گئے ہیں بلکہ عین الیقین و علم الیقین سے ہیں مگر بمنزلہ حق الیقین کے ہیں۔ امید ہے کہ اسکے معائنہ کرنے والے کو چشم بصر و بصیرت دونوں عطا ہوں گی۔ کیونکہ خراباتی کا کوئی قول بابا بصیرت و بصر کی دید کے نہیں ہوتا ہے ورنہ خداوند تعالی حدیث قدسی میں کبھی نہ فرماتا کہ انّ[۵۱] فی جسد ادم المضغۃ وفی المضغۃ قلب فی القلب فواد وفی الفواد روح وفی الروح سر وفی السر خفی وفی الخفی اخفیٰ وفی الاخفیٰ انا۔ خدا کا مشاہدہ مرنیکے بعد منحصر نہیں ہے اور زندگی میں محض بصیرت کی دید پر موقوف نہیں ہے بلکہ انھیں آنکھوں اور کانوں اور منھ اور ہاتھوں پیروں سے انسان کامل دکھیتا سنتا چکھتا چھوتا چلتا پھرتا ہے اور یہ مجازی نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے۔ ہمارا ضعف ایمان ہر گز ہم ہر مسئلہ کو کتابوں سے اور دلائل سے اور تقلیدت ثابت کرکے اور شک میں پڑکر

---

۵۱ تحقیق انسان کے جسم مین ایک پارہ گوشت ہے اور اُس پارہ گوشت مین دل ہے اور دل مین فواد ہے اور فواد مین روح ہے اور روح مین سر ہے اور سر مین خفی ہے اور خفی مین اخفیٰ اور اخفیٰ مین انا حقیقی ہے ۱۲

دفتر کے دفتر سیاہ کرتے ہین اور پھر کوئی نتیجہ نہین نکلتا ہے ہم کو چاہیے کہ اللہ کو حاضر و ناظر جان کر جس بات مین شک ہو اوس سے بالحاح پوچھ لین وہ ضرور جواب دیتا ہے اور اسکا جواب دینا ہی یقین کامل پیدا کرتا ہے اور اگر ہم یہ نہین کرتے تو گویا ہم اپنے عقیدہ مین حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر نہین جانتے اور اگر آپ حق تعالیٰ کو مستغنی جانتے ہین۔ حالانکہ ادسکو عین استغنا مین آپ کی لقار کا شوق ہے) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ ہتی ہتی فرما رہے ہے وہ موجود ہین اُن سے پوچھ لیجیے وہ ضرور بتا ئین گے اور اگر آپ کو اُنسے بھی انس و محبت نہین ہے اور محض تقلیدی و نفسانی خیال سے آپ اون کے نام پر آنسو بہاتے ہین تو پیر و مرشد سے پوچھ لیجیے وہ آپ کو دھوکہ نہین دینگے بمعاہدہ کی حالت مین بدمعاش بدمعاش پر جان دیدیتا ہے دھوکہ دینا کیسا۔ اگر آپ سے یہ بھی نہین ہو سکتا ہے تو خدا نے آپکو روح انسانی روح حیوانی چشم بصیرت عقل جزوی و عقل کلی و نفس کلی و شکل کل و جسم کل حس مشترک خیال حافظہ واہمہ سامعہ باصرہ شامہ ذائقہ لامسہ ان سب کا جامع بنایا ہے کیا یہ حکمت بیکار ہے آپ اپنے آپ مین کیون تفکر نہین کرتے ہین آپکا نفس تمامی اشیا عالم سے بنا ہوا سب سمجھانے بجھانے کو تیار ہے اور اوس کے ساتھ عالم کی تصویر بھی بنا کر کھڑی کر دی گئی ہے کہ اگر بسبب اپنی اجمالی حالت کے آپ کو ادراک کرنے مین کچھ وقت ہو تو تفصیلی حالت عالم مین آپ اسکو بذریعہ عقل و فلسفہ و صنعت وغیرہ سمجھ بوجھ کر عمل کرین۔ عالم الغیب نے ہر چیز کی شناخت کا ایک نمونہ تخلیق انسانی مین رکھدیا ہے۔ تفکر کرنے سے ضرور سمجھ مین آئیگا۔ آپ صرف اسقدر پر قانع مت رہیے کہ فلان شخص نے اچھا لکھا ہے یا بُرا لکھا ہے اور فلان شخص کیا لکھیگا اور فلان شخص کیونکر لکھ سکتا ہے بلکہ آپ اپنا احتساب کیجیے اور دیکھیے کہ آپ مین واقعی یہ باتین موجود ہین یا نہین اگر موجود ہین تو آپ اس نفسانیت ہی سے فائدہ اُٹھایئے اور اگر آپ دیکھتے ہین کہ آپ کو زمانہ دراز کے بے شمار تعبدات سے کوئی فائدہ ہوا ہے یعنی کوئی تجلی حق یا کوئی جاذبہ حق یا کوئی معراج ہوئی ہ

تو ہی اختیار کیجیے ورنہ کیون عمر ضایع کیجیے۔ اور محض اس خیال مین اپنا بیش قیمت وقت نہ صرف کیجیے کہ یہ نہ کرو کوئی اچھا کہے گا یا بُرا اور وہ کرو کوئی بُرا کہے گا یا اچھا۔ غور تو کیجیے کہ ساری عمر اسی مین صرف ہوگئی ہے یا نہین یہ دھوانی معاملات ہین ہم کو تو حضرت شاہ تراب علی صاحب کے یہ اشعار لاجواب معلوم ہوتے ہین ؎

حقیقت سے گر بیخبر ہون تو کیا ہون — ملک ہون کیا ہون بشر ہون تو کیا ہون
جہان مین نہ دیکھون اگر حق کا جلوہ — تو بالفرض اہل نظر ہون تو کیا ہون
نہین جسکو فرصت رقیبون سے اکدم — مین اُس کے کبھی ہم سفر ہون تو کیا ہون
جو خود مستعد ہے مری رہبری پر — بھلا اوسکا مین راہبر ہون تو کیا ہون
تراب اوسکی الفت نے کھو دی مشیخت
جو یار برہمن پسر ہون تو کیا ہون

پس معلوم ہوگیا کہ معصیت و تکلیف کو بھی خدا نے بیکار نہین بنایا ہے اور اگر معصیت کا ظہور نہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام مشرف بخطاب وَعَلَّمَ آدَمَ الاَسْمَاءَ کُلَّھَا نہوتے یعنی ہبوط ناسوت مین بغرض جامعیت اسما نہوتا۔ اور وہ معرفت اسما حق مین ناتمام رہتے اب رہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اون کی نسبت نہ کہیے اون کا تعین جامع اعتدالی ہے عالم مین جہان جو اچھائی اور برائی ہو رہی ہے یہ سب بہ نفس نفیس وہی کر رہے ہین اور خود محض پاک و صاف و طیب ہین اور برائے ہونے سے اون کی جامعیت مین فرق نہین آتا ہے مگر جناب ایک نماز عصر وہان بھی فوت ہوگئی تھی اور صفاتی نیغان کے باعث ایک واقعہ سورۂ عبس کا بھی ہے اسیواسطے کلام مجید مین سچے خدا کا قطعی وعدہ ہے کہ قُل[1] یا عبادیَ الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم ؎

بت پرستی سے نہ طینت مری زنہار پھری — سبحہ سو بار نئے سر دی گئی سو بار پھری

---

[1] کہدو کہ اے میرے بندو جنھون نے اپنے نفوس پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے بے آس نہو اللہ کل گناہ معاف کردیگا وہ غفور رحیم ہے ۱۲

فائدۂ سوم : مشاہدہ مجھے بتاریخ ۲۲ شوال سنہ ۱۳۳۱ھ جبکہ مین مظفر نگر مین ڈپٹی کلکٹر تھا اور مرض ذیابطیس مین مبتلا تھا صبح کے وقت بیداری مین مرض ذیابطیس کا مشاہدہ ہوا مین سچ کہتا ہون اور صاف صاف کہتا ہون چاہے اس مرض سے جانبر ہون یا نہون کیونکہ مرنا جینا ایک چیز ہے جس اظہار سے توقع ہو کہ ایک متنفس بھی فائدہ اُٹھائیگا مین اوسکے ظاہر کرنے پر آمادہ ہون مین نے دیکھا کہ ذیابطیس کا مرض صندلی رنگ کے بڑے کتے کا سا جسم ٹڑی دم کسیقدر بندر اور کسیقدر بکری سے مشابہت بڑے بڑے کان میرے سامنے آیا مین سمجھا کہ یہ ذیابطیس ہی ہے پہلے تو مین نے چاہا کہ اسکو مار ڈالون پھر مین نے کہا کہ یہ مہمان ہے اسکی مہمان نوازی کرنی چاہیے اسکے بعد پھر مجھے یاد آیا کہ مولانا حافظ مولوی محمد علی حمید صاحب نے مجھسے فرمایا تھا کہ تم اپنی صحت کی بابت کوشش وہمت نہین کرتے تم یہ نہونا چاہیے اور مجھسے وعدہ لے لیا تھا کہ مین حتی الامکان صرف ہمت کرونگا۔ اُن کا ارشاد میرے سر آنکھون پر تھا۔ پس مین نے بے رحمانہ اُسکو مار نہین ڈالا بلکہ اوسکو بہت اونچے پر لے گیا وہ نازک ہوتا چلا گیا اور پھر مجھکو ٹھیک پتہ نہ لگا کہ وہ کیا ہوا۔ یہ واقعہ مین نے اسواسطے نہین بیان کیا ہے کہ کوئی شخص اس سے قصہ اور کہانی کا فائدہ اُٹھائے بلکہ اسی بیان مین اس واقعہ سے ایک نادر بحث مین بیان کرونگا جو مجھکو مکشوف ہوئی ہے تاکہ اس کتاب کا پڑھنے والا خواب کے اسرار نبوی اور اولیاءاللہ کے مشاہدہ بیداری اور عین الیقین اور حق الیقین پر مطلع ہوکر اپنے سیر وسلوک مین شناخت کرسکے کہ ہم کیا دیکھتے ہین اور کیا اسکا فائدہ ہے اور اپنے خوابون کو معلوم کرسکے کہ خواب نبوی کون ہے اور کون خواب فیض ولایت سے ہی بتاویل وتعبیر اور کون خواب شیطانی ہے اور کیون حضرات مشائخ نے پاس انفاس اور ذکر نفی واثبات تعلیم سالک کے لیے وضع فرمائے ہین اور جو ترکیب پاس انفاس اور نفی واثبات کی حضرات مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رکھی ہے اسمین کیا حکمت ہے اور کیونکر عین الیقین سے حق الیقین حاصل ہوتا ہے اور اُسکے بیان کرنے مین صرف پاس انفاس

اور ذکر نفی و اثبات کی نسبت بیان کرونگا اور جو ہزارون اشغال و اذکار وضع فرمائے گئے ہین وہ سب نہ مجکو پورے طور پر معلوم ہین اور نہ مین اونکا ذکر کرونگا چونکہ مین نے اس کتاب مین اذکار و اشغال کا ذکر نہین کیا ہے لہذا تبرکاً و تیمناً ان دو طریقون کا ذکر مناسب سمجھتا ہون - یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر شخص بسبب عکوس تبائنہ کے حقیقت الحقایق سے اُلٹا سیدھا منعکس ہوتا ناسوت تک چلا آتا ہے - اکثر پہلے اولٹا منعکس ہوتا ہے پھر وہ الٹا جب الٹا منعکس ہوتا ہے تو سیدھا ہوجاتا ہے چنانچہ داہنے جانب سے قوس نزولی کے عالم مثال سے جہان عوالم در عوالم ہوتا ہوا سیدھا منعکس ہوا تھا عالم ناسوت مین اوس سیدھے کا اُلٹا منعکس ہوکر آتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہین کہ بچہ شکم مادر سے اُلٹا پیدا ہوتا ہے پھر قوس عروجی مین جو سیر الی اللہ ہے سیدھا ہوکر چڑھتا اور سیر کرتا ہے اسیواسطے عالم ناسوت مین ہر شخص جو اسفل السافلین مین کہا جاتا ہے وہ اسوجہ سے کہ اوسکے کل صفات اُلٹے ہوجاتے ہین اور عارف اسواسطے سچا کہا جاتا ہے کہ انسان عارف اُسوقت کہا جاتا ہے کہ جب اوسکے کل اولٹے صفات سیدھے ہوجائین پس انکو سیدھا کرنے کی ترکیب صفاتاً یہ ہے کہ وہ کھڑا ہوکر یا بیٹھکر یا سیدھا لیٹ کر بیداری مین بھی اور حتی الامکان خواب مین بھی پاس انفاس کرے یعنی جو سانس نیچے کی ہے اور جو باہر سے نکلتی ہے اوسکو اللہ کے خیال سے بلا زبان سے کہے ہوے ناف سے مخ دماغ تک چڑھتا ہوا خیال کرے اور اس خیال کرنے مین سانس آپ ہی آپ اللہ کی معیت کے ساتھ بائین سے جوانب کے رونگٹے رونگٹے مین ہوتی ہوئی مخ دماغ تک پہونچے گی اور اسطرح پر سالک ہر آن اپنی سانس سے ایک قوس عروجی بنائے گا جو گر یون کی قوسون کے بائین جانب ہوکر تمام جسم مین ساری وطاری ہوگی اور سالک کی دوحیثی دید کی ہستی اللہ کے ساتھ ساتھ ہم چشم ہوکر مخ دماغ سے پھر نزول کرے گی اور معیت حق سیر نزولی مین اوس ہستی کو اپنے رنگ ہو مین رنگ کر داہنی جانب گریون کی قوسون کی ہوکر ناسوت تک پہونچ جائے گی - اب یہ اللہ ھو ہوا اسی کو پاس انفاس کہتے ہین اور یہ ہر انسان کے ساتھ ہے

جب تک وہ زندہ ہے چاہے اسکو سمجھے یا نہ سمجھے اگر سمجھے گا تو فائدہ اٹھائیگا اور نہ سمجھے گا تو
فائدہ نہین اٹھائے گا مگر ہے یہی۔ اگر سوچے گا تو سالک اس آمد ورفت مین عروج مین مثل
ماہتاب کے اپنے آپ کو دیکھے گا اور نزول مین مثل آفتاب کے اور ایسی لذت پائیگا کہ مرا سکے
بند ہو جانے پر جسکو قبض کہتے ہین وہ بہت سخت پریشان ہو گا۔ اور دوسرا طریقہ نفی اثبات
کا ہے کہ جسطرح پر سالک اپنے نفس مین پاس انفاس کے ذریعہ سے ماہتاب سے مثل آفتاب
کے ہو گیا ہے اوسی طرح یہ ماہتاب وآفتاب انفسی سالک کے فاقی آفتاب و ماہتاب ہو جاے کہ بسبب
جامعیت کے جو سالک کا بدن اور گوشت و پوست ہے اور جو آفاق کے مادے سے بنا ہے
اوسکا ماہتاب وآفتاب بسبب مجاہدہ افعالی کے ناسوتی دائرہ عروجی سے بائین جانب چڑھکر
داہنی جانب دائرہ روحی مین ہوتا ہوا پھر بائین جانب رجوع کرتا ہوا مخ دماغ تک پہونچے
اور وہان سے مثل آفتاب کے معیت حق دائرہ روح مین آکر دائرہ ستر جو سینہ مین ہے اوسمین
ہو کر قلب مین آے اور قلب کو ضربون سے الٹ پلٹ کر مثل آفتاب کے بناوے۔ اس مین خیال کی
ضرورت کے علاوہ زبان سے ضرب لگانا چاہیے تاکہ آفاق کے نقرئی ڈھیلی یا تیز ضربون
سے کوٹ کوٹ کر دل کو ایک چاندی کا ورق بنادین اور نفس وآفاق کو ایک کردین اور سالک کو
علاوہ انفسی مشاہدہ اجمالی کے آفاق کا مشاہدہ تفصیلی بھی ایک ساتھ ہوتا ہے اور اللہ حی
اور اللہ علیم سے فائدہ اٹھاے اور قدرت حاصل کرنے کے لیے اَللّٰہُ قَدِیۡرٌ کی طلب و تلاش
مین ہے۔ قدرت نفس وآفاق کی دید پر منحصر ہے آپ نفس کو دیکھنے کیلیے پاس انفاس سے آفتاب بنا چکے ہین اور
ویسے ہی آفاق کو دیکھنے کیلیے نفی واثبات سے آفتاب بنا چکے ہین فرق ان دونون مین صرف
اسقدر ہے کہ نفس کا جو آفتاب بنا ہے اپنے جسم مین ایک حد تک معتاد معلوم ہوتا ہے اور آفاق کا آفتاب بنانا قادر
نہین معلوم ہوتا بلکہ کسی مدرک کی صنعت قادریت کیوجہ سے آفتاب معلوم ہوتا ہے اگر آفتاب نفسی کی آفتاب آفاقی
سے کوئی مدد نہ لے تو بھی اسکا کچھ ہرج نہین ہے کیونکہ وہ فی نفسہ تابان ہے اور آفتاب آفاقی کا محتاج نہیں
ہے وہ بہر صورت اپنی کشتی ساحل نجات پر پہونچا لیگا لیکن یہ نہ سمجھے کہ اسطرح سے وہ کسی دوسرے کی

کشتی ساحل نجات پر نہین پہونچا سکے گا اور آفتاب آفاقی اپنی کشتی بھی ساحلِ نجات پر
نہین پہونچا سکتا ہے کیونکہ وہ بنفسہٖ نفس بذاتہ کا محتاج ہے۔ مگر نفس مے بسبب اسفل السافلین
مین ہونے کی طبیعت کے اپنے آپ کو ایسا آفاق مین فنا کر رکھا ہے کہ اوسکو اپنے مرتبہ نفسی
مین پہونچنا دشوار ہوگیا ہے۔ یہ ایک وجدانی بات ہے کہ نفس مین خطرات وخیالات کبھی
بلاشمول آفاق کے بذاتہ آتے ہین اور کبھی بشمول آفاق پس جاگتے مین آپ ذرا سا تعقل و
تفکر کرین تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ خطرہ نفسی ہے اور یہ بشمول آفاق۔ اور یہ بھی خواب ہے
کیونکہ انھین خطرات سے یہ سب اشیاء آفاقی آپ دیکھتے ہین اور سوتے مین یا بیداری کی حالت
مین جب آنکھ بند کر کے سیر کرتے ہین تو مختلف اور غیر محدود اشیاء کا معائنہ آپ کو دو طرح پر
ہوتا ہے اُلٹا اور سیدھا۔ اُلٹا محض اسکو نہین کہتے ہین کہ سر نیچے ہو اور پیر اوپر بلکہ اُلٹا یہ
ہے کہ اپنے داہنے جانب کے مقابل مین جو شئے آپ دیکھین اوسکا بایان ہو اور بائین کے
مقابل مین داہنا۔ یہ مشاہدہ آفاقی ہے اور یہ فی نفسہٖ اپنے ظہور صورت مین آپ کا یعنی نفس کا
محتاج ہے اور ایک مشاہدہ آپ کو اپنے آپ مین ہوتا ہے جس سے آپ سمجھتے ہین کہ مرا سیدھا
یہ ہے اور میرا اُلٹا یہ ہے اور یہ اُلٹا سیدھا آپ کا بذاتہ ہے اور آفاق کا محتاج نہین ہے آپ کو
اس مکن مین جب مشاہدہ ہوگا تو صمدیت وقدرت کا مرتبہ حاصل ہے کہ جو حرکت آپ کرین
آپ کے سامنے کے مشاہدہ آفتاب آفاقی مین وہی حرکت پیدا ہو جائے گی اب آپ
خواب مین یا سیر مین یا مشاہدہ مین جو کوئی شکل دیکھین اگر اوس شکل کے داہنی جانب سے
آپ فیض آتے ہوئے دیکھین تو وہ فیض نبوی ہے اور وہ تعبیر کا محتاج نہین ہے اور جو
اوس شکل کے سینہ سے فیض آتے ہوے دیکھین تو وہ بھی فیض نبوی ہے مگر تعبیر کا محتاج
ہے اور اگر اوس شکل کے بائین جانب سے فیض آتے دیکھین تو وہ فیض نبوی کی بشارت
ہے اور اس مین آپ کو کوئی قدرت حاصل نہین ہوگی زمین نفسی بسبب فیض صمدیت کے
قائم بالذات ہے اوسکو گردش نہین ہے بلکہ وہ کل عوالم آفاقی کے دوائر کا مرکز ہے

مرکز نفس نفسی پر کل عوالم گردش کرتے ہین ؎

رات دن گردش مین ہین سات آسمان ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا

پس سیر و سلوک وخواب و بیداری مین جو شئے آپ سامنے سے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھین اوسپر اگر آپ سمجھ کر غالب ہوئے ہین تو وہ فیض آپ کو پیر و مرشد سے پہونچاہے اور جس سے آپ مغلوب ہوگئے ہین ہنوز وہ شئے من جانب اللہ یا من جانب الرسول یا من جانب المرشد مسخر نہین کی گئی ہے اور آپ کو اوس حالت مین خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ ہم دب گئے اور دوسرا مشاہدہ آپ کو بیداری وخواب دن اور رات مین چلتے پھرتے یون ہوتا ہی کہ آپ سامنے سے چیزون کو آتے نہین دیکھتے بلکہ اپنے مین سے نکلتے دیکھتے ہین یعنی آپ کے سامنے جو اشیا آفاق کی آتی ہین اونکا لحاظ آپ نہین کرتے اور اپنے نفس کے جو خیالات ہین اُن پر آپ کو غور ہوتا ہے۔ یہ مشاہدہ آپ کا ذاتی ہے مگر یہ بھی ایک حد تک قلیل ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ البتہ یہ اول سے زائد یقین کے قابل ہے مین نے اسی مشاہدہ مین حضرت قدر قدرت کو عالم صورت پر ایک بہت بڑا شخص مجسم دیکھا اور اوس مین مین نے اپنے آپ کو علحدہ اوس شخص کی طرف تفکر بالتوحید کرتے ہوئے پایا۔ اس طرح کہ مجھ مین صمدیت کا فیض اوس آفاقی صورت سے اس طرح پر آرہا ہے کہ مین مرکز ہون اور وہ آفاقی صورت اپنے بائین جانب سے گھوم کر میرے داہنے جانب محیط ہو گئی۔ اور اوس آفاقی صورت کی کل اشیا میرے گرد گھوم کر میری محیط ہوگئین اور وہ محیط آفاقی گھوم کر مجھ مین پس پشت سے سماتا ہوا معلوم ہوا سامنے سے وہ آفاقی صورت غائب ہوگئی جسکا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ نفس و آفاق ایک ہوکر اب جو اشکال اچھے یا برے میرے سامنے آئینگے وہ مجھ سے نکلتے معلوم ہونگے اور غالبا کسی شئے کا مشاہدہ غلط نہوگا اور یہ حق الیقین کی صورت ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ جو مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " کیا تم کو شک ہی کہ تمھین یقین نہوگا "، میرا وہ شک آنحضرت کے ارشاد کے صدقہ مین

رفع ہو جائے گا۔ مگر ہنوز زمین اوس پر حادی نہین ہوا ہون۔ پس جو شخص کہ خواب و بیداری مین اشیا کو اپنے آپ سے نکلتا ہوا دیکھے اور خود مقام صمدیت مین متمکن ہو اوس وقت اوسکو یہ اقتدار ہوتا ہے کہ جس شے کو جیسا حکم کرے ویسی ہی وہ شئے ہو جائے۔ اور یہ فیض خدا کی اوس عنایت سے ہے کہ جو اللہ قدیر سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت خدا کا ظہور مشیت سے ہوتا ہے اور اسی ارادہ مرتب ہوتا ہے۔ ارادہ دو طرح پر ہے ایک خیالی اور ایک حقیقی خیالی انسان کی خواہشات سے پیدا ہوتا ہے جو سلوک مین واجب الترک ہے۔ اور اسمین مشیت اسقدر ہے کہ حقیقت الحقائق سے خیال کرنے کی قدرت ہوتی ہے اوسکے موافق قوی سے فعل مین آنا اوس ارادہ کا لازمی نہین ہے اور اسمین محسوسات کے تاثیر و تاثر کو بہت دخل ہے جسمین وہم غیریت کا شائبہ ہے اور ارادہ حقیقی کلی بالتوحید ہے جس کے موافق قوی سے فعل مین آنا لازمی ہوتا ہے اور یہ ارادہ حقیقی بھی دو طرح پر ہے ایک روحی اور ایک تعقلی تعقلی مین شبہہ رہتا ہے کہ اوسکا وقوع ہو یا نہو اور روحی بلا شبہہ ہے اوسکا ظہور خواہ مخواہ ہوتا ہے اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ اور مطلوب یہی ارادہ کلی ہے جس سے تخلیق عالم ہے اور اسکو عالم امر بھی کہتے ہین انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون اور اس ارادہ کے لحاظ سے اسم اللہ مرید کا صادق آتا ہے اور بعد اسم مرید کے تین اسمار حق منجملہ اسماء سبعہ کے بیک دفعہ بلا مادہ و بلا مدت بے حرف و بے صوت و بے سمع و بے بصر ظہور پذیر ہوتے ہین یعنی اللہ سمیع اور اللہ بصیر اور اللہ کلیم۔ اللہ کلیم کا ظہور حکم حق یعنی ارادہ حق سے ہو جاتا ہے اور جس شئے کو حکم ہوتا ہے اوسکی صورت سامنے آجاتی ہے یہ اللہ بصیر ہوا اور وہ صورت حکم حق کو سنکر اوس حکم رب کی تعمیل بمعیت حق کرتی ہے یہ اللہ سمیع ہوا اور خود صورت مربوب ہوتی ہے اور معیت حق اوس کی رب اور یہ تینون اسمار ایک ساتھ بیک دفعہ اپنا اپنا ظہور سماعت و بصارت و کلام سالک مین کرتے ہین اور اپنا اپنا ٹھکانا ڈھونڈھ لیتے ہین سماعت کان کو لے لیتی ہے اور بصارت آنکھ کو اور کلام زبان کو لے لیتا ہے اور فی الواقع

سماعت وبصارت وکلام کوئی علحدہ چیز نہین ہے جس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے
مَا یَکُونُ مِنْ نَجْوَی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ[1] کیون کہ
معیت حق نے جسکو عینیت سے اپنے جی ہی جی مین سنا بھی اور دیکھا بھی اور کلام بھی کیا
لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ[2] کے یہی معنی ہین۔ بی یسمع وبی یبصر وبی[3]
یبطش وبی یمشی کا یہ مطلب ہے اوران سب اسمار کا ظہور اسی اتحاد حقیقی سے ہوتا ہے جو
بے حلول واتحاد ہے وھو معکم اینما کنتم اس عرفان کی جان ہے وفی انفسکم افلا
تبصرون اسکی جان جان ہے اور یہ بات حاصل نہین ہوتی جب تک مشغولی ومراقبہ بالتفکر
وبالتذکر نہ کیا جاے تفکر وتذکر مین یہ فرق ہے کہ تفکر مین آفاق وانفس کی نشانیون پر غور
کرکے اور سب اسما، وصفات کو ایک کرکے تعقل کے ساتھ قائل بالتوحید ہوا ور تذکر کی یہ
تعریف ہے کہ سالک اپنے مبدار کو جہان سے آیا ہے اور جسکی وجہ سے موجود ہے اور جہان بعد
موت اختیاری کے جائے گا اس مبدار کو مثل کسی بھولی چیز کے بلا خیال وتفکر کے حتر زدہ
ہوکر یاد کرے اور وہ یاد کرلینا بجز ذات حق کے اور کچھ نہین ہے اور سالک کی ذات کوئی
دوسری چیز نہین ہے یہی معنی فاذکرونی اذکرکم کے ہین اپنی ذات اور ذوات اشیار کو
علحدہ اور غیر حق جاننا غلطی ہے اور اپنی ذات اور ذوات اشیار کو عین حق جاننا یہی
صراط مستقیم ہے غیر حق جاننا وہم ہے اور عین حق جاننا حق الیقین ہے اور اسی کو مصطلحات
صوفیہ مین کافری کہتے ہین۔ کافری دو طرح پر ہے۔ ایک سالک اپنے افعال وصفات کو
آئینہ حق مین دیکھے اسمین آئینہ مختفی ہے یعنی سالک ذات حق کا چھپانے والا ہے یہ اسم اول
اور اسم باطن کا ظہور ہے دوسرے حق کو اپنے صفات وافعال واسمار مین سالک بلا کسی
زائد وجود بالغیر کے ملاحظہ کرے تو بھی بجز سالک کے نہین ہے حق نہ بیرون ہے نہ درون ہے

---

[1] نہین ہے کوئی مجمع تین کا مگر وہ اُن کا چوتھا ہے اور نہ پانچ کا مگر وہ اُن کا چھٹا ہے ۱۲ [2] نہین ادراک کرتی ہین اوس کے بصارتین اور وہ بصارتون کا ادراک کرتا ہے ۱۲ [3] وہ بندہ مجھ ہی سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ ہی سے چھوتا ہے اور مجھ سے چلتا پھرتا ہے ۱۲

یہ اسم ظاہر اور اسم آخر کا ظہور ہی جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہی کہ سالک عین اپنی آخریت میں اوّل ہوتا ہی اور عین اپنی اولیت میں آخر اور عین اپنے بطون میں ظاہر ہوتا ہی اور عین اپنے ظہور میں باطن اور ان چاروں اسماء میں مجموعی فنا ہونے سے ایک حیرت پیدا ہوتی ہے جس کے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے دعا فرمائی ہے اَللّٰھُمَّ زِدْنِی تَحَیُّرًا اور یہی تحیّر حیرت محمودہ ہے جس کا اور جھور نہین ہے ؎

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

اور جس طرح سے آئینہ فوراً افعال رائی کو بتشکل اسی حیثیت سے قبول کرلیتا ہے اُسی طرح آئینہ قلب سالک کو حیرت زدگی میں عوالم واشیاء عوالم مشہود ہو جاتے ہین اگر انفس مین مشہود ہوئے تو یہ شہود فی الانفس ہی اور اگر آفاق میں مشہود ہوئے تو کشود و کشف فی الافاق ہی اور جس وجہ سے کہ انفس و آفاق میں یہ معائنہ و کشف ہوا وہ حیرت ہے اور اسی وجہ سے آئینہ کو حیرت زدہ کہتے ہیں اور یہی حیرت دید ہے ؎

بنگاہِ کاظمِ رہنما بہ طفیلِ باسطِ مقتدا
ہے وہی شہود تری اب کا کہ قلندروں کی جو دید ہو

الكہف والرّقیم

السیّد عبد الکریم الجیلی

نور السّہیم

مولانا محمد تقی حیدر کاظمی

فیض الکریم

شاہ محمد وتاج الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الکامن فی کنہ ذاتہ الکائن فی عماء غیاباتہ	حمد اللہ کیلئے ہے کہ جو مخفی ہے اپنی کنہ ذات میں اور ثابت ہے اپنے عماء غیابات میں۔

عماء کے لغوی معنی ابر باریک کے ہیں اور حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں اللہ کے نفس کا نفس ہے جسکو قلم وعقل کل ونفس کل کہتے ہیں جسمیں وہ موجود تھا قبل تخلیق عالم کے (جیسے خواب میں ہر شخص اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور اسکو کوئی نہیں دیکھتا اور وہ دیکھنا اسکی صورت کا ہونا نہیں کہا جاتا ہے) اور اسی طرح پر اب موجود ہے بعد تخلیق عالم بصورت آدم ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اور غیابات جمع ہے غیابت کی، غیابت کے لغوی معنی یہ ہیں کہ جو کسی چیز کو چھپاوے اور غائب ہو۔ پس عماء چھپانے والا ہے ذات حق کو اور ثابت کرنے والا ہے حق کو جس طرح پتھر چھپانے والا ہے آگ کو اور عین اسی پوشیدگی میں ظاہر کرنے والا ہے آگ کو یعنی حق اپنی کنہ ذات کو عین پوشیدگی میں بحیثیت عماء کے پانے والا ہے پس ظاہر ہوا کہ عماء اسماء وصفات حق کا نام ہے جس سے کل تشبیہات کا ظہور ہوا اور یہی کنز مخفی ہے کہ جسمیں حق تعالی قبل تخلیق عالم کے تھا اور اب بعد تخلیق عالم کے ہے اور ہمیشہ

بعد فنا ہونے عالم کے رہے گا جیسا بعد معلومات فنا ہوجانے کے معلومات کا علم باقی رہتا ہے پس عماء احدیت کے تنزیہ مین تشبہ کا ایک برزقیق ہے جس سے سارا عالم ظاہر ہوا یعنی کل عوالم کا بیج ہے اور کل عوالم اوسمین مندمج ہین جیسے درخت بیج مین مندرج ہوتا ہی۔

الکامل فی اسمائہ وصفاتہ الجامع بالوہیتہ شمل مضاداتہ	کامل ہے اپنے اسماء وصفات مین اور جامع ہے اپنی الوہیت سے شمول مخالفات مین

یعنی الوہیت مقام وحدت کو کہتے ہین کہ جس کا ایک طور تنزیہی احدیت ہے جہان اسم ورسم معدوم ہے اور دوسرا طور تشبیہی واحدیت ہے یعنی اعیان ثابت کل اسماء وصفات متضادہ کے نفس مین ظاہر ہین جن کے پرتو سے آفاق فی الخارج ظاہر ہوا ہے اور چونکہ اسماء وصفات مختتم نہین ہین اس لیے اسی طرح پر ظاہر ہوتا چلا جائے گا اور اس وحدت کے کل مجموعہ کا نام مع توحید ایجادی آفاقی فی الخارج کے الوہیت ہے جو بشمول اپنی مخالفات کے جامع ہے۔

الاحد فی سماتہ۔ الواحد فی تعدداتہ	احد ہے اپنے سمات مین اور واحد ہے اپنے تعددات مین۔

سمات کے لغوی معنی بکسر اول جمع سمت جوانب اور بفتح اول جمع سمت نشانیان ہین

المتحیزة اوصافہ فی سیفاتہ الازلی فی ابداخریاتہ الابدی فی ازلہ ولیاتہ	احاطہ کرنیوالا ہے اپنے تمام اوصاف کا اپنے درجہ کمالین ازلی ہے اپنے ابدآخریات مین۔ او ر ابدی ہے اپنے ازل اولیات مین۔

یعنی الآن کما کان ہے اس کے ابداعی ارادہ سے ازل شروع ہوتا ہے اور اس ارادہ کے ختم ہونے پر ابد کہا جاتا ہے یہ دونون ایک اعتباری نام ہین جو اول ہے وہی آخر ہے اور جو آخر ہے وہی اول ہے۔

الظاہر فی کل صورة ومعنی بصورتہ	ظاہر ہے تمام صورتون اور معنون مین مع اپنی صورتون

وآياته البائنة عن كل محسوس ومعقول وموهوم ومعقول بينها غير متباينة في بيناته المتخلق بكل خلق في كل خلق من مخلوقاته	اور آیتون کے اور بعینہ ہر محسوس اور معقول اور موہوم اور معقول سے بذریعہ اپنی نشانیون کے بلا فرق کے ظاہر ہے اور تمام مخلوقات کی تخلیق کرنے مین اپنے ہر ہر خلق کا ظاہر کرنے والا ہے۔

یعنی ہر ہر مخلوق مظہر کسی اسم یا صفت حق کی ہے اور وہ ان عوالم مین اوس اسم یا صفت حق کی مظہر تام ہے اور اوسکے خلق کی بعینہ صورت ہے۔

المتجلي بصور العالم من انسانه وحيوانه ونباتاته وجماداته المتخلي في سرادق تنزيه المتعالي في سرادقات مجده عن الفصل والوصل والضد والند والكم والكيف والتجسيم والتحديد والتقييد بتشبيه او تنزيهاته	متجلی ہے بصور عالم از جنس انسان و حیوان و نباتات و جمادات۔ اور متخلی (یعنی متفرد) ہے اپنے سراپردہ تنزیہ مین برتر ہے اپنی نزہتگاہ عظمت مین اس طرح پر کہ نہ فصل ہے اور نہ وصل ہے نہ ضد ہے نہ ند ہے نہ کم ہے نہ کیف ہی نہ تجسیم ہے نہ تحدید ہے اور نہ اپنی تشبیہ یا تنزیہ مین تقید ہے

بلکہ یہ سب اوسکے اسمار وصفات ہین جن کا وہ مسمیٰ اور موصوف ہے

سبوح سبحت اسمائه في بحار كنهه فغرقت دون الوصول الى غاياته	ایسا پاک کہ اوس کے اسمار نے اوس کی کنہ کے دریاؤن مین شناوری کی اور غرق ہوگئے مگر اوس کی انتہا تک پہونچ نہ پائے۔

غرق ہونا ذات سے مغلوب ہوجانا ہے من حیث العینیت اور پہونچ نہ پانا یعنی بوجہ عینیت کی فرق طالب و مطلوب کا باقی نہین رہا۔

متصف بكل وصف موتلف بكل الف مجتمع بكل جمع ممتنع بكل منع	وہ ہر صفت کے ساتھ متصف ہے اور ہر قسم کی الفت والا ہے ہر چال سے چلنے والا ہی ہر قید کین

مفترق بکل فرق منطلق بکل طلق
مقید بکل قید محدود بکل
تحدید مقدس منزہ فی تشبیہاتہ
لا یحصرہ الاین ولا یخلو منہ
ولا تدرکہ العین ولا یستر عنہ
خالق معنی خلق عرض علی جوہر
ہو حقیقۃ ذلک الجوہر ولا
عرض یعتریہ رازق معنی لرزق
تنزلہ فی رتبۃ سماہا خلقا
لیوفی بہا حکم مرتبۃ الاخری
علی ما تطلبہ الحکمۃ او یقتضیہ
حکم تقدیراتہ مجہول فی حقیقۃ
غیب کنت کنزا لم اعرف بعد
تعرفہ الی خلقہ بما عرف من
تعریفاتہ

مقید ہے ہر حد سے محدود ہے ہر جمع و منع کا جامع
و مانع ہے مقدس ہے اور منزہ ہے اپنی کل تشبیہات
مین نہ این (یعنی کیون۔ کیا) مین محصور ہے اور
نہ این اوس سے خالی ہے نہ آنکھ اوسکو ادراک
کرسکتی ہے اور نہ وہ خود اپنی دید سے پوشیدہ ہے
خالق عین خلق ہے عرض ہے جوہر پر (اور عجب
ہے کہ) وہ عرض اوس جوہر کی حقیقت ہے یعنی
نہ وہ عرض جسکو جوہر پاسکے رازق عین رزق ہی
اوسکا تنزل اپنے اوس مرتبہ مین جس کو خلق کہتے
ہین اس لیے ہے کہ اوسکے دوسرے مرتبہ یعنی خلق
کا حکم بھی پورا ہو جاے جیسا کہ اوسکی حکمت چاہتی
تھی یا اوسکو اوس کی تقدیرات کا حکم مقتضی تھا
مجہول ہے حقیقت غیب کنت کنزا لم اعرف مین بعد
اپنے آپکو اوس چیز سے پہچاننے کے جو اوس کی
تعریفات سے اوسکی خلق کی طرف پہچانی گئی ہی

یعنی جیسا قبل تخلیق عالم کے کنز مخفی مجہول الکیفیۃ تھا ویسا ہی بعد تخلیق عالم کے
اور اس تفصیل کیساتھ پہچانے جانے کے بھی مجہول الکیفیۃ ہے کیونکہ یہ اوس کے تنزہ کی
شان ہے۔

جعل اسم الخلق مجلا لذاتہ
ولا یتعداہ۔

اسم خلق کو اپنی ذات کا مجلی گردانا اور اوس سے
تجاوز نہ کیا۔

علی الخصوص انسان کامل کو کہ جو تمامی اسماء و صفات حق کا جامع ہے اپنی ذات کا

مجلی گردانا یعنی ہویت ذات مطلقہ وہی اینیت انسان کامل ہے کیونکہ اوس ہویت کا ادراک اسی انیت نے کیا ہے اور اس انیت کے علاوہ اوس ہویت کا پایا جانا محال ہے ؎

سرمد خامی اگر خدا مے طلبی | گوری اگر از خویش جدا مے طلبی
حق باتو زبان انا ہو گوید | بیرون و درون توئی کرا مے طلبی

وسم الاسم الحق حکما من ذاتہ لا یفیدک سواہ وحکم الالوھیۃ جمعھا فلم یکن مرضی لغیرہ وراء اللہ الالوھیۃ المحیطۃ باحدیتہ والاحدیۃ المسلطنۃ علی الوھیۃ فی ترتیباتہ تعرف الی کل موجود بحسب المرتبۃ التی ابرزہ فیھا من عینہ وما عرفہ الا نفسہ فی جمالہ وزینہ من جمیع مکوناتہ احمدہ حمدہ لنفسہ من خلف سرادق غیبہ الا بھی واثنی علیہ بلسان جمالہ الاکمل الا بھی ھو کما اثنی علی نفسہ لا یحصیہ اذ کنت لا احصی ثناء علیہ واستمد من الجناب الاعظم غیب غیبہ الجمع الابھم نقطۃ

اور اسم حق کو خلق کی ذات کا حکم قرار دیا اور بتایا کہ تجھ کو فائدہ نہ دے گا سوائے اس حکم کے اور اپنی الوہیت کو دونون کا جامع بنایا پس نہوا کوئی غیر مرضی پر چلنے والا سوائے اللہ کے بسبب الوہیت کے احاطہ کرنے کے احدیت کو اور بسبب احدیت کے غلبہ کے الوہیت پر ترتیبات مین ہر مرتبہ کے موافق ہر موجود مین پہچانا گیا جس طریقہ سے کہ اوس نے اوس موجود مین بعینہ اپنی ذات کو ظاہر کیا۔ اور نہ پہچانا اوسکو مگر اوسی کی ذات نے اوسی کے جمال مین اور زینت دی جمال کو کل مخلوقات مین حمد کرتا ہون مین اسکی جسکی حمد بذاتہ غیب مین پس پردہ ہے عقول سے اور تعریف کرتا ہون مین اوسکی اوسی کے جمال کامل و زیبا کی زبان سے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اُس نے اپنی تعریف کی کیونکہ مین اوس کی تعریف کو شمار نہین کر سکتا ہون اور مین جناب اعظم سے مدد

عين الحروف المعجم محمد سيد العرب والعجم مركز كنه الحقائق والتوحيد مجمع دقائق التنزيه والتحديد مجلى معانى جمال القديم والجديد صورت كمال الذات الازلى التخليد في جنات الصفات الابدى الاطلاق في ميدان الالوهيات

مانگتا ہون جو وجود اقدس کے جمع غیب مین پوشیدہ ہین اور ایک نقطہ ہین کہ جو عین حرف معجم ہے وہ محمد سید العرب والعجم ہین جو کنہ حقائق و توحید کے مرکز ہین اور دقائق تنزیہ وتحدید کے مجمع ہین اور معانی قدیم وجدید کے جلا دینے والے ہین کمال ذات کی صورت ہین ازل سے جنت صفات مین ہمیشہ رہنے والے اور میدان الوہیات مین ابد اطلاق تک ہمیشہ رہنے والے ہین۔

یعنی آپکا سریان کل موجودات مین مثل نقطہ وحدت ب کے ہی جو ب اور دیگر حروف مین بحفظ مراتب شامل ہے بمصداق آیہ کریمہ لولاک لما خلقت الافلاک

صلی الله علیه وسلم وعلی اله القادرة الهداة المتحلين بحلية المتحولين في احواله القائمين عنه في مقامه باقواله وافعاله وعلى اله واصحابه وعترته والنساله وشرف وكرم ومجد وعظم اما بعد فانی استخرت الله تعالی في املاء هذا لكتاب المسمى بالكهف والرقيم في شرح بسم الله الرحمن الرحيم وخلك بعد باعث روحانی واجابة سوال اخ

اللہ کا درود وسلام اونپر اور اُن کی اولاد بزرگ وہادی جو اپنے حالات مین زیور احوال سے نو بنو آراستہ ہوتے رہتے ہین اور مقام محمدی مین اقوال وافعال محمدی سے قائم ہین اور آپ کی اولاد و اصحاب و عترت و ذریت پر (علاوہ علاحدہ) شرف وکرم ومجد وعظم نازل ہو۔

اما بعد پس مین نے اس کتاب الکهف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم کے لکھنے مین اللہ تعالی سے مدد طلب کی اور توفیق رحمانی سے حسب فرمائش برادر عزیز عارف ربانی صاحب فہم روشن و ذکا د مبر ہین۔ اصل مطلب کے پہونچنے والے

عارف ربانی هو ذو الفهم
الثاقب والذكاء الباهر الناسب
والتجويد والتفريد والقدم
الصدق في المطالب عماد الدين
يحيى بن ابى القاسم التونسى
المغربي سبط الحسن بن على
بعد مدافعتى اياه وتأخرى
عن التقدم الى ما يهواه فلم يسمع
بالاقالة ولم يجنح الا الى ما
قاله بعثنى صدق رغبته الى
موافقته فاستخرت الله تعالى
ولجأت اليه اسأله سبحانه
وتعالى ان ينفع به مملية و
السامعين وقارئه وهو الاولى
بالاجابة والاجدر بتوفيقى
بالاصابة والملتمس من اهل الله
ساداتنا الاخوان الناظرين في هذا الكتاب
سلام الله عليهم ورضوانه ان يفحصوا
في معنى كل كلمة حق فحصهم بتبيانه من وجوه
عباراتها واشاراتها وتصريحاتها و
تلويحاتها وكناياتها وتقديمها وتأخيرها

با ہمہ دبے ہمہ صاحب قدم صدق فی المطالب
عماد الدین یحییٰ ابن ابی القاسم تونسی مغربی سبط
امام حسن ابن علی تصنیف کیا ہر چند کہ مین نے پہلے
بہت انکار کیا اور اپنی عدیم الفرصتی کا اظہار
کیا مگر اونھون نے اوتنا ہی اصرار کیا اور نہ مانا
تب مین نے مجبور ہوکر بوجہ اونکی سچی خواہش کے
اوسکو لکھا اور خدا تعالیٰ سے رجوع کرکے مین نے
طلب خیر کی اور دعا کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ اس
کتاب کے لکھنے والے اور سننے والے کو اور پڑھنے
والے کو نفع بخشے کیونکہ وہ دعا کا بڑا قبول کرنے والا
ہے اور میری توفیق بالاستقلال کے لیے سزاوار تر
اور اہل اللہ اور سادات اخوان ناظرین کتاب ہذا
سلام اللہ علیہم ورضوانہ کی خدمت مین التماس ہے
کہ وہ ہر کلمہ کے معنی مین غور کرین یہانتک کہ اسکے
بیان سے بوجہ اوسکی عبارتون اور اشارتون اور
صراحتون اور روشنیون اور کنایتون کے اور تقدیم
و تاخیر رعایت کردہ شدہ قواعد شرعیہ و اصول دینیہ
کے مسرور ہون پس اگر وہ معانی توحید سے کسی بات
پر واقف ہون کہ جسکی شہادت کتاب اللہ و سنت
دے تو یہی میرا مقصود ہے کہ جسکے لیے مین نے یہ
کتاب لکھی ہے اور اگر اوس سے اوسکے خلاف سمجھین

المواعاة للقواعد الشرعية والاصول
الدينية فان وقفوا على معنى من
معانيه لتوحيد شهد لهم فيه الكتاب
والسنة فذالك مطلوبي الذي املية
الكتاب لاجله وان فهموا منه خلاف
ذالك فانا برئ من ذالك الفهم
فليرفضوه وليطلبوا ما املية مع الجمع
بالكتاب والسنة فان الله سيوجد هم
ذالك سنة جرى بهما كرمه في خلقه
والله على كل شئ قدير ثم المسئول منهم
ان يمدونا بانفاسهم الالهية ويقبلونا
على ما فينا وهذه جهد المقل قدمتها بين
ايديهم راجيا دعوة نجي او نظرة ولي ؎

فان تجد عيبا فسد الخللا
فجل من لا عيب فيه وعلى

وها انا اشرع فيما ذكرته مستعينا بالله
ناظرا الى الله اخذا بالله عن الله
فما ثم الا الله والله يقول الحق وهو
يهدي السبيل وما توفيقي الا بالله .

تو مین اوس سے مبرا ہون اون کو چاہیے کہ
جس بات کو مین نے لکھا ہے کتاب و سنت جمع
کرکے اوس کی تفتیش کرین خدا کی ذات سے
اُمید ہے کہ وہ اوس کو ایک مدت مین پاوین گے
جب اوس کا کرم ہوگا اور اللہ ہر چیز پر قادر
ہے۔ اور اون سے ایک دوسرا التماس یہ ہے کہ
ہم کو اپنے انفاس آلہیہ سے مدد دین اور ہم کو اُس
چیز پر کہ جو ہم مین ہے قبول کرین اور ہم اِس
تالیف حقیر کو اُمیدوار دعاے نجات و نظر
عنایت ہوکر اون کے روبرو پیش کرتے ہین ؎

پاؤ جو کوئی عیب تو رکھو مجھے معاف
بے عیب ذات پاک خداے کریم ہے

اب ہم اوس چیز کو کہ جسکو ہمنے ذکر کیا ہے اللہ
سے مدد مانگ کر اور اللہ کو حاضر و ناظر جان کر اور
بتوفیق اللہ کے اللہ سے لیکر شروع کرتے ہین پس
یہان سواے اللہ کے اور کوئی نہین ہے
اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی صراط المستقیم کی
طرف ہدایت کرتا ہے اور میری توفیق نہین ہے
مگر اللہ سے

؎
ہم دعا از تو اجابت ہم ز تست
ایمنی از تو مہابت ہم ز تست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وردفی الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کل مافی الکتب المنزلۃ فھو فی القرآن وکل ما فی القرآن فھو فی الفاتحۃ وکل ما فی الفاتحۃ فھو فی بسم اللہ الرحمن الرحیم وورد کل ما فی بسم اللہ الرحمن الرحیم فھو فی الباء وکل ما فی الباء فھو فی النقطۃ التی تحت الباء وقال بعض العارفین بسم اللہ الرحمن الرحیم من العارف بمنزلۃ کن من اللہ۔

حدیث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ کتب منزلہ مین ہے وہ قرآن مین ہے اور جو کچھ قرآن مین ہے وہ فاتحۃ الکتاب مین ہے اور جو کچھ فاتحہ مین ہے وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جو کچھ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین ہے وہ ب مین ہے اور جو ب مین ہے وہ اس نقطہ مین ہے جو ب کے نیچے ہے اور بعض عارفین کا قول ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم عارف سے بمنزلہ کن کے ہے اللہ سے۔

کیونکہ کن ارادہ کلی جناب باری کو کہتے ہین کہ جس سے سارا عالم پیدا ہوا ہے جسکو آفاق کہتے ہین اور جسمین عقل کل نفس کل وطبیعت کل وہباء وشکل کل وجسم کل وعرش وافلاک وعناصر وموالید ثلاثہ یعنی جمادات ونباتات وحیوانات داخل ہین جن کا جامع حیوان ناطق یعنی انسان ہے کہ جو ارادہ کرنے والا کن کا ہے اور وہ اپنے ارادہ کن سے عوالم مذکورہ مین فی نفسہ وبنفسہ ساری وطاری ہے پس بسم اللہ الرحمن الرحیم جامع ہے اپنی ب سے عقل کل کو اور اپنے اسم سے نفس کل کو اور اپنے لفظ اللہ سے جمیع طور تنزیہی "باسم" اور طور تشبیہی رحمٰن ورحیم بھی داخل ہے

اپنے مقام الوہیت کو جسمین ہبا او رشکل کل اورجسم کل شامل ہین اور اپنے "رحمن" سے مستوی ہے عرش پر اور عرش کل افلاک وعناصر ومو الید پر محتوی ہے اور اپنے "رحیم" سے انسان کامل کو جو تمامی مذکورات بالا کا جامع ہے فیض دیتی ہے اس طرحپر انسان کامل ایک نقطہ وحدت ہی جو وجہ حقیقی کا خال ہے اور جس طرح نقطہ کل حروف مین ساری وطاری ہے اوسی طرح انسان کامل کل مخلوقات مین ساری وطاری ہے اور پھر اپنے آپ سے اور کل حروف یعنی مخلوقات سے غائب ہی کیونکہ نقطہ کی تعریف اصطلاح علم ہیئت مین یہ ہے کہ اوسکی جگہ مقرر ہو اور منقسم نہو سکتا ہو اور جگہہ مقرر ہونے سے یہ مطلب ہے کہ جس جگہ چاہین اُسکو فرض کرلین پس اوسی نقطۂ وحدت سے بسم اللہ کی ب ہے اور وہی ب بسم اللہ کے کل حروف مین ساری وطاری ہے جیساکہ حضرت مصنف نے آگے بیان کیاہے اور عجب العجاب بات یہ ہے کہ ب کے بعد جو اسم کا الف ہی اوسکی جگہ تومعلوم ہے مگر اوسکے ٹکڑے نہین ہوسکتے اور وہ غائب ہے یعنی حق باوجود تشبیہ کے منزہ ہے اور باوجود تنزیہ کے تشبیہ ہی اور اسکا مفصل بیان ہم آگے چلکر کرینگے انشاءاللہ تعالی پس انسان کامل ہی سے سارا عالم ظہور مین آیا اور انسان کامل ہی اوس تنزیہ اور تشبیہ کی ایک صورت ہی پس انسان کامل جب بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتاہے تو عالم کو پیدا کرتاہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اجمال کی تفصیل سورۂ فاتحہ ہے یعنی رحمۃ للعالمین جو رحمن ورحیم دونون کے مظہر ہین جب اپنے قرآن کو ملاحظہ فرماتے ہین تو فرماتے ہین کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم ملك یوم الدین اور جب اپنے قرآن وفرقان دونون کو ملاحظہ فرماتے ہین تو فرماتے ہین کہ ایاك نعبد وایاك نستعین اور جب کتاب مبین یعنی صرف فرقان کو ملاحظہ فرماتے ہین تو فرماتے ہین کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین اور جب ان تینون مراتب

سورۂ فاتحہ پر غور فرملتے ہین تو مرتبۂ الوہیت حق سے واقف ہوکر مجموعی سورۂ فاتحہ کو کلام الٰہی جانتے ہین کہ جو سر وحی ہے اور جسکی تفصیل مع اجمال کے حروف مقطعات مین سے الٓمٓ ہے یعنی الف سے احدیت مراد ہے جو بجاے قرآن کے ہے اور لام سے وحدت جو بجاے قرآن و فرقان دونون کے ہے یعنی حرف ل کا اوپر کا حصہ احدیت کا الف ہی اور نیچے کا حصہ ق یعنی دائرہ کونیہ ہے یعنی لام مین احدیت و دائرہ کونیہ کا اتحاد ہے پس لام جامع احدیت و دائرہ کونیہ ہے اور میم سے واحدیت مُراد ہے جو بجاے کتاب مبین یعنی فرقان کے ہے اور اس طرح پر مجموعی الٓمٓ سے اپنے آپ کو مصدر و مصداق ذالک الکتاب لاریب فیہ جانتے ہین اور بحکم اینما تولوا فثم وجہ اللہ اپنے چہرہ کو ذالک الکتاب کا مشارٌ الیہ سمجھتے ہین جسکی پوری تفصیل کل کلام مجید ہے ؎

خطت کلیم وکلام رخت کلام اللہ	چہ رُخ چہ خط چہ جبین لاالٰہ الااللہ

اور کوئی رطب و یابس ایسا نہین ہے جو کتاب مبین مین نہین ہے کہ ؏ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین پس جو کچھ کتب منزلہ مین ہے وہ کتاب مبین مین ہی لہذا حدیث مذکورہ صحیح ہے بسم اللہ بجاے قرآن کے ہے اور الحمد للہ بجائے قرآن و فرقان کے ہے اور باقی کلام مجید بجاے کتاب مبین کے بمنزلہ فرقان صرف ہے۔

واعلم ان الکلام علی بسم اللہ الرحمن الرحیم من وجوہ کثیرۃ کالنحو والصرف واللغۃ والکلام	اور جاننا چاہیے کہ کلام بسم اللہ الرحمن الرحیم پر بوجوہ کثیرہ ہے مثل نحو اور صرف اور لغت کے اور یہ کلام مادہ حُرف اور اوسکے صیغہ

؎۱ جدھر مُنھ پھیرو اودھر خدا کا منھ ہے ۔ ؏۲ نہین ہے کوئی تر اور نہ خشک مگر (یہ کہ وہ) کتاب مبین مین ہے ۔

في على مادة الحروف وصيغتها
وطبيعتها وهيئتها وتركيبها و
اختصاصها على باقي الحروف الموجودة
في فاتحة الكتاب وجمعها لها و
اختصاص الاحرف الموجودة
في البسملة والكلام عليها في
منافعها واسرارها ولسنا بصدد
شيء من ذلك بل كلامنا
عليها من وجه معاني حقائقها
فيما يليق بجناب الحق سبحانه
وتعالى والكلام مندرج بعضه
في بعض اذ المقصود من جميع
هذه الوجوه معرفة الحق سبحانه
وتعالى ونحن على بابه فكلما
يتجدد من فيض على الانفاس
ينزل به الروح الامين على
القلب القرطاس۔

اور طبیعت اور ہیئت اور ترکیب پر ہے
اور کلام اُس کے اختصاص پر ہے (کہ جو اُسکو
باقی حروف پر) حاصل ہے کہ جو حروف
فاتحۃ الکتاب مین موجود ہین اور اُن حروف
کے جمع پر ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم
کے لیے اور ب کو حروف موجودہ مین خاص
کرنے پر ہے اور کلام اوس کے منافع و اسرار
مین ہے اور ہم انہین سے کسی چیز کے درپے
نہین ہین بلکہ ہمارا کلام اِس مسئلہ مین باعتبار
معانی و حقائق کے ہے کہ جو لائق ہے بجناب
حق سبحانہ وتعالی اور بعض کلام مندرج ہے
بعض مین اس لیے کہ مقصود ان کل وجوہ
سے معرفت حق سبحانہ وتعالی کی ہے اور
ہم اسی کے درپے ہین پس جو کچھ کہ متجدد
ہوتا ہے اسکے فیض سے انفاس پر
نازل ہوتے ہین اوسی سے روح الامین
قلب قرطاس پر۔

گویا وہی تجدد و روح الامین کا نزول ہے۔

واعلم ان النقطة التي تحت الباء
اول كل سورة من كتاب الله تعالى
لان الحرف مركب من النقطة

اور جاننا چاہیے کہ وہ نقطہ جو ب کے نیچے
ہے اول ہر سورۃ ہے کتاب اللہ تعالی
سے اِس لیے کہ حرف مرکب ہے نقطہ سے

ولا بد لكل سورة من حرف هو
اولها ولكل حرف نقطة هي اوله
فلزم من هذا ان النقطة اول كل
سورة من كتاب الله تعالى ولما
كانت النقطة كما ذكرنا وكانت
النسبة بينها وبين الباء تامة
كاملة كما سياتي بيانه كان الباء
في اول كل سورة للزوم البسملة
في جميع السور حتى سورة براءة
فان الباء اول حرف فيها فلزم
من هذا ان كل القران في
كل سورة من كتاب الله تعالى
لما سبق من الحديث ان كل
القران في الفاتحة وهي في البسملة
وهي في الباء وهي في النقطة
فكذلك الحق سبحانه وتعالى
مع كل احد بكماله لا يتجزى
ولا يتبعض. فالنقطة
اشارة الى ذات الله تعالى الغائب
خلف سرادق كنزيته في ظهوره
للخلق.

اور ہر سورۃ کے لیے ایک حرف ہے کہ جو
اُسکا اول ہے اور ہر حرف کے لیے نقطہ ہے
کہ جو اسکا اول ہے پس لازم آیا کہ نقطہ اول
ہر سورت ہے کتاب اللہ تعالیٰ سے اور
جبکہ نقطہ اس طرح تھا جیساکہ ہم نے ذکر کیا
اور ب مین اور اوس مین نسبت تامہ کاملہ تھی
جیساکہ اوس کا بیان آگے آوے گا تو ب
اول ہر سورۃ مین بوجہ کل سورتون مین
لزوم بسملہ کے ہے یہان تک کہ سورہ برات
مین بھی کیونکہ اومین بھی اولی حرف ب ہی
پس اس سے یہ لازم آیا کہ کل قرآن ہر سورۃ
مین کتاب اللہ سے ہے جیساکہ حدیث
سابق سے معلوم ہوا کہ کل قرآن فاتحہ مین
ہے اور فاتحہ بسم اللہ مین اور بسم اللہ
ب مین اور ب نقطہ مین پس اسی طرح
حق سبحانہ وتعالیٰ ہر ایک کے ساتھ بکمالہ
ہے نہ متجزی (ٹکڑے ٹکڑے) ہوتا ہے
اور نہ متبعض (علیحدہ علیحدہ) ہوتا ہی۔ پس
نقطہ اشارہ ہے ذات باری تعالیٰ کی طرف
کہ جو غائب ہی سراپردہ ہاے کنزیت ظہور
مین بسبب اپنی تخلیق کے۔

ظاہر ہے کہ نفس کنزیت اسی حالت مین حجاب ہوسکتی ہے کہ جب بعینہ وہی کنزیت صورتاً ظاہر ہوجائے جیسے بیج اسی وقت شدت کنزیت مین کہا جاسکتا ہے کہ جب بعینہ وہ اکھوا یا درخت ہوجائے پس حقتعالی کی شدت خفا مقتضی ظہور ہے اور شدت ظہور موجب خفا ہے۔

الا تراك ترى النقطة ولا تحسن بقراءة البتة لصوتها وتنزهها عن التقييد بمخرج دون مخرج۔

کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ نقطہ دیکھا جاتا ہے اور پڑھا نہیں جاسکتا ہے بسبب اپنے صموت وتنزہ کے بمخرج دون مخرج

یعنی کسی مخرج مین مقید ہونے سے منزہ ہے کہ دوسرے مخرج سے عاری ہو۔

اذهى نفس الحروف الخارجة من جميع المخارج فتنبه لما تقابله من هوية غيب الاحدية وتقراء النقطة باعتبار الاشتراك تقول فى التاء المثناة اذا فردت عليها النقطة تاء مثلثة فما قرأت الا النقطة لان الباء والتاء المثناة والمثلثة لا تقراء اذ صورتها واحدة ولا يقراء الا نقطتها فلو كانت تقراء فى نفسها لكانت هيئة كل واحدة غير هيئة الاخرى وبالنقطة

اس لیے کہ یہی نقطہ عین حرف خارجہ کا ہے تمامی مخارج مین پس خبر رکھ اوس چیز کے لیے کہ جو مقابل ہے اوس کی ہویۃ غیب الاحدیت سے۔ اور پڑھا جانا نقطہ کا باعتبار مشترک ہونی کے ہے یعنی کہا جاتا ہے تا ء مثناۃ مین جب کہ اوس پر نقطہ زیادہ کر دیا جائے تا مثلثہ پس پڑھا نہ گیا مگر نقطہ اس لیے کہ با، اور تا مثناۃ ومثلثہ نہیں پڑھے جاتے ہین (کیونکہ) اون کی صورت ایک ہے اور نہیں پڑھا جاتا ہے مگر اون کا نقطہ پس اگر ہر ایک وہی ب وت وث فی نفسہا پڑھے جاتے تو البتہ ہر ایک کی صورت دوسرے کی صورت کے غیر ہوتی (اور ایسا نہیں ہے یعنی محض نقطہ سے

تمیزت فما قرء فی الاحرف
الا النقطة وکذالک ما
عرف فی الخلق الا اللہ فکما
عرفت الا من الخلق انما عرفته
من اللہ۔

تمیز کیے گئے پس نہ پڑھا گیا حروف مین مگر
نقطہ اور اسی طرح نہ پہچانا گیا خلق مین مگر
اللہ پس جس طرح کہ تونے اوس کو خلق سے
پہچانا جز این نیست کہ تونے اوس کو اللہ سے
پہچانا۔

یعنی جب کہ عینیت حق کی خلق کے ساتھ ثابت ہوئی جیسا کہ نقطہ کی عینیت
سے اوپر ظاہر ہوا ہے تو حق کا خلق سے پہچاننا ہو ہو حق کا حق سے
پہچاننا ہوا۔

بیان ان النقطة فی بعض الاحرف
اشد ظهورا منها فی بعضها
فتظهر فی بعض زائدة علیها
لیکون تکمیل ذلک الحرف بها
کالحروف المعجمة فان تکمیلها
بها وتظهر فی بعض عینها
کالالف والحروف المهملة لانه
مرکب من النقطة ولهذا کان
الالف اشرف من الباء لظهور
النقطة فی عینه وما ظهرت
النقطة فی الباء الا علی حسب
تکمیله علی وجه الاتحاد لان
نقطة الحرف من تمام الحرف

اور نقطہ بعض حروف مین بہت ظاہر ہے بعض
سے پس بعض مین اس لیے زاید ظاہر ہوتا ہے کہ
اس سے اُس حرف کی تکمیل ہوتی ہی مثل حروف معجمہ کے اس
لیے کہ حروف معجمہ کی تکمیل اوس نقطہ سے ہی اور بعض مین عینیت کے
ساتھ ظاہر ہوتا ہی جیسے الف اور دیگر حروف مہملہ مین
اس لیے کہ وہ مرکب ہین نقطہ سے (یعنی نقطہ ہی
کا اپنے آپ مین ترکیب اون حروف مہملہ کی
صورت ہی) اور اسی لیے الف بسبب بعینہ ظہور
نقطہ کی ذات الف مین ب سے اشرف ہے
اور ب مین نقطہ کا ظاہر ہونا اسکی تکمیل کیلیے
بوجہ اتحاد کے ہے اسلیے کہ نقطہ ہی تمامی حرف
سے ہے پس وہ (یعنی نقطہ) حرف کے ساتھ متحد
ہے اور اتحاد مشعر بالغیریت ہی۔ اور یہ (غیریت)

فهو متحد بالحرف ولا اتحاد يشعر بالغيرية
هو ذلك الفصل الذي تراه بين الحرف و
بين النقطة والالف مقامه مقام الواحد بنفسه
ولهذا كان الالف ظاهراً بنفسه في كل حرف

وہ فصل ہے کہ جسکو تو نقطہ اور حرف کے درمیان مین
دیکھتا ہے اور الف کا مقام مقام واحد بنفسہ
و بعینہٖ ہے اور اسی لیے الف ہر حرف مین
بنفسہٖ ظاہر ہے۔

اسی وجہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم مین الف نہ نقطہ کے مقدم اور نہ ب کے
مؤخر ہے اور کسی مقام پر مثل نقطہ کے نظر بھی نہین آتا ہے اور مع نقطہ کے تمامی بسم اللہ
و تمامی حروف مہملہ و معجمہ مین عینیت کے ساتھ بلا حلول و اتحاد ساری و طاری ہے اور
اپنی اطلاق مین کی قید سے بھی معرّا و مبرّا ہے جس کی نسبت مثل نقطۂ با کے یہ بھی نہین
کہہ سکتے کہ اسمین اسم و رسم کیفیت و کمیت نہین ہے۔

كما تقول ان الباء الف مبسوطة والجيم الف معوجة
الطرفين والدال الف منحني الوسط والالف في
مقام النقطة التي تركيب كل حرف منها
وكل حرف مركب من النقطة
فالنقطة لكل حرف كالجوهر
البسيط والحرف كالجسم المركب
فما قام الالف بجسمه مقام النقطة
فتركيب الاحرف منها كما
ذكرناه في ان الباء الف مبسوطة
وكذلك الحقيقة المحمدية
خلق العالم باسره منها لما ورد
في حديث جابر ان الله تعالى

جیساکہ تو کہتا ہے کہ ب الف مبسوطہ ہے
اور ج الف معوجۃ الطرفین ہے اور دال الف
منحنی الوسط ہے اور الف بوجہ ہر حرف کے اُس
سے مرکب ہونے کے مقام نقطہ مین ہے اور
ہر حرف نقطہ سے مرکب ہی پس نقطہ ہر حرف
کے لیے مثل جوہر بسیط کے ہی اور حرف مثل
جسم مرکب کے ہی۔ پس الف نہ قایم ہوا بجسمہ
بجاے نقطہ کے پس ترکیب حروف کی اُس
الف سے ایسی ہے جیساکہ ہم نے اوس کو اس
بیان مین ذکر کیا ہے کہ ب الف مبسوطہ ہی اور
اسی طرح حقیقۃ محمدیہ ہے کہ تمام عالم اوس سے
پیدا کیا گیا ہے جیساکہ حدیث جابر مین وارد ہی

خلق روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ذاتہ وخلق العالم باسرہ من روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم فمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ھو الظاھر فی الخلق باسمہ بالمظاھر الالٰھیۃ	کہ اللہ تعالیٰ نے روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے پیدا کیا اور تمام کائنات کو روح محمدی سے پیدا کیا۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ظاہر فی الخلق ہین اپنے اسم سے بمظاہر الٰہیہ۔

یعنی آپ مثل نقطہ بار کے اپنی روح کلی سے مجموعی ہر ہر شے مین بصورت خلق بحکم ونفخت فیہ من روحی ہر ہر مرتبہ مین مناسبت تعین ہر مرتبہ کے صورتًا ظاہر ہین۔ اور کل مخلوق آپ ہی مین ہے اور عبدیت کا لباس آپ نے بسبب اپنی جامعیت کے لیا ہی اور چونکہ عبد کا تن من دہن سب مالک کا ہوتا ہے اور عبد پر مالک محتوی حقیقی ہی یعنی عبدیت سے کچھ باقی رہ جانا مالک کی ملکیت مین نقص پیدا کرتا ہے پس اس احاطہ سے عبدیت اعتباری ہوکر عین الوہیت ہوگئی۔ **نکتہ** واضح رہے کہ عبدیت کا مقام ابنیت سے اعلیٰ و اشرف ہی۔ اگرچہ ابن کی تعریف ہے کہ الولد سر لابیہ مگر سر مین بھی فی الجملہ تفرقہ ہے جو عبدیت مین بالکل نہین ہے یعنی عبد کا وجود ہی نہین ہے بجز مالک کے۔ اور ابن کا وجود مالک کے وجود سے فی الجملہ غیر ہے۔ اگر یہ کہا جاے کہ ابن بعد ایک مدت کے عبد کا مالک ہوجاتا ہے تو اوس کا جواب یہ ہے کہ ہان ابن عبد کا مالک ہوجاتا ہے مگر بعد وفات اب کے اور یہان اب حی لا یموت ہی پس آن حضرت کی فضیلت حضرت عیسی علیہ السلام پر ظاہر ہوئی یعنی اگر نصاری حضرت عیسی کو ابن اللہ کہین تو آنحضرت عین اللہ ہوے ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

پس آپ ہی بمنزلہ الف کے ہین جو نقطہ بار یعنی علت ہی بھی افضل ہی جیساکہ حضرت مصنف نے

آیندہ لکھا ہے اور نحن اقرب من حبل الوریدﷺ آپ ہی کا کلام ہے بحکم ان
الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور ومارمیت اذ رمیت و
لکن اللہ رمی پس سوائے اللہ کے کچھ باقی نہ رہا کان اللہ ولم یکن معہ شیئاً
یہ وہ ہے جو اطلاق کی قید سے بھی مبرا ہے اور باعتبار تنزل احدیت کہا جاتا
ہے جسمین اسم و رسم نہین ہے اور جسکو دنی کہتے ہین اور جس سے تمامی عالم پیدا ہی اور
جب عالم پیدا ہوا اوس پیدا ہونے سے اس لامکانی احدیت کا پتہ لگا اور لامکانی
احدیت مثل نقطہ با کے ہی لیکن ؎

نکاح معنوی افتاد در دین	جہان را نفس کلی داد کابین

هنوز الف منزہ عن الاطلاق فی نفسہ ہے جو وجودی موجودی جسکا نکاح نقطہ با کے ساتھ ہوا
جس کے بطن سے ساری مخلوق بوجہ کابین کے ظہور مین آئی اور یہی مخلوق احدیت کا
زیور فی الخارج ہے اور بحکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن الف کا جماع حقیقی
نقطۂ با کے ساتھ واقع ہوا یہ مقام او ادنی ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ
صبغۃ الف بعد جماع حقیقی اوسی طرح پر منزہ قید اطلاق سے رہا فتدلی ہوا تنزل
الف کا نور محمدی ہے اللہ نور السموات والارض یہ مقام محمود ہے محض اسوجہ سے
کہ تعریف و توصیف سے پاک ہے اور لامکانی کی قید سے بھی منزہ اور لاتاخذہ سنۃ
ولا نوم ہے حدیث لاینام قلبی اسی حدیث کا تذکرہ اور ارواحنا اجسادنا اجسادنا
ارواحنا اسی بے کیفی و بے زبانی کی کیفیت و گفتگو ہے یہی برزخ کبری ہے اور تمامی

۵۱ ہم انسان کے شہ رگ سے زیادہ قریب ہین ۵۲ جن لوگون نے کہ تمہاری بیعت کی
بیشک اونھون نے اللہ کی بیعت کی اونکے ہاتھون پر خدا کا ہاتھ ہے ۵۳ جب تم نے
کنکری پھینکی تو تم نے نہین پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ۵۴ اللہ تھا اور اوس کے ساتھ
کوئی چیز نہ تھی ۱۲ ۵۵ عورتین تمہارا لباس ہین اور تم اون کا لباس ہو ۱۲
۵۶ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کون رنگ اچھا ہی ۵۷ نہین پکڑتی اوسکو غنودگی
اور نہ نیند ۱۲ ۵۸ میرا دل نہین سوتا ہے ۱۲ ۵۹ ہماری روحین ہمارا جسم ہین اور ہمارے جسم ہماری روحین ہین ۱۲

اطوار کا مبدا و منتہی ہے جس کو مقام وحدت کہتے ہین جسکا ایک طور احدیت ہی اور ایک طور واحدیت ہے ہی منتہی پر فرمایا ہے ؎

علم حق در علم صوفی گم شود || این سخن کے باور مردم بود

اور اسی کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کتاب مرآۃ العارفین مین نون و قلم سے معبر فرمایا ہے کہ الحمد للہ الذی اخرج من النون ما ادرج فی القلم وابرز الی الوجود بالجود ما اکتنفہ لعلم اور یہی کتاب جبرہ رسول اللہی ہی الکرہ ذلک الکتاب لا ریب فیہ جس مین الف اطلاق کی قید سے بھی منزہ ہے اول مین اوپر کا حصہ ا۔ اور نیچے کا حصہ ن ہی یعنی دائرہ کونیہ یعنی وحدت کا کل احدیت کیساتھ ہی اور میم کے عدد چالیس مین اور عوالم بھی چالیس مین کا مین یعنی واحدیت ہی اور یہی الف یعنی انسان کامل کی نسبت عما تحریر فرمایا ہی اور یہ تحریر فرمایا ہی کہ قال اللہ تعالی اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا فی قراھذا الکتاب فقد علم ما کان وما ھو کائن وما ھو یکون پس یہ سب مراتب مع ذات و صفات و افعال و انفس و آفاق کے انسان کے مین اور بلا انسان کے کوئی چیز ظہور مین آئی اور نہ اوس سے کوئی شے باہر ہے علی الخصوص انسان کامل سے اور یہ الف وہی انسان کامل ہی جو باعتبار جامعیت کے انسان کہا جاتا ہے اور باعتبار تنزہ کے احد اور عالم امر جیسا کہ آن حضرت نے فرمایا ہے کہ انا احمد بلا میم اور باعتبار تشبہ کے احمد و محمد و عالم خلق یعنی باعتبار روحانیت کے احمد و عالم ملکوت اور باعتبار جسمانیت کے محمد و عالم ملک اور باعتبار صنائع و بدائع کے قلم اعلی و عقل کل اور باعتبار نقوش کے لوح محفوظ اور نفس کل اور باعتبار تخصیص کے عقل محمدی و جبرئیل اور باعتبار قلب محمدی کے عرش اعظم و میکائیل اور باعتبار صفات جلالیہ و جمالیہ کے عزرائیل و اسرافیل اور باعتبار رحمت عامہ

---

۵۱ حمد اوس اللہ کے لیے جس نے نون سے نکالا اوس چیز کو کہ قلم مین درج کیا تھا اور اپنے جود سے وجود مین اوس چیز کو ظاہر کیا جسکو عدم مین مخفی رکھا تھا ۱۲ ۵۲ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اپنی کتاب کو پڑھ تیرا نفس آج تجھ پر کافی محاسب ہے پس جس نے اس کتاب کو پڑھا اوس کو معلوم ہوگیا جو کچھ کہ تھا اور جو ہے اور جو ہوگا ۱۲

کے الرحمن علی العرش استوی اور باعتبار رحمت خاصہ کے بالمومنین رؤف رحیم اور باعتبار طبائع رسول اللہ کے چار عناصر گنے حرارت عشق جسکی شور انگیزی کی حد نہین اور یہی شور انگیزی حرکت ہی جس سے ہوا پیدا ہوئی جب آگ اور ہوا ملی پانی ہوا۔ اور جب آگ اور ہوا اور پانی ملین گے تو کثافت آجائیگی۔ وہ خاک ہوئی یعنی آن حضرت نے اپنے آپ کو بحکم فاحببت ان اعرف حرکت دی آگ اور ہوا پیدا ہوگئین آپنے تنزل فرمایا جو حرارت وحرکت کا مقتضی ہے پسینہ آگیا پانی پیدا ہوگیا جب پسینہ آیا تو میل آگیا خاک پیدا ہوگئی وہی میل سارے عالم کا مادہ ہے اب خاک مین نفس نہین ہے لہذا ساکت وصامت ہے۔ آب وباد وآتش مین شائبہ نفس ہی اسوجہ سے شور وغل ہے۔ حرارت عشق نے اوس میل کو میل رکھنا نہ چاہا یعنی اُس کا تنزل مین پڑا رہنا گوارا نہوا جاذب ہوئی چونکہ میل بھی حقیقی تھا اُسنے اپنے نفس سے جدا ہونا نچاہا لہذا ایک حصہ بقدر مناسبت حرارت صعود کو گیا اور دوسرا حصہ ہبوط مین رہا جمادات ہوگئے ہوا اور پانی درمیان مین تھے پانی نے اوپر اون جاذبات کو جو بیچ ما بین صعود وہبوط کے تھے بقدر اپنے حصہ کے قائم رکھا ہوا نے رنگ دیا ابعاد ثلثہ مین سے نباتات پیدا ہوگئے پھر یہی معاملہ حرارت عشق کا جو خاک کے ساتھ ہوا تھا ہوا اور پانی کے ساتھ ہوا جانوران آبی وطیور ہوگئے جن کے جامع چوپایے ہین اور یہی قصہ حرارت عشق کا آتش کے ساتھ ہوا یعنی اپنے ساتھ آپ محبت ہوئی جامعیت خاک وباد وآب تو موجود ہی تھی حیوان ناطق یعنی انسان ہوگیا ؏

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے بل بنا	کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

اب انسان مین سے جس نے یاد حق کی وہ ادسی حرارت عشقی کے جاذبہ سے العشق ہو اللہ ہوگیا [۵۱] کما بدا کم تعودون [۵۲] ورنہ اولئک کالانعام بل ہم اضل [۵۳]

[۵۱] عشق وہی اللہ ہے ۱۲ [۵۲] جیسی کہ تمھاری ابتدا کی ہے ویسے ہی عود کروگے ۱۲
[۵۳] وہ لوگ مثل جانورون کے ہین بلکہ اون سے بھی بدتر ۱۲

کے بموجب انتہاے تنزل مین گرفتار رہیگا۔
تنبیہ اور جاننا چاہیے کہ یہ تخلیق یون نہین ہوئی ہے کہ پہلے جمادات ہوگئے ہون پھر نباتات پھر حیوانات پھر انسان بلکہ بیکدفعہ سبکی تخلیق ہوئی ہے کیونکہ جاذبات عشقی بمناسبت طبائع وعناصر بیکدفعہ ہوے ہین یعنی کل عالم مع تمامی مخلوقات کے ایک ہی آن مین موجود ہوا ہے اور سبقت اور بعدیت جو نظر آتی ہے وہ ہر شئے کے اثر وا تقاضا کے وجہ سے ہی بالجملہ حرارت عشق نے کوئی دقیقہ تخلیق کا پہلی ہی مرتبہ مُ ٹھا نہین رکھا جو لبعد کو کہا جاے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ بندر ترقی کر کے آدمی ہوا ہے یہ غلط ہے اور اس کہنے والے کی نظر فکری منحصر اسباب جزوی پر ہے نہ مسبب پر بلکہ عالم کی تخلیق یون ہے کہ جسطرح نطفہ بیکدفعہ حرارت عشق سے رحم مین قرار پکڑتا ہے اور تقاضا بتقاضا اوسکے اعضا متمیز ہوکر فتبارك الله احسن الخالقين ہوتا ہے۔ یہ مثال انفس کی ہے اور آفاق مین ایک ہی بیج سے اکھوا اور شاخ اور پھول اور پھل تقاضا بتقاضا ظاہر ہوتی ہین لیکن پھول کا تقاضا پھل ہونیکا پھل سے قریب ہوتا ہے پس یہ کہا جاے کہ بندر مثل پھول کے تھا اوس سے ترقی کر کے پھل یعنی آدمی ہوا ہے یہ نہایت پست خیالی ہی بلکہ اوسی بیج مین یہ سب بیکدفعہ تھا تقاضا بتقاضا اوسکے نام جدا گانہ ہوے بندر سے آدمی نہین ہوا بلکہ آدمی تھا اور سے بندر بھی اُسکے تقاضا سے مخلوق ہے الغرض یہ سب نیرنگیان حضرت انسان کی ہین جن کی طرف بسم اللہ مین حرف الف سے اشارہ ہے کہ جلد ظاہر غائب ہی اور حقیقتاً کل حروف مین ساری وطاری ہے جیساکہ اوپر ذکر ہوا سچ تو یہ ہے کہ ؎

چرخ کوکب یہ سلیقہ ہے ستمگاری مین۔ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

اور اسرار الف کے مقام پر پہونچکر سیر الی اللہ مین سالک کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ مقام وحدت احدیت سے فروتر ہے اور احدیت کی طلب مین اپنے آپ کو گمنامی و بے کیفی و

بھی دیوجی مین ڈالکر یا تو سخت غافل ہو جاتا ہے اور یا اپنے مشغولی مین مُتوار رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اعلیٰ ترین مطلوب مین وہ فانی ہو رہا ہے اور آخر کو بجز نیند کے عادی ہو جانے کے کچھ حاصل نہین ہوتا ہے اگرچہ اوس کا یہ مجاہدہ بیکار نہ سمجھا جاے کیونکہ اللہ کے لیے ہے مگر مطلوب حقیقی کو نہین پاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بزرگان دین نے فرمایا ہے ؎

بندگی و حق پرستی کچھ نہونا ہے نیاز	کچھ نہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہین

؎

تو در وگم شو وصال این ست و بس	گم شدن گم کن کمال این ست و بس

اور یہ اوسکی سمجھ مین نہین آتا ہے کہ ان بزرگان دین نے سیر الی اللہ مین اس مقام کے پاجانے کی نسبت نہین فرمایا ہے یہ مقام سیر الی اللہ مین تو راستہ مین پڑتا ہے اور مقام محمدی بھی ہے اور اس سے بالاتر مقام احدیت ہے مگر جو سیر الی اللہ مین اس مقام کو حقیقت محمدی سمجھا وہ سمجھنا اُسکا ناتمام ہے کہ ہنوز وہ پرتوہ وحدت مین پہونچا ہے اور احدیت مین فانی نہین ہوا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عبدیت مجازی محمدی برقرار رہتی ہے اور سالک کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بہرحال ازروے نص کے محمدؐ واقعی عبد ہین اور پھر کسیلئے سالک کا کیا ٹھکانا ہے کہ وہ عبدیت مجازی سے نکل سکے اور وہی منقولی عظمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عقیدتاً قرار دیکر بلا تحقیق کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شفیع قرار دیکر اور اپنے آپ کو اُنکا نام لیوا سمجھکر روتا پیٹتا اور وجد کرتا ہے اور اس پھنساوہ مین اصلی حقیقت محمدی سے ناواقف رہکر کمال سے محروم رہتا ہے یہ مقام محمود نہین ہے بلکہ مقام محمود وہ تنزلی ہے جو احدیت مین فنا ہونے کے بعد نصیب ہوتا ہے اور یہی مقام عبودیت الوہیت ہو جاتا ہے جیسا کہ تھا اور کچھ نہین سب کچھ ہو جاتا ہے تنزل عین ترفع ہو جاتا ہے بلکہ وہ تنزل و ترفع دونون سے بری

ہو جاتا ہے۔ گم شدن گم کن کے یہ معنی نہین ہین کہ گم ہوتا چلا جاے بلکہ یہ معنی ہین کہ گم ہونے کو گم کر یعنی ہوش مین آؤ اور فنا الفنا کے یہ معنی ہین کہ فنا کو فنا کر یعنی بقا حاصل کرو اور محو کو صحو سے بدلوا اور سیر فی اللہ نے سیر باللہ و مع اللہ کرو احدیت لفظاً مؤنث ہے اگرچہ بہت اعلیٰ ہے مگر مثل عورت کے ہے۔ عورت مطلوب نہین ہے احد جس سے احدیت نکلی ہے وہ مذکر لفظی ہے اور کل اسماء حسنی مذکر لفظی ہین اور حکم ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ پس مطلوب مذکر ہے نہ مؤنث حدیث قدسی مین وارد ہے کہ ان فی جسد ادم لمضغة و فی المضغة قلب و فی القلب فؤاد و فی الفؤاد روح و فی الروح سر و فی السر خفی و فی الخفی اخفی و فی الاخفی انا۔ ہر انسان باتباع آن حضرت کامل ہے

اگر یک قطرہ را دل بر شگافی		برون آید از و صد بحر صافی

باوجود نہ پیغمبر ہونے کے طالب کو حرمان اپنے مطلوب حقیقی سے نہین ہو سکتا ہے اس طرح پر ہر فرد بشر کے ساتھ آن حضرت کو عینیت ہے اسی وجہ سے آپ شفیع ہین اور یہی شفاعت ہے کہ جس سے نبیون مین آپ کا مقام اعلیٰ ترین ہے

ہست اشارات محمد المراد		کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
مطربا اسرار ما را باز گو		قصہ ہاے جانفزا را باز گو
ماجراے رفتۂ ما در ازل		باز گو آن ماجرا را باز گو
مخزن انا فتحنا بر گشا		سر جان مصطفیٰ را باز گو
انچہ پنہان می سراید زیر و بم		بر ملا و آشکارا باز گو

سله اللہ کے اخلاق اختیار کرو ۱۲ سله بالتحقیق آدمی کے جسم مین ایک لوتھڑا ہے اور اوس لوتھڑے مین قلب ہے اور قلب مین فواد ہے اور فواد مین روح ہے اور روح مین خفی ہے اور خفی مین اخفی اور اخفا مین انا (حقیقی) ہے ۱۲

الا ترى انه صلى الله عليه وسلم اسرى بجسمه الى فوق العرش وهو مستوى الرحمن

کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ آن حضرت نے بجسمہ سیر کی الی فوق العرش کہ جس پر رحمن مستوی ہے۔

یعنی جس طرح پر عرش محیط کل اشیا ہے رحمن مستوی عرش ہے جس طرح سے کوئی ذرہ باگردش عرش کے ظہور مین نہین آتا ہے اوسی طرح پر عرش کی کوئی گردش بلا ارادہ اسم رحمن کے نہین ہوتی ہے اور مظہر تام بلکہ عین ظہور اسم رحمن کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اسی لیے آپ رحمۃ للعالمین ہین۔

فالالف وان كانت بقية الحروف المهملة مثله والنقطة ظاهرة فيها بذاتها لظهورها في الالف فله عليها الزيادة لان ما بعد عن النقطة الا بدرجة واحدة لان النقطتين اذا تركبتا صارتا الفا فحدث الالف بعد واحد وهو الطول اذ الابعاد ثلثة وهو طول وعرض وعمق او سمك وبقية الاحرف تجتمع فيها اكثر من بعد كالجيم فان في راسه الطول وفي تعريقته السمك وكالكاف فان في راسها الطول وفي الوسط بين راسه وتعريقته الاولى العرض

پس اگرچہ باقی حروف مہملہ الف کے مثل ہین اور اسمین نقطہ بالذات ظاہر ہے بسبب اسکے ظہور کے الف مین لیکن الف کے لیے اور حروف پر زیادتی ہے اس لیے کہ وہ نقطہ سے دور نہین ہے مگر بدرجہ واحدہ اس لیے کہ دو نقطے جب مرکب ہون گے تب الف ہو جائے گا پس حادث ہوا الف کو بعد واحد۔ اور وہ بعد طول ہے کیونکہ ابعاد تین ہین طول و عرض و عمق یا سمک (بلندی) اور بقیہ حروف مین جمع ہوتے ہین اکثر بعد جیسے جیم پس اوس کے سر مین طول ہے اور اوس کے تعریقہ (یعنی بڑھا کر پھیرنے) مین بلندی ہے اور جیسے کاف کہ اوس کے سر مین طول ہے اور وسط مین درمیان مین اُسکے سر اور تعریقہ اول کے عرض ہے

وفی الحائل بین التعریفتین سمك فهذا فیہ ثلثۃ ابعاد ولابد فی کل حرف غیر الالف ان یکون فیہ بعدان او ثلثۃ فالالف اقرب الی النقطۃ لان النقطۃ لابعد لہا فنسبۃ الالف بین الاحرف المھملۃ نسبۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بین الانبیاء والورثۃ الکمل فلھذا قدم الالف علی سائر الحروف فافھم وتامل۔

اور ہر دو تعریفۃ کے درمیان مین سمک ہے لہذا اس مین تین بعد ہین اور سواے الف کی ہر حرف مین یہ ضروری ہے کہ اوس مین دو یا تین بعد ہون پس الف نقطہ کی طرف اقرب ہے اِس لیے کہ نقطہ مین بعد نہین ہے پس الف کی نسبت حروف مہملہ کے ساتھ ایسی ہی ہے جیسے آن حضرت کی نسبت انبیا و ورثہ کمل کے درمیان مین۔ اسی لیے الف کل حروف پر مقدم ہوا پس سمجھ اور غور کر۔

جاننا چاہیے کہ حالت الف کی سیرالی اللہ مین ہی جو بسم اللہ مین بعد ب کے ملحوظ و مخطر ہوتا ہے اسپر فوقیت نقطہ کو یقینی ہے اور اس حالت مین اُسکا قرب نقطہ کے ساتھ اور تنزلات سے یعنی دیگر حروف سے زیادہ ہے۔ اس لیے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اِس الف کو نقطہ سے کم اور تمامی حروف سے مرتب مین زیادہ لکھا ہے لیکن دوسرا طور اِس الف کا یہ ہے کہ وہ غائب ہی مگر معقول فی الذہن ہے کہ ہی اور وہ مثل نقطہ کے بھی دکھائی نہین دیتا ہے یہ طور اِطلاقی الف کا ہے کہ جو اطلاق کی قید سے بھی مبرا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا اور جیسا کہ حضرت مصنف نے آیندہ نقطہ کو الف کا تنزل لکھا ہے اور اس اصلیت کی وجہ سے یہ کتابت مین نقطہ سے بھی مقدم لکھا جاتا ہے جیسے ابجد ہوز مین اور اوس کا مقدم ہونا اوس حالت مین معلوم ہوتا ہے کہ جب سالک سیرالی اللہ مین قرب نقطہ تک پہونچکر اپنے آپ کو الف دیکھے اور نقطہ سے فروتر اور پھر اپنی ذات کا مجاہدہ و سلوک کرے اور ترقی کر کے احدیت یعنی نقطہ مین فانی ہو۔ تب قلم یعنی الف کا نکاح نون یعنی نقطہ احدیت کے ساتھ ہو گا۔ اور

دنی مین فائز ہوکر ادا دنی ہو جائے گا۔ جسکے بعد فوراً فتدلی ہوگا یعنی فرق بعد الجمع مین سیر باللہ کرے گا تب یہ الف بسم اللہ سے غائب ہو جائے گا اور اس صورت مین الف کو نسبت زوج ہونے کی نقطہ احدیت کے ساتھ ہوگی اور عالم جامع حقیقی مذکور کے بعد پیدا ہوگا یعنی واحدیت کا ظہور ہوگا جو علم حق یعنی اعیان ثابتہ تمامی اشیار کا ہے اور اوسکا مظہر فی الخارج جو از روی نسبت خروج سے مبرا ہے باعتبار تمامی مدرکات وعلوم کے اسم رحمن ہوگا اور باعتبار تمامی مادیات کے عرش ہوگا یہ عرش محتوی ہے کل مادیات پر اپنے خاصیات سے اور وہ رحمن مستوی ہے عرش پر حسب مراتب یہ آفاق فی الخارج ہوا اب مادیات کی جان جسم پاک رسول اللہ ہے اور اسم رحمن کا مسمی روح رسول اللہ ہے یہ نفس ہوا اب یہ نفس روحانیات وجسمانیات سے عین آفاق ہے یہ مسئلہ نہایت نازک سلوک مین تفکر سے بری اور تذکر سے دم نقد ہے تفکر سے بری ہے کیونکہ توحید ذاتی ہے یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد اور تذکر سے دم نقد ہے کہ فاذکرونی اذکرکم حضرت مصنف نے حروف کی مثال مین احدیت ووحدت وواحدیت کی تجلیات کو سمجھنے اور غور کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہی اور یہ حروف چونکہ دکھائی دیتے ہین تو یہ آفاقی معارف کی مثال ہین اور الف جس کا ذکر مین نے کیا ہے کہ وہ غایب ہے وہ نفسی معارف کی مثال ہے جیسے حروف آفاقی ہین اور ان کے معانی انفسی ہین۔ اس لیے کہ احدیت ووحدت وواحدیت یہ تجلی حق ہے آفاق مین اور باوجود متجلی ہونے کے حق اپنے نفس مین اپنے آپکو جانتا ہی یہ نفس کا عرفان ہی جو ہر تجلی کی جان ہے۔

فمن الحروف ماتکون نقطۃ فوقہ	پس بعض حروف ایسے ہین کہ جنکا نقطہ اوپر ہوتا ہی

لہ ڈراتا ہے اللہ تم کو اپنی ذات سے اور اللہ مہربان ہے بندون پر ۱۲ ؎ تم مجھ کو یاد کرو مین تم کو یاد کرتا ہون ۱۲

ويكون هو تحتها وهو مقام ملأيت
شيئا الا ورأيت الله قبله ومن
الحروف ماتكون النقطة تحته
ويكون هو فوقها وهو مقام ملأيت
شيئا الا ورأيت الله بعده ومن
الحروف ماتكون النقطه في وسطه
كالنقطة البيضاء في قلب الميم والواو
وامثالها فانه محل مارأيت شيئا
الا ورأيت الله فيه ولهذا تجوف
لانه ظهر في جوفه شئ غيره
فدائرة راس الميم محل مارايت شيئا
ونقطته البيضاء محل الا ورأيت
الله فيه والالف محل ان الذين
يبايعونك انما يبايعون الله
قيل في معنى انما بمنزلة ما الا
وتقديره ان الذين يبايعونك ما
يبايعون الا الله ومن المعلوم
ان محمد صلى الله عليه
وسلم بويع فشهد الله لنفسه
ان ما بويع الا الله فكانه
يقول ما انت عند ما بويعت

اور وہ اوس کے نیچے ہوتے ہین اور یہ مقام
ماراَیت شیئا الا ورأیت اللہ قبلہ کا ہے اور
بعض حروف ایسے ہین کہ جن کا نقطہ نیچے ہوتا
ہے اور وہ اوس کے اوپر ہوتے ہین اور یہ
مقام ملأیت شیئا الا ورأیت اللہ بعدہ
کا ہے اور بعض حروف ایسے ہین جن کا نقطہ
اون کے وسط مین ہے مثل نقطۂ سفید کے
قلب م اور و وغیرہ مین پس یہ محل ملأیت
شیئا الا ورأیت اللہ فیہ کا ہے اور اسی لیے
اوس مین جوف رکھا گیا کیونکہ اوس کے جوف
سے وہ چیز ظاہر ہوئی ہے جو اوس کی غیر ہے
تو میم کا دائرہ محل ماراَیت شیئا کا ہے اور سفید
نقطہ محل الا ورأیت اللہ فیہ کا ہے اور الف
محل ان الذین یبایعونک انما یبایعون
اللہ کا ہے اور اسکے معنی مین کہا گیا ہے کہ انما
بمنزلہ ما الا کے ہے اور اصل اوس کی ان الذین
یبایعونک ما یبایعون الا اللہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ محمد
صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی پس اللہ نے
اپنے نفس کے واسطے شہادت دی کہ نہ بیعت
لی مگر اللہ نے حقیقتا اور یقینا پس گویا کہ یہ فرمایا
کہ تو اون کے نزدیک جنھون نے بیعت کی

محمدؐ انما انت الله بالغیب لانهم مبایعون الله علی الحقیقه وهذا معنی الخلافة الا تری الی رسول الله صلے الله علیه وسلم اورسول لملك کیف یصح له ان یقول لمن خالفه ما خالفتنی انما خالفت الملك و کذالك الملك یقول لمن ارسل الیهم عن رسوله لا تظنوه فلانا انما هو انا تحریضا لهم علی طاعته

محمد نہین ہے بلکہ اللہ ہے کیونکہ اُنھون نے حقیقتًا اللہ سے بعیت کی ہے اور یہی معنے خلافت کے ہین۔ رسول اللہ یا شاہی ایلچی کو دیکھو کہ اوس کے لیے کس طرح صحیح ہے یہ کہ وہ اپنے مخالف سے کہے کہ تونے مجھ سے مخالفت نہین کی بلکہ بادشاہ سے مخالفت کی اور اسیطرح پر بادشاہ اوس سے کہتا ہے جس کی طرف رسول بھیجا ہے کہ تم اسی فلان شخص گمان کرو بلکہ بجاے میرے سمجھو بسبب ان لوگون کو ترغیب دلانیکے اوسکی اطاعت پر۔

اور ایسے موقع پر کچھ تفرقہ وگفتگو کی گنجائش نہین ہوسکتی جب کہ سکندر خود اپنا نامہ لیکر نوشابہ کے پاس جاے یہ مقام توحید ذاتی کا ہے۔ حضرت مصنف رح نے اس مقام پر پانچ سلوک لکھے ہین۔ آخری سلوک ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله کا ہے اور یہ محض لا الٰہ الا انا کا سلوک ہے جس کو اصطلاح صوفیہ مین کافری کہتے ہین ؎

ما ہر ویا عشق تو در کافری	انچنین در کافری دین من ست

کفر کے معنی چھپانے کے ہین اس آیت سے ثابت ہے کہ عین محمد یعنی جسمانیات عین احمد یعنی روحانیات ہی اور عین احمد ماحی ہے یعنی عالم امر قل[1] الروح من امر ربی اور عین ماحی عاقب ہی یعنی ہیبت حق اور عین عاقب ناشی ہے یعنی ہویت حق۔ ناشی کے معنی ساری وطاری کے ہین اور عاقب کے معنی پیچھے سے آنے والے کے ہین اور ماحی کی

[1] کہدو کہ روح میرے رب کی امر سے ہی ۱۲

لغوی معنی محو کرنے والے کے ہین اور اصطلاحی معنی تخم کے ہین جو اپنے آپ کو میٹ کر درخت کو ظاہر کرتا ہے۔ پس وہی ناشی الف اللہ یا احد کا مرتبہ احدیت وہویت سے ساری وطاری ہے اور ہویت مین اسم ورسم نہین ہے صرف ہویت اسوجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ ہم وجود اشیاء کو اوس سے نکلتے دیکھتے ہین پس وہی اللہ عاقب ہے یعنی پیچھے سے آنے والا اور وہی ماحی یعنی بیج ہے یعنی جو کچھ پیچھے سے آیا ہے وہ اس کی محویت کی وجہ سے اجمالا اس مین موجود ہے اسکو مقام وحدت کہین گے اب اسی مقام کی تفصیل روحانیات ہین جنکو احمد یا مقام واحدیت یا اعیان ثابتہ کہین گے اور احمد اس قرآن سی فرقان ہین محمد ہے جس کو عالم فی الخارج ملک وملکوت کہتے ہین۔ پس اس خلیفہ سے کوئی بات چھوٹ نہین گئی جو اسکے باہر دیکھی جاے۔ لہذا یہ حق کو اپنے آئینۂ دل مین چھپاے ہے اسی واسطے اگر کسی معشوق کی نیت کا فرمطلق کہین تو بہت اچھا لفظ ہے اب چار مرتبہ سلوک کے رہے اور وہ چار دن اس آیت مین ہین ۱ھو الاول والاخر والظاہر والباطن وھو بکل شئ علیم ہ جب سالک پر اسم اول کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے ۲ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ قبلہ اور جب سالک پر اسم آخر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے ۳ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ بعدہ اور جب سالک پر اسم ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے ۴ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ معہ اور جب سالک پر اسم باطن کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے ۵ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ فیہ غلبہ سے کسی حال کے اگرچہ وہ عمدہ ہو اعتدال نہین رہتا ہے۔ اعتدال اوسی وقت ہے کہ جب عین اولیت مین آخر دیکھے اور عین آخریت مین اول عین بطون مین ظہور دیکھے اور عین ظہور مین بطون۔ یہ مرتبہ بجز رسول اللہ کے کسی کو بکمالہ حاصل نہین ہے

۱ وہی اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۲ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اللہ کو اوس سے قبل دیکھا ۳ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اللہ کو اسکے بعد دیکھا ۴ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اللہ کو اوس کے ساتھ دیکھا۔

۵ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اللہ کو اس مین دیکھا

مگر باتباع رسول اللہ اور وہ اسی آیۃ سے ظاہر ہے کہ ان الذین یبایعونک الآیۃ
اور ان چارون مراتب مین اگرچہ غلبہ کسی ایک مرتبہ کا ہوتا ہے لیکن سالک خیال غیر سے
محجب نہین ہوتا ہے ۵

ہرچہ آید در دلم غیر تو نیست	یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

کثرت در وحدت

نقطة الباء واحدة فی عالم غیبها التی
لا تفرقة فیه علی انها ظهرت فی التاء
المثناة اثنین وفی المثلثة ثلاثة ردعًا
وتنبیهًا لمن قال بالشریک انه ثانی
اثنین او ثالث ثلاثة مشیرًا الی ان
النقطة الواحدة ولو ظهرت متعددة
هی فی ذواتها واحدة الا تری الیه
سبحانه وتعالی انه واحد تخییل
المشرک الشرکة فیه فالشریک الذی
اعتقده المشرک فی خیاله مخلوق
الله والحق فی کل مخلوق بکماله فالمشرک
مخلوق والشریک المعتقد شرکة مخلوق
والشرکة المعتقدة مخلوقة والاعتقاد
مخلوق والحق سبحانه وتعالی فی کل شیٔ
من ذلک بکماله وذاته لا یتجزی و

نقطہ با، واحد ہے اپنے اوس عالم غیب
مین کہ جسمین تفرقہ نہین ہے اس لیے وہ تا ر
مثناۃ مین دوبار اور تا ر مثلثہ مین تین بار
ظاہر ہوا تنبیہا اوس شخص کے لیے جو یہ کہے
کہ وہ ثانی اثنین یا ثالث ثلاثہ ہے در حالت
اشارہ کرنے کے اس بات کی طرف کہ نقطہ
واحدہ اگرچہ متعدد ظاہر ہو مگر اپنی ذات
مین واحد ہے ۔ خداوند تعالی کو دیکھو کہ وہ
واحد ہے مشرک نے اوسمین شرکت کا خیال کیا پس وہ شریک
جسکا مشرک نے اپنے خیال مین اعتقاد کیا ہے مخلوق حق ہے
اور حق ہر مخلوق مین بکمالہ ہے پس مشرک مخلوق ہے
اور شریک جسکا اعتقاد کیا ہے مخلوق ہے اور
شرکت معتقدہ مخلوقہ ہے اور اعتقاد مخلوق
ہے اور حق تعالی ان مین سے ہر ایک
مین بکمالہ و بذاتہ ہے جو نہ متجزی ہے اور

لا يتعدد ولا يتكيف واحد لا ثاني له فحصل من هذا ان الشريك هو الحق والمشرك هو الحق والشركة هي الحق فان شئت اشرك وان شئت افرد فما نقر لا عينك الا ترى ان النقطة من حيث هي نقطة لا من حيث هي جرم جزئي لا تتعدد ولا تتجزى بحيث يأخذ كل شخص من اشخاصه جزءا من اجزائه تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا ۔

نہ متعدد ہے اور نہ متکیف بلکہ واحد ہے کہ جس کا ثانی نہین ۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ شریک وہی حق ہے اور مشرک وہی حق ہے اور شرکت وہی حق ہے چاہے تو شریک کرے چاہے نہ کرے۔ پس نہین ہے یہ مگر تیری ذات نقطہ کو دیکھو کہ نقطہ من حیث النقطہ نہ اس حیثیت سے کہ وہ جرم جزئی ہے نہ متعدد ہوتا ہے اور نہ متجزی اسطرح کہ کوئی شخص ایک جز اوسکے اجزا مین سے لے سکے اللہ اس سے برتر ہے بہ علو کبیرہ ۔

یعنی اس مقام پر بجز شخص حق کے کوئی دوسرا نہین ہے اور وہی شخص حق کو حق سوچتا ہے تو جس وقت سوچتا ہے یہ سوچنے والا حق ہے اور وہ شخص شخص ہو جاتا ہے اور حق اس سے منزہ یعنی مقدم ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے آپ کو خیال کرے کہ مین کون ہون تو یہ خیال کرنے والا وہی شخص ہے جس کو وہ خیال کر رہا ہے پس جس وقت اوسنے معلوم کر لیا کہ مین وہی شخص ہون جو خیال کر رہا ہے اب اوس شخص سے جسکو اوس نے معلوم کیا یہ معلوم کرنے والا منزہ ہو گیا کیونکہ اوس نے معلوم کیا ہے اور یہ شخص جس سے معلوم کرنے والا شخص منزہ ہو گیا وہی منزہ شخص ہے ۔ اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت فرماتے تھے کہ مین رفیق اعلی کی طرف جاتا ہون اور یہی مکالمہ حق جو بے حرف و بے صوت ہی حق کے مکالمہ حق سے ہے اور بندہ کے مکالمہ حق سے اور حق کی مکلمة بندہ سے ہے۔

فوجدت النقطة في عين التعداد

پس پایا گیا نقطہ عین تعداد مین

بقوة احديتها الغير المنقسم
واعلم ان النقطة على الحقيقة لا
تنضبط بالبصر لان كل ما ابرزته في
عالم التجسيم يمكن التقسيم فالنقطة
المشهودة الآن عبارة عن حقيقتها
وحد حقيقتها جوهر فرد لا يتجزى
فاما اذا ابرزته من غيب الوهم
على لسان القلم الى عالم شهادة
لوح الاكوان ازداد حكما في نفسه
ذاتيا غير منسوب اليه في حده وهو
التقسيم لانه قال ما يوجد بالا يوجد
في عالم الاكوان مما يقع عليه
ادراك الحواس جوهر فرد لا ينقسم
فلما ابرزه هذا الجوهر تحت هذا الحرف
انقسم على انه غير منقسم فهذا
محل تشبيه الحق وما ورد فيه
بالنص من اليدين والوجه و
في حديث الرفرف كما قال عكرمة
عن النبي صلى الله عليه وعلى
اله وسلم قال رأيت ربي في صورة
شاب امرد وعليه حلة من

بقوت اپنی احدیت کے غیر منقسم اور
جاننا چاہیے کہ حقیقت مین نقطہ کو نگاہ
پکڑ نہین سکتی کیونکہ جو چیز عالم تجسیم مین
ظاہر ہوتی ہے اوس مین تقسیم ممکن ہے
پس اب نقطہ مشہود سے اوسکی وہ حقیقت
مراد ہے کہ جو جوہر فرد ہے اور متجزی
نہین ہوتی لیکن جبکہ اوس کو غیب
وہم سے زبان قلم نے عالم شہادت
لوح الاکوان کی طرف ظاہر کیا تو حکم ذاتی
فی نفسہ بڑھگیا اس طور پر کہ اپنی حد مین
کوئی چیز اوس کی طرف منسوب نہین ہی
کہ جو تقسیم کی تعریف ہے اس واسطے کہ
جوہر فرد غیر منقسم عالم اکوان مین کہ جسپر
حواس کا ادراک واقع ہوتا ہے کمتر پایا
جاتا ہے بلکہ نہین پایا جاتا ہے پس جبکہ
یہ جوہر اوس حرف کے نیچے ظاہر ہوا تو
باوجود اسکے کہ وہ غیر منقسم ہے منقسم ہوگیا
پس یہی محل تشبیہ حق ہے اور وہ کہ جہان
سے نص یدین اور وجہ وارد ہوئی۔ اور
حدیث رفرف مین ہے جیسا کہ عکرمہ نے
نبی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے روایت کی

ذهب وعلى راسه تاج من ذهب
وفى رجليه نعلان من ذهب
فهو الله تعالى يتجلى لنا بحقه
فى صورة الشاب وغيره ۵
كتب الجمال على جلالة وجه
الله احسن كل شئ خلقه
(الحديث) بكماله تشبيه فى
عين التنزيه اذ معنى الحق انه
هو منزه الذى ليس كمثله
شئ[۱] وهو السميع البصير فيستحيل
عليه تقئيد التشبيه وانه ليس
له الا ذلك - فلما كان تشبيه
فى تنزيه وتنزيهه فى تشبيه
على الحكم الذى ورد به النص
من الكتاب والسنة ظهر لك عالم
الغيب فى نفس عالم الشهادة
وبطن لك عالم الشهادة فى عين
عالم الغيب ولما كانت النقطة
اصلا لجميع الحروف كان جميع
الحروف فيها بالقوة ومعنى قولى بالقوة

کہ فرمایا آپ نے کہ مین نے اپنے رب کو جوان
لڑکے کی صورت مین دیکھا - اس طرح کہ سونے
کا حُلّہ پہنے ہوے تھا اور سر پر ایک سونے کا تاج
تھا اور پیرون مین سونے کے جوتے تھے پس
وہی اللہ تعالیٰ ہے جو درحقیقت ہمارے لیے
صورت جوان وغیرہ مین تجلی کرتا ہے ۵
لکھدیا لوحِ جلال وجہ پر اللہ نے "
حُسن وخوبی مین کوئی شے حسن سے بہتر نہین
(آخر حدیث تک) بکمالہ تشبیہ ہے عین تنزیہ
مین اس لیے کہ معنی حق کے یہ ہین کہ وہ منزہ
ہے بمجواے لیس کمثلہ شئ وھو السمیع
البصیر - پس دشوار ہے اوس پر تقیید تشبیہ
اور ہمیشہ اوس کے لیے یہی بات ہی - پس جبکہ
اوس کی تشبیہ مین تنزیہ ہوئی اور تنزیہ مین
تشبیہ ہوئی بموجب حکم کتاب وسنت - تو
عالم غیب تیرے لیے عالم شہادت مین ظاہر
ہوا اور عالم شہادت تیرے واسطے عالم غیب
مین پوشیدہ ہوا - اور جبکہ نقطہ کل حروف
کی اصل ہوا تو کل حروف اوس مین بالقوہ
ہین اور میرے قول بالقوہ کے معنی یہ ہین

[۱] نہین ہی اوس کے مانند کوئی چیز اور وہی سمیع وبصیر ہے ۱۲

ان تعقل ثبات الاحرف فیها ولا یدرک کونها الا بعد بروزها منها۔

کہ تعقل اثبات حروف کا اوسمین ہے اور اوسکا ہونا ادراک نہین کیا جاتا ہے تا وقتیکہ وہ حروف اوس نقطہ سے ظاہر نہون

نقطہ اور "ب" کی گفتگو

(یعنی مکالمۂ الوہیت وعبودیت)

تقول النقطة للباء۔ ایها الحرف انی اصلک لترکیبک منی بل انک فی ترکیبک اصلی لان کل جزء منک نقطة فانت الکل وانا الجزء والکل الاصل والجزء فرع بل انا الاصل علی الحقیقة اذ ترکیبک عینی لا تنظر الی بروزی وراءک فتقول هذا البارز غیری ما وراءک الا هویتی وعینی ولولا وجودی فیک لما یکن لی بک هذا العلاقة الی متی تصرف بشهادتک منی وتجعلنی وراء ظهرک اجعل غیبک شهادتک وشهادتک غیبتک۔

نقطہ ب سے کہتا ہے کہ اے حرف مین تیری اصل ہون کیونکہ تیری ترکیب مجھ سے ہے بلکہ تو اپنی ترکیب مین میری اصل ہے اس لیے کہ تیرا ہر جزء نقطہ ہے پس تو کل ہے اور مین جزء ہون اور کل اصل ہے اور جزء فرع بلکہ حقیقت مین مین اصل ہون اس لیے کہ تیری ترکیب عین میری ترکیب ہے میرا بروز اپنے ماوری ندیکھ (مبادا) تو کہے کہ یہ بارز (یعنی نقطہ) میرا (یعنی ب کا) غیر ہے نہین ہے ماوری تیرے مگر میری ہویت اور عینیت ذات اور اگر میرا وجود تجھ مین نہوتا تو مجھ کو تیرے ساتھ یہ علاقہ نہوتا کب تک مجھ سے اپنی شہادت کی طرف منہ پھیرے رہے گی اور مجھ کو اپنے پس پشت رکھے گی تو اپنے غیب کو اپنی شہادت کر اور اپنی شہادت کو اپنا غیب۔

اما تحقق وحدتی بك لولاك
لما كنت انا نقطة الباء و
لولای لما كنت انت باء منقوطة
كما اضرب لك الامثال كی
تفهم احديتی بك وتعلم ان
انبساطك فی عالم الشهادة
واستتاری فی عالم الغيب
حكمان لذاتنا الواحدة لا
مشارك فی لك ولا مشارك
لك فی. ما انت الا انت لان
اسمك حادث على اسمی
الا ترى ان اول جزء من
اجزاءك يسمی نقطة وثانی جزء
يسمی نقطة وثالث جزء من
اجزائك يسمّی نقطة و
كذلك جميع اجزاءك نقطة فی
نقطة فانا انت ما لك فيك
اينية هل هويتی هی اينيتك
التی انت بها انت لوكنت عند
قولك فی نفسك انا يتخيل ذاتی
لكنت انا ايضا عند قولی هو يتخيل

لیکن میری وحدت کا ثبوت تیرے ساتھ ہی
اگر تو نہوتی تو مین نقطہ بار نہوتا اور اگر مین نہوتا
تو تو بار منقوطہ نہوتی ۔ مین تجھ سے کہان تک
مثالین بیان کرون تاکہ تو میری احدیت کو
جو تیرے ساتھ ہے سمجھے اور معلوم کرے کہ
تیرا انبساط عالم شہادت مین اور میرا استتار
عالم غیب مین یہ دو حکم ہماری ایک ذات کے
لیے ہین ۔ نہ تو مجھ مین مشارک ہے اور نہ مین
تجھ مین مشارک ہون ۔ تو نہین ہے مگر تو اسلیے
کہ تیرا اسم میرے اسم سے نکلا ہے کیا تو نہین
دیکھتی ہے کہ تیرے اجزا مین سے اول جزو
کو بھی نقطہ کہتے ہین اور دوسرے جزو کو بھی
نقطہ کہتے ہین اور تیسرے جزو کو بھی نقطہ
کہتے ہین اسی طرح تیرے سب اجزا نقطہ در
نقطہ ہین پس میرا وجود عین تیرا وجود ہے
تیرے لیے تجھ مین اینیت نہین ہے بلکہ میری
ہویت ہی تیری وہ اینیت ہے کہ جس کی
وجہ سے تو تو ہے اگر تو اپنی ذات مین اپنے
انا کہنے کے وقت میری ذات خیال کرتی
تو مین بھی اپنے ہو کہنے کے وقت اپنا وجہ
خیال کرتا پس اوس وقت تجھ کو معلوم ہو جاتا

وجهي فكنت حينئذٍ تعلم
ان انا وهو عبارتان لذات
واحدة ـ قالت الباء سيدي
تحققت انك اصلي وقد علمت
ان الاصل والفرع شيئان
وهذه جثتي منبسطة متركبة
لا وجود لي الا بها وانت جوهر
لطيف يوجد في كل شئ وانا
جسم كثيف مقيد بمكان دون
غيره فمن اين لي حقيقة مالك
ومن اين اكون انت وكيف
يكون حكمك حكمي ـ

فاجابتها النقطة فقالت شهود
جسمانيتك وتخيل روحانيتي هيئة
من هيئاتي ووصف من اوصافي
وذلك ان جميع مفترقات الاحرف
والكلمات بجملتها صورتي الواحدة
فمن اين التعداد اذ لا تحقق ان العشرة
اسم لمجموع هذه الخمستين فمن اين
التغائر بين الخمسة والعشرة في
حقيقة العشرية لا في الاسمية و

کہ انا اور ھو دونوں ایک ہی ذات سے مراد
ہین ب نے کہا کہ اے میرے سردار ثابت ہوا
کہ بیشک تو میری اصل ہے اور واقعی مین نے
جانا کہ اصل وفرع دو چیزین ہین اور یہ میرا
جثہ منبسط مرکبہ ہے کہ سواے اسکے ذریعہ کے
میرا وجود نہین ہے اور تو جوہر لطیف ہے کہ
ہر چیز مین پایا جاتا ہے اور مین جسم کثیف
مقید بمکان ہون نہ سواے اس کے پس
میری حقیقت کے لیے وہ حکم کیسے ہوسکتا ہی
کہ جو تیرے لیے ہے مین کہان سے تیرے مانند
ہوسکتی ہون اور تیرا حکم میرا حکم کیسے
ہوسکتا ہے۔

پھر نقطہ نے جواب دیا کہ تیری جسمانیت کا شہود
اور میری روحانیت کا تخیل میری ہیأت
سے ایک ہیئت ہے اور میرے اوصاف سے
ایک وصف ہے اور یہ اس لیے کہ کل حروف متفرقات
اور کلمات تمامتر میری صورت واحدہ ہین پس تعداد
کہان سے ہے۔ اسلیے کہ یہ نہین ثابت ہوتا ہی کہ عشرہ
اسم ہے مجموع خمستین کے لیے پس خمسہ اور
عشرہ مین حقیقت عشریہ مین تغایر علاوہ
اسمیۃ کے کہان ہے اور جب کہ تو من کل الوجوہ

فاذا كنت انت من كل وجوهك
وصفا من اوصافي ونظرة من
نظراتي فمن اين تكون الاثنانية
بيني وبينك وكيف هذه المجادلة
التي بيني وبينك انا الاصل فيما يراد
منك وفيما يرد مني مثلا مجموعة
ذاتي ترتيب حكمة الهيئة فاذا اردت
تعقلني فخيل نفسك وجميع
الحروف كلها والكلمات صغيرها
وكبيرها ثم قل لي نقطة فذلك
المجموع هو عين نفسي ونفسي عين
ذلك المجموع بل نفسك عين
المجموع عيني عينك بل لا انت
ولا هم الكل انا بل لا
انا ولا انت ولا هم ولا
واحد ولا اثنين ولا ثلاثة ما ثم
الا النقطة الواحدية لا تعقل
لمثلك فيها ولا تفهم فلو
تحولت من ثوبك الى
ثوبي لعلمت كل ما اعلم
وشهدت كل ما اشهد

میرے اوصاف مین سے ایک وصف اور
میری نظرات مین سے ایک نظر ہے تو کیسے
میرے تیرے اثنینیت ہو سکتی ہے اور یہ مجادلہ
کہ جو میرے اور تیرے درمیان مین ہے کیسا
ہے مین اوس چیز مین اصل ہون کہ جو مجھ سے
وارد ہوا اور تجھ سے مراد لی جاوے۔ اس میری
ذات کا مجموعہ بر ترتیب حکمت الٰہیہ ہے پس
جب تو میرے تعقل کا ارادہ کرے تو اپنی
ذات کو اور کل حروف کو تمامتر اور کلمات صغیرہ
و کبیرہ کو خیال کر پھر مجھ کو نقطہ کہہ پس یہ
مجموعہ میری ذات کا عین ہے اور میری ذات
اس مجموعہ کی عین ہے بلکہ تیری ذات عین
عین مجموعہ ہے کیونکہ میری ذات وہی تیری
ذات ہے بلکہ نہ تو ہے اور نہ وہ ہے سب مین
ہون بلکہ نہ مین ہون اور نہ تو ہے اور نہ وُہ
ہے اور نہ ایک ہی اور نہ دو ہین اور نہ تین ہین
نہین ہے مگر نقطہ واحدیت تو اپنے مثل
اوس مین نہ جان اور نہ سمجھ پس اگر تو اپنا لباس
کو میرے لباس سے تبدیل کرے گی تو البتہ
اوس چیز کو جانے گی جس کو مین جانتا ہون
اور اوس چیز کی شہادت دے گی جس کی

وسمعت كل ما اسمع وبصرت كل ما ابصر۔

فاجابه الباء فقال قد لاح بارق ما قلت فمن لى بالوقوع فى صبح هذا الفجر وقد قلت ان البعد والقرب والكم والكيف من ترتيب وجودك فكلما شهدت القول بالترتيب وما لا بد منه سلمت وانصرفت بوجهى الى عالم شهادتى و لزومى الادب معك وكلما حليت فى ملكوت معناى وجدتك نفسى فاذا طلبت من نفسى مالك من الحل والعقد فى الحروف والسريان فى كل حرف بكمالك لا اجد شيئا فتنكسر زجاجة همتى وارجع حسيرا۔

فقالت النقطة نعم ترجع لانك طلبت من نفسك ونفسك

مین شہادت دیتا ہون اور وہ سنیگی جو مین سُنتا ہون اور وہ دیکھے گی جو مین دیکھتا ہون۔

ب نے جواب دیا کہ جو کچھ تو نے کہا مجھپر اچھی طرح ظاہر ہو گیا پس اس فجر کی صبح کو مجھپر عالم گذرنے والا ہے اور البتہ تو نے کہا کہ بُعد اور قرب اور کیف اور کم تیرے وُجود کی ترتیب سے ہے پس جبکہ قول بالترتیب شاہد ہوا اور جو اوس سے ضروری ہوا مین نے مانا اور تیرے ساتھ ادب کیا اور اپنے منھ کو عالم شہادت کیطرف سے پھیرا اور جبکہ تو میرے ملکوت معنی مین ظاہر ہوا مین نے تجھ کو اپنی ذات پایا پس جب کہ مین نے اپنی ذات کو عین تیری ذات سمجھا تو مین نے اوس سے وہی احکام طلب کیے کہ جو تیری ذات کے لیے ہین مثلاً حل عقد فی الحروف یا سریان ہر حرف مین تیرے کمال کے ساتھ تو انمین سے کسی کو مین نے اپنی ذات مین نہ پایا اور جب نپایا تو میری ہمت پست ہو گئی اور رنجیدہ ہو کر واپس آئی نقطہ نے کہا ہان۔ تو پلٹ آئی اس لیے کہ تو نے اپنی ذات سے

عندك غير نفسي ولا تجد
منها ما لي فلو طلبت
منها انا الذي هو انت في
نفسي التي هي نفسك
ودخلت الدار من بابه فحينئذٍ
ما طلبت ما للنقطة الا من
النقطة بل ولا طلبت الا النقطة
ما لها منها فجل في هذا
المعنى ان كنت معنا
ہ

مجھ کو طلب کیا اور تیری ذات تیرے
نزدیک میری ذات کی غیر ہے پس
تو نے اپنی ذات سے وہ نہ پایا کہ جو مین ہون
پس اگر تو اوس سے کہ جو تو خود ہے میری ہی
ذات مین طلب کرتی کہ جو تیری ذات ہے
تو تو گھر مین اوس کے دروازے سے داخل ہوتی
پس اس وقت تو نہ طلب کرتی نقطہ سے مگر وہ
کہ جو نقطہ کے لیے ہے بلکہ نہ طلب کرتی نقطہ سے
مگر وہ کہ جو اوس نقطہ کو اپنے آپ سے حاصل
ہے پس یہ معنی روشن ہو جاتے اگر تو ہمارے
ساتھ ہوتی ہ

هذه الخيام بدت على طنابها
فانزل بها ان كنت من احبابها
قف بين ما تيك المعاني انها
وقفت بها الازمان في اترابها
لله در منازل قد شرفت
بالساكنين وشرفوا بترابها
لا تعرف الاغيار في عرفانها
مجهولة سدت على ابوابها
النازلين بحبها هم اهلها

یہ خیمہ نصیب ہوا اپنی رسیون پر
پس اگر تو اوسکے رہنے والون سے ہے تو اوس مین اتر
ان معنون مین توقف کر
کہ لوگ مدتون یہان ٹھہرے ہین
نیکی واسطے اللہ کے اون منزلون کی جو بزرگ
ہوئین رہنے والون سے اور وہ بزرگ ہوے
اون (منزلون) کی مٹی سے
نہین پہچانے جاتے ہین اغیار اُسکے عرفان مین
مجہول ہین کہ اسکے دروازون پر روکے گئے ہین
اُسمین محبت سے اُترنے والے وہی اُسکی اہل ہین

من مان عنها لیس من انسابها	جس نے اوس سے انکار کیا وہ اوس کے انساب سے نہین ہے

یعنی اس توحید ذاتی کا عرفان بجز جاذبہ حق کے نہین ہوتا ہے اسی جاذبہ کو حسن استعداد کہتے ہین یہ دونون فصلین حضرت مصنف نے نقطہ کو احدیت مان کر جسمین تجزی نہین ہے لکھی ہین دوسری فصل مین حضرت مصنف نے الوہیت اور عبودیت کی گفتگو لکھی ہے نقطہ کو مرتبہ الوہیت مین رکھا ہے اور ب کو مرتبہ عبودیت مین۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ جو مرتبہ عبودیت ہے وہ کوئی علیحدہ چیز نہین ہے بلکہ اوسی نقطۂ الوہیت کا انبساط ہے اور سلوک بتایا گیا ہے کہ اگرچہ ب اپنے آپ کو اوسی نقطۂ الوہیت کا انبساط سمجھتی ہے لیکن اپنے مین کوئی قدرت و رفعت و منزلت مثل نقطہ کے نہین پاتی ہے تب ششدر ہوتی ہے کہ یہ کیا بات ہے۔ اوسکا جواب نقطہ کی جانب سے یہ دیا گیا ہے کہ قدرت و رفعت و منزلت اوس صورت مین حاصل ہوسکتی ہے کہ نقطہ کی ذات کو اپنی ذات جانے نہ کہ اپنی ذات کو نقطہ کی ذات جانے۔ اپنی ذات کو نقطہ کی ذات جاننے مین شرک خفی ہے لہذا جہان شرک ہے وہان اقتدار نہین ہے اور یہ امر یہان پر سمجھ مین آنے سے اسوجہ سے مختفی رہگیا ہے کہ حضرت مصنف نے حجابات عظمت کو نہین پھاڑا ہے جو الوہیت و عبودیت کے واسطے لازمی ہے اگر اس مقام پر حجابات عظمت پھاڑ کر عاشقی و معشوقی کی بحث کی جاے تو یہ معاملہ صاف ہوجاے اور اس صورت مین نقطہ اگرچہ غیر متجزی ہے اور اوس کی دید ضابطہ بصارت سے بیرون و غائب ہے لیکن اوسکی دید غیب الغیب نہین کہی جاسکتی بخلاف الف کے کہ وہ نقطہ کے قبل اور بعد ہے۔ قبل نقطہ کے غیب الغیب مین ہے اور بعد اس طرح پر ہے کہ نظر نہین آتا ہے جسطرح لفظ انا مین یعنی الف انا کے نقطہ سے مقدم بھی ہے اور مؤخر بھی اور جن جامعیت کیساتھ مقدم ہے اسی جامعیت کیساتھ مؤخر ہے اور تقدم مین بھی نقطہ ہی کا انبساط نظر آتا ہے

اور تاخر مین بھی یعنی اوسی نقطہ کے انبساط کو تقدم و تاخر مین الف کہتے ہین ۔ الف بنفسہ
غائب ہے اور اس آیت کا محل یہی آتا ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ
الف بجاے مرد کے ہے اور نقطہ بجاے عورت کے اور اسی کو نکاح معنوی و جماع حقیقی
کہتے ہین یعنی ہویت نقطہ کو یہ وجود انا لامکانی سے نکاح کر کے لایا تب وہ ہویت
یہ انا انسانی ہوئی ۔ اور یہ انا ر فوق ہویت ہے الف یعنی احد بجاے قلم کے ہے اور
نقطہ بجاے دوات کے ہے جسمین سیاہی ہے قلم اور سیاہی کے اجتماع سے کل حروف
معجمہ و غیر معجمہ لوح خیال مین منبسط ہو کر عالم کہلاے ہین اور اسی کی طرف حضرت
مصنفؒ نے تینین ثلاثہ کا اشارہ فرمایا ہے اور ب کے کلام مین فرمایا ہے کہ اس فجر کی
صبح کو مجھپر عالم گذرنے والا ہے یعنی احد اور احدیت کے جماع سے تاریکی تنزیہ مین
جو نطفہ ٹھہرا اوسی کی طرف اشارہ ہے کہ ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ
ثم رش علیھم من نورہ رش نور ہر ہر قطرہ نطفہ ہے اگر عالم کی نسبت خیال
کیا جاے تو آفاق ہے جس کے تین کھنڈ مین اور اگر نفس کی نسبت خیال کیا جاے
تو انسان ہے جس کے تین کھنڈ ہین احد اپنے حروف سے تین ہے ۔ ا ۔ ح ۔ د
جو بے نقطہ ہے یہ ہنوز جماع نہونے کی دلیل ہے احدیت اپنے حروف مین پانچ ہے
ا ۔ ح ۔ د ۔ ی ۔ ت ۔ احد اس احدیت مین اپنی تنزیہی جامعیت کے ساتھ بلا نقطہ
کے موجود ہے اور پھر بصورت نقطہ نیچے بھی موجود ہے اور اوپر بھی موجود ہے
یہ جماع ہے ۔ اب یہان فرق احد اور احدیت کا باقی نہین ہے اگرچہ احد اپنے اوس مرتبہ
لامکانی مین جو اطلاق کی قید سے بھی مبرا ہے اپنے منوال پر ہے مگر احدیت مین بھی
الآن کما کان بصورت نقاط تحت و فوق موجود ہے جسکو یہی کہین گے کہ اوسی احد کا
انبساط ہے پس جو سوالات و جوابات حضرت مصنفؒ نے ب اور نقطہ کے ظاہر کیے
ہین وہی سوالات و جوابات اگر انا کا لفظ سامنے رکھکر کیے جائین تو وہ تفرقہ یا تنزل خفی

جو اُن سوالات وجوابات سے سمجھا جاتا ہے اور جسکی وجہ سے باوجود توحید کے ب کو قدرت حاصل نہین ہوتی تھی جاتا رہے گا یعنی وہی الف مقدم ہے اور وہی الف مُوخر ہے اور وہی نقطہ الف مقدم ہے اور وہی نقطہ الف موخر ہے یعنی نقطہ کی ذات الف کی ذات سے علحدہ نہین ہے اور نہ نقطہ کو الف کہ سکتے ہین اور نہ الف کو نقطہ۔ نہ الف کو نقطہ سے مقدم کہ سکتے ہین اور نہ موخر یعنی الف ہمہ تن فی نفسہ الف اور نقطہ اور پھر الف ہے اور نقطہ فی نفسہا نقطہ اور الف مقدم اور الف مُوخر ہے اب جتنے مراتب کہ ہم انا سے نکلین گے وہ تخلیقی ہون گے جو نقطہ اور الف کے اتحاد سے پیدا ہین اگرچہ نقطہ کے ساتھ الف موجود ہے کیونکہ وہ عین نقطہ ہے مگر نقطہ سے علحدہ بھی الف کا وجود ایسا منزہ موجود ہے کہ وہ اسکا دعوی کرسکتا ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید الیہ کی ضمیر وجود روحی کی طرف راجع ہے جو نفخت[۵۱] فیہ من روحی سے ثابت ہی اور روح فی نفسہا مونث ہے تو نحن کے ساتھ قربت کا لفظ لگا ہوا ہے اور قربت جماع حقیقی کو کہتے ہین پس ثابت ہو گیا کہ جب تک شرک خفی باقی ہے سالک سلوک سے استفادہ کما ہی نہین کرسکتا ہے اور شرک خفی نہین دفع ہوتا جب تک عبودیت مجازی کا نام بحالت عظمت بالکل مٹ نہ جاے اور الوہیت قائم نہ ہوجاے اور حالت بے تکلفی ھن لباس لکم وانتم لباس لھن کی حاصل نہو جاے اسی لیے خداوند تعالی فرماتا ہے ومن[۵۲] کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون یہ بحث بسبب اپنی نزاکت کے کلام مین پیچیدہ معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ یہ معاملہ وجدانی ہے اگر افعال مین روحی تعلقات کو ہر عضو جسم سے معاملت کرکے اور صفات مین کل تاثیرات جسمانی سے متاثر ہو کر ذات مین عین انا ہو کر ملاحظہ ومشاہدہ کرے تو وفی[۵۳] انفسکم افلا تبصرون کے موافق ضرور سالک

---

۵۱ مین نے آدمی مین اپنی روح پھونکی ۱۲ ۵۲ اورہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا تاکہ تم ہماری یاد کرو ۱۲ ۵۳ اور تم اپنے نفوس مین کیون نہین دیکھتے ۱۲

مشاہدہ واقتدار بمناسبت اپنے تعین کے اوس صورت مین حاصل کرسکتا ہو جب
اپنی روح کو اپنے جسم مین ہر آن عمل کرتے ہوے دیکھتا اور سمجھتا رہے اور بلامناسبت
تعین اوس صورت مین کل مخلوقات کو بدو خلقت سے ملاحظہ و معائنہ کریگا کہ جب
اپنے آپ کو نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے ساتھ ملاحظہ کرے گا تو کل مخلوقات کا
مثل حق کے عین ہوگا اور کل مخلوقات فی نفسہ اوسکا علم ہوگا اور یہی مرتبہ رسول اللہ
کا ہے میرا مطلب اس کل تحریر سے یہ ہو کہ جس طرح پر نقطہ غیر متجزی و غیر متبعض کل حروف
یعنی مخلوقات مین ساری وطاری ہے اوسی طرح الف کل حروف یعنی مخلوقات مین
بصورت نقطہ کے ساری وطاری ہے اور باوجود سرایت کے الف کی شان یہ ہے
کہ کل الکل نقطہ سے مقدم اور نقطہ سے موخر ہے اور پھر عین تاخر مین مقدم اور عین
تقدم مین موخر ہے اور یہ شان حق تعالی کی جسکو شان بھی نہین کہہ سکتے قید طلاق
سے بھی منزہ و مبرا ہے کیونکہ مبصر جو کچھ ہے یا نہین ہے نقطہ ہی ہے الف تو اپنی جگہ پر
سے بھی غائب ہے اور اسی کو غیب الغیب کہتے ہین جس کے معنی یہ ہین کہ کہین سے
بھی پتہ نہ لگے اور اگر پتہ لگے تو مخلوقات مین مخلوقات کے تعین سے پتہ لگے اور
وہ مخلوقات اسمار و صفات حق ہین کہ جن سے حق پہچانا جاتا ہے کیونکہ حق تعالی
کی کیسی ہی حالت اطلاقی ہو اوسمین اوسکو اسمار ہفتگانہ یعنی امہات اسمار سے جو
حی و علیم و قدیر و مرید و سمیع و بصیر و کلیم ہین خالی نہین سمجھ سکتے اور جب خالی نہ سمجھینگے
تو حق بصورت ایک شخص مرد کے ہوگا کیونکہ تنزیہ مین سب اسماء ہفتگانہ ملائین گے
تو مرد کی صورت ہو جائیگی اور اسی شخص کو بصورت امرد رسول اللہ نے معراج شریف
مین دیکھا تھا اور آئندہ ہم کہین پر بیان کرین گے کہ وہ جس کو بصورت امرد رسول اللہ
نے دیکھا تھا وہ رسول اللہ خود ہی تھے

"ب" کے اوّل قرآن میں لانے کا سبب

الباء هو النفس وهی حروف
ظلمانی ولیس فی البسملة باسمها
من الحروف الظلمانیة
الا هی واعنی بالحروف الظلمانیة
(ب ج د ز ف ش ت ث خ ذ ض
ظ غ) لان الحروف النورانیة
التی هی فی اوائل السور
مقطعة هی (ا ہ ح ط ی ک
ل م ن س ع ص ق ر) فجعل
الحق حرف الباء اول القرآن
فی کل سورة لان اول حجاب
بینک وبین ذاته سبحانه
ظلمة وجودک فاذا فنی ولم
یبق الا هو کانت اسماءه
وصفاته التی هی منه حجاب
علیه فتلک جمیعها نورانیة
ما خلا الباء الذی معناه وجودک
فهو ظلمانی والباقی جمیعه نورانی ومن
هذا کانت الباء ثویا علی نقطة

با ہی نفس ہے اور یہی حرف ظلمانی ہے اور
پوری بسم اللہ مین اسکے سوا کوئی حرف حروف
ظلمانیہ سے نہین ہے اور مراد حروف ظلمانیہ
سے یہ حروف ہین (ب ج د ز ف ش ت ث
خ ذ ض ظ غ) اس لیے کہ حروف نورانیہ
وہ ہین کہ سورتون کے آغاز مین ہین اور
حروف مقطعات کہلاتے ہین اور وہ یہ ہین
(ا ہ ح ط ی ک ل م ن س ع ص ق ر)
پس حق تعالیٰ حرف بار کو قرآن کی ہر سورة
کے اول لایا اس لیے کہ اول حجاب جو تیرے
اور ذات حق کے درمیان مین ہے وہ تیرے
وجود کی ظلمت ہے پس جب کہ تیرا وجود فانی
ہوجاے اور اُسکے سوا کچھ باقی نہ رہے تو اُسکے
اسمار وصفات کہ جو اوس سے ہین اوس پر حجاب
ہونگے پس یہ کل حروف نورانی ہین۔ علاوہ
اوس ب کے کہ جس سے تیرا وجود مراد ہے پس
وہ تو ظلمانی ہے اور باقی کل حروف (بسم اللہ
مین) نورانی ہین۔ اور اسی وجہ سے ب نقطہ پر

لانها فوقها والثوب فوق الملابس
فكانت الباء ظلمة نور النقطة محجوبة
بوجودها التي هي العالم البارز
عن العالم الجمال النقطي وحكمة
ظهور النقطة وراءه اشارة الى ان
الامر الحقيقي وراء ما ظهر لما التصقت
النقطة بالباء كان الباء في الكلام مستعملا
للالصاق ولما كان نظر النقطة ممدًّا الى
الباء كان الباء في كلام العرب مستعملا للاستعانة
ولما لاح نار السعادة للباء على شجرة
نفسه سرى في ظلمة وادي غيب بيسير
اهله ليقتبس نار النقطة او يجد هدى
في نفسه الى نفسه من نفسه نودي
من جانب قائم شجرة الالف الذي
هو اسم الله اخلع نعليك اي
وصفك وذاتك انك
بالوادي المقدس وانت محل
التشبيه والدنس ولا مقام
لك في وادي تقدس النقطة
الا ان تخلع تشبيه ذاتك

بمنزلہ غلاف ہے اور غلاف فوق الملابس ہوتا ہے
پس ب ظلمت ہے نور نقطہ پر اور نور نقطہ محجوب ہے اوسکے
وجود سے کہ جو عالم جمال النقطی کا عالم ظاہر واقع ہوا
ہے اور حکمت نقطہ کے ظاہر ہونے کی ب کے
علاوہ اس بات کے مشیر ہے کہ امر حقیقی
اس امر کے علاوہ ہے کہ جو ظاہر ہوا۔ جبکہ نقطہ
ب کے ساتھ متعلق ہوا تو ب کلام مین الصاق
کے لیے مستعمل ہوئی اور جب نقطہ کی نظر ب
کی طرف ممدود ہوئی تو ب کلام عرب مین استعانہ
کے لیے مستعمل ہوئی اور جب کہ ب کے
لیے اوسکے شجرۂ نفس پر نار السعادۃ روشن
ہوئی تو ظلمت سرپردہ غیب مین اوس نے
رات کو اپنے اہل سے سیر کی تاکہ نار نقطہ کو
اقتباس کرے یا فی نفسہ الی نفسہ من نفسہ
ہدایت پاوے۔ شجرۂ الف سے کہ جو اسم اللہ
ہے جانب قائم ندا دی گئی کہ اخلع نعلیک
یعنی اپنی صفت اور ذات کو جدا کر کیونکہ تو
وادی مقدس مین ہے حالانکہ تو محل تشبیہ و دنس[1]
ہے اور تیرے لیے وادی تقدیس نقطہ مین
مقام نہین ہے جب تک کہ تو اپنی تشبیہ ذات

[1] دنس بمعنی میل ١٢

وحذف صفاتك حتى لا يبقى فى القدس الا القدوس۔

اور دنس صفات سے مخلع نہو یہان تک کہ مقام قدس مین قدوس کے سوا باقی نرہے

یعنی جب کہ ب نے نفس مطمئنہ ہوکر حق یعنی الف کی طرف رجوع کی تب اوس کو اس رحبت سے سواد غیب الغیب نے اپنے رنگ مین رنگ لیا صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ جب ب کو سراپردۂ غیب مین اہل ہونے کی اہلیت حاصل ہوگئی تو ہمرنگی یکتائی کیوجہ سے اس بات کی قابلیت پیدا ہوگئی کہ اپنے شجرۂ نفس مین نار السعادۃ روشن دیکھے اور اس شب روشن مین ثم رش علیھم من نورہ سے نار نقطہ کا اقتباس کرے یا بسبب ب و نقطہ کی یکتائی کے فی نفسہ لی نفسہ من نفسہ ہدایت پا دے اور اوس وادی مقدس مین قدم جمادے اور مصدر اسکا ہو کہ شجرۂ الف سے جو اسم اللہ ہے ہمکلامی ہو کہ اخلع نعلیک

فاخذ بزمامہ ید التوفیق فانبسط تحت نور الالف انبساط الظل اذ ظل کل شی مثلہ وبسط باء کل کتابۃ بقدر قائم الفھا فرات نفسھا ظلا لھذا لقائم فعلمت ان قیامھا بہ اذ لا وجود للظل الا بالشخص بین الجرم المستوی بھا فتحقق لھا امتلوھا ونفت وھمیۃ وجودھا لان الظل بنفسہ لیس بشی موجود تام انما ھو حیلولۃ الشخص بین

پس توفیق کے ہاتھ نے اوس کی باگ پکڑی اور الف کے نور کے نیچے اوسکا سایہ منبسط ہوگیا (کیونکہ سایہ ہر چیز کا اوسکے مثل ہوتا ہے) اور ب کتابت مین بقدر کھڑے الف کے پوری کھل گئی پس ب نے اپنی ذات کو اوس قائم کا ظل دیکھا پس جانا کہ قیام اپنا (یعنی ب کا) اوس الف کے ساتھ ہے اسلیے کہ وجود ظل نہین پایا جاتا ہے جب تک کہ شخص جرم مستوی مین اوسکے ساتھ نہوپس اوسکو اپنا پڑھا جانا ثابت ہوگیا اور اپنے وجود کا وہم منتفی ہوگیا اس لیے کہ ظل بنفسہ کوئی ایسی چیز نہین ہے جو موجود تام ہو

الجرم المستتر والارض فوجود الظل لنفسه محال ولكن لابد من وجود فلما تحقق الباء بهذا القدر من الفناء اخذه الالف الى نفسه وابقاه في محله واندراج الالف فيه ولهذا طولت باء بسم الله الرحمن الرحيم لتكون دليلا على الالف المندرج فيها فهي في المعنى خليفة عن الالف وفي الصورة مطولة على هيئة الالف فحصل لها من الالف الهيئة والمعنى ووقعت في الكلام محل الالف ولا يعرف في كلام العرب باء تقوم مقام الالف الا باء بسم الله فانظر هذا لباء كيف انشد حاوي حال جمالها

وغنى لي مني قلبي
فغنيت كما غنا
فكنا حيثما كانوا
وكانوا حيثما كنا

بلکہ وہ حیلولۃ شخص ہے جرم اور ارض مستتر مین پس وجود ظل لنفسہ محال ہے لیکن اوسکا ہونا ضروری ہے پس جب کہ ب مین اسقدر فنا ثابت ہوئی تو اوسکو الف نے اپنی ذات کی طرف لیا اور اوسکو اپنے محل مین باقی رکھا اور خود اوس مین داخل ہوا اس لیے ب بسم اللہ الرحمن الرحیم کی بڑھ گئی تاکہ الف پر جو اوس مین مندرج ہے دلالت کرے پس یہ ب معنًا الف کے خلیفہ ہے اور صورتًا الف کی ہیئت مطولہ ہے پس اوسکو الف سے دو چیزین حاصل ہوئین ایک ہیئت دوسرے معنی اور یہ ب کلام مین بجاے الف کے واقع ہوئی اور کلام عرب مین کوئی ب ایسی نہین سنی گئی ہے جو الف کی قائم مقام ہو بجز بسم اللہ کی ب کے پس اس ب کو دیکھ کہ اوس کے ثنا خوان نے اوس کے جمال کیلیے کیسے شعر پڑھا۔

مستغنی ہوا میرا قلب پس مین مستغنی
ہوا جیسا کہ مستغنی ہوا
پس تھے ہم جس طرح کہ تھے وہ
اور تھے وہ جس طرح کہ تھے ہم

جاننا چاہیے کہ لفظ نفس کئی معنون مین استعمال ہوتا ہے اگر تنفس اسکا مصدر لیا جاے

توسانس لینے کے معنی ہین اور سانس لینا حیات پر دلالت کرتا ہے اور حیات روح ہے
پس روح کو بھی نفس کہین گے اور روح فی نفسہ ذات شے کو کہتے ہین پس نفس کے معنی
ذات کے بھی ہونگے ذات کسی شے کی وہ ہے جو بذاتہ ہے اور اوس کے اقسام بسبب تبدیل
صفات وافعال کے بدلتے رہین گے اگرچہ وہ ذات نہ بدلے اگر حجب نورانی ہین تو وہ ذات
نورانی کہی جائے گی اور اگر ظلمانی ہین تو ظلمانی کہی جائے گی حجب ظلمانی اون کو کہتے
ہین کہ جن کی وجہ سے حق مختفی ہوجاے اور حجب ظاہر ہوجائین اور حجب نورانی وہ ہین
جن کی وجہ سے حق ظاہر ہوجاے اور تعین وہمی مرتفع ہوجاے اور حق وہ ہے کہ جسکی
یہ دونون شانین ہون اور وہ ان دونون سے مبرا ہو کیونکہ حجب نورانی اگرچہ نورانی ہین
لیکن حجب کہلاتے ہین اور نورانیت ضیا وظلمت کے میل کو کہتے ہین یہ ترکیب ہی حق
کو کوئی ترکیب پیدا نہین کرسکتا ہے مثلاً ایک ہم ہین اور ہماری دو شانین ہین صفات
حمیدہ وصفات ذمیمہ جو حق کی نسبت جمال وجلال کی شان کہی جائے گی جمال پہچانا
جاتا ہے جلال سے اور جلال جمال سے پس جمال یعنی نور مرکب ہوا جلال یعنی ظلمت سے
یعنی نور نہین ظاہر ہوا جب تک کہ ظلمت کا ترکیب اوسکے ساتھ نہین ہوا اور یہ دونون
ہماری شانین ہین ہم ان کے ترکیب سے نہین ہین بلکہ ہم فی نفسہ ہین اور ہم کو نسبت کل
کی ہے ان اجزا کے ساتھ اور ان اجزا مین بھی ہم کل ہین پس جو ان اجزا مین ہم کل ہین
وہی ہمارا نفس ہے اور ہم اس نفس کے ترکیب سے نہین ہین بلکہ ہم فی نفسہ ہین تو جس وقت
کہ نسبت کلیت وجزئیت کی کلام مین لائی جائے گی اوس وقت باعتبار اپنی روح
کے ہم نفس کہلائین گے اور کس کے نفس کہلائین گے حق کے کون حق؟ جو اس کلیت
وجزئیت کے ترکیب سے مبرا ہے یعنی فی نفسہ ہے تو جب ہم نفخت فیہ من روحی
کی شان مین ہین تب نفس حق ہین اور جب حق کلیت وجزئیت کے ترکیب سے مبرا ہے تو اسکو
یہ کہنے کا منصب حاصل ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید مثلاً حضرت آدم علیہ السلام

اوسوقت حق کے اِس طور مین تھے کہ جب حوّا اونکے پہلوے چپ سے برآمد نہین ہوئی
تھین یعنی ایک خط مستقیم رہتے قامت سودۂ عنایا ظل بلا ظلمانیت بلا نورانیت مبرا از ترکب
معرا از نفسانیت تھے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ جبوقت آدم علیہ السلام نے اپنے
آپ پر اُنس کے واسطے پہلا ظلم کیا توحوا کو اپنے پہلوے چپ سے پیدا کیا اب حوّا کی نسبت
آدم کے ساتھ جزو کی نسبت کل کے ساتھ ہوگئی اور اس پیدا کرنے کے تنزل سے آدم کو حق
کیساتھ نسبت جزئیت کی ہوگئی جیسا کہ حوا کو آدم کیساتھ ہوگئی پس جیسے عورت یعنی حوا نفس آدم ہے
ویسے ہی مرد یعنی آدم نفس حق ہے اسی واسطے جناب باری کا ارشاد ہے یاایتھا النفس
المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ[1] اور لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم[2]
احسن تقویم وہ طور حق ہے جو حالت آدم کے قبل تخلیق حوا کے تھی حوا کے پیدا ہونیکے
بعد ثم رددناہ اسفل سافلین[3] ہوا یعنی حوا ہی تمام تنزلات کا باعث ہوئین۔ پس
ثابت ہوگیا کہ نفس اوسکو کہتے ہین جو تنزل مین ڈالے رکھے اور جو شے تنزل مین ڈالے
رکھے وہی توحید ذاتی کی رو سے معصیت ہے یعنی مبدا سے بعد ہے اور احکام شرائع
اس بعد کے رفع کرنے کے لیے ہین تاکہ یہ بعد عین قرب ہوجاے پس جب نفس اخلاق
ذمیمہ وافعال قبیحہ اختیار کرتا ہے تو وہ مطابق اثر اوس خلق اور اوس فعل کے تنزل ہی
مین رہتا ہے اور یہی عذاب نکالہ دنیا وآخرت ہے اور یہی حالت مین اوسکو نفس امارہ
بالسوء کہتے ہین جس کے مارنے کا حکم ہے اگر تاثر امارگی نفس کا فی الانفس وفی الباطن ہی
تو وہ نفس امارہ کا فعل ہے اور اگر اوس تاثر سے فی الخارج یعنی آفاق مین کوئی فعل
صادر ہوا تو وہ اغواے شیطان ہے کیونکہ نفس امارہ کی صورت فی الخارج شیطان
ہے اوراسی واسطے غیر محدود شیاطین ہین کیونکہ شیطان شطن سے نکلا ہے اور شطن کے
معنی بُعد ہین جب انسان نفس کو مار کر یعنی تفرقہ و بعد کو رفع کرکے رجوع الی اللہ کرتا ہی

[1] اے نفس مطمئن رجوع کر اپنے رب کی طرف تو اوس سے راضی اوسکو تجھ سے ۱۲ [2] ہم نے انسان کو بیک ساعت معتدل پیدا کیا ۱۲ [3] پھر اوسکو انتہا کی پستی مین پھینکا ۱۲

اور بُرے افعال واخلاق سے تبرا کر کے نیک اعمال وعادات اختیار کرتا ہی تو اسمین ایک
حالت پیدا ہوتی ہے کہ جس سے وہ اپنے نفس کو بُرے افعال کی جانب رجوع کرنے سے
ملامت کرتا ہے اور یہ حالت پہلی حالت سے عمدہ ہے اور نیکی صفات کے حاصل کرنے کا
ذریعہ ہی تب انسان مصدر اسکا ہوتا ہی کہ جناب باری نفس لوامہ کی قسم کھائی لا اقسم[له]
بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ اور جب لوانگی عادت ہوجاتی ہے تب جسطرح
سے کہ ملائکہ خداوند عالم کا کلام سنکر اوس کی تعمیل کرتے ہین اوسی طرح خداوند تعالیٰ اس شخص
پر الہام کرتا ہی تب ایسے شخص کے اس نفس کو ملہمہ کہتے ہین اور الہامات کے تواتر د توالی سے اس شخص مین قابلیت
پیدا ہوجاتی ہی کہ وہ اُن الہامات کے سننے اور سمجھنے اور اُنسے انس کرنے مین محو رہتا ہی اور کسی چیز کا ذوق
علاوہ اُن الہامات کے اُسمین باقی نہین رہتا ہی تب اُسکے نفس کو نفس مطمئنہ کہتے ہین اور اس سے خطاب
ہوتا ہی کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ اور جب نفس مطمئن ہوتا ہی تو اُسکا نام قلب سلیم
ہے اور جب قلب سلیم ہوتا ہے تو اوسی کو روح کہتے ہین۔ روح انسان کی ذات ہی اور یہ انسان
یعنی مرد اور یہ روح یعنی ذات مجموعی نفس حق ہی اگر یہ شخص اپنے آپ مین اس صرافت کے
ساتھ جس کا ذکر ہوا رہتا ہے تو اوس کی تکمیل روحی ہے یعنی انانیت سے نہین نکلا
اور اس مین اقتدارات وتصرفات بہت ہین مگر غرور انانیت باقی رہتا ہی کیونکہ
ہنوز اوس کی نسوانیت فانی نہین ہوئی ہے ہم کہتے ہین کہ ”ہماری روح“ اگر روح
ہمسے فروتر نہین ہے تو اوسکی اضافت ہماری طرف کیون ہے حق کہتا ہے میرا نفس
یعنی میری روح۔ اگر یہ روح حق سے فروتر نہین ہے تو حق نے یہ اضافت کیون لگائی
پس لامحالہ بحکم تخلقوا باخلاق اللہ ہم کو اس روحانیت سے بھی نکلنا چاہیے۔ لیکن
بلا مدد اسی روح کے نہین نکل سکتے ہین تب یہان پر نفس ہی معین ہوگا اور نفسانیت
ہی رحمانیت ہوگی حسنات[عه] الابرار سیئات المقربین یعنی نفس کا مارنا جو ابتدا سے

[له] قسم کھاتا ہون مین قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہون مین ملامت کرنے والے نفس
کی ۱۲ [عه] نیکون کی نیکیان مقربین کے گناہ ہین ۱۲

اسوقت تک اچھا سمجھا گیا تھا اب اچھا نہین ہے بلکہ اوسکا نہ مارنا اچھا ہے اور اُس سے استعانت کرکے اوسکی شرکت و اعانت سے حقائق و معارف پیدا ہون گے کہ بلا انانیت کے کسی چیز کا ظہور نہین ہوسکتا ہے لہذا اسی نفس کی اعانت سے دل یعنی عالم پیدا ہوگا کہ جو وعلم ادم الادم الاسماء کلھا کے حصول کے واسطے ضروری ہے اسیواسطے آدم و حوا نے دانہ گندم کھایا بسبب شوق تنزل کے تاکہ تنزلات مین اسماء و صفات حق کا عرفان حاصل کرین تو جب تنزل ہوا تب آدم علیہ السلام نے ربنا ظلمنا انفسنا کہا اور جب علوم و معارف تنزلی حاصل ہوگئے تو رجوع الی الحقیقت لازم ہوگئی اور یہ حکم صادر ہوا کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ الایہ حضرت شاہ تراب علی قلندر فرماتے ہین ؎

تا چو آئینہ صفائی یافتم	بیخودی در خود نمائی یافتم
دور شد از رخ سر زلف رسا	در رسائی نارسائی یافتم

زلف چہرۂ معشوق کا حجاب ہوتی ہے یعنی پورا چہرہ نہین نظر آتا ہے اگرچہ معشوق کی زلف بھی لاجواب ہے اسی طرح ہر عالم کے جسقدر تعینات ہین وہ مثل زلف کے وجہ حقیقی کی حجاب ہین جب تک حجابات تھے یعنی تعینات پر نظر تھی وجہ حقیقی نظر نہین آتا تھا جب تعینات کا عرفان ہوگیا وہ عین عرفان وجہ حقیقی ہوگیا اور زید کو جو سالک ہے معلوم ہوا کہ مین قبل اس سلوک کے جو اپنے آپ کو عمرو جانتا تھا اور زید کی تلاش مین تھا وہ خیال میرا غلط تھا بلکہ مین ہی زید ہون لہذا انجام کار مین جو رسائی اوسنے حاصل کی وہ نارسائی تھی کیونکہ زید جیسا پہلے تھا اب بھی ہے اب جسطرح کہ وجہ حقیقی کا حجاب زلف یعنی تعینات کثیفہ تھے اوسی طرح اب صرافت و نورانیت حجاب ہین جب تک کہ اوسکی لطافت کثافت سے نہ بدلی جاوے وجہ حقیقی کا مشاہدہ نہین ہوسکتا لہذا ضرور ہوا کہ انسان احسن تقویم سے اسفل السافلین مین لایا جاے جیسے کہ آئینہ محفوظ مین بسبب لطافت کے چہرہ نہین دکھائی دے سکتا تا وقتیکہ اوس کے

ایک جانب کثافت نہ لگائی جاے لہذا بغیر حجابات ظلمانی کے وجہ حقیقی کا مشاہدہ نہین
ہوسکتا یعنی بلا نفس کی شرکت و اعانت کے مطلوب حقیقی کو پانا محال ہے۔ چنانچہ
مولانائے رومؒ نے بھی اول قصۂ مثنوی شریف مین کنیزک (یعنی نفس) کو مار نہین ڈالا
ہے بلکہ اسکو بادشاہ کا نفس مطمئنہ بنایا ہے یعنی بادشاہ کے قابو مین کو یا اسی قابو مین کرنیکے نتائج
حقائق و معارف ہین کہ صورتاً بصورت عالم ظاہر ہوے ہین اور اسی کو حضرت مصنفؒ نے
بار کہا ہے جس کے انبساط کا نام عالم ہے اور یہ ہبوط مین ظلمانی ہے اور علو مین مثل
الف کے نورانی ہے جو اوسکے ساتھ ہے اور اسکا بسم اللہ کے اول مین لانے والا
حق ہے جو بمنزلہ الف کے فی نفسہ ہے اور یہ وادی مقدس ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو حکم دیا گیا کہ اگرچہ یہ الف احد وہی تمھاری بار عبودیت ہے اور وہی بار عبودیت
بسبب احاطہ الف کے الف احد ہے مگر اس بار مین شائبہ روحانیت و عوالم سے ہے
جب تک اس روحانیت و عوالم سے بالاتر قدم نہ رکھو گے احد کے الف صرف سے جو
فی نفسہ ہے وادی مقدس مین استفادہ نہین کرسکتے ہو کیونکہ بہر حال بار مین ظاہراً تفرقہ
ہے اور یہی تفرقہ محل تشبیہ و دنس ہے ایسا ہونا چاہیے کہ وادی مقدس مین تجرد اقدس کے
باقی نرہے اور وہی قدوس ہے اور رب کو لیسے مقام قدس مین وہ لباس عطا ہو کہ اوس
لباس کو دیکھکر کہے کہ کنا حیثما کانوا [۵۱] اور اس یکتائی سے متلذذ ہوکر پھر کہے کہ وکانوا
حیثما کنا [۵۲] اور الف اللہ کو جو اپنے نفس مین عالم سے غنی ہے اس امتحان سے یہ ظاہر کر
دینا مناسب معلوم ہوا کہ ان اللہ غنی عن العالمین [۵۳] کیونکہ تفصیل اجمال ہوگئی اور اجمال
تفصیل ہوگیا اور تشبیہ تنزیہ اور تنزیہ تشبیہ جیسی کہ تھی بعد خرابی بصرہ ظہور مین آگئی جیسا
کہ جناب باری فرماتا ہے۔ کہ ولنبلونکم حتی نعلم [۵۴] اور یہ سب جامعیت حق کے شیونات
ہین اور بہر شین کو حق تعالی بسبب جود کے وجود بخشتا ہے۔

۵۱ تھے ہم جیسے کہ تھے ۔ ۵۲ اور تھے وہ جیسے کہ تھے ہم ۔ ۵۳ تحقیق اللہ بے پروا ہے عالم والون سے ۔ ۵۴ البتہ آزمائین گے ہم تمکو یہانتک کہ معلوم کرلین ہم

فالالف فی نفسہ مشتق من الالفۃ بل علی الحقیقۃ الالفۃ مشتقۃ من الالف الا تری الی اختلاف الصرفیین فی المصدر ھل مشتق من الفعل ام الفعل مشتق منہ

پس الف فی نفسہ مشتق ہے الفت سے بلکہ در حقیقت الفت ہی مشتق ہے الف سے مصدر کے بارہ میں اختلاف صرفیین کو دیکھو کہ کیا مصدر فعل سے مشتق ہے یا فعل مصدر سے مشتق ہے۔

حضرات صوفیہ فعل کو مصدر سے مشتق کہتے ہیں کیونکہ فعل باقی نہیں رہتا ہے اور مصدر ہمیشہ رہتا ہی اگرچہ مصدر کے ساتھ وہ فعل بھی ہمیشہ رہتا ہی لیکن مصدر کا قیام فی نفسہ ہے البتہ اوسکے قیام کا اظہار فعل سے ہوتا ہی۔

فلہذا ائتلف الالف بالباء لان الباء لزم مقام نفسہ من الادب تحتہ۔

پس اس لیے الف مؤتلف ہوا ب سے کہ ب نے اپنے مقام کو ادب سے اوس کے تحت میں لازم کیا۔

ب نے ادب اِس واسطے کیا کہ اوسکا وجود اعتباری الف سے ہی جیسے سایہ کا وجود صاحب سایہ سے ہے اور یہ ادب لحاظ تفرقہ کے نہیں ہے بلکہ وحدت کے انبساط سے لازمی ہے اور شئے منبسط کا انبساط ہی فی نفسہ اوس وجود کا ادب ہے جس کا انبساط اوس کے نفس سے ہوا ہے۔ اور شئے منبسط ہمیشہ اوس وجود کے تحت میں پائی جائے گی جس وجود سے کہ اوس کا انبساط ہوا ہے جیسے ظل ہمیشہ ذی ظل کے تحت میں پایا جاتا ہے۔

فتلاشی تلاشی الظل تحت الشخص فنوفنا لا الالف من عین الجود مقام نفسہ۔

پس سایہ کے ڈھونڈھنے والے نے سایہ کو اوس شخص کے نیچے ڈھونڈھا جس کا وہ سایہ ہے پس اوسکو الف نے عین جود سے بمقام اپنے نفس کے پورا کیا۔

یعنی ظل ذی ظل کا نفس ہوا کہ جس پر ذی ظل نے یہ جود کیا کہ اوس کو وجود مین لایا اور وجود مین لاکر خود اوس کا عین ہوگیا اور یہی معنی الفت کے ہین۔

لان مقام الالف التصور بصورة
كل حرف اذالباء الف مبسوطة
والجيم الف معوج الطرفين
والدال والراء الف منحنى الوسط
والشين اربع الفات كل سنة
منها الف والتعريقة الف منحنى
مبسوطة وعلى هذا قياس الباقي
هذا في الصورة واما في المعنى
فلابد من وجود الالف
في كل حرف لفظاً اذا هجيت
يقال للباء باء والف والجيم
اذا هجيته تقول جيم ياء ميم
فالياء المثناة التحتية موجود
فيها الالف فالالف في كل حرف
صورةً ومعناً لانه تنزل الى النقطة
من عالم الغيب الى عالم الشهادة فله
كل ما للنقطة في عالم الشهادة

ذالك هي هي ذالك يسبه
ذالك بعض ذالك بضع

اس لیے کہ الف ہر حرف کی صورت مین تصور
کیا جاتا ہے کیونکہ ب الف مبسوطہ ہے اور
جیم الف معوجۃ الطرفین ہے اور د اور ر
الف منحنی الوسط ہین اور ش مین چار الف ہین
اوسکا ہر دندانہ الف ہے اور دائرہ الف منحنی
مبسوط ہے۔ اور اسی قیاس پر اور باقی حروف ہین
یہ بات تصورتا ہے لیکن معنا پس الف کا وجود
لفظاً جبکہ اوس کے ہجے کیے جائین ضروری
ہے بلہ ب اور الف کہی جاتی ہے اور جیم
جب کہ اوس کے ہجے کیے جائین جیم اور یا۔
اور میم کہا جاتا ہے پس یاء مثناۃ التحتیۃ مین
الف موجود ہے پس الف ہر حرف مین صورتا
ومعنا پایا جاتا ہے اس لیے کہ اوس کا یعنی
الف کا، تنزل نقطہ کی طرف عالم غیب سے
عالم شہادت کی طرف ہے تو جو کچھ
کہ نقطہ کے لیے عالم شہادت مین ہے وہی
اوس کے لیے ہے۔

وہی ہی ہی ہے وہی سیہہ ہے
وہی ٹکڑا ہے اور وہی چھوٹا ٹکڑا ہے

ذالک جبریل المعالی قد تدحیی و تلفع	وہی جبرئیل عالی مرتبت ہے وہی دحیہ کلبی ہوجاتا ہے اور چادر اوڑھ لیتا ہے

اَلَم تَرَ اِلیٰ رَبِّکَ کیف مدّ الظل کے یہی معنی ہین اور حق تعالیٰ کو عالم کے ہر جُزو و کل کے ساتھ ویسی ہی عینیت ہے جیسی الف کو ب اور کل حروف کے ساتھ ہی اور باوجود اس عینیت وانبساط کے جو بلحاظ نسبت حرف منبسط ہے الف مجموعی بلاتجزی وانبساط کے اپنے منوال پر بھی باقی رہتا ہے جیسے ایک شخص اپنے خیال کے اندر فی الخارج ایک باغ لگائے وہ باغ اوس شخص کا ظل ہی اور وہ شخص ذی ظل ہی اور ظل کا وجود ذی ظل سے ہی اور ظل تحت ذی ظل ہی اور ذی ظل کو عینیت اُس ظل کے ساتھ ہے مگر باوجود عینیت کے ذی ظل اوس ظل سے مُبرّا و منزہ ہے اور ذی ظل فی نفسہ ہے اور ظل کا وجود لغیرہ ہے۔ اسیواسطے ظل فانی کہا جاتا ہے اور ذی ظل باقی۔ اگرچہ ظل فنا ہونے کے بعد ذی ظل کے ساتھ ہمیشہ باقی رہتا ہے اور یہی توحید ذاتی ہے اور وہ ذی ظل یعنی الف حقیقت محمدی ہے اور یہی انسان کامل ہے پس عالم کی ہر شے کے ساتھ حق کو عینیت ہے لیکن اوس شے کو جو اعتباری ہے حق کے ساتھ عینیت تامہ نہین ہے کیونکہ ہر شے کو اُسکے تعین نے جامعیت حق سے محروم رکھا ہی ؎

تعین ہر یکے را کردہ محبوس	ز جزویت بکلی گشتہ مایوس

مگر انسان کامل مین بسبب جامعیت تامہ کے یہ شرف ودیعت ہے کہ یہ حق ہی اور حق انسان ہے اور بیرون انسان کامل حق نہین ہے حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہین ؎

حکیم سنائی ؎	لوح دل راز نقش غیر بشوے چون کسے در ناکسی دریافتم	خویشتن را خداے خود انگار پس کسی در ناکسے درباختم

ط اپنے رب کو نہین دیکھتے کہ کیا پھیلایا سایہ ۲

مقصد یہ ہے کہ تکمیل کے بعد کوئی جدید بات انسان کامل مین پیدا نہین ہوتی ہے بلکہ قبل تکمیل کے اپنے آپ کو بھولا ہوتا ہے اور بعد تکمیل کے یاد کرلیتا ہے جیسے سوتا ہوا آدمی (جو حالت عدم تکمیل کی ہے) بروقت جاگنے کے (جو حالت تکمیل کی ہے) اپنے آپکو یاد کرلیتا ہے پس رسائی ادسیکا نام ہے کہ اپنے آپکو یاد کرلیا اور جب اپنے آپ کو ہمیشہ سے پائے ہوے تھا تو اپنے آپ کو پانا تحصیل حاصل ہے لہذا ثابت ہوا کہ انسان کی تکمیل بلانظر جامعیت کے نہین ہوسکتی ہے۔

یقول صلی الله علیه وسلم لا تدخل الشوکة فی رجل احدکم الا وجدت المها	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نہ داخل ہوگی شوکت تم مین سے کسی مین مگر جسمین کہ موجود پائے مہا کو

مہا کے لغوی معنی گاؤ ان وحشی کے ہین جس کی تعبیر کلام مجید کے اس آیۃ مین بقرہ سے کی گئی ہے کما اذ قال موسی لقومه ان الله یامرکم ان تذبحوا بقرة[له] اور یہ بقرہ نفس ہے جس کا رام کرلینا ہی بمنزلہ ذبح کے ہے کیونکہ رام کرلینے سے اوسکی امارگی رفع ہوجاتی ہے اور وہ نفس مطمئنہ ہوتا ہے اور یہی قربانی ہے اور اس کے رام کیے بغیر جامعیت فوت ہے اور رام کرلینے سے جامعیت کلیہ حاصل ہے اور اس قربانی کے یہ معنی ہین کہ طبیعت و خواہشات سے نفسًا مستغنی ہوجاے یعنی ظلمت سے نکلجاے تب تجُستا ذی ظل ہونے کے اور کیا ہوسکتا ہے لہذا مہا سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جامعیت ہے۔

هذا لتحقق احدیته بمجموع العالم افراده واجزائه حتی انه یجد حال کل فرد فی نفسه کما یجده ذلک الفرد فی العالم۔	یہ بسبب کل اجزا و افراد عالم مین اوس کی یکتائی کے حاصل ہوتی ہے (یعنی مہا) یہان تک کہ ہر فرد کا حال اپنے نفس مین ایسا ہی پاوے کہ جیسا اس حال کو وہ فرد عالم مین پاتا ہے۔

له جب موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ گاے ذبح کرو ۱۲

یعنی احدیت نقطۂ بار ہے اور احد الف ہے اور یہ احدیت یا نقطہ بار احد یا الف کا نفس ہے اور احدیت نقطۂ بار کا مجموعی طیران وسیران عالم افراد مین ایسا ہے کہ عین فرد ہی احدیت یا نقطہ ہے پس نفس حق کی توجہ افراد عالم کی طرف یہی خواہشات ہین اور یہی عالم ہے اور اسی سے وہم غیریت پیدا ہوا ہے پس جب تک اس مہا یعنی نفس کلی یعنی جامعیت کو انسان حاصل نہ کرے گا تب تک تکمیل نہین ہو سکتی اور پالینے سے مراد قابو مین کر لینا ہے یعنی اوس کی مدد سے تنزل سے ترفع کی طرف عروج اور رجوع کرنا ہے اور یہی تکمیل ہے۔ اسیواسطے جناب باری فرماتا ہے کہ یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الایہ جیسے رجوع احدیت کی احدیطرف احدیت کی تکمیل ہے اور رجوع نقطہ کی الف کی طرف نقطہ کی تکمیل ہے۔ پس کیسا اعلی و عارفانہ ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ لا تدخل الشوکة فی رجل احدکم الا وجدت الما جو سبب جامعیت کے تشبیہی افراد عالم کو محتوی ہے اور تنزیہی حصول فیض اقدس کا جامع ہے چنانچہ اسی جامعیت کے معنون کو حضرت مصنف آگے بیان کرتے ہین اور نہایت پاکیزہ بیان کرتے ہین

سوال ما السبب ان الالف حذف فی البسملة ولم یحذف فی اقرا باسم ربك

الجواب لان اضافة الاسم هنا الی الله الجامع الذی لا یقید بصفة دون اخری واضافة الاسم هناك الی الرب ولا بد للمربوب من عبد هو یوب فحال ان یتخذ الباء به فی هذه المحل لانه

سوال کیا سبب ہے کہ الف بسم اللہ الرحمن الرحیم مین گرا دیا گیا اور اقرا باسم ربک مین نہ گرایا گیا۔

جواب۔ اس لیے کہ اضافت اسم کی یہانپر اللہ کی طرف ہے جو جامع ہے اور مقید کسی صفت کا نہین ہے اور وہان پر اسم کی اضافت رب کی طرف ہے اور رب کے لیے عبد مربوب کا ہونا ضروری ہے پس یہ محال ہے کہ بار اُسکے ساتھ اس محل مین متحد ہو اس لیے کہ جب عبودیت

افا زالت العبودیة زالت الربوبیة
علی الفور واما الالوهیة اذا
زالت العبودیة فانها لم تزل
لانها اسم لمرتبة جمیع المراتب
کلها فزوال العبد کما لم یکن ویبقی
الرب کما لم یزل مرتبة من جملة مراتب
الالوهیة فهی لا تزول بنوع ما
فلما اثر اندراج الالف فی ذلک
المحل والتحقه الالف بالباء
فاسقط لفظا وخطا۔

فبسم الله الرحمن الرحیم حقیقة
محضة واقرأ باسم ربک شریعة
محضة الا تراه تلوا اقرأ وهو امر
والامر مختص بالشرائع وبسم الله الرحمن
الرحیم غیر مقید بامر ولا نهی
فلیتامل۔

دور ہو جائے گی تو ربوبیت بھی فوراً دور ہو جائیگی
لیکن الوہیت ایسی صفت ہے کہ وہ عبودیت
کے زائل ہونے سے نہین زائل
ہوتی ہے کیونکہ وہ اسم اللہ جامع ہے
کل مراتب کا پس عبد نہین رہیگا جیسا کہ نہ تھا اور
رب کہا جائے گا جیسا کہ ہمیشہ تھا کہ جو ایک مرتبہ
ہے مراتب الوہیت سے پس الوہیت کسی طرح
زائل نہ ہوگی۔ پھر جب کہ اندراج الف نے اس
محل مین اثر کیا اور الف بار کے ساتھ متحد ہو گیا
تو لفظاً و خطاً ساقط ہو گیا۔

پس بسم اللہ الرحمن الرحیم حقیقت محضہ ہے اور
اقرا باسم ربک شریعت محضہ ہے کیا نہین
دیکھتا ہے تو کہ وہ پڑھا جاتا ہے اقرا اور لفظ
اقرا امر ہے اور امر مختص بالشرائع ہے اور
بسم اللہ الرحمن الرحیم غیر مقید ہے امر اور
غیر امر سے۔

جاننا چاہیے کہ رب اوس نسبت کا نام ہے جو اللہ کو اپنے اسمار و صفات مین ہر تعین
کے ساتھ ہے اور ہر تعین مربوب ہے پس مربوب لاتعد ولاتحصی ہون گے اسی لیے رب
بھی لاتعد ولاتحصی ہونگے اسی واسطے رب کی جمع ارباب آئی ہے پس جب مربوب
فنا ہوگا تو رب بھی فنا ہو جائے گا اور رب کا فنا ہونا یہ ہے کہ اپنی جزئیت تعینی سے
نکل کر کل ہو جائے پس جو سالک اپنے رب مین فانی ہوا اوسکی تکمیل جزئی سے اور جو

اپنے رب سے یعنی اپنی روح سے یعنی اپنے نفس سے یعنی اپنی طبیعت سے یعنی اپنی جزئیت سے نکلکر اسم اللہ مین فانی ہوا اوس کی تکمیل کلی ہے جیسا کہ جناب باری فرمایا ہے کہ ءاربابٌ[1] متفرقون خیرٌ ام اللہ الواحد القہار اوراسی کو مقام الوہیت کہتے ہین اور چونکہ ہر تعین کا فنا ہونا رجوع الی اللہ ہے لہذا کسی اسم کے فنا ہونے سے الوہیت کا فنا ہونا لازمی نہین ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ نفس شے یا شخص اگرچہ اوس شے یا شخص کی ذات ہے لیکن بمقابلہ اوس شے یا شخص کے ناقص ہے جیسے کہ حوّا آدم کے مقابلہ مین پس ارباب کی رجوع الی اللہ مثل حوّا کے رجوع الی الآدم کے ہے کیونکہ آدم مین بعض اسماء وصفات علاوہ حوّا کے بھی ہین اگرچہ حوّا آدم کے اسماء وصفات کی محل تفصیل ہین مگر آدم مین جامعیت کے ساتھ اجمال وتفصیل دونون موجود ہین پس جیسے کہ قبل رجوع کے حوّا ذات آدم تھیں اب بعد رجوع کے آدم مع ذات حوّا ہو گئے پس ارباب جبکہ اللہ مین فانی ہو گئے تو اون کی جزئیت رفع ہوجائے گی اور وہ کل ہو جائینگے اور اون اسماء وصفات کو بھی پالین گے جو اللہ مین علاوہ ارباب کے ہین یعنی اللہ کی جامعیت سے مستفید ہون گے اور اون کو اپنے قیام کے لیے ضرورت مربوب کی باقی نرہے گی کیونکہ جناب باری فرماتا ہے کہ ان اللہ غنی عن العالمین۔

"الف" کے بیان مین

الالف لما کانت الالفة مشتقة منہ کالالف بین الحروف فالالف بین بعض بنیتہ کا الالف	الف نے جبکہ الفت اس سے مشتق تھی حروف سے الفت پیدا کردی بعض مین بذاتہ الفت کرادی جیسے با آ[2] ت مین ہین وہ کل الفات ہبوطہ

[1] کیا متفرق پروردگار بہتر ہین یا ایک خدا الٰہی قہار۔ [2] با آ سے وہ حروف مراد ہین جو صورۃً ب سے مشابہ ہین مثلاً ت و ث ۱۲

بين الباءات فانها كلها الفات مبسوطة فكل منها عين الاخر والف بين بعض بصورة لفظ كقولك الخاطم في اخرهما فهذه عين هذه كتابة وصورة وما بقي الفرق الا في التلفظ بل الف بين الجميع بصورته وذاته لما سبق ان كل حرف الف وان الالف موجود في هجاء كل حرف لذلك والحق سبحانه وتعالى يقول

لو انفقت ما في الارض جميعا ما الفت بين قلوبهم ولكن الله الف بينهم. ما كان يمكنك الا بمحبته ويجوز ان يكون الخطاب لكل مستمع ان توهم بانفاق ما في الارض جميعا بين قلوبهم ولكن الحق سبحانه وتعالى بكماله وقوته الف بين اجسامهم وذواتهم وصفاتهم الف بين طائفة بذاته والف بين طائفة بصفاته والف بين طائفة بافعاله وهيئته بل الف بين الجميع بذاته وجميع صفاته

هذا الوجود وان تعدد ظاهرا
وحياتكم ما فيه الا انتم

ہین پس اون مین سے ہر ایک دوسرے کا عین ہے اور بعض مین بصورت لفظ جیسے الخار ان کے آخر مین ظاہر ہوا پس الف اوسکا عین ہے کتابۃً وصورۃً اور تلفظاً اسمین فرق ہے. بلکہ الف سب مین بصورتہ و ذاتہ ظاہر ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آے ہین کہ ہر حرف الف ہی اور الف ہر حرف کے ہجے مین موجود ہے اسی طرح حق سبحانہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر تو جو کچھ کہ زمین مین ہے آپس مین الفت کرانے کے لیے خرچ کر دے تو بھی تو اون کے قلوب مین الفت نہین کرا سکتا ہی لیکن اللہ اون مین باہم محبت کراتا ہے. یعنی اے محمدؐ تم سے یہ ممکن نہین ہے اور یہ جائز ہے کہ یہ خطاب ہر سننے والے سے ہو کہ سب چیز جو زمین مین ہے خرچ کر کے اونکے قلوب مین الفت کرا دو لیکن حق نے اپنے کمال و قوت سے الفت کرا دی اونکے اجسام و ذوات و صفات مین ایک گروہ مین بذاتہ الفت کرا دی اور ایک گروہ مین بصفاتہ اور ایک گروہ مین بافعالہ و ہیاتہ الفت کرا دی نہین بلکہ سب مین بذاتہ و جمیع صفاتہ الفت کرا دی

یہ وجود اگرچہ ظاہر مین متعدد ہوا
لیکن اوس مین تم ہی اپنی حیات ہو

اس محل پر اسقدر لکھنا ضروری ہے کہ" الف نے جبکہ الفت اوس سے مشتق تھی حروف سے الفت پیدا کردی" یہ فقرہ نہایت صحیح و عارفانہ ہے لیکن" الف نے کیون الفت پیدا کردی" اسکا جاننا ضروری ہے کیونکہ یہ جاننا اوس عرفان کی حقیقت ہی تقاضا صفت ذاتی الف کا یہ ہوا کہ وہ الفات مبسوط ہوجاے اور تقاضا الفات مبسوطہ کا یہ ہوا کہ یہ صورتاً و معناً بلحاظ تاثیر و تاثر کے ایک نیا وجود پاوے کہ جس سے جود حق و عدل حقیقی ظاہر ہوجاے اور تاثیر و تاثر اپنے موثر سے اور اسمار و صفات اپنے موجد سے باوجود وجود ظاہری کے متفرق ہونے کے باہر نجانے پائین کہ جسکی غیرت الٰہی مقتضی ہے لہذا

غیرتش غیر در جہان نگذاشت
لاجرم عین جملہ اشیا شد

عینیت کے معنی یہان پر یہ نہین ہین کہ ذاتی عینیت حق کی بے کیف و بے رو و بے جہت سمجھی جاے بلکہ عینیت کے معنی تحقیقاً یہ ہین کہ مع اجسام کے عین ہے اسطرح جو چیز اپنے مبدا سے نکلتی ہے وہ جب نکلتی ہے تب چیز کہی جاتی ہے یعنی تنزیہ سے تشبیہ ہوجاتی ہے۔ لامحالہ وہ شے اپنے وقت مین اپنے مبدا کو رجوع کرے گی کہ کل شئے یرجع الی اصلہ[1] تو جب وہ شے اپنے مبدا کو رجوع کرے گی تشبہ سے منزہ ہوجائے گی اور اس نزول و عروج کرنے مین ایک انبساط اوس شئے کو ہوگا اور اسی انبساط کا نام جسم و شکل ہے شکل انبساط لطیف ہے جسکو ہیولا کہتے ہیں اور جسم انبساط کثیف ہے جسکو ابعاد ثلاثہ کہتے ہین شکل الطف اسوجہ سے ہے کہ اسما کل مبدا سے نزول و عروج ہر آن بیک دفعہ ہے اور ہر آن بدفعات بھی ہے۔ جب بیک دفعہ ہے تو شکل ہے اور جب بدفعات ہے تو جسم یعنی ٹھوس ہے کیونکہ مبدا نہ مقید عروج ہے کہ ہر آن نزول نہ کرتا ہو اور نہ مقید نزول ہے کہ ہر آن عروج نہ کرتا رہے لہذا اس عروج و نزول سے ایک صورت دائرہ کی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اسی توحید ذاتی نے

[1] ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے ۱۲

شور انگیز و ہنگامہ آرا جاذبات تاثیر و تاثر کے قائم کرسکے ہین کہ جن کی حد و انتہا نہین ہے اور ہر کوشش و کشش مین عوالم گوناگون مبدا سے بلا تکلیف و تکلف کے بنتے رہتے ہین اور حقیقت عین مستی و استغنا مین محیط جز و کل ہے ؎

ہست مطرب بدان ترانہ ہنوز		ہست محفل بران قرار کہ بود	٭

کیا آپ ایک بیج کو نہین دیکھتے ہین کہ جس سے انکھوا اور شاخ اور پھول اور پھل وغیرہ ہر آن وجود مین آتے ہین اور پھر فانی ہوتے اور پھر دوسرا وجود لیتے ہوئے ایک بہت بڑا درخت یعنی عالم کا عالم ہوجاتا ہی اور بیج اپنی مستی مین مستغنی اور ہر جزو درخت سے ملتفت ہوکر اوسکو وجود دیتا ہے اور اپنے جاذبات عشقی سے انکھوے کی حالت سے لیکر پھل کی نمو تک اپنا ایسا بناتا ہے کہ جس کو ایک عالم کہیے اسیطرح ہر آن رہتا ہے نہ اوسکو تکلیف ہے نہ تکلف بلکہ اوسکا یہی دھندھا اور کاروبار ہی اور باوجود اس دھندے اور کاروبار کے ہر پتی اور پھول اور پھل سے مستغنی ہے ؎

کہ بند طرف ا واز حسن شاہی کہ با خود عشق و رزد جاودانہ

اب آپ ہی فرمائی کہ یہان دوسرا وجود کہان ہے جسمین کوئی الفت پیدا کرے لہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حق تعالی نے یہی فرمایا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم۔

مرتبہ "الف" کے بیان میں

تعلقت الاحرف بالالف ولا تعلق للالف بشئی من الحروف کذالک افتقر کل مخلوق الی اللہ سبحانہ وھو غنی عن العالمین	کل حروف کا تعلق الف سے ہے اور الف کو کسی حرف سے تعلق نہین ہے اسی طرح تمام مخلوقات حق سبحانہ تعالی کی محتاج ہے اور وہ عالم والون سے غنی ہے کہنی والا کہتا ہی کہ

يقول القائل ع اى حسنة سبقت للالف قبل وجوده حتى قرب من النقطة هذا القرب العظيم واى سيئة تصرفت من الاحرف حتى بعدوا۔ قيل فى جوابه علم بعد مرتبة الالف من محل حكم النقطة فى ذاتها حسنة سبقت للالف جزاءها اتصافه باوصاف النقطة من وجده فى رحله فهو جزائه[1] نعم وعدم قرب بقية الحروف من محل النقطة فى ذاتها سيئة سبقت عليهم كذالك كدنا ليوسف ما كان ليأخذ اخاه فى دين الملك

الف مین کون ایسی اچھائی ہے جسکی وجہ سے وہ قبل اپنے وجود کے نقطہ سے نہایت قریب ہو گیا اور دیگر حروف مین کون ایسی برائی تھی کہ جس کی وجہ سے وہ نقطہ سے دور ہو گئے " اوس کے جواب مین یہ کہا گیا ہے کہ الف کا بعید نہ ہونا اوس مقام سے جو نقطہ کا حکم اپنے مرتبۂ ذاتی مین رکھتا ہے وہ نیکی ہے جس سے سابق ہوئی الف کے لیے اوس کی جزا کہ جو اتصاف باوصاف نقطہ ہے کہ من وجدہ فی رحلہ فہو جزائہ ہان اور عدم قرب بقیہ حروف کا محل حکم نقطہ سے اپنی ذات مین وہ برائی ہے جو سابق ہوئی اونپر جس طرح کہ مکر کیا ہمنے یوسف کے لیے اِس طور پر کہ لیا جاے بھائی اُنکا ملک مصر کے دین مین۔

یہ مسئلہ نہایت نازک ہے اور اس کل فصل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الف سے نقطہ مقدم اور افضل ہے اور اس نقطہ سے جس قدر قرب جس حرف کو ہو اوسی قدر وہ حرف اپنے مرتبہ مین اعلیٰ ہے چونکہ الف کو بہ نسبت اور حروف کے زیادہ قرب نقطہ سے ہی کیونکہ عین اوسی نقطہ کے انبساط کا نام الف ہے لہذا نقطہ الف ہے اور الف نقطہ ہے گویا الف نقطہ کے اعمال کی تفصیل ہے پس الف کے لیے نقطہ ہی جزا ہے اور یہی جزا نیکی ہے جیسے حضرت یوسف ملک مصر تھے اور اونکے

[1] فقرہ سورہ یوسف کی ایک آیہ کا حصہ ہے اور بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ جسکے کجاوہ مین شے مطلوب پائی جائے وہی اوسکی جزا ہے ۱۲

بھائیون کو نہین معلوم تھا کہ یہ ملک مصر حضرت یوسف ہین پس حضرت یوسف مثل نقطہ کے تھے اور ملک یعنی الف دکھائی دیتے تھے اور دیگر حروف کو بہ نسبت الف کے نقطہ سے بعد ہے اگرچہ ہر حرف بھی وہی نقطہ ہے لہذا یہ بعد بہ نسبت الف کے بسبب الف کے اقرب الی النقطۃ ہونے کے بُرائی ہوگیا۔ اور یہ مکر ہے اس لیے کہ بعد کوئی چیز نہین ہے وہی نقطہ کا سریان مختلف انہاج سے ہی جس طرح بنیامین کو جو حضرت یوسف کے حقیقی بھائی تھے فی الواقع قرب حضرت یوسف یعنی نقطہ سے تھا اور اسی قرب کی وجہ سے حضرت یوسف نے مکر کیا اور اون کو اپنے دین مین روک رکھا کہ جسکا وجود نہ تھا اور یہی برائی بنیا مین کی بسبب وہمی بعد کے ہوگئی۔ اسی طرح ہر حق سُبحانہٗ وتعالیٰ سے ہر ہر ذرہ کو قرب ہے اور وہمی بعد مین مبتلا ہے اور انسان کامل یعنی الف کو حق تعالیٰ سے بہ نسبت اور مخلوقات کے علم اپنے اتحاد کا ہے جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو عین اپنے ملک ہونے مین اپنے یوسف ہونے کا علم تھا تو اگر سلوک مین ہر حرف کا یعنی ہر شخص کا بعد وہمی دور ہو جاوے تو ہر شخص الف یعنی انسان کامل ہے اور یہ وہ نیکی ہے جس کی جزا نقطہ یعنی حقیقت ہے فاذکرونی اذکرکم کے یہی معنی ہین ؎

خدا کے فضل سے یوسف جمال ہو صاحب	اب ادر چاہتے کیا ہو ہمیری ہوجاے

ہمیری بھی حقیقت کا ایک تنزل ہے ہر شخص مثل الف کے عین حقیقت ہے محض وہمی بعد مین مبتلا ہے اور اس وہمی تعین سے باعتبار تشخصات کے علحدہ علحدہ معلوم ہوتا ہے۔ جو کچھ برائی ہے وہ وہم غیریت ہے اور واضح رہے کہ حضرت مصنف نے اس مقام پر بوجہ قول قائل کے الف کو تحت نقطہ مانا ہے حالانکہ فی الواقع الف فوق نقطہ ہے۔ اور الف کو تحت نقطہ اس وجہ سے مانا ہے کہ سلوک مین سالک اپنی سیر الی اللہ مین پہلے اس مقام الف پر شدت قرب مین پہونچتا ہے مگر اوسکی جستجو کم نہین ہوتی اور

ادس کی پیاس نہین بجھتی تا وقتیکہ نقطہ کے انبساط یعنی تعین الفی سے نکلکر اپنی حقیقت یعنی نقطہ کو پا نہین لیتا ہے اور نقطہ کو اپنا عین اور اپنے آپکو نقطہ کا عین نہین دیکھ لیتا ہی اور اوس سے متلذذ نہین ہو لیتا ہے جس تلذذ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ الف نقطہ ہو جاتا ہے اور نقطہ کا وجود صرف دکھائی دیتا ہے اور الف اپنی تکمیل کی وجہ سے نقطہ کو ظاہر کرکے آپ غائب ہو جاتا ہے یہ کمال الف کا ہے اور یہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ذاتی مقام ہی جسکو لابشرط شے کہتے ہین اور جسکو حضرت محمود التبریزی اور مولانائے مغربی نے دوائر مین حیثیۂ کافور کے نام سے لکھا ہے اسی وجہ سے بسم اللہ مین ب کے نقطہ کو ظاہر کرکے الف غائب ہو گیا پس یہ مقام الف کا جو لامکانی کی قید سے بھی مبرا ہے نقطہ سے اعلی ہے یعنی احدیت سے احد کو فضیلت ہے مگر سوائے احد کے ادر کچھ ہے نہین تو پہلا تنزل احد کا احدیت یعنی نقطہ ہے جیسا کہ حضرت مصنف نے اوپر بیان کیا ہے کہ الف کا تنزل نقطہ کی طرف عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف ہی پس الف فوق نقطہ بھی ہے اپنے لاتعین ہونے اور نظر نہ آنے کے سبب سے اور تحت نقطہ بھی ہے بحیثیت انبساط نقطہ اور یہی شان جناب باری کی ہے

نکتہ

النکتۃ فی اتحاد الالف بالباء انما ھو لوجود الالف فیہ و لولا ما قبلہا من وجود الالف لتخلف الھیجاء لما اتحد بالباء الالف ولہذا لو کان الالف اولا والباء ثانیا لما انعقد لان الحجاء الموجود فیہ الالف انما ھو اخرہ الذی ھو عینہ فلا یمکن ان یتحد بہ من

نکتہ باء کے ساتھ الف کے اتحاد مین یہ ہے کہ اوسمین الف کا وجود ہے اور اگر الف کا وجود لفظاً ب کے ہجے مین نہوتا تو الف ب کے ساتھ متحد نہوتا اور اسی لیے اگر الف پہلے ہوتا اور ب بعد کو تو بھی نہ متحد ہوتا کیونکہ وجہ موجود اوس مین الف ہے جو اوس کے آخر مین آتا ہے جکا عین ہوتا ہے پس

غير ذلك الوجه فلذا ما اتحد
بالالف الا الالف فلذا الاتحاد
لزوال الغيرية فكذا لك كل حرف
انما يتحد بالالف من اخره و
هو الوجه الموجود فيه الالف
منه اما ترى في كتابة كل حرف
لا يلتصق بالالف الا اذا كان
الحرف قبله والالف بعده
لا يكون الا ذلك لان الهجاء
في ذلك الحروف انما تتقدمه
مادية غير مادية الالف ثم
يتلوه مادة الالف اما في نفسه
نحو هجاء الباء واما في غير نحو
هجاء الجيم والسين والنون على
قدر بعد الحروف وقربه من هيئة
الالف وطبيعته ومكانته وعلى
ذالك شكله فالالف موجود في
كل حرف وهو ملتصق باحرف
مخصوصة من وجه مخصوص و
لا يلتصق باحرف اخرى من وجه
من الوجوه نحو الدال والذال

اس طرح کی سوا اور کسی طرح متحد ہونا ممکن نہین
ہے پس جبکہ نہ متحد ہوا الف مگر الف کے ساتھ
تو اسوقت مین اتحاد زوال غیریت کے لیے
ہے۔ پس اسی طرح پر ہر حرف اپنے آخر سے
الف کے ساتھ متحد ہوتا ہے اِس واسطے کہ
وجہ موجود اوسین الف ہے۔ ہر حرف کی کتابت
مین دیکھو کہ کوئی حرف الف سے ملتصق نہین
ہوتا ہے مگر جب کہ وہ حرف الف سے اول
ہو اور الف اوس کے بعد ہو۔ ہمیشہ یون ہی
ہوتا ہے اس واسطے کہ اس حرف کو ہجے مین
مادیت غیر مادیت الف مقدم ہوتی ہے
پھر وہ مادہ مادہ الف کہا جاتا ہے یا فی نفسہ
جیسے ب کے ہجے مین یا فی غیرہ جیسے ج
اور س اور ن کے ہجے اوس حرف کی
ہیئت الفی و طبیعت الفی و مکانتہ الفی سے
قرب اور بعد کے موافق اور کل الف سب
اسی طرح سے ہے پس الف ہر حرف مین موجود
ہے اور حروف مخصوصہ کے ساتھ بوجہ
مخصوص ملتصق ہے اور چند حروف کیساتھ
ایک وجہ سے ملتصق نہین ہوتا ہے جیسے
د ذ ر ز و صرف یہ پانچ حرف ہین

والتاء والزاء والواو وما ثم
الا هذه الخمسة احرف وانظر
كيف الالف موجود بذاته في
كتابة صورة كل حرف من
هذه الاحرف بكماله كذالك
الجمادات والانعام اذا حشر
كل الى ربه في يوم القيامة
يصير فناء محضا لا باقي منها
الا هو في هويته ليس له فيهم
نظر بخلاف الانسان فانه اذا
رجع الى ربه سبحانه وتعالى
لا يبقى الا هو في هويته ولا بد
من نظره الى المرتبة المسماة
بالانسان منه لانتفاء الجهل
ولحصول اللذة وتمام الكرامة له
مع انعدام كل ما سوى الله تعالى
بخلاف الجمادات فان الله
يغنيها ويعدم اجسادها و
ذواتها لانه ما جعل لها وجودا
قائما في العالم بل كان هو
الظاهر فيها ولم يجعل لها

(جن سے الف ملتصق نہین ہوتا ہے) دیکھو الف
ان مین سے ہر حرف کی صورت کتابت مین
کس طرح اپنے کمال کے ساتھ موجود ہے
اسی طرح جمادات اور چوپایے جب کہ ہر ایک
اپنے پروردگار کی طرف قیامت کے دن
اٹھاے جائین گے تو فناے محض ہو جائین گے
اور ان مین سے کوئی باقی نہین رہیگا مگر وہی
جل جلالہ اپنی ہویت مین باقی رہے گا اسکو
یعنی اللہ کو انمین نظر نہین ہے بخلاف انسان
کے کہ وہ جب اپنے پروردگار کی طرف رجوع
کرے گا تو باقی نہ رہے گا مگر وہی انسان اپنی
ہویت مین اور اوس کے مرتبہ کی طرف نظر
ہونا بسبب انتفاء جہل اور حصول لذت اور
تمام کرامت کے جو اوسکے لیے ہے باوجود
کل ماسوی اللہ کے معدوم ہو جانے کے ضروری
ہے بخلاف جمادات کے کہ اللہ تعالی اون کو
معدوم کریگا اور اون کی ذاتون اور جسدون کو
فنا کرے گا اس لیے کہ اوس نے اونکا وجود تمام
عالم مین نہین کیا ہے بلکہ خود انمین ظاہر تھا
اور اوسنے اون کے وجود کو اون کی ملکیت مین
نہین دیا ہے الف کو دیکھو کہ پانچ حروف مین

ملكية وجود كماترى الالف
فى الخمسة احرف كيف ظهر
بنفسه منفردًا على صورته و
هيئته غير ملتصق بحرف من
الحروف وهذا محل عدم
الدعوى للجمادات بالوجود
لانه لاتمام لوجود نفس الحرف
الا بالتصاقه بالالف ولو فى
الهجاء اذ هو عين حياتها لان
حياة الالف هى السارية فى
اجساد الحروف ولولا ذلك لما
كانت للحروف معنى فما التصقت
به الا فى الهجاء ولا فى الخط فهى
بريئة من دعوى الوجود واما
باقى الحروف فهم ملكوا الوجود
كما ملك الحق سبحانه وتعالى
الانسان وجودا يتميز به الانسان
فى نفسه وتحقق ان لموجودًا
وذاتا مغائرة لوجود غيره و
ذاتا سواه بخلاف الحيوان فانه
ولو كان له روح فلا عقل له

دیکھا جاتا ہے کیا بنفسہ اور منفرد علی صورتہ
وہیئتہ اور غیر ملتصق کسی حرف کے ساتھ حروف
مین سے۔ اور یہی جمادات کے لیے وُجود کا
دعوی نہ ہونے کا محل ہے اس لیے کہ نفس
حرف کا وجود نہین پورا ہوتا ہے جب تک الف
اوسکے ساتھ نہ ملایا جاے اگرچہ وہ ملانا ہجے
مین ہو اس لیے کہ الف اوس کی عین حیات ہے
کیونکہ حیات الف اجساد حروف مین ساری
ہے اور اگر حیات نہوتی حروف کے معنی
نہوتے پس نہ ملتصق ہوا الف اون حروف کے
ساتھ مگر ہجے مین نہ کہ خط مین تو وہ یعنی وہ
پانچ حروف دعواے وجود سے بری ہین
لیکن باقی حروف بالتحقیق وجود کے مالک
ہوے جیسا کہ حق تعالی نے انسان کو وجود
کا مالک کیا کہ انسان فی نفسہ بوجہ اوس
ملکیت کے متمیز ہوتا ہے اور یہ ثابت ہوتا
ہے کہ اوس کے لیے وجود اور ذات ہے کہ
جو اوس کے غیر کے وجود سے مغائر ہے اور
غیر کی ذات کے علاوہ ہے بخلاف حیوان کے
پس حیوان کے لیے اگرچہ روح ہے مگر عقل
نہین ہے اور اگر عقل بھی ہو تو اپنے خیال مین

ولو عقل فلا حافظة تمسك له
في خياله ما تعقله۔
فنهاية تعقل الحيوان لما هو
بصدده مما تقتضيه الشهوات
الطبيعة والعادات الحيوانية
وتطلب النفس في اول وهلة من
الحفظ وغيره ولو كانت له حافظة
تمسك له ما يعقل حتى يقيس
بعض اجزائه المعقولة على بعض
فيحكم بعد ذلك على الاولى
والاحسن منها لكان كاملا في
مرتبة الوجود وليس هذا
الا الملك والانسان فقط ولاجل
هذا لم يتجل الحق لشيء في
نفسه اعني نفس الحق سبحانه
وتعالى الا للانسان لجمعه
بين العقل والشهوة واما الملك
لاختصاصه بالعقل فتجلى الحق
له في نفسه لا في نفس الحق
لنزوله عن درجة الكمال الجامعة
بين التشبيه والتنزيه بخلاف

اوس چیز کے تمسک کا حافظہ نہین ہے جس کا
تعقل کیا ہے پس حیوان کے تعقل کی انتہا
یہ ہے کہ وہ جس چیز کے درپے ہین وہ اون
چیزون مین سے کہ جن کو شہوات طبعیہ اور عادات
حیوانیہ مقتضی ہین اور یہ عادات و شہوات طلب
نفس کرتی ہین اول وہلہ مین حفظ و غیرہ
سے اور اگر اوس کے لیے حافظہ تمسک بھی ہو
تو اُسکے لیے نہ سمجھا جائے گا یہانتک کہ اُسکے بعض
اجزائے معقولہ بعض پر قیاس کیے جائین اُسکے بعد اُن اجزائے
معقولہ مین سے اولی و احسن پر حکم کیا جائے تا کہ مرتبہ وجود مین
کامل ہو اور یہ ملکیت وجود صرف فرشتہ اور انسان
کے لیے ہے اور اسی وجہ سے حق نے یعنی نفس
حق سبحانہ تعالی نے کسی چیز کے لیے فی نفسہ
تجلی نہین کی بجز انسان کے بسبب انسان کے
جامع ہونے کے بین العقل والشہوۃ اور لیکن
فرشتہ کو بسبب اوس کے اختصاص بالعقل
کے پس حق نے فرشتہ کے لیے فرشتہ کے
نفس مین تجلی کی نہ نفس حق مین بسبب اپنے
نزول کے درجہ کمال سے جو تشبیہ و تنزیہ
دونون کا جامع ہے بخلاف حیوان کے پس
حیوان کو آمین قدم رکھنے کی گنجائش نہین ہے

الحیوان لانہ لاقدم لہ فی ذلک	اسلیے کہ حیوان کے واسطے ملکیت وجود کمال
ذلیس لہ ملکیۃ وجود کمال	انسانی نہین ہے پس یہی وجود انسان کا محل
الانسان فہذا محل دعوی	دعوی ہے اور یہی وہ حجاب اعظم ہے جو نہین
الانسان بالوجود وھو الحجاب	کھلتا ہے مگر اوس موت اکبر کے بعد کہ جس سے
الاعظم الذی لاینکشف الابعد	تیرے اوس علم کا کہ جو تجھ کو اپنے وجود کے
الموت الاکبر الذی ھو زوال	ساتھ ہے ۔ بعد التحقیق بحقائق توحید زائل
علمك بوجودك بعد التحقیق	ہو جانا مراد ہے اور لازم کر لیا ہے اللہ تعالی
بحقایق التوحید وبعد ذالك	نے اس نظر سے کہ جو تیرے لیے ہے اپنی تجلی
ولابد من نظرك وتجلیہ علے	کو اس انسان پر اور اوس کی ہیکل پر تا کہ
اللہ تعالی الی ھذا الانسان و	اوس کی نشاۃ اور صورت ظاہرہ باقی
ھیکلہ لبقاء نشائۃ وصورۃ	رہے اور یہ نظر اوس پہلی نظر کے علاوہ ہے
الظاھرۃ وھذا النظر غیر	جس سے تو اوس کو دیکھتا تھا ۔ پس اس
النظر الاول الذی کنت تراہ	بات کو سمجھ اللہ ہم کو اور تجھ کو ان سب
فافہم رزقنا اللہ وایاك	باتون کی تحقیق کی توفیق دے بے شک وہ
تحقیق ذالك کلہ انہ علے کل	ہر چیز پر قادر ہے ۔
شئ قدیر ۔	

اس تنبیہ کا ترجمہ نہایت مشکل تھا مگر کیا اچھا ترجمہ حضرت مولانا نے فرمایا ہی کہ جس سے شرح کرنیکی ضرورت ہی نہین معلوم ہوتی لیکن چونکہ حضرت مصنف نے اس تنبیہ مین عالم عالم بیان کیا ہے اور معیت حق کو حروف کی تمثیلات مین جمادات کے لیکر نباتات و حیوانات و ملائکہ و انسان تک جیسے کہ ہو ہو وہ ہے ثابت کیا ہی اس لیے اس کی تشریح جہانتک کی جاے کم ہے بہر حال کچھ نہ کچھ انموذج کے طور پر

لکھنا چاہیے۔ اور جہانتک علم الیقین اوس کی شہادت دیتا ہی اور اسکو بیان کرنا چاہی عین الیقین اور حق الیقین بیان کرنا بہت دشوار ہے کیونکہ حضرت مصنف نے خود اس تنبیہ مین اوّلاً نکتہ کا لفظ لکھا ہے اور نکتہ بمعنی سر ہے اور سر من حیث السر کبھی ظاہر نہین ہوسکتا اور نہ بیان مین آسکتا ہے اسی واسطے خداوند تعالی نے انسان کی تعریف عین اوسی سر کے لفظ سے کی کہ [۱]الانسان سری وانا سرہ اور اسی واسطے حدیث قدسی مین ہے [۲]ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ اور اسی واسطے انسان کی تعریف بھی اوسی ظلمت سے کی کہ انہ کان ظلوما جہولا کہ جسکی وجہ سے وہ متحمل بار امانت کا ہوا اور اسی واسطے جناب باری نے تخلیق عالم کی بابت فرمایا کہ [۳]کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق (الحدیث) عالم مین جو ذرہ کہ اپنے حقیر سے حقیر وجود ذرگی کا دعوی کرتا ہے اوس وجود کو حقیقی جاذبات کی کشش و کوشش نے قائم کیا ہی ورنہ چھوٹا سا وجود بھی ذرہ کا موجود نظر نہ آتا کیونکہ بہر حال اوسقدر وجود مین جسپیدگی ہے ہے

فلک سرگشتہ از دے در تگاپوے	ہوا در دل باسیدی کہے بوے
ع	آب ہم سودوان کہ آب کجا

[۴]العشق نار یحرق ما سوی المحبوب۔ بالجملہ معیت حق کے اطوار مین ایک طور یہ ہے جیسے الف کا الف کے ساتھ وہان نسبت بھی گم ہے دوسرا طور یہ ہے جیسے الف کا نقطہ کے ساتھ یا الف کا نون کے ساتھ یا قلم کا دوات کے ساتھ یا اللہ کا ہاے ہویت کے ساتھ یہین سے کارخانہ عالم چلا ہے اور یہین سے ہنگامہ ازل الازال شروع ہوا ہے

انگور مین یہ مے تھی پانی کی چار بوندین	جسدن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

ف۱ انسان میرا بھید ہے اور مین اوس کا بھید ہون ۱۲ ف۲ اللہ نے خلق کو اندھیری مین پیدا کیا پھر اپنے نور سے اون پر روشنی ڈالی ۱۲ ف۳ مین خزانہ مخفی تھا چاہا مین نے کہ پہچانا جاؤن بس پیدا کیا مین نے خلق کو ف۴ عشق ایک آگ ہے کہ محبوب کے سوا سب کچھ پھونک دیتی ہے ۱۲

تیسرا طور جیسے الف کا دیگر حروف کے ساتھ ہے بمناسبت صنف ہر حرف وقابلیت
ہر حرف کے بیچ مین چوتھا طور جیسے الف کا د ذ ر ز و کے ساتھ ہے ظاہرا یہ چار
طور تنزل حقیقت کے معلوم ہوتے ہین مگر ان اطوار سے عوالم کی تخلیق کی اور انکے
اقسام کی حدو نہایت نہین ہے۔ الف کا الف کے ساتھ اتحاد ظاہر کرتا ہے کہ صرف
حقیقت کی غیب اور غیبوبیت مین منتہی نہین ہے اور نہ منتفی ہے اور نہ اوس کی کوئی
ابتدا ہے اور وہ فی نفسہ قدامت سے مبرا ہے کیونکہ حدوث اوسکا مقابل نہین ہے
یعنی قدیم فی نفسہ ہے ابدیت سے منزہ ہے کیونکہ ازلیت کی نسبت اوسکو چھو نہین
سکتی تنزیہ سے پاک ہے کیونکہ تشبیہ اسکو دھبہ نہین لگا سکتی موجودیت سے معرا ہی
کیونکہ فی نفسہ وجود ہے یہ مین اوس الف کی تعریف کر رہا ہون جو بسم اللہ مین ب کے
نقطہ کے بعد سے غائب ہوگیا ہے اور وہ نقطہ بار کے مافوق ہے اب اس الف کے
علاوہ جو وجود یا عدم ہوگا وہ اگرچہ بے کیف وبے رود بے جہت ہو لیکن وہ الف
کا تنزل ہی کہا جائے گا پس نقطہ جس کو احدیت کہتے ہین اور جس مین رسوم مرتفع
ہین الف احد کا پہلا محل تنزل ہے اور مصدر تنزیہات وتشبیہات ہے اور وجہ حقیقی
کا خال ہے تعجب ہے کہ ع قائم النار یہ بارود کا دانہ کیسا

اور عالم قلب کا سویدا ہے اور عالم امر کا حجر اسود ہے اور عالم انفسی کا نطفہ ہے
اور عالم آفاقی کا بیج ہے اور کل ادوار کا مرکز ہے جسکی وجہ سے ہر شے حیرت زدہ ہے اور اپنی
ابتدا وانتہا کو نہین پہچان سکتے اور مثل نقطہ مرکز کے دائرہ کے ہر جزء سے ہر آن علی التساوی
ملتصق ہے اور باوجود التصاق کے اوسکو اپنے نفس مرکزیت مین کسی سے تعلق نہین
ہے۔ پس عوالم مذکورہ بالا مین جمادات سے لیکر نفوس وعقول تک اسی نقطہ کا نام مادہ
ہے جو بلحاظ مراتب تنزلات مین منزل ہوتا ہوا جمادات کی صورت مین ظاہر ہوا ہے
اور ترفعات مین مادہ سے نبات اور نبات سے حیوان اور حیوان سے جن ہوا کیونکہ

ملائکہ کی دو قسمین ہین ملائکہ نوری و ملائکہ عُنصری جن ملائکہ عنصری کے مشابہ ہین اسوجہ سے شیطان ابوالجان ہو کر ملائکہ کو تعلیم دیتا تھا کیونکہ اوسکو ایک خاص نسبت ملائکہ کروبیان کے ساتھ فطرتًا تھی جنکو حضرت آدم کے سجدہؑ کا حکم ہوا تھا۔ اور تیسری قسم ملائکہ عالین ہین جن کو سجدہ کا حکم نہین ہوا تھا وہ ان دونون قسمون مین داخل نہین ہین بلکہ اون کی تخلیق عقول ونفوس سے ہے۔ الغرض وہی وہ جن سے ملک اور ملک سے طبیعت طبیعت سے انوار انوار سے نفوس نفوس سے عقول انتہاے درجہ کو پہونچ گیا ہے حالانکہ نفوس وعقول مین بسبب شباہت صرافت کے مادیت نہین پائی جاتی ہے مگر اِس سے آگے مادہ کو گنجائش نہین ہے بلکہ فی الواقع مادہ طبیعت ہی تک رہجاتا ہے اور عقول ونفوس مین ایک قسم کی روحانیت ہے یعنی روحانیت کی دو قسمین ہین ایک قسم مستی ہے جسمین تعقل وتدبر کو دخل نہین ہے۔ دوسری قسم تعقل وتدبر ہے اور اسی قسم سے عقول ونفوس کی تخلیق ہے عقول اجمالی تدبر ہین اور نفوس تفصیلی تدبر ہین اور یہ دونون قسمین انسان کے ساتھ بجامعیت مخصوص ہین اگر غلبہ تعقل وتدبر ہے تو تنزلات کے پھنسادہ مین ہے اور اگر غلبہ دیوانگی ومستی ہے تو اپنے مراتب اعلے سے استفادہ کرتا ہے اسی وجہ سے مولانائے روم فرماتے ہین کہ ع

عقل از دہلیز می ناید برون

اور ۵

لاجنون واحدًا لی فی الشجون	بل جنون فی جنون فی جنون

جاننا چاہیے کہ حق تعالی کا ضد وند نہین ہے اور بلا ضد کے اُسکے آثار کا ظہور نہین ہو سکتا ہے جس کو عالم کہتے ہین۔ پھر تخلیق کیونکر ہوئی؟ اسکو خدا ہی جانے اور وہی

۵ مجھ کو ان جنگلون مین اکیلا جنون نہین ہے بلکہ جنون در جنون در جنون ہے ۱۲ ۞ ۞

بتاتا ہے۔ چنانچہ کلام پاک مین حضرت حق نے فرمایا ہے کہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا[۵۱] یعنی انسان کی ذات سے خبر دی ہے جسکو احدیت اور نقطہ بار اور نون کہتے ہین اور جو وجہ حقیقی کا خال ور عالم قلب کا سویدا ہے اور جو عدمیت و جہل و ظلمت مین اپنی آپ مثال ہے اور حق فی نفسہ وجود محض اور علیم و قدیر و مرید و سمیع و بصیر و کلیم ہے پس ہستی بحت کا مقابل بجز نیستی محض کے نہین ہو سکتا صاحب گلشن راز فرماتے ہین ؎

عدم در ذات خود چون بود صافی	ازو تا ظاہر آمد گنج مخفی
عدم آئینہ عالم عکس و انسان	چو چشم عکس در وی شخص پنہان

چونکہ عدم کی قابلیت نے وجود کو اپنے آپ مین منعکس کر لیا پس حق اپنے جمیع اسمار و صفات سے متوجہ ہو کر اپنے اسمار و صفات کو ملاحظہ فرمانے لگا اور اسی کو نفخت فیہ من روحی سے تعبیر کیا کہ جو عکس حق آئینہ عدم مین مع تمامی اسمار و صفات حق کے ظہور مین آیا وہی صورت انسان ہے جس مین حق کسبب اوسکی عدمیت کے سما گیا ہے۔ اور اوسکو ولقد کرمنا بنی آدم[۵۲] سے یہ شرف دیا ہے کہ جس طرح حق فرماے انا کنا انسان عرض کرے کنا انا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم وعلم آدم الاسماء کلہا کے محل و مورد ہوے اور حق تعالی کی نظر رحمت کے مرحوم ہوے اور جب تک یہ نظر رحمت رہیگی معدوم ہونا ممکن نہین ہے کیونکہ حق ہے ؎

آدمی دیداست باقی پوست است	دید آن باشد کہ دید دوست است

اخیر مصرعہ کے معنی غالبًا عام لوگ یہ سمجھتے ہونگے کہ انسان ہر وقت حق کو دیکھتا رہے یہ معنی نہین ہین بلکہ حق اپنے آپ کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے تو انسان معلوم ہوتا ہے

۵۱ کیا انسان پر زمانہ سے ایک وقت آیا ہے کہ وہ کوئی شے نہ تھا ۱۲ ۵۲ اور ہمنے بنی آدم کو بزرگی دی

کیونکہ دیکھنا موجودیت کو چاہتا ہے اور موجودیت فی نفسہ انسان مین نہین ہے ؎

عدم موجود گردد این محال است	وجود از روے ہستی لایزال ست

جب تخلیق انسان کی نص صریح کی رو سے عدم سے ہوئی تو جو کچھ اسمار وصفات و افعال مین موجودیت انسان کی معلوم ہوتی ہے وہ انسان کی ہو نہین سکتی کہ قلب حقائق محال ہے۔ اور حق کی اسی توجہ کا نام نکاح معنوی ہے جس سے تخلیق عالم ہوئی ہے۔ نکاح معنوی کے واسطے کابین کا ہونا ضروری تھا حق نے مہر معجل فوراً ادا کیا کہ انسان کو اپنے تمامی اسمار وصفات سے مشرف فرمایا۔ اور وہی انسان بصورت عالم ظاہر ہے یہ آفاق نانِ نفقہ ہے اور انسان کو چشم عالم بنایا جس سے وہ خود عالم کو دیکھتا ہے اور انسان کے تمامی اسمار وصفات سے عالم کا کاروبار کرتا ہے۔ اور خود بنفسہ مثل مردمک انسان کی آنکھ مین چھپا ہوا ہے کہ اگر انسان چاہے کہ اوسکو اپنی آنکھ سے دیکھے نہین دیکھ سکتا ہی اسی عینیت سے کلام مجید مین خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ[ف] حضرت شاہ تراب علی قلندر فرماتے ہین ؎

سنا مین نے یہ مرشد کی زبانی	وہ سب مین یون ہی جون بلبلہ مین پانی
خدا کہتا ہے الانسان سری	کہون کس سے مین یہ سرنہانی
بنایا اوس نے آدم کو خلیفہ	کرے وہ کیون نہ سب پر حکمرانی
پڑا ہے اسم جامع کا وہ مظہر	رکھے ہر چیز سے اوس مین نشانی
بنایا ہے اوسے صورت پر اپنی	زیادہ اس سے کیا ہوگی کلانی
رکھا بارامانت اوس کے سر پر	نہ آے اوسکے دلمین کچھ گرانی
کہا تب ظالم وجاہل ہے انسان	یہ لفظون کے عجائب ہین معانی

ف اور نہین چاہتے تم مگر یہ کہ چاہتا ہے اللہ ۱۲

لگا کرنے وہ اپنے نفس پر ظلم | جتایا اوسکو یہ دشمن ہے جانی
وجود غیر سے جاہل ہے مطلق | نہو کیون اوسپہ حق کی مہربانی
امانت دار عشق و معرفت ہے | نہین جگ مین کوئی آدم کا ثانی

نفخت فیہ من روحی کا دم بھر
تیرا آب آگے نہ کر طال اللسانی

ملائکہ عالین کے متعلق حضرت شیخ اکبر نے فص عیسوی مین تحریر فرمایا ہے کہ اُن کو سجدہ آدم کا حکم نہین ہوا تھا بلکہ ملائکہ کروبیان کو ہوا تھا اور ملائکہ عالین خلقت مین بنی نوع انسان سے اعلی و افضل ہین اوسکا یہ مطلب نہ سمجھنا چاہیے کہ فی الواقع ملائکہ عالین انسان کامل سے افضل ہین بلکہ انسان کامل ملائکہ عالین سے افضل ہے کیونکہ جو جامعیت انسان کامل کو حاصل ہے وہ ملائکہ عالین کو باوجود فضیلت خلقت کے حاصل نہین ہے اسواسطے کہ ملائکہ عالین کی تخلیق اسمار وصفات معقولی انسان کامل سے ہے۔ اگرچہ انسان کے ہر جز و اسما سے معقولات انسانی افضل ہین لیکن چونکہ جامعیت کیوجہ سے انسان دیگر معقولات کا بھی حاطہ کیے ہوے ہے لہذا وہ معقولات بھی انسان سے پیدا ہین اور انسان کے اسما و صفات کا ایک جزر ہین اور انسان کل ہے اور کل اپنے جز سے اعلی ہے۔ ملائکہ عالین مثل محفوف شیشہ کے ہین جسمین قابلیت انعکاس وجہ حقیقی کی نہین ہے انسان مین علاوہ اوس معقولیت کے جس سے ملائکہ عالین کی تخلیق ہے قابلیت قبولیت عکس وجہ حقیقی کی ہے

چو پشت آئنہ باشد مکدر | نماید روے شخص از روے دیگر

چونکہ آدمی تمامی اسمار کا مظہر پڑا ہے لہذا بہ نسبت دیگر مخلوقات کے اِس مین ظہور حق تمامہ ہے اور اسکی وجہ سے اسکا وجود فی نفسہ غائب ہے۔ اسیواسطے یہ اسمار عدمی حق کا بھی مظہر ہو گیا ہے اور وجود کے مقابل ہوا ہے اور وجود محض کے تقابل اور اپنی نیستی کی وجہ سے اسکا مستحق ہے کہ اسکی ذات عین حق کی ذات ہو اور نفس حق جو

اور ملکیت حق سے مشرف ہو اسیواسطے حضرت حق نے فرمایا ہی وسخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض جمیعا منہ۱؎ ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون۔ اب آپکو تعجب ہوگا کہ سورہ والتین مین حضرت حق نے انسان کی تخلیق احسن تقویم مین بیان فرمائی ہے یہ فرمانا جامعیت انسان پر دلالت کرتا ہی پھر یہ کہان سے فرمایا کہ ثم رددناہ اسفل سافلین کیونکہ کل اسمار کی جامعیت نے تو اُسکو احسن تقویم بنایا اب وہ کون اسمار ہے کہ جس سے اسفل السافلین کی ضرورت پڑی۔ پس یہ وہ اسمار ہین جنکی نسبت مین نے اوپر لکھا ہے کہ اسمار عدمی حق ہین کہ جنکی وجہ سے ظہور تو ہوا کہ وا ہمہ خلاق سے ہے مگر وجود کچھ نہین پس انسان کا پھنسا وہ ناسوتیات مین محض وہمی و عدمی ہے اور اسکے معاصی محض وہم غیریت پر مبنی ہین جس کا وجود ہی نہین۔ اسیوجہ سے حضرت آدم نے وہم غیریت کو اپنے سلوک باللہ مین میٹ دیا اور باوجود ممانعت کے گیہون کھا لیا یعنی معصیت کے طالب ہوے جنکو شہوات ناسوتی کہتے ہین اور اس عرفان کے مقابلہ مین تاکہ اسمار حق کی جامعیت حاصل کرین بہشت سے نکالی جانیکی کچھ پروا نہ کی اور اپنے نفس احسن تقویم پر ظلم کیا ظلم کے دو معنی ہین ایک تو جبر کرنا۔ دوسرے تاریک کر دینا ان دونون معانی کا مظہر ہونا حضرت آدم نے چاہا اور بہشت سے نکالے جانے کا خطرہ نکرکے اپنے نفس پر ظلم کیا تاکہ اسمار عدمی حق کے بھی مظہر ہو جائین جو اسمار کہ تاریک ہین اور عرفان سے نکلکر جہل کی ظلمت کا بھی احاطہ کرلین جو اسم عدمی ہے ایسی معصیت پر جو جامعیت حق کے مظہر ہونے کی پوری قابلیت پیدا کرے زہد و تقوی کو قربان کرنا چاہیے اور ایسی معصیت پر خود قربان ہوجانا چاہیے اور اس خراباتیت پر جان نثار کر دینا چاہیے ؎

بیا ساقی آن بلبر ستور مست	کہ اندر خرابات دارد نشست

۱؎ اور تمھاری مٹھی مین کر دیا جو کچھ کہ آسمانون مین ہے اور جو کچھ زمین مین ہے سب کچھ۔ اسمین نشانیان ہین ان لوگون کے لیے جو تفکر کرتے ہین ۱۲

بن وہ کہ بدنام خواہم شدن	مرید مے وجام خواہم شدن

اور فرشتے اس معرفت کی قابلیت نہین رکھتے تھے اسوجہ سے اون کو یہ سر معلوم نہوا تب اُنھون مے اعتراض کیا حضرت حق کی جانب سے اون کو اعلام اس معاملہ کا کیا ہو سکتا تھا بجز اسکے کہ کہدیا گیا انی اعلم ما لا تعلمون اور انسان کو اگر یہ قابلیت طواف حجر اسود یعنی سویدائے دل یعنی تمامی اسما و صفات حق کی نہوتی اور خطرات و وساوس کو کنکریون کی طرح پھینک کر علحدہ نہ کردیتا تو اس قابل نہوتا کہ اپنے سلوک و سفر در وطن مین حج اکبر حاصل کرے یعنی دیدار حق سے مشرف ہو کہ ؎

حج زیارت کردن خانہ بود	حج رب البیت مردانہ بود

اور جبل عرفات مین بے تکلفی کے ساتھ حق سے ہمکلام ہو اور بجز آواز خطیب کے اور اپنے کچھ نہ دیکھے ؎

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	این قدر ہست کہ بانگ جرسی می آید
؎ دلیل کاروان بانگ جرس ہی	گواہ درد دل اک نالہ بس ہی

اور اوس مستی مین بجز ظہور جامعیت حق و تجلی حق کے اوسکو کسی چیز کی خبر نہو اور تمام مسائل بسبب اتحاد کے فوت ہوجائین یہان تک کہ نماز جو فرض عین ہے اوسکا پڑھنا بھی اُس میدان مین ناجائز ہو ؎

چون در آمد وصال را ہالہ	سرد شد گفتگوے دلالہ

فائدہ ۔ اکثر بزرگان دین کی حالت باوجود ہوش کے ایسی ہوجاتی ہے کہ وہ ہر دفعہ حج رب البیت مین مصروف رہتے ہین اور اون کو فرصت عبادت کی نہین ملتی ہی ناسمجھ لوگ جنھون نے سلوک نہین کیا ہے وہ بے سمجھے بوجھے بزرگان دین پر اعتراض کر بیٹھتے ہین کہ کیا یہ بزرگان دین پیمبرون سے بڑھکر ہین جنکی ساری عمر عبادت مین گذر گئی۔ اس اعتراض

۵۱ مین جانتا ہون جو تم نہین جانتے ۱۲

سے زبان کو روکنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ اول تو ہر پیغمبر کسی خاص کام کی استعداد دیکر عالم مین بھیجا گیا ہے وہ کام کرنا اُنکو لازمی ہے دوسرے یہ کہ کوئی پیغمبر ایسے نہین ہوے جو خاطی نہین سمجھے گئے یہانتک کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سورہ عبس نازل ہوئی اور ایک بار مع صحابہ کے آپکی نماز عصر بھی فوت ہوئی ہے جس کی وجہ فقہا نے یہ لکھی ہے کہ تاکہ نماز قضا کی ادا کا سلسلہ جاری ہو اور حضرت مولانائے رومی نے لکھا ہے کہ وہ نماز کا فوت ہونا شب عروس کی طرح ہے کہ اتحاد تنزیہ ذاتی مین عابد و معبود کا فرق باقی نہین رہا تھا کہ آنحضرت کا یہ ارشاد جسکا مؤید ہے۔ [ل] لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل پس یہ خطئیات پیغمبران علیہم السلام اور معاصی اہت جامعیت حق کے احاطہ کی وجہ سے ہین اور اللہ اسکو خوب جانتا ہے چنانچہ اُسنے فرشتون سے فرمایا کہ انی اعلم ما لا تعلمون ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو		ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیان	

اسی واسطے اہتون سے یہ فرمایا کہ [ل] ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء پس خطرہ غیر ہی شرک ہے اسی سے بچنا چاہیے اور یہی حقیقت معصیت ہے اور ہمارے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کیلیے ارشاد ہوا کہ تمھارے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہین شیدی حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز فرماتے ہین ؎

آدم کو ملک کہتے تھے کیا خاک بنے گا	سمجھے نہ کہ سرتا قدم ادراک بنے گا		
تھی خاک سمجھ اون کو کسی نے یہ نہ سمجھا	آدم دم حق سے نفس پاک بنے گا		
ہوئیگا کوئی دم مین یہ مسجود ملائک	ہے خاک نشین حاکم افلاک بنے گا		
اولاد سے ہوئیگا اسی کے وہ پیمبر	جو صل علیٰ صاحب لولاک بنے گا		

[ل] میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ نہین سماتا ہی اوس مین ملک مقرب اور نبی مرسل ۱۲

[ل] اللہ اسکو معاف نہین کریگا کہ اوسکے ساتھ کوئی شریک کیا جای اور اسکے علاوہ جو چاہیگا معاف کردیگا ۱۲

	رہ شاد تراب اپنی حقیقت کو سمجھکر صورت کے لیے کاہے کو غمناک بنیگا	

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل مین آپ کی امت مرحومہ بھی ہے ؎

متحد بودیم باشاہ وجود	نام غیریت بکلے محو بود	

الحاصل جب حق تعالی نے ملائکہ کے نفس مین تجلی کی تو ملائکہ عالین کی تخلیق ہوئی اور جب اپنی نفس مین تجلی کی تو یہ اسم رحمن ہوا جو عرش پر مستوی ہے اور عرش کل عالم کو محتوی ہے پس یہی اسم رحمن رحمۃ للعالمین ہوا یعنی رسول اللہ یعنی انسان کامل پس انسان کامل کل عالمین کے لیے جسمین ملائکہ عالین بھی داخل ہین رحمت ہے اور یہی رحمت ہر مخلوق کی روح ہے اور ہر شے کی روح اوسکی عین ہے لہذا انسان کامل کل مخلوقات کا مع ملائکہ عالین کے عین ہے اور اسمار عدمی حق کا بھی عین ہے اور یہ جامعیت ملائکہ عالین کو نصیب نہین ہے اور انسان کامل روحانیت کی دونون قسمون کا جامع ہے یعنی قسم اول مستی خود در خود اور قسم دوم تعقل و تدبر اور اسی تعقل و تدبر سے عقول و نفوس کی تخلیق ہے پس عقول و نفوس کا بھی جامع اور عین ہے اور اس طرح پر تنزلات مین عقل کل نفس کل طبیعت کل و ہباء و شکل کل و جسم کل و عرش اعظم و کرسی و سبع سموات کا مع ان کے سیارون و ملائکہ کے جو ان سیارون کی روحین ہین اور عناصر اور موالید ثلثہ یعنی جمادات نباتات حیوانات کا اور جنات کا مع انسان کے فرداً فرداً بمناسبت ہر ہر تعین با وجود اپنے انفراد کے اوسطرح عین ہے جیسے الف کل حروف کا ہجے مین عین ہے اور اسیطرح پر کل مخلوقات کی صورت مین ظاہر ہے جیسے کہ الف کل حروف کی صورت مین ظاہر ہے اور یہ کل مخلوقات عقول و نفوس سے لیکر انسان تک یعنی کل عالم ایک شخص ہے جسکو آفاق کہتے ہین اس شخص کے ساتھ کلیتہً انسان کامل کا اتحاد و عینیت اوسی طرح پر ہے جیسے الف کا اتحاد الف کے ساتھ اور یہ اتحاد زوال غیریت کے لیے ہے پس اب کوئی شئے عالم مین باقی نہین رہی مگر

انسان اپنی ہویت مین اور یہی انسان کی وہ ملکیت وجود ہے جسکا وہ مستحق ہے اور جسکی وجہ سے
وہ اور چیزون سے باوجود عینیت کے متمیز ہے پس جب سوا انسان کے کوئی چیز باقی نرہی
تو قیامت قائم ہوگئی کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۵

چو روح از تن بکلیت جدا شد	زمینت قاع وصفصف لاتری شد
وصال این جا نگہ رفع خیال ست	خیال از پیش برخیزد وصال ست

اور یہ آناً فاناً یعنی بغتتاً ہے اور اسی کو حشر کہتے ہین اور اسکو سن سرمدی کہتے ہین اور یہین سے امتداد وقت منقطع ہوجاتا ہے جیسے رات نوم غرق مین ایک منٹ معلوم نہین ہوتی ہے اور جو معلوم ہوتی ہے تو وہ جاگنے کے بعد معلوم ہوتی ہے پس قیامت کی مثال آفاق مین رات سے ہی اور عالم کی مثال دن سے ہی حقیقی چیز اسمین رات ہی ہے جو بلا سبب کے اور دن آفتاب کے سبب سے ہی تخلیق عالم رات ہی مین ہوئی ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ اور ثم رش علیہم من نورہ آفتاب سے ہوا اور نفس مین اسکی مثال سونے اور جاگنے سے ہی سونے سے رات جاگنے سے دن ہے ۵ (حضرت صاحب)

آنکھ موندی تو عدم کی سیر ہے عالم ہی وجود	آنکھ کھولی تو وہی ہے ظاہر و باطن ہما
اور بطرح تنزیہ بوجھ اور بطرح تشبیہ جان	دونون عالم مین نہین کوئی دید سکی ماورے

یہی سلوک ذاتی اور سفر در وطن ہی اب یہ کل معلومات مع اپنے تاثیر و تاثر کے اپنے اپنے مراتب و مقامات پر اوسی طرح باقی ہین جیسے شے کے فنا ہونے کے بعد اوسکا علم باقی رہتا ہی پس حضرت حق کے حضور مین یہ سب بیکدفعہ حاضر ہین اور اسی کو علم حق اور اعیان ثابتہ کہتے ہین اور ہر عین دوسرے عین کا آئینہ ہے اور رنگا رنگ ایک دوسرے سے بے حرف و بے زبان متکلم ہے اور بے جہت مخاطب ہی اور ہر شے کی صورت علمی ہے علی الخصوص انسان کے لحاظ سے بقدر اسکے اعمال کے روزنامچہ واعمالنامہ ہی اور

۵۱ جو شخص کہ زمین پر ہے فانی ہے اور باقی رہے گا وجہ تیرے رب کا جو صاحب جلال و بزرگی ہی (وجہ سے مراد ذات حق ہی)

اوسی روزنامچۂ واعمالنامہ کے مطابق وہ سعید یا شقی ہے اور سعدا کا مجموعی اعمالنامہ بہشت ہے اور شقیا کا مجموعی اعمالنامہ دوزخ ہے اور یہ ہمیشہ کے واسطے ہے اوراسی کو نشر کہتے ہین وہر یکپر ملائکہ کی مع ملائکہ کے اسمین داخل ہے اور ناز ونعم جنت کی سرمستیان حور وغلمان کی سرگوشیان ودید بازیان بمعیت حق اسمین متجلی ہین وہ سزاے اعمال ہے اور یہ جزاے اعمال اورانسان کامل مقام اعراف مین ان سب کا عارف ہے وعلے[ف] الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم جواہل بہشت ہین وہ اپنے سرور مین سرمست ہین اور جواہل دوزخ ہین وہ اپنی سرگرمی مین سرخوش ہین سرمستی وسرخوشی مادہ کی ہے جوان کے اعمال ناسوتی کا خلاصہ ہے جب اعمال ناسوتی کے خلاصہ کا اثر دونون فریق مین ایک مدت مدید وعرصۂ طویل کے بعد چک گیا تب وہ فریق دوزخ وبہشت سے عالم ناسوت مین بھیجدیے گئے جیسے حضرت آدم گیہون کھاکر بہشت سے عالم ناسوت مین آئے جیسے خواب مین کسی حسین عورت یعنی حور یا کسی بدصورت عورت کو آدمی دیکھتا ہے تو اسکو انزال ہوجاتا ہے اور سوتے سے جاگ اوٹھتا ہے اسی طرح یہ لوگ نعماے جنت ودرکات دوزخ سے متلذذ ہوکر نزول کرتے ہین اس نزول کا نام تعدد مراتب عالم مثال ہے کہ جس سے عالم ناسوت مین آتا ہے اور چونکہ مادیت فی المثل یکرنگ ہوتی ہے لہذا ہر دو فریق رحم مادر سے یکسان متولد ہوتے ہین اور چونکہ رجوع مین مادہ سے صرافت کی جانب جانے مین بھی ہر دو فریق یکرنگ ہوتے ہین لہذا ہر دو فریق کی موت بھی یکسان معلوم ہوتی ہے پس نزول داہنی جانب سے ہے جسکو عالم مثال کہتے ہین اور عروج بائین جانب سے ہے جسکے بعد عالم برزخ ہے اور فی الواقع بہشت ودوزخ محض خواب ہے اور اس سے نزول عالم ناسوت مین خواب درخواب ہے کہ جس کے مشاہدہ مین انسان کامل یعنی حضرت حق بیدار ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ[ع] لاینام قلبی

ف اور اعراف پر وہ لوگ ہین جو سبکو اونکی پیشانیون سے پہچان لیتے ہین ۱۲ ع میرا دل نہیں سوتا ۱۲

ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

فرق عالم ملک و عالم ملکوت مین صرف اسقدر ہے کہ عالم ملکوت خواب طویل ہی اور عالم ملک خواب مختصر چھٹکارا نہ اسمین ہے اور نہ اوسمین ؎

تا نمیری نیست جان کندن تمام	بے کمال نرد بان نائی ببام
ہیچ گنجے بے ددو بے دام نیست	جز بخلوتگاہ حق آرام نیست

من[1] مات فقد قامت قیامتہ موت سے مراد موت اختیاری ہے نہ موت اضطراری اور موت اختیاری موتوا[2] قبل ان تموتوا سے اور ایسے ہی شخص کو انسان کامل کہتے ہین اور یہ مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بدرجہ کمال حاصل ہے اور آپ کی تبعیت مین بفرق مراتب اولیاء اللہ کو حاصل ہی اور جو ان مراتب مین تمامہ اپنے آپ کو مشاہدہ کرتا ہے اوسکو عارف تام المعرفۃ کہتے ہین اور اسی کے لیے واعبد[3] ربک حتی یاتیک الیقین ہی چونکہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان مراتب کا مشاہدہ ہر آن تمامہ فرماتے تھے اور آپ کو یہ مراتب سورۂ الم نشرح سے کھولدیے گئے تھے لہذا آپ کو یہ بشارت کی گئی کہ انا[4] فتحنا لک فتحا مبینا ۵ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (الایہ) اور اسی کو اہل ہنود مین "مکش" کہتے ہین اب آپ چاہے اس عالم مین رہیے چاہے اوس عالم مین ہر جگہ یکسان ہے اگر اس عالم مین آئین گے تو برزخ بلا برزخ کے ہے اور اگر اوس عالم مین رہین گے تو قیام بلا قیام کے ہے تمکین تلوین ہی اور تلوین تمکین ہے ؎ (رومی)

شیخ صلاح الدین من رہ دان من رہ بین من

اے فارغ از تمکین من وے برتر از امکان من

[1] جو مرا اوس کی قیامت قائم ہو گئی ۱۲ [2] مرجاؤ قبل مرنے کے ۱۲ [3] اور عبادت کر اپنے رب کی یہان تک کہ تجھکو یقین آجائے ۱۲ [4] تحقیق ہم نے تیرے لیے بنی فتح ظاہر کی کہ اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہو ۱۲

اب یہ نظر کلی کہ جوہر موجود کی روح ہی اوس نظر کے علاوہ ہی کہ جس سے انسان قبل تکمیل
کے ان مراتب کو دیکھتا تھا۔

تنبیہ مختصر اکثر لوگ یہ پوچھا کرتے ہین کہ مرنے کے بعد روح تو نکلجاتی ہے اور جسم یہان رہجاجاتا ہے۔ تو عذاب وثواب کس پر ہوتا ہے۔ اگر انسے کہا جاے کہ روح کو مع جسم کے عذاب ہوتا ہے تو وہ دیکھتے ہین کہ جسم یہان رہگیا اور روح نکل گئی پھر یہ صورت کیسے پیدا ہوسکتی ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ عذاب ہو یا نکی طبیعت قبول نہین کرتی اور منقولات مین جو عذاب وثواب کا ذکر کیا گیا ہے اوسکو بنا خارج از ایمان جانتے ہین پس وہ شش در ہوکر دبٹ مین رہجاتے ہین اون کو چاہیے کہ میری اس شرح کو بغور ملاحظہ فرمائین کہ جس سے ثابت ہوگا کہ جب دونون عالم محض خواب وخیال ہین تو بعد مرنے کے روح مع جسم عنصری کے خیال کے عالم برزخ مین جائے گی لہذا یہ جسم عنصری با وجود یہان رہ جانے کے یہان بتمامہ نہین رہا بلکہ اوسکا خلاصہ لطیف ہو کر روح کے ساتھ ہولیا۔ اسی جسم پر عذاب وثواب مترتب ہوتا ہے جیسے انسان کسی اچھے خواب مین اپنے آپ کو مع جسم عنصری کے دیکھتا اور اوس سے متلذذ ہوتا ہے اور کسی برے خواب مین اپنے آپ کو مع جسم عنصری کے دیکھتا اور اوس سے متنفر ہوتا ہی اور پھر یہ جسم عنصری ہی جو یہان سڑگل کر اجزاے عالم آفاق مین کھپ جاتا ہے قیامت کبری مین عالم کے فنا ہونیکے بعد اوسی طرح عالم کے خیال کے ساتھ اپنی روح سے متحد ہوجائے گا جیسے ہر ہر شے عالم کی یہ تناسب اپنی اپنی روح سے متحد ہوگی اور وہ روح مع جسم برزخی کے اس جسم عنصری مین جیسی کہ اس عالم مین تھی ہو بہو وہی شخص ہوگی کہ جو اس عالم مین مرا تھا اور جسم برزخی بمنزلہ روح حیوانی ہوگا جسکا مرکب جسم عنصری ہوگا اور وہ خود روح انسانی کا مرکب ہوگا۔ اور دونون عالم خواب مین تو اس حالت کی مثال یہ ہوگی کہ جیسے آدمی خواب مین دیکھتا ہے کہ مین نے ایک خواب دیکھا تھا اوس سے بیدار ہوا ہون

حالانکہ اب بھی وہ خواب مین ہے. کیا آپ نے منقولات مین نہین سنا ہی کہ حشر مین جب
پانی برسے گا تو سب روحین مع جسمون کے قبرون سے نکلین گی. یہ ویسا ہی ہے جیسے شروع
سال فصلی مین یعنی اساڑھ کے مہینہ مین پانی برسنے کے ساتھ ہی مینڈک کی خاک کے
ہر ٹکڑے سے ایک مینڈک پیدا ہو جاتا ہے. اور مرنے کے بعد جسم عنصری و روح حیوانی
و روح انسانی تینون مین سے کوئی چیز ضائع نہین ہوتی ہے. مگر لطافت و کثافت کا
فرق ہے. وہ بھی بمقابلہ اس عالم کے جسم اور اوس عالم کے جسم کے ورنہ اوس عالم مین جسم
عنصری ہو بہو ایسا ہی معلوم ہوتا ہی جیسا کہ اس عالم مین اور روح کے تعلقات جسم عنصری
و روح حیوانی سے کبھی غائب نہین ہوتے. یہی وجہ ہے کہ بزرگون کے مزارات لائق زیارت
ہین اور لوگون کو اون مزارات کی زیارت و فاتحہ خوانی سے فیض ہوتا ہے اگرچہ فاتحہ پڑھنے
والا بسبب اپنی کثافت کے نہ دیکھ سکتا ہو مگر وہ بزرگ بہت صاف صاف اوس طرح چیز
دیکھتا اور سمجھتا اور فیض دیتا ہے جیسا کہ اس عالم مین وقت ملاقات دیکھتا اور فیض دیتا
تھا اور کلام مجید مین سورہ الہکم التکاثر فاتحہ خوانی کی ممانعت کے واسطے نہین نازل
ہوئی ہے بلکہ یہ سمجھانے کو نازل ہوئی ہے کہ جیسے دنیا مین تم کسی بزرگ کی ملاقات
کے واسطے جاتے ہو تو اوس کا ادب و لحاظ کرتے ہو ویسا ہی بعد اوس کے وصال کے
بھی کرو نہ یہ کہ بعد مر جانے کے اوسکو کوئی اور چیز سمجھو کہ وہ خدا ہو گیا یا کوئی فرشتہ ہو گیا
بلکہ ویسے ہی بعد اوسکے وصال کے بھی اوس سے ملو جیسے کہ بر وقت حیات اوس سے ملتے تھے

تجرید "الف"

تجرد الالف عن عوائق النقطہ	الف عوائق[۱] نقطہ سے مجرد ہوا اور اوس عوائق
وتخلص من العوائق التبعیۃ	تبعیت سے کہ جو اوس ہے کے بعد مثل بعض حروف کے

[۱] عوائق یعنی موانع حوادث روزگار ۱۲

الف تكون بعده كتعلق الحروف
بعضها ببعض من بعد فلم يكن له
تعلق بشئ في عين نفسه فلا يتعلق
الالف في الخط بشئ من الحروف
لاجل ذلك كان ساريا في
جميع الاحرف بكلية سريان
النقطة فثبت في اول كل اسم
معرف من اسماء الله تعالى فهو
مظهر الحق وهو المتحقق بالحق
بل ليس الحق الا هو فكانت
النقطة له ميزانا قاس بها نفسه
واندرج في كل ما اندرج فيها
النقطة فكانه ما كانت النقطة الا
حكما له وهو محكومها بل هو على
حقيقة نفس النقطة لنفي الاثنينية
اذ لا وجود لمسمى الالف الا من
حيث النقطة فهو النقطة المؤتلفة
وهو الحرف الذي برزت النقطة
على صورتها لانه لا صورة لها الا ما تقدم
ذكره من الانبساط في كل حرف وتركيب
كل كلمة وحرفه من تفصيلها وبرزت فيه

بعض کے ساتھ جو یکے بعد دیگرے ہوتے ہوتے
ہین چھوٹ گیا اوس کو تعلق بذاتہ کسی حرف
کے ساتھ نرہا پس الف تحریر مین کسی حرف کے
ساتھ متعلق نہوا اس سبب سے کل حروف مین
مثل نقطہ کے سریان کے بالکل ساری ہو گیا
پس اسماء حق مین سے ہر اسم معرف سے اول ثابت
ہوا پس وہ (یعنی الف) مظہر حق ہے اور
وہی متحقق بالحق ہے بلکہ حق نہین ہے مگر وہی
پس نقطہ الف کے لیے میزان ہوا
کہ جس سے الف نے اپنی ذات کو تولا۔ اور
الف اون کل چیزون مین مندرج ہوا
جن مین نقطہ مندرج ہوتا ہی پس گویا کہ
نقطہ الف کے لیے حکم ہے اور الف اوس کا
محکوم ہے بلکہ الف حقیقت مین نقطہ کی
ذات ہی بسبب دوئی نرہنے کے اس لیے کہ
مسماے الف کے لیے وجود نہین ہے مگر
من حیث النقطہ پس الف نقطہ مرکبہ ہے اور
وہی وہ حرف ہی کہ جس کو نقطہ نے اپنی
صورت پر ظاہر کیا ہے اس لیے کہ نقطہ کی صورت
نہین ہے مگر وہ کہ جس کا ذکر ہو چکا ہے
ہر حرف مین انبساط سے اور ترکیب ہر کلمہ و

متعددة الجسد واحدة الروح لان
الالف مركب من نقط كثيرة كل
واحدة عين الاخرى وعلى الحقيقة
النقطة من حيث هي كلي لا ينقسم
ولا يتعدد ويوجد في جميع
جزئياته من غير تعدد في نفسه
كما يوجد الحق تعالى في سمع
الانسان المتقرب اليه بالنوافل و
في بصره وفي يده وفي لسانه فهو سبحانه
بكينونته سمع هذا العبد لا يتعدد
في كينونته بصره وكما انه موجود
في كل شئ من اجناس العالم
جميعه بكماله لا يتعدد بتعدد الاشياء
كذلك الالف مع وجوده
في الاحرف الثمانية والعشرين
لا يتعدد بتعددها لان
الالف في جملتها واحد و
من هنا قال من قال ان
الالف ليس من جملة
الحروف كادعائنا ان الانسان
الكامل ليس من جملة

وحرف مین اوس کی ذات سے او نقطہ الف
مین متعددۃ الجسد واحدۃ الروح ظاہر ہوا
اس لیے کہ الف نقط کثیرہ سے مرکب ہے
اور ہر ایک سے نت نئی طرح اور حقیقت مین
نقطہ من حیث النقطہ کلی ہے کہ جو نہ منقسم ہوتا
ہے اور نہ متعدد ہوتا ہے اور اپنے کل جزئیات
مین بغیر تعدد فی نفسہ کے پایا جاتا ہے جیسا کہ
حق تعالی سمع انسان مین کہ جو اس کی طرف
بذریعہ نوافل متقرب ہے اور اوس کے بصر
مین اور اوس کے ہاتھ مین اور اوس کی زبان
مین پایا جاتا ہے پس حق سبحانہ اس عبد کی
کینونت سمع سے متعدد نہوگا اوسکی کینونت
بصر مین اور جس طرح کہ وہ جملہ اجناس عالم
مین سے ہر جنس مین بکمالہ موجود ہے اور
تبعدد اشیا متعدد نہین ہوتا ہے۔ اسی طرح
الف مع اپنی وجود کے باوجود اٹھائیس حرف
مین موجود ہونے کے اون کے تعدد سے
متعدد نہین ہوتا ہے اس لیے کہ الف اون
کل مین واحد ہے اور کہنے والے نے یہین
سے کہا ہے کہ الف اون حروف مین سے
نہین ہے بسبب اوس کے اس بات کے

غیرہ من المخلوقات فافهم۔	دعوی کرنے کے کہ انسان کامل منجملہ اپنے غیر کے مخلوقات مین سے نہین ہے۔ پس سمجھ۔

جاننا چاہیے کہ الف مذکر لفظی ہے اور نقطہ عربی زبان مین مؤنث لفظی ہے الف کی مثال قلم ہے اور نقطہ کی مثال دوات جیسے نٓ والقلم فی الواقع سیاہی دوات ہی کے اندر ہے یعنی مادہ سب نقطہ مین ہے اور اسی روشنائی یعنی مادہ سے کل حروف یعنی مخلوقات کا ظہور ہوا ہے اور یہ حروف کا ظہور سیاہی یعنی مادہ سے قلم یعنی الف کرتا ہے قلم کی معیت سیاہی و حروف کے ساتھ بعینہ ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاہی و حروف عین قلم نہین ہین کیونکہ قلم حرف کو بنا کر خود اوس سے الگ ہو جاتا ہے بلکہ بنانے ہی مین اوس حرف سے الگ ہو ہو کر اوس کو بناتا ہے اور جب وہ حرف ختم ہو جاتا ہے تو اوسی تفرد کے ساتھ جو اوس کے بنانے مین تھا قلم اوس حرف سے علیحدہ ہو جاتا ہے جس طرح پر مرد بعد جماع کے نطفہ دے کر الگ ہو جاتا ہے پس الف کو نسبت زوج ہونے کی نقطہ کے ساتھ ہے اور نقطہ کو نسبت زوجہ ہونے کی الف کے ساتھ ہے اور نطفہ من۔ جمیع الوجود الف یعنی قلم کا مجموعہ و خلاصہ ہے جسکا قیام نقطہ مین ہو جاتا ہے مرد یعنی الف یا قلم عوالم نقطہ سے جس سے مخلوقات ہوئی ہے جیسا مجرد تھا ویسا ہی مجرد رہتا ہے یہی نسبت حق تعالی کو اشیاء عوالم کے ساتھ ہے اور اسی واسطے جناب باری نے فرمایا ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون وھو معکم اینما کنتم۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ان اللہ علی کل شیء محیط اور پھر فرماتا ہے کہ ان اللہ غنی عن العالمین اسی تخلیق سری کو حضرت مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ الف عوالم نقطہ سے مجرد ہوا پس نقطہ احدیت ہے جسکو تخلیق عالم کا عمل کیے جو پوشیدہ ہے اور اسی کو اہل ہنود مین "ہرن گرب کہتے ہین" اور الف کا تقدم ذاتی کل اسماء الٰہی پر اوسی طرح سے ثابت ہے جیسا کہ اوسکا نقطہ سے مقدم ہونا

ثابت ہے چونکہ مخلوقات کا ظہور عورت سے ہوتا ہے لہذا کل مظاہر احد کا ظہور احدیت
سے ہوا اور فی الواقع احد ہی اونکا خالق ہے مگر بحکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن
اور بوجہ استغنائے حق کے ام الکتاب احدیت ہی سمجھی جاتی ہے لیکن مالک الملک احد ہے۔
پس الف بجائے احد کے ہے اور نقطہ بجائے احدیت کے الف مظہر حق ہے اور وہی متحقق
بالحق ہے بلکہ حق نہیں ہے مگر وہی الف۔ اور نقطہ الف کے لیے میزان ہے یعنی اسمار حق
احدیت سے منکشف ہوتے ہین یعنی احد کا ظہور مع اسمار وصفات کے احدیت سے ہوتا ہے
اس لحاظ سے نقطہ حکم ہے الف کے لیے اور الف اوسکا محکوم ہے یعنی وہی الف اول ہے
اور وہی آخر ہے بلکہ حقیقت مین الف نقطہ کی ذات ہے بوجہ رفع دوگانگی کے اسلیے کہ
مسمائے الف کے لیے وجود نہین ہے مگر من حیث النقطہ پس وہی الف ظاہر ہے اور
الف نقطہ مرکبہ ہے پس وہی الف باطن ہے کیونکہ اوسکو نقطہ نے اپنی صورت پر
ظاہر کیا ہے یعنی الف نے اپنی صورت بمناسبت نقطہ بحکم نقطہ ظاہر کی ہے کیونکہ
نقطہ کی صورت نہین ہے اور نقطہ الف مین الف کے انبساط وترکیب سے مبرہن
ہے یعنی وہ نقطہ الف مین متعددۃ الجسد واحدۃ الروح ظاہر ہوا۔ جیسے حق تعالی نے
روح پھونکی نقطہ مانند روح کے مؤنث لفظی ہے اور الف مذکر ہے چونکہ الف اپنے
اسم آخر مین نقطہ کثیرہ سے مرکب ہے اور ہر نقطہ دوسرے نقطہ سے بجنب اخری ہے
لہذا پہلوے آدم سے حوا کی تخلیق ہے اور الف کا نقطہ نفس ہے اور نقطہ کا الف نفس ہے
یعنی آدم کا نفس حوا اور حوا کا نفس آدم ہین چونکہ ذات ہر شے کی اوس کے اوصفات
سے اعلی ہے چاہیے تھا کہ حوا آدم سے اعلی ہوتین لیکن حوا کی ذات آدم مین۔ پس
آدم فی نفسہ ذات ہوے اور حوا سے اعلی ہوے اسیواسطے الرجال قوامون علی النساء ہے
اور وہی نسبت نفس ہونے کی جو نقطہ کو الف کے ساتھ ہے آدم کو حق تعالی کے
ساتھ ہے پس آدم مع حوا کے نفس حق ہین لیکن آدم و حوا کا نفس حق بذاتہ جو فی نفسہ

حق ہے اور حق کے ساتھ آدم اور آدم کے ساتھ حق ویسا ہی متحد ہے جیسے الف کیساتھ نقطہ اور نقطہ کے ساتھ الف ہیں پس جو سریان حق تعالیٰ کا کل مخلوقات میں ہے وہی سریان آدم کا اور انسان کا خاصکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ مخلوقات میں ہے اور یہی علو درجہ کا فرق جو مرد کو عورت سے ہے حق کو روح سے ہے اور یہی فرق احد کو احدیت سے ہے اور الف کو نقطہ سے اور قلم کو ن سے اور عقل کل کو نفس کل سے اور طبیعت کل کو ہبا سے اور یہی سلسلہ اخیر تک چلا جائے گا پس عورت کو مرد کے ساتھ جزئیت کی نسبت ہے مگر نقطہ منقسم نہیں ہوتا ہے جسکی مثال عورت ہے لہذا وہ جزئیت عورت کو مرد کے ساتھ نہیں ہوتی جیسے کہ اور چیزوں میں جزو کو کل کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ نقطہ اوسی جامعیت کے ساتھ الف کا جزو ہے جو جامعیت الف میں ہے اور وہ جامعیت الف نقطہ سے ظاہر ہوتی ہے لہذا نقطہ صفت ذاتی الف ہے نہ صفت صرف الف۔ اسوجہ سے نقطہ الف کے ساتھ دم مساوات مارتا ہے اگرچہ الف کو نقطہ پر تقدم ہے پس نقطہ کے اسما و صفات وہی ہیں جو الف کے ہیں اور جس طرح پر الف واحد ہے اور باوجود تعدد مظاہر متعدد نہیں ہوتا ہے اوسیطرح انسان واحد ہے اور باوجود تعدد مظاہر متعدد نہیں ہوتا ہے اور جسطرح الف کا شمار حروف میں نہیں ہے اوسیطرح انسان کا شمار مخلوقات میں نہیں ہے علی الخصوص موت اختیاری کے بعد جب مادہ نفسیت غائب ہوجائیگا تب کوئی فرق اضافی بھی نہیں اور حق میں نرہیگا ع

تا خدا ہست درین معرکہ ما ہم ہستیم

تفرید "الف"

عدد الالف واحد والواحد عدد لامن جملۃ الاعداد لان العدد	الف کا عدد واحد ہے اور واحد عدد ہے جو منجملہ اعداد نہیں ہے کیونکہ عدد کہتے ہیں واحد

لتكرار الواحد في مرتبتين
فصاعدًا وفائدة تعقل تسمية
المعدود في مرتبة التغائر تعقلا
كما وليس للواحد في نفسه
مغائرة لعدم السوى فلا يدخل
في حد العدد من هذا الوجه
ودخل فيه من حيث تعقل
عدم تغائره في نفسه فهو عدد لا
كالاعداد كما قالت العقلاء
ان الله شئ لا كالاشياء و
سر بروز الالف في عدد الواحد
لبعده من النقطة بعدًا واحدًا او
هو الطول فقط لان النقطة
ما لها طول ولا عرض ولا عمق
ولا سمك وهو له الطول فقط فهو
الخط المستقيم وبرزت الباء في
عدد الاثنين لانها بعدت بعدين
الطول والعرض لان راسها عرض
وجسدها طول وظهر الجيم في عدد
الثلاثة لانه حاز الطول والعرض
والعمق وان شئت قلت العمق او السماك

کی تکرار کو خواہ دو مین ہو یا زائد مین اور فائدہ
اوس کا یہ ہے کہ معدود کی اسمیۃ کا مرتبہ
تغائر مین بلحاظ مقدار تعقل کیا جاے۔ اور
واحد کے لیے فی نفسہ مغایرت نہین ہے بسبب
عدم مساوات کے اس وجہ سے واحد عدد کی
حد مین داخل نہین ہے اور من حیث تعقل
عدم مغائرت فی نفسہ اوس مین داخل ہے
پس اس وقت مین واحد عدد ہے مگر مثل اور
اعداد کے نہین ہے۔ جیسا کہ عقلا نے کہا ہے کہ
"اللہ ایک شئ ہے جو مثل دیگر اشیا کے نہین ہے" اور راز
الف کے ظہور کا عدد واحد مین یہ ہے کہ وہ نقطہ سے یہ بعد واحد
بعید ہے اور وہ بعد صرف طول ہے۔ اس لیے
کہ نقطہ مین نہ طول ہے اور نہ عرض نہ عمق نہ
سمک اور الف مین فقط طول ہے پس الف
خط مستقیم ہے اور ب عدد (۲) مین ظاہر
ہوئی اس لیے کہ وہ بہ دو بعد بعید ہوئی اول
طول دوسرے عرض اس لیے کہ اوس کا سر
عرض ہے اور اوس کا جسد طول ہے۔ اور جیم
عدد (۳) مین ظاہر ہوا اس لیے کہ اوس نے
طول اور عرض اور عمق کو گھیر لیا اور عمق کو چاہے
عمق (گہرائی) کہو چاہے سمک (یعنی بلندی)

فهما سیان وانما یتغایران بتغایر النسبة ان ابتدأت من اسفل سمیة سمکا وان نزلت من اعلی الی اسفل سمیت عمقا وهذا التعلیل لیس فی عددیتهم وهذا سر شریف انا اول من عبر عنه ولعلنا ان لبسطنا ـ ومکنا من القول ان نتکلم علی بقیة جملة اعلادالاحرف واسرارها کل حرف من این فیه ما حصل فیه من العدد وما سره وما سر کل عدد فی نفسه بهذا اللسان الحقیقی ـ انشاء الله ـ

دونون برابر ہین اور یہ دونون نسبت کے بدلنے سے بدل جاتے ہین اگر اسفل سے ابتدا کی جاے تو اوس کو سمک کہین گے اور اگر اعلی سے اسفل کی طرف نزول کرے تو اوسکو عمق کہین گے اور یہ تعلیل اون کی عددیت مین نہین ہے اور یہ ایک ایسا عمدہ راز ہے کہ جسکو سب سے پہلے مین سمجھا ہون اور ہم امیدوار ہین کہ یہ راز ہمارے لیے اور بسیط ہو اور ہم اس بیان سے ٹھہر گئے کہ باقی کل حروف کے اعداد اور اوس کے اسرار پر کہ ہر حرف مین جو بات کہ اوس کو عدد سے حاصل ہے کیونکر آئی اور ہر حرف کے سر اور ہر عدد کے سر فی نفسہ پر اس زبان حقیقی سے کلام کرین ـ انشاء اللہ تعالی ـ

۵	در رگ انگوری را دیدہ اند بیشتر از خلقت انگور ہا	در فنا محض شے را دیدہ اند خوردہ مے ہا دنمودہ شور ہا	

یہ فصل حضرت مصنف نے گویا ان دو شعرون کی شرح مین لکھی ہے اگرچہ دراصل انھون نے ان شعرون کے معنی اخذ نہ کیے ہون کیونکہ حضرت مصنف اس مسئلہ مین اپنے ذاتی عرفان مین منفرد ہین ـ حق واحد الذات کثیر الاسماء والصفات ہے مگر کل اسماء حق ذات حق مین مندرج و مستہلک ہین ـ حق کے چار طور ہین ـ عدمی ـ عدمی اجمالی ـ

عدمی تفصیلی تفصیلی عدمی جیسے الف کے یہی چار طور ہین۔ عدمی طور مین وہ اعداد مین شمار نہین ہوتاہے تاکہ اعداد کو اُن کے تغایر و تعقل کا وجود دے اور اعداد کو مغائرت بخشتا ہے پس وہ وجود مغایر اوس شے کی ذات ہوتا ہے اور چونکہ وہ ذات فی نفسہ نہین ہے بلکہ حق کی عطا کی ہوئی ہے لہذا حق اوس عدد مین داخل نہین ہوتاہے جیسے الفِ واحد عدد کی حد مین داخِل نہین ہوتاہے اور چونکہ حق نے فی نفسہ اوس ذات کو ظاہر و پیدا کیا ہے لہذا من حیث تعقل عدم مغائرت فی نفسہ اوس مین داخل ہی جیسے الف کا ایک عدد کل اعداد مین ساری ہے۔ یہ طور حق کا عدمی اجمالی ہے اور یہ طور عدمی حق سے بہ بعد واحد ہے کیونکہ اس طور مین نقطہ سے فی الجملہ شیئت الف مین پائی جاتی ہے کیونکہ الف اس مقام پر اوسی نقطہ کے طول کو کہتے ہین تو الف مین طول ثابت ہوا اور نقطہ مین نہ طول ہے نہ عرض نہ عمق نہ سمک پس ایسی حالت مین الف خط مستقیم کہلائے گا اور یہی طور نقطہ کا بھی مثل الف کے ہونا چاہیے کیونکہ الف و نقطہ حقیقت مین متحد ہین۔ الف نے بسبب ایک درجہ کے بعد کے جگہ حاصل کرنی تھی اب نقطہ کے لیے کوئی جگہ ہونا چاہیے تھی کہ وہ بعد الف کے قائم ہو لہذا نقطہ الف کے نیچے ب ہوگیا کیونکہ الف اپنی تفصیل چاہتا تھا اور وہ تفصیل حاصل نہین ہو سکتی تھی جب تک بحکم ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون دو بُعد نہون اب تفصیل کی بنا ہو گئی مگر ہنوز اوسکا ظہور نہین ہوا جبتک کہ نقطہ بھی مثل الف کے اپنی عدمی اجمال کو ظاہر نکرے کیونکہ دونون متحد ہین لہذا وہی نقطہ بصورت جیم ہوگیا اور اس جیم ہونے مین الف کے تین بُعد ہو گئے اور نقطہ کے دو بُعد اب نقطہ نے چاہا کہ میرا بھی تیسرا البعد مثل الف کے ظاہر ہو جاے چونکہ تیسرے بعد کو الف نے گھیر لیا تھا کیونکہ ہر چیز کا تین ہی چیزونسے وجود ہوتا ہے جیسے عالم و معلوم و علم لہذا نقطہ کے تیسرے بعد کی گنجائش عین اتحاد مین باقی نہین رہی پس نقطہ نے اپنے تیسرے بعد کو

فی الخارج اختیار کیا جو دیگر حروف مین نقطہ مع ب اور جیم کے فی الخارج
متولد ہوا جس کو عالم تفصیل کہتے ہین۔ الف کی غیریت نے اسکا تقاضا کیا کہ نقطہ کو
نہ چھوڑے اوسکے لیے جگہہ باقی ہی نہ تھی کیونکہ نقطہ نے اپنے تیسرے بعد کو بالکل گھیر لیا تھا تب ؎

غیرتش غیر در جہان نہ گذاشت	لاجرم عین جملہ اشیا شد

الف نے اپنی ہویت یعنی طور عدمی سے کہ جسکے لیے جگہہ کی ضرورت نہین ہی ب
کے تیسرے بعد مین مع اپنے طور اجمالی کے قیام فرمایا پس یہ چوتھا بعد الف کا ہوا اور
یہی تیسرا طور عدمی تفصیلی الف یعنی حق کا ہے اس لیے اس طور مین حق متوہم ہوتا ہی
اگرچہ وہ توہم اوس شئے کی پوری صورت ہی مگر حق کا پتہ نہین لگتا ہے اور اوس بعد
الف سے نفس تفصیلی مرتب ہوا تب نقطہ نے بھی اپنا نفس تفصیلی مرتب کرکے چاہا کہ
مین بھی چوتھا بعد مثل الف کے حاصل کرلون لہذا نقطہ نے تمامی اشیا کی صورتین
اختیار کرلین جسکو آفاق کہتے ہین الف نے اپنا چوتھا طور اختیار کیا کہ ہر شے مین بمناسبت
اوس تعین کے متوہم ہو کہ جو توہم اوس شئے کا وجود ہے یعنی جس طرح پر کہ نفس مین
بجمیع الصفات متوہم ہوا تھا اوس طرح پر آفاق مین بمناسبت ہر تعین متوہم ہوا
اور یہ الف کا چوتھا طور تفصیلی عدمی سے ہے اب اس چوتھے طور مین نقطہ یعنی مادہ کو بسبب
اپنے ناقص تعین کے اسکی سمجھ باقی نہین رہی گی وہ بتقاضاے حب ظہور و اظہار
چوتھا طور مثل حق کے حاصل کرے تب حق نے باوجود اپنے انفراد کے ہر تعین مین اپنی
ہویت سے روح پھونکی اور فرمایا کہ وان[له] من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم ؎

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہست محسوس حواس اہل دل

پس یہ نطق فی الحقیقت خاصہ مادہ نہین ہے بلکہ صفت حق ہے لہذا الف کا یہ چوتھا
طور یا پانچوان بُعد ہوا اور چونکہ یہ ابعاد فی الحقیقت حق کے ہین اور مادہ بدیہی متکلم و مدرک

[له] کوئی چیز ایسی نہین ہے جو خدا کی حمد اپنی تسبیح مین نہ کرتی ہو لیکن تم اونکی تسبیح کو سمجھتے نہین ہو ۱۲

نہین ہے وہ بھی بحیثیت فنا، تنزیہی حق ہوا لہذا یہ پانچون ابعاد مع مادہ کے جو انفس وآفاق دونون مین ہے خاصۂ احد ہوگیا اور احد نے ان پانچون حضرات کو جن کو مین ابعاد کہتا آیا ہون گھیر لیا اور اس احاطہ نے بُعد کو منتفی کر دیا اور حضرت الحضرات احد ہوگیا۔ یہی حضرات ستہ ہین جنکو حضرات صوفیہ بیان کرتے ہین۔

اور جاننا چاہیے کہ وہ راز جسکو حضرت مصنف سب سے پہلے سمجھے ہین جیسا کہ اُنھون نے تحریر فرمایا ہے سرِ تحول روح وقیام رُوح فی الجسد ہے اور جب حضرت مصنف ہی آگے بیان کرنے سے ٹھہر گئے تو مین بیچارہ کیا ہون کہ اس معاملہ مین کچھ دم مارون ورنہ جو کچھ میری سمجھ مین آیا تھا بیان کرتا

بیان حقیقت الباء

الباء هو العرش وهى النفس الناطقة المسماة من بعض وجوهها بالقلب الذى وسع الله والنقطة هى غيب الهوية المسماة بالكنز المخفى التى لا تحول عن كنزيتها وخفائها ابداً فالباء مستوى الاعداد لانها اول العدد و لا عدد الا والباء موجود فيه كما ان الرحمانية مستوى اسماء النفسية التى هى الامهات السبعة وكل اسم فداخل تحته كما قال الحق تعالى

ب وہی عرش ہے اور وہی نفس ناطقہ ہی جسکا نام بعض وجوہ سے قلب ہے کہ جس مین اللہ سمایا ہے اور نقطہ غیب ہویت مسمّٰی بہ کنز مخفی ہے کہ جس کی کنزیت خفا سے کبھی تحول نہین کیا جا سکتا ہی پس ب مستوی الاعداد ہے اس لیے کہ وہ اول عدد ہے اور کوئی عدد ایسا نہین ہے کہ جس مین ب موجود نہو جس طرح کہ رحمانیت مستوی اسمار نفسیہ ہی کہ جو امہات سبعہ کہلاتے ہین اور ہر اسم اون کے تحت مین داخل ہے جیسا کہ حقتعالی نے فرمایا کہ تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جس

قل ادعوا اللّٰہ او ادعوا الرحمن ایًّا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ فالرحمن مشارک اللّٰہ فی التسمی بجمیع الاسماء الحسنیٰ ویفارق اللّٰہ بما وراءہ من ذلک فیما لا تقع الاسمیۃ علیہ عندنا کما یقول العالم بنفسہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم او استأثرت بہٖ فی غیبک

نام سے پکارو اوسی کے اسماء حسنٰی ہین پس تمام اسماے حسنیٰ سے مسمّٰی ہونے ہی مین رحمٰن اسم اللّٰہ سے مشارک ہے اور اس کے علاوہ اور سب باتون مین اسم اللّٰہ سے مفارق ہے کہ جن پر ہمارے نزدیک اسمیۃ واقع ہی نہین ہوتی ہے جیساکہ عالم بالذات صلے اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ او استأثرت بہٖ فی غیبک

یہ ظاہر ہے کہ بعد الف ونقطے کے ب ہی ایک حرف ہے جو مستوی الاعداد ہے اور ب ہی کل اعداد مین ساری ہے اب چاہے الف کہو یا نقطہ کہو جو کبھی ظاہر نہین ہوتا ہے کیونکہ دونون متحد ہین اور اگرچہ ایک دوسرے پر ظاہر ہین مگر اونکا فی الخارج ظہور نہین ہے پس ب ہی ایک ایسا حرف ہے جو کل حرفون مین ساری وطاری کہا جائیگا۔ اسیطرح جو شئے کل مخلوق کو احاطہ کرلے اوسکو عرش کہنا چاہیے اور جو شئے مدرک کلیات و جزئیات ہو اوسکو رُوح یا نفس ناطقہ کہنا چاہیے۔ پس ب کی جسمانیت بسبب اعداد مین مستوی کے عرش ہوئی اور چونکہ وہ جسمانیت حکمت تامہ ہے جو اوس شئے کے مدرک ہونے پر قطعی دلالت کرتی ہے تو ب کی جسمانیت کو سادات عرش کیساتھ ہے اور قلب جسکو حکما نفس ناطقہ کہتے ہین بسبب مدرک ہونے کے مناسبت ارواح کے ساتھ ہے اور روح کنز مخفی ہے جس نے عرش قلب اور قلب عرش کو سما لیا ہے نفس مین جس شئے نے قلب کو سما لیا ہے وہ روح ہے اور آفاق مین جس شئے نے عرش کو سما لیا ہے وہ اسم رحمن ہے اور اسم روحی اور اسم رحمن نے جو درحقیقت ایک ہی چیز ہین امہات سبعہ حق کو قبول کرلیا ہے جس طرح (بلا تشبیہ) رحم نطفہ کو قبول کرتا ہے اور اس قبول کرنے سے ہر اسم اسکے تحت مین

لہ یا اثر لیا تونے اوس چیز سے اپنے غیب مین ۱۲

داخل ہے جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قُلِ ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ پس تمام اسمار حسنیٰ مین اسم اللہ کی جامعیت اِس اسم رحمن کو حاصل ہے۔ اسوجہ سے اسم اللہ سے اسم رحمن متحد ہے اور اوسکو اللہ کے ساتھ نسبت نفس ہونے کی ہے اور اس نفس ہونے مین مرد و عورت دونون شامل ہین کیونکہ خداوند تعالیٰ نے دونون کی نسبت فرمایا کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی (الآیہ) اور نفس ذات کو کہتے ہین اور رحمن مین نسبت ذات حق ہونے کی ہے اگرچہ رحمن کی ذات اللہ ہے بسبب اسی اتحاد کے حدیث قدسی مین حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ سبقت رحمتی علیٰ غضبی اور دیگر اسمار حسنیٰ اگرچہ اسمار حق ہین مگر اُنمین وہ جامعیت نہین ہے کیونکہ غفور منتقم نہین ہوسکتا اور رؤف جبار نہین ہوسکتا وغیرہ وغیرہ۔ رحمانیت کی دو قسمین ہین ایک صریحی رحمت جو ظاہر ہے اور ایک رحمت بالحکمۃ جیسے جراح پھوڑے کو آرام و سکون کے لیے چاک کرتا ہے بالجملہ جو خصوصیت کہ اسم رحمن مین ہے وہ اور اسمار حسنیٰ مین نہین ہے۔ اسی واسطے حضرت مصنف نے اس اسم کو مفارق بھی لکھا ہے اور مشارک بھی اور اوسکی دلیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے لائے ہین کہ او استاثرت بہ فی غیبک اور یہ وہ اسمار عدمی ہین جنسے حق اپنی غیب کنز یت مین بلا ظہور و بلا تاثر کے متاثر ہے اور جس سے باقتضار جوادیت وحسب ظہور و اظہار متاثر ہوا وہ کیا چیز ہے وہی اسم رحمن ہے اور ان دونون کے مظہر خاص رحمۃ للعالمین ہین پس حروف مین ب اول ہے جو کل حروف مین ساری ہے اور یہ ب تعین اجمالی ہے جسنے حق کو سما لیا ہے اور اوس کا محل النفس مین قلب ہے اور آفاق مین عرش ہے پس عرفان وشہود کی ابتدا آفاق مین تعین استواے رحمانی عرش سے ہوگی اور نفس مین خاص اوسی شخص کے قلب وجسم سے جو ویسا عرفان وشہود چاہتا ہے ۵

ل کہدو کہ تم اللہ کو پکارو چاہے رحمن کو جیسے پکارو اوسی کے اسمار حسنیٰ مین ۔ ۲ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے ۔

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی

یہ جو صورت ہے تری صورت جانان ہے یہی

اپنی ہستی کے سوا غیر کو سجدہ ہے حرام

مذہب پیر مغان مشرب رندان ہے یہی

آپ دیکھتے نہین ہین کہ ہر شخص کو محبت فی الواقع اپنے ہی ساتھ ہوتی ہے اور یہ شخص فی الواقع شخص متعارف نہین ہے بلکہ حق ہے تو ہر شخص کو جسقدر محبت اپنے ساتھ ہے وہی محبت حق کو اوس شخص کیساتھ ہے پس سلوک مین جو شخص بہ محبت و تعشق رجوع الی اللہ کرتا ہے وہی حق کا جاذبہ ہے۔ اگر آپ تنزل مین رہنا چاہتے ہین اور حُب نہین پیدا کرتے ہین تو حق کی محبت آپکے ساتھ کم ہے تنزل ہی مین پڑے رہین گے اور اگر آپ تنزلات سے نکلکر معارج کی طرف جانا چاہتے ہین تو حق کا جاذبہ محبت آپکی طرف زیادہ ہے آپ کامیاب ہونگے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس فقرہ او استاثرت بہ فی غیبك سے اوس جاذبہ کے طالب ہوے ہین جس حب حقیقی کے جاذبہ تنزیہی نے آپ کو محبوب بنایا

معنی اثنینیت الباء بروز الحق لنفسہ فی ترکیب ذات الخلقی وھو النظر الثانی لان الحق سبحانہ وتعالیٰ لہ مشھدان فی نفسہ فشھد احدی ذاتی لاینظر اللہ فیہ الی ما سمیہ

اثنینیت با کے معنی یہ ہین کہ حق کا اپنے نفس سے اپنی ذات خلقی کی ترکیب مین بروز کرنا اور یہ بروز نظر ثانی ہے اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے فی نفسہ دو مشہد ہین ایک ایک مشہد احدی ذاتی کہ جس مین اللہ تعالیٰ اوس چیز کی طرف کہ جس کو خلق کہتے ہین

الخلق فلا وجود للحق فی ذلک
المشهد ومشهد ذاتی ینظر اللّٰه
فیه الی مرتبة من ذاته سماها
خلقًا مرتبة علی ترتیب ذاته
وسمی ذلک الترتیب بالصفات
والباء هو هذا المشهد الثانی
الذی یظهر فیه آثار الحکم
المسمی من ذات اللّٰه بالرحمٰن
وهو المعبر عنه بمستوی اسماء
الحضرة الخلقیة ومن ثمّ
قیل فی آدم انه علی صورة
الرحمٰن وقد تبیّن فی اصطلاح
الصوفیة تسمیة الانسان
بالعالم الصغیر وتسمیة العالم
بالانسان الکبیر واعلم انّ
الاصل فی بسم اللّٰه الرحمٰن
الرحیم باسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم
لابد له من فعل بعده یتعلق به
الباء نحو ابتدی او استعین او
اتبارک اما مصرح ملفوظ او مقدّر
تدل قرینة الفعل لحاصل

نظر نہین کرتا ہے ۔ پس خلق کا وجود اِس
مشہد مین نہین ہے اور دوسرا مشہد ذاتی ہے
کہ جیسمین اللّٰہ تعالیٰ اپنے مراتب ذاتی مین
سے اوس مرتبہ کی طرف کہ جس کو خلق
کہتے ہین بہ ترتیب مراتب اپنی ذات کے
نظر کرتا ہے اور اس ترتیب کا نام صفات
ہے پس ب مشہد ثانی ہے جس مین حکم
کے آثار ظاہر ہوتے ہین اور یہی مشہد ہے
جس کا نام ذات الٰہی نے رحمٰن رکھا
ہے اور یہی معبر عنہ ہے مستوی اسمار حضرت
خلقیہ سے اور اسی جگہہ سے آدم کے لیے
کہا گیا کہ وہ برصورت رحمٰن ہے اور
اصطلاح صوفیہ مین انسان کا نام عالم
صغیر اور عالم کا نام انسان کبیر رکھا گیا
ہے اور جاننا چاہیے کہ بسم اللّٰہ الرحمٰن
الرحیم کی اصل باسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
ہے جس کے لیے اوس کے بعد ایسے
فعل کا ہونا کہ جس سے ب متعلق ہو گی ضرور
ہے جیسے ابتدای یا استعین یا اتبارک
اب وہ ضروری فعل یا مصرح ملفوظ ہے یا
مقدر کہ جسپر قرینہ فعل حاصل بعد البسملہ

بعد البسملة تعليمية كما يدل
فعل الشرب بعد البسملة على
ان المقدر بعده اشرب او استعين
على الشرب بسم الله او نحو
ذلك فاذا قال القائل بسم الله
افعل كذا كان معناه بالله
افعل كذا اذ ليس الاسم غير المسمى
وقد قال سبحانه وتعالى تبارك
اسم ربك ـ وما المعنى قولك
بالله افعل كذا الا انه سبحانه
هو عين فاعل ذلك الفعل منك
فيك فكأنك تقول بما انطوى
من الالوهية في ذاتي الظاهرة
بخلاف ما هو عليه باطني الذي
هو عين المسمى بالالوهية ما
انطوى الالوهية في ذاتي الباطنة
بخلاف ما هو عليه في ذاتي الظاهرة
الذي هو غير المسمى بالاله ـ
افعل كذا وفائدته نفي الفعل
من خلقك واثباته لحقك
ان كان المشهد فعليا والاظهار

دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ فعل شرب
بعد البسملہ دلالت کرتا ہے اسپر کہ اوس کے
بعد اشرب یا استعین علی الشرب بسم اللہ
مقدر ہے یا اوس کے مثل تو جب کہنے
والے نے بسم اللہ فعل کذا کہا تو اوس کے
معنی یہ ہون گے کہ باللہ افعل کذا۔ کیونکہ
اسم مسمی کا غیر نہین ہے چنانچہ حق تعالے
نے فرمایا تبارک اسم ربک اور تیرے
قول باللہ افعل کذا کے معنی یہ ہین کہ حق
تعالی عین فاعل اوس فعل کا ہے تجھ سے
تجھ مین پس گویا کہ تو اوس چیز کے ساتھ
کہتا ہے کہ جو ظاہر ذاتون مین الوہیت کو
شامل ہے بر خلاف باطن کے جو عین مسمے
بہ الہ ہے اور اوس چیز کے ساتھ کہتا ہے
کہ جو پوشیدہ ذاتون مین الوہیت کو شامل
ہے بر خلاف ظاہر کے جو غیر مسمی بہ الہ
ہے افعل کذا اور اس کا فائدہ اپنے
خلق سے فعل کی نفی ہے اور اپنے حق کے
لیے اوسکا اثبات ہے۔ اگر مشہد فعلی ہو
اور تیرا اپنی عین اینت سے مخلوقات
کو اپنی ذات مین تلاش کرنے کا اظہار

تلاشی المسمیٰ بالمخلوق من ذاتك تحت سلطان عظمة المسمیٰ بالخلق بعین اینتك ان کان المشهد اسمائیا وبروز احدیة وجودك فی تعدد وجوهها الواحدیة ان کان المشهد ذاتیا فافهم ولابد لك من تعقل هذا المقدار عند قولك بسم الله الرحمٰن الرحیم حتی تتمیز عن رتبة الحیوانات لان التلفظ بما لا تعقل معناه رتبة حیوانیة نعوذ بالله من ذلك

تحت سلطان عظمت جو مسمّے بالخلق ہے اگر مشہد اسمائی ہو اور تیرے وجود کی احدیت کا بروز اوس کے وجوہ واحدیت کے تعدد مین اگر مشہد ذاتی ہے پس اسکو خوب سمجھ اور تیرے لیے اتنا سمجھنا جبکہ تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے ضروری ہے تاکہ تو رتبۂ حیوانات سے تمیز کیا جاے اِس لیے کہ اوس چیز کا بولنا جس کے معنی نہ سمجھے رتبہ حیوانات سے ہے نعوذ باللہ من ذلک

مین نے اِس سے قبل کی فصل کی شرح مین ذرا جلدی کی کہ اِس فصل کی شرح بھی پہلے سے کرگیا مگر جلدی اوسکو کیون کہون کہ جلدی شیطان کا کام ہے اور شیطان کا وجود تفرقہ سے ہی اور یہ اثنینیت ب کی جو حضرت مصنف نے لکھی ہے وہ شیطانی کام یعنی تفرقہ نہین ہے بلکہ اثنینیت سے مراد حکمت شہود جناب باری ہے نہ تفرقہ۔ اور ب سے مراد رحمٰن ہے نہ شیطان اگر مین اوس بیان کی شرح مین جلدی نہ کرتا یعنی حکمت سے کام نہ لیتا تو اثنینیت بار کے معنی ہی نہ کھلتے لہذا ظہور حق کی حکمت یہ تھی کہ مین نے ظہور حق کے کل حضرات کو اوپر بیان کردیا کہ جو تین نفس اور ایک آفاق و نفس اور ایک محض آفاق ہے کل پانچ ہین اور چھٹا وہ پانچون ملاکر ایک ہے پس وہ ایک دو پر منقسم ہوگا کہ جس مین سے

ایک کو نفس کہین گے اور دوسرے کو آفاق یعنی قل ہو اللہ احد انفس ہوا۔ اور لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد آفاق ہوا پس قل ھو اللہ احد جو نفس ہوا الف کا پہلا مرتبہ ہے اور لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد یہ اثنینیت ب ہے اور یہی اثنینیت عرش ہے اور وہ پہلا مرتبہ اسم رحمن ہے۔ ان دو حالتون مین حقتعالی کا اپنے آپ کو اپنے آپ ہی مین ملاحظہ فرمانا ایک مشہد ہوا اور دوسرا مشہد حقتعالی کا اپنے آپکو اپنے غیر مین یعنی فی الخارج ملاحظہ فرمانا یعنی موافق قابلیت ہر اسم کے ملاحظہ فرماناہے جو غیر اور فی الخارج اعتباری ہے۔ پس اثنینیت باء کے معنی یہ ہین کہ حق کا اپنے نفس کی طرف توجہ فرمانا کہ اوس توجہ سے عالم خلق ظہور مین آئے اور اس توجہ کرنے مین حق تعالی اپنے آپ سے علحدہ نہین ہوتا ہے اسواسطے اثنینیت کے معنی تفرقہ کے نہین ہین بلکہ حق تعالی کا ظہور تفصیلی اپنے اسماء وصفات کے ملاحظہ کیلیے ہے اور اسکو بروز یا نظر ثانی کہتے ہین یا دنی اسے فتدلی یا جمع الجمع یا فناء الفناء یا سیر باللہ یا سیر مع اللہ کہتے ہین یا عالم امر سے تخلیق ارواح یعنی عالم ملکوت کی تخلیق کہتے ہین اور عالم ملکوت سے عالم ملک مین ظہور کرنا کہتے ہین حق تعالی یقیناً اپنی مقام الوہیت مین ہے اور الوہیت کے یہ معنی نہین ہین کہ کنز مخفی رہے جسکو مقام تنزیہی کہتے ہین بلکہ مقام الوہیت سے مراد دربار عام ہے جسکو کبریائی و جبروت کہتے ہین اور اوس مقام مین ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ عالم ملک کا فیض وجود حق سے باہر ہونے کی گنجائش نہین رکھتا ہے اور وجود حق نے ہر شے کو گھیر لیا ہے واللہ بکل شئ محیط[1] اور عالم ملکوت مین کوئی رب یا کوئی الہ یا کوئی روح اوسکے ید قدرت کی رحمانیت وقہاری سے باہر نہین جاسکتی ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار وان من شئ الا یسبح بحمدہ پس جب کہ اثنینیت کے معنی یہ ہوے کہ تفرقہ کو بھی

[1] اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوے ہے

ایک کرلیا تب وہ اثنینیت شیطنت نہین رہی کہ غیر ہوتی بلکہ رحمانیت ہوگئی چونکہ رسول علیہ السلام مظہر تام اسم رحمن ہین لہذا آپ صرف رحمۃ للمومنین نہین ہین بلکہ رحمۃ للعالمین ہین۔ اگر حق تعالی محض اپنی ذات مین اپنے آپ کو ملاحظہ فرماتا رہتا جیساکہ فرما رہا ہی تو ایک ہی شہد ہوتا اور دوسرے شہد کا ظہور نہوتا یعنی صفات حق جو بذاتہ بروز و ظہور فی الخارج کے مقتضی ہین اُنکے ساتھ عدل نہوتا اور یہ جناب باری کی شان سے بعید ہی کہ کسی شے کو اوسکا حق ندے پس جود یعنی رحمت اور عدل یعنی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ حق نے مع تمامی اسماء وصفات کے اپنے آپ مین نظر ثانی فرمائی یعنی ظہور فرمایا اور یہ ظہور رحمت عامہ ہی آپ دیکھتے ہین کہ کسطرح مومن وکافر مقبول ومردود سب ایک راہ رحمت حق سے ڈھلکے ہوے چلے جارہے ہین اور جہان جسکا ٹھکانا رحمت عامہ وحکمت نے رکھا ہے وہان بالآخر پہونچتے رہتے ہین۔ پس عالم انفس وعالم آفاق کا نام حضرات صوفیہ نے عالم صغیر وعالم کبیر رکھا ہے یعنی انسان بھی ایک شخص ہے اور آفاق بھی ایک شخص ہے انسان چھوٹا شخص عالم صغیر ہے آفاق بڑا شخص عالم کبیر ہے جو عالم صغیر مین ہے وہی عالم کبیر مین ہے اور جو عالم کبیر مین ہے وہی عالم صغیر مین ہے صرف فرق یہ ہی کہ عالم صغیر کی جان کو روح کہتے ہین اور عالم کبیر کی جان کو اسم رحمٰن۔ اسم رحمن کی بھی آنکھ ہے اور روح کی بھی آنکھ ہے رحمٰن کی جو آنکھ ہے روح اوسکی پتلی ہے اور روح کی جو آنکھ ہے حق فی نفسہ اوسکا نور دیدہ ہی اللہ نور السموات والارض۔ اس طرح پر دوسرے شہد مین حق کی معیت مجموعی انفس وآفاق سے ہے اور اسی معیت کو رحمن کا مستوی ہونا کہتے ہین اور اسی معیت سے آدم بصورت رحمن ہوے۔ اب آپ کہین گے کہ اثنینیت وتفرقہ بھی کہتے ہو اور پھر توحید ویکتائی کا بھی دم بھرتے ہو اور پھر حق کو مستغنی بھی کہتے ہو یہ ایک ذات اور دو نسبتین جو ملکر تین ہوئین ایک مین جمع کرتے ہو یہ سب ایک کیسے ہے تب ہم آپکو آپ ہی کے نفس مین ایک وجدانی دلیل دکھلائین گے جس سے

آپ سمجھ جائین گے کہ اللہ مستغنی ہے اور محیط بھی ہے اور اوسکے تین مرتبہ بھی ہین جو اُسی
کے اندر فی الخارج ہین اور اوسی سے عالم کا کارخانہ چلتا ہے اور اگر یہ سب حق تعالیٰ مین نہوتا
تو حقتعالیٰ ناتمام تھا اور حقتعالیٰ کا ناتمام ہونا محال ہے ایک بہت مختصر مثال ہے اور وہ یہ کہ مثلاً آپ
یہ ارادہ کرین کہ ہم کعبہ جائینگے چل کھڑے ہونے پر مستعد ہو گئے۔ آدمی جس وقت ایک ارادہ کرتا ہے اُسی
آن مین دوسرا ارادہ نہین کرسکتا ہے یعنی وہ ہمہ تن وہی ارادہ ہو جاتا ہے اور اوسکے
بجمیع الصفات احاطہ کرنے کا نام ہی وہ ارادہ ہے جو اوسکے نفس کے اندر نفس کی دیگر
قابلیتون سے ممتاز ہے پس یہ ارادہ عین نفس مین فی الخارج ہے اس وجہ سے کہ ممتاز
ہے اور عین نفس اس وجہ سے ہے کہ نفس اوسکو محیط ہے اور یہی ارادہ فی الخارج انفس کا
عالم آفاق ہے جسکو عالم ملک کہتے ہین۔ اب جب آپ ارادہ کرتے ہین کہ ہم کعبہ
جائین تو یہ ہم فی الجملہ آپ ہی کے اندر آپکے ارادہ سے مافوق و نازک و مجمل ہے
مگر آپ کی نفس ذات سے ممتاز ہے کیونکہ قبل اس ہم کہنے کے آپکی حالت وہ
تھی کہ جس مین آپ نے ہم نہین کہا تھا پس یہ عالم ارواح و ملکوت ہے۔ اب آپکو اس
ارادہ سے ہم کہتے ہین بے خیالی کے ساتھ اور بغیر انانیت کے وجدانی طور پر معلوم کر رہے
کہ آپ ایک شخص ہین جو ارادہ کرتا ہے۔ اسکو عالم امر کہتے ہین اور بیکدفعہ آپ چل کھڑے
ہوئے انما امرہ[له] اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون ہو گیا یہ چل کھڑے ہونا آپ کو
اپنی آپ سے واقعی فی الخارج معلوم ہو گا کیونکہ آپکو نفس عالم سے وہ اتحاد نہین جو حق تعالےٰ
کو ہے۔ ہان آپکی بھی ویسا ہی اتحاد ہے مگر اپنے ساتھ اور اوسکی مثال یون ہے کہ
آپ اپنے ہی ارادے مین اپنی جسم کی ایک صورت تصور کرکے راستہ و گلی مین چلتے پھرتے
خیال کرین۔ دیکھیے یہ ایک جو تھی صورت آپ ہی مین آپکے فی الخارج ہونے کی پیدا
ہو گئی اور فی الواقع فی الخارج نہین ہے تو حق کی نسبت عالم کے ساتھ ایسی ہی ہے کہ

[له] تحقیق امر اوسکا جبکہ کسی چیز کا ارادہ کرے یہ ہے کہ اوس سے کہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے ۱۲

عالم حق کے اندر فی الخارج ہے۔ اسیواسطے حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ العالم[۵۱] ماشمت رائحۃ الوجود پس حق تعالیٰ مع انفس وآفاق فی الخارج وملک وملکوت وروحانیات و عالم امر وشجر وحجر ایک ہے اور جس چیز کے جو آثار ہین وہ سب بعینہ حق کے ہین اور وہ تنزیہ وتشبیہ سے مبترا بعینہ حق ہے۔ اسی کو الوہیت کہتے ہین مگر اوسکی شان یہ ہے کہ جیسا ہم ہر شے مین دیکھتے ہین حادث مین حادث ہے اور قدیم مین قدیم ہے یعنی جہانتک کہ جسمانیات ہین ہر شئے ہر آن مین فانی ہوتی ہے یعنی اپنے مبدا ر قدیم کی طرف رجوع کرتی ہے اور پھر اپنے مبدا ر قدیم سے اوس شئے کو دوسرا وجود جدید عطا ہوتا ہے بل[۵۲] ھم فی لبس من خلق جدید یہ مسئلہ تجدد امثال کا ہے۔ ہر شئے شئے کیون نہین ہے؟ اسلیے کہ ٹھہرتی نہین ہر شئے شئے کیون ہے؟ اس لیے کہ وجود حق اور اوسکے آثار وصفات ہین۔ ہر شئے کیون حادث ہوتی ہے؟ اسلیے کہ شئے کا وجود فی نفسہ نہین ہے ہر شئے کیون وجود مین آتی ہے؟ کیونکہ وجود حق ہے اور اوسکے اسمار وصفات قدیم ہین۔ پس جہان تک نظر جائیگی سواے حق کے دوسری چیز اس مقام الوہیت مین نظر نہ آئے گی۔ اور یہی بات تھی کہ آصف برخیا تخت بلقیس کو چشم زدن مین حضرت سلیمان کے پاس لے آئے۔ یعنی سبا مین جب تخت رکھا ہوا تھا تو ہر شئے اوسکی مع پورے تخت کے ہر آن مین فانی ہوتی تھی اور ہر آن مین جدید وجود بمناسبت ہر شئے کے بحکمت بالغہ اوسکو ملتا رہتا تھا۔ صرف اوس وجود دینے والے کو ہر شئے مین ایسا فانی ہونا چاہیے تھا کہ وہ وجود سبا مین نہ دکھائی دے بلکہ حضرت سلیمان کے پاس دکھائی دے اور اوس وجود کا دینے والا حق ہے پس آصف کو حضرت حق مین ایسی فناے تام حاصل تھی کہ اونکا ارادہ حق کا ارادہ تھا پس وہ وجود سبا مین نہین عطا کیا گیا بلکہ یہان عطا کیا گیا اس طرح پر تخت کو چشم زدن مین لانے سے کوئی تکلیف حضرت ابن برخیا کو نہین ہوئی۔ اور خداوند تعالیٰ نے اس قصے

۵۱ عالم نے وجود کی بو نہین سونگھی ۱۲ ۵۲ بلکہ وہ نئی پیدائش کا لباس بدلتے رہتے ہین ۱۲

یہ بات ظاہر کردی کہ کرامات[ل] الاولیاء حق۔ اور بلقیس نے بھی بسبب اس مرتبہ سے واقف
ہونیکے یہ بات ظاہر کردی کہ مین اس حکمت بالغہ کو جانتی ہون چنانچہ کہا کہ کانّہٗ ھو
یعنی گویا کہ یہ وہی ہی اور یہ نہ کہا کہ یہ وہی ہے کیونکہ تجدد امثال کی وجہ سے کوئی چیز ہو بہو
وہ رہ نہین سکتی اب اگرچہ مین یہان تک لکھکر پوری شرح اس فصل کی کرچکا ہون مگر یہ فصل
ایسی پیچیدہ ہے کہ آسانی سے بھی شرح کرتے ہوئے مغلق ہوجاتی ہے لہذا ضروری ہی
کہ وہ اغلاق رفع کردیا جاے۔ اس نحوی عبارت کو تو آپ سمجھ گئے ہون گے
کہ بسم اللہ کہنے والے نے اللہ کو ظاہر کیا ہے اور اوس سے کوئی فعل چاہا ہے اور بسم اللہ
سے وہ فعل چاہا ہی اور اسم مسمی سے باہر نہین ہے اور جو فعل چاہا ہے وہ بھی اللہ کا ظہور ہے
پس فعل اور اسم اور مسمی ایک دوسرے کا عین ہے اور باوجود عینیت کے جمع و فرق و
امتیاز سب موجود ہے۔ اب حضرت مصنف اس سے آگے کی عبارت مین اس جمع و فرق
کی تفصیل و حقیقت بیان کرتے ہین اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ الوہیت ہمہ اوست
کو کہتے ہین چاہے تفرقہ معلوم ہو اور چاہے اتحاد خواہ اچھا نظر آے خواہ برا سب وجہ حقیقی کا
ظہور ہے اور عکوس بعیدہ و قریبہ کی وجہ سے ایک چیز بمقابلہ دوسری چیز کے بری ہوگئی
ہے ورنہ مبدا محض خیر ہے اوس سے جو چیز صادر ہوگی وہ یقینًا خیر ہے اور عکوس بعیدہ
سے مراد قابلیات اعیان ہین یعنی بعض آئینہ ایسا ہوتا ہے کہ اومین چھوٹا چہرا بڑا
نظر آتا ہے اور بعض مین برا چہرا چھوٹا بعض مین بری صورت بھی اچھی معلوم ہوتی ہی
اور بعض مین اچھی صورت بھی بری معلوم ہوتی ہے تو جو چیز کہ بری نظر آتی ہی وہ
اپنی ذات سے بری نظر آتی ہے نہ یہ کہ جناب باری کا ظہور برا ہے مثلاً اوسی مثال
مین جو کعبہ کی ہے آپ یون کہیے کہ ہم تبخانہ جائین تو تبخانہ جانا اعتباری اپنی ذات
سے بمقابلہ کعبہ جانے کے برا ہے فی نفسہ برا نہین ہے جیسے آپنے کعبہ جانے کا ارادہ کیا
تھا اور ہم کہتے ہین ویسے ہی آپ نے بت خانہ جانے کا ارادہ کیا

[ل] اولیا اللہ کی کرامت برحق ہے ۱۲

اور ہم کہا ہے کوئی فرق نہین ہے کیونکہ آپ کو ہم کہنے کی طاقت اور ارادہ کرنے کی استعداد دونین حالتون مین مساوی موجود ہے اور یہ دونون ذاتین کہان سے آئین؟ اسی بلا وا کی سے جس سے آپ خود بخود یہ سمجھتے ہین کہ ہم یہ خیال کر رہے ہین۔ اب دونون ظاہر ذاتون کو تیسری ذات الوہیت شامل ہوگئے یعنی اون کی عین ہوگئی۔ کعبہ جانے مین بھی جو اچھا ہے اور بتخانہ جانے مین بھی جو بُرا ہے۔ تو اوس برائی کا دھبہ الوہیت کو اپنی عینیت سے نہین لگتا ہی لہذا الوہیت مبرا ہی تو حق دونون ذاتون کا بعینہ عین ہے اور دونون ذاتون سے فی نفسہ مبرا ہے لہذا عین بھی ہے اور غیر بھی ہے جو عین ہے وہ ظاہر ہے اور جو غیر ہے وہ باطن ہے لہذا ثابت ہوا کہ جو فعل کسی شخص سے صادر ہوتا ہے وہ خاص اوسی شخص کا فعل ہی یعنی اوسکے تعین کا تقاضا ہے اگرچہ وہ تعین ذہنی و اعتباری ہے اور اوس تعین کا ظاہر کرنا عدل وجود حق سے ہی کیونکہ وہ شے اپنے ظہور کی متقاضی تھی انیت حق کو اوس کا ظاہر نہو نا بسبب اپنی رحمت عامہ کے منظور نہوا یعنی حق تعالی نے اپنے اعتدالی معیت اسماء سے درگذر کر کے اپنے فیض اقدس سے اوس کی ذات کو ظاہر کیا ہے تاکہ اوس شے کا ظہور فی نفسہ ہو جاے۔ اور ہر اسم اپنا حق پاے حق پانا یہ ہے کہ حق مطابق قابلیت اوس شے کے اوس مین منعکس ہو جائے اور اوس کا وجود دینا فیض اقدس سے ہی اور وہی اوس شے کی ذات ہے تو ذات شے کو ممتاز کرنا فیض اقدس حق سے ہی اور اوس مین اوسکی قابلیت کے مطابق منعکس ہو جانا یہ جود ہے کہ اوسکو اپنے آپ سے باہر جانے نہین دیا پس یہان پر دو ذاتین ہوگئین ایک تو فیض اقدس سے اوس شے کے عین ثابت کا ظاہر کرنا جو شہد فعلی ہے دوسرے فیض مقدس سے اوس عین کی قابلیت کے مطابق اوس مین منعکس ہونا یہ شہد اسمائی ہے تیسرے ان دونون شہدون مین حق کا علحدہ نہونا بلا وہم وخیال کے یہ شہد ذاتی ہے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر شے عالم کی نہایت حسین و نہایت لاجواب بنی ہے وہ بری سے بری کیون نہو کیونکہ ہر شے کی تخلیق حسب سے ہے اور

اللہ[له] جمیل و یحب الجمال یہ مثال مین نے نفس کی دی اور معرفت ناتمام ہے اگر محض نفس کی ہو یا محض آفاق کی ہوتا وقتیکہ دونون شامل نہون۔ اپنے کبھی دن کو یا چاندنی رات مین کسی سواری مین کوئی دریا عبور کیا ہوگا تو آپنے آفتاب یا ماہتاب کو پانی مین منعکس ہوتے دیکھا ہوگا اب پانی عین ثابت ہے جو قدرت حق سے پیدا ہوا ہے اور اوس مین قابلیت صرف اسقدر ہے کہ انعکاس قبول کرے آفتاب کا عکس اوس مین پڑتا ہے اور پانی مین ہوا سے تموج پیدا ہوتا ہے اوس تموج سے پانی مین ایک سے لیکر لاکھون تک قابلیتین عکس قبول کرنے کی پیدا ہوتی رہتی ہین آپ آفتاب کے عکس ڈالنے کو نہین دیکھتے مگر جو عکس مختلف قابلیات موجی مین پڑتا ہے اوسکو دیکھتے ہین۔ اب آپ کو یہان پر دو ذاتین نظر آتی ہین ایک موج دوسرے عکس (یہ عکس مثال نفسی مین ہم کہتا ہے اور وہ موج کعبہ جاتا ہے) اب یہ دو ذاتین مختلف آپ کو دکھائی دیتی ہین۔ بیکدفعہ آپ کی نظر آفتاب پر پڑی تو بسبب شدت عظمت و جبروت کے آفتاب پوری طور نظر پر نہین آیا کہ وہ کیسا ہے لیکن یہ آپ کو یقین ہوگیا کہ مختلف رنگ جو پانی مین معلوم ہوتے ہین وہ ہی آفتاب کے ہین اور اگرچہ آفتاب معلوم نہین ہوتا کہ کیسا ہے لیکن ان تمام رنگون کا عین ہے تب آفتاب کی ذات نے جو بمنزلہ الوہیت ہے ان دونون ذاتون کو گھیر لیا۔ اس طرح پر اون دونون کی ذاتین بھی آفتاب سے ظاہر ہوگئین اور آفتاب جیسا کہ دونون سے مبرا تھا ویسا ہی رہا غیریت یہ ہے اور عینیت وہ۔ حضرت جنید نے بہت خوب فرمایا ہے لون[لم] الماء کلون انائہ آپ سمجھ گئے ہونگے کہ آفتاب کی الوہیت یعنی توحید ذاتی کی وجہ سے موجون مین سب رنگ تھے اور جو برے تھے اور جو اچھے تھے سب اوسی موج کی طرف منسوب تھے۔ اب یہان پر جو موج کہ بری ہے اوسکی کوئی خطا نہین ہے اور جو اچھی ہے اوسکی کوئی خوبی نہین ہے کیونکہ سب آفتاب ہے۔ لہذا خداوند تعالی سب گناہ معاف کردے گا لیکن شرک نہین

له اللہ حسین ہے اور حسن کو دوست رکھتا ہے ۱۲ لم پانی کا رنگ برتن کے رنگ کا ایسا ہوتا ہے ۱۲

معاف کرے گا کیونکہ شرک اپنی ذات کا قائم کرنا بمقابلہ جناب باری کے ہے اور اوس ذات کا کہین وجود نہین ہے لہذا جب تک تم کل الکل آفتاب نہ دیکھو گے سرگردان وپریشان رہو گے یہی انواع واقسام کے عذاب ہین جن مین تم کو ابتلا ہوتی ہے اور آفتاب حقیقت کا کیا جائے گا کیونکہ وہ جس موج مین چمکے گا نت نئی جلوہ گری کریگا اگر تابش کے ساتھ ہے تو آفتاب حقیقت جلالی منعکس ہے اور اگر ٹھنڈک کے ساتھ ہے تو آفتاب حقیقت جمالی پس اگر آپ کمزور ہین تو جمال لیجیے اور اگر مرد میدان ہین تو جلال لیجیے۔ یعنی اگر عورت ہین تو ماہتاب حقیقت ہین اور اگر مرد ہین تو آفتاب حقیقت ہین اللہ کا کچھ نہین جاتا۔ ع

بگڑنے مین بھی زلف اوس کی بنا کی

ہر چیز نہایت حسین ونفیس ہے یہان تک کہ عالم مین ایک چھپکلی بھی لاجواب ہے تذکرہ ہے کہ حضرت شمس تبریز کا جب ایک بزرگ کے پاس گذر ہوا تو آپ نے اون سے ان کا سلوک دریافت فرمایا اونھون نے کہا کہ ماہ را در طشت آب می بینم آپ نے اوس کے جواب مین فرمایا کہ اگر بر قفا دنبل نداری چرا بر آسمان نمی نگری پس ماہ را در طشت آب دیدن یہ تکمیل سلوک روحانی ہے یعنی نفخت فیہ من روحی اور بر آسمان نگریستن یہ تکمیل سلوک یزدانی ہے یعنی نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ تکمیل سلوک روحانی مین اگرچہ اقتدارات وعجائبات عظیم الشان ہین کیونکہ ہمت یہان پورا کام کرتی ہے مگر فیض لازمی ہے متعدی کم ہے۔ اور تکمیل سلوک یزدانی مین ہمت نہین ہے اور عالم جیون کا تیون ہے مگر یہ فیض آپ ہی آپ بلا ارادہ کے متعدی ہے اور یہ بہت اعلی ہے (حضرت صاحب)

ے تیرا کے اوسے کہیے جو ادھر کو تیر اوسے جو دوار ہوا تو کیا اور پار ہوا تو کیا

روحانی فیض چونکہ بکیدفعہ نہین ہے لہذا جسکو فیض ہوتا ہے وہ معلوم کر لیتا ہے کہ فلان بزرگ سے مجھکو فیض پہونچا اور یزدانی فیض چونکہ بکیدفعہ ہے لہذا طالب کو نہین معلوم ہوتا ہے کہ مجھ کو فیض کیونکر پہونچا یہی کیفیت جناب باری کے فیض کی ہے

جس کی ایک برعکس مثال مشہور ہے کہ خدا کی لاٹھی مین آواز نہین ہوتی ہے خدا سے
جو درد دکھیا آرام وسکون پہونچتا ہے اوس کے واسطے انسان سبب تلاش کرتا پھرتا
ہے کہ یہ بات کسو جہ سے ہوئی اگر وہ سبب پاکر اوسپر ٹھہر گیا تو مسبب کے فیض عظیم سے
محروم رہے گا اور اگر باوجود سبب پانے کے اوسپر نہین ٹھہرا تو ایک عظیم معرفت اوس کو
مسبب کی صورتی کی حاصل ہوگی کہ جو روح انسانی کی جان ہی بس کسی بزرگ کے تصرف کا نہ معلوم ہونا اور کسی بزرگ کے
تصرف کا معلوم ہونا اسمین زمین وآسمان کا فرق ہے جسکا تصرف نہین معلوم ہوتا ہے وہ ذات
مین فانی ہے اور جس کا تصرف معلوم ہوتا ہے وہ روحانیات مین فانی ہے اسیواسطے
کلام مجید کا نزول خواہ بذریعہ جبرئیل ہو خواہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان
مبارک سے ہو عین کلام جناب باری ہے کہ الوہیت حق جبرئیل در زبان آنحضرت کو اوسی
نامعلومیت کے ساتھ محیط ہی اگرچہ یہ الفاظ اور یہ ترکیب عبارت اوس نامعلومیت کا احاطہ
نہین کرسکتی مگر یقینی اور وجدانی امر ہی ہے کہ حق باوجود تمامی اسباب کے ذرایع کے
ہمیشہ بے کیف و بے حد و بے جہت ہی۔

"ب" کی نیابتِ الف کے بیان میں

طولت الباء بعد اسقاط الالف وبعد قيامها مقامه تنبيها على انها النائبة منابه الالف من كل حرف كما سبق من الله الرحمن موصوف بكل وصف نائب مناب اسمه الله في التسمي بالاسماء الحسنى فلا يعقل المخلوق

ب بعد الف کے گرا ے جانے کے اور بعد اس کے قائم مقام ہونے کے دراز کی گئی تنبیہاً اس بات پر کہ وہ ہر حرف سے الف کی قائم مقام ہے جیسا کہ بیان کیا گیا کہ رحمٰن موصوف بہر وصف ہے اور اسمیہ باسماے حسنے مین اسم اللہ کا قائم مقام ہے پس نہ جانی جائے گی خلق اللہ کوئی مگر ستوا ے

من الله الا الاحد مستوى الرحمن
وبعد ذلك فليس للمخلوق فيه
مجال البتة وما ثم الا الحضرة
الاحدية المحضة التي هي وجه
الذي لا يفنى من كل شيء في
قوله كل شيء هالك الا وجهه
له الحكم واليه ترجعون. فلا
حكم الا لهذه الاحدية في جميع
هذه الحضرات الاكوانية والرحمانية
وهي وجه كل شيء وقد صرح
بها فاينما تولوا فثم وجه الله
اي ببصركم من المحسوسات او بافكاركم
من المعقولات فثم وجه الله
وفي هذا المعنى قلت ؎

ماثم غير سعاد بالتقا احد

هي المواد حقا وهي من يرد

هي البقيع هي الوعساء قاعة

هي المحصب من خيف هي البلد

هي النبات هي الاجساد جامعة

هي النفوس هي الحيوان والجماد

رحمانی تک اور اوس کے بعد مخلوق کے لیے
ہرگز مجال نہین ہے اور پھر نہین ہے مگر وہ
حضرت احدیت محضہ کہ جو وجہ غیر فانی ہی ہر چیز
سے جیساکہ حق تعالی نے فرمایا۔ کہ ہر شے
ہالک (یعنی فانی) ہے مگر وجہ اوس کا (یعنی
ذات اوس کی) اوسی کے لیے حکم ہے اور اوسی
کی طرف (سب چیزین) لوٹتی ہین۔ پس ان
کل حضرات اکوانیہ و رحمانیہ مین حکم نہین ہے
مگر اسی احدیت کے لیے اور یہی احدیت وجہ
ہر شے ہے اور اس آیۃ کی تصریح فاینما تولوا
فثم وجہ اللہ سے کی گئی یعنی تمہارا
دیکھنا محسوسات سے یا تمہارا فکر کرنا معقولات
سے یہی وجہ اللہ ہے اور مین نے اسی معنی
مین کہا ہے۔

نہین ہے پھر بجز سعاد کے پاکتر کوئی۔

یہی مواد حق ہے اور یہی وہ شخص ہے کہ جو
وارد کرتا ہے

یہی باغ ہے یہی ریگستان ہے۔

یہی خیف کا آتشکدہ ہے یہی شہر ہے

یہی نبات ہے یہی اجساد جامعہ ہے

یہی نفوس ہے یہی حیوان و جمادات ہے

هی الجواهر و لا الاعراض قاطبة	یہی جواہر اور اعراض ہے یقیناً
هی انتاج هی الاباء والولد	یہی نتیجہ ہے یہی آبا اور اولاد ہے
قل للذین غدواعنی لقصد قبا	اُن لوگون سے کہو کہ جنھون نے میرے ساتھ بر قصد قبا سیر کی
انا قبا و فوادی ذالک السند	کہ مین قبا ہون اور میرا فواد سند ہے۔
یاسلم یاکبدی لولاک فاتئدی	اے دوست ای میرے جگر اگر تو نہوتا تو کون فدا کرتا
ولا الفرسیة الاذلک الاسد	اور سواری نہین ہے مگر یہی اسد
استغفر الله تنزهیا لمرتبتی	پناہ مانگتا ہون مین اللہ سے اپنے مرتبہ کے لیے
مابین خلق وبین الله متحد	کہ جو مرتبہ اللہ اور خلق کے درمیان مین اتحاد کرانے والا ہے۔

روح مسئلہ عرفان حق مین سالک کے لیے دو چیزین ہین کہ سالک معرفت حق مین جامعیت کو جانے نہ دے۔ اور کسی مقام تشبیہی یا تنزیہی مین حق کے مقید ہونے یا ٹھہرنیکا اعتقاد نکرے کیونکہ جسقدر جامعیت فوت ہوگی جو چیز ماورای جامعیت ہے اوسکی ذات حق کے مقابلہ مین وجود کا دعوی کرے گی اور اگر حق کے کسی مقام تشبیہی یا تنزیہی مین ٹھہرنے کا اعتقاد کرے گا تو اوس کے خیال مین حق اوسی مقام مین محدود ہو جائیگا اور حق اس سے منزہ ہے جیسے الف قبل ب کے تھا ویسے ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم مین بعد ب کے بھی ہوا اور جون ہی کہ بعد ب کے ہوا فوراً غائب ہو گیا۔ الف نے ب کے بعد ہونے سے ب کو یہ فائدہ دیا کہ اپنی جامعیت اسماء مجموعی ب کو دیدی اور جب کل جامعیت اسماء الف نے ب کو دیدی تو ب کو مثل الف کے دراز ہونا چاہیے تھا اور الف کو اس محل سے غائب ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ ب الف کی خلیفہ ہو گئی اور اسکو بروز کہتے ہین بروز اور تناسخ مین فرق یہ ہے کہ تناسخ مین پہلا جسم بعد مر جانے یعنی فنا ہو جانیکے بالکل غائب ہو جاتا ہے اور دوسرا جسم مطابق اعمال کے قائم ہو جاتا ہے اور بروز مین اقتداری بات سے ہے کہ

بروز کرنے والا پورا جسم مطابق تعین کے لیتا ہے اور باوجود اوس جسم کے عین رہنے کے اپنے منوال پر آپ موجود رہتا ہے اور اس طرح پر جس جسم کا عین ہوتا ہے اوس جسم کا غیر بھی ہوتا ہے۔ پس اسی ب سے مُراد اسم رحمن ہے جو اسمارِ حسنیٰ مین اسم اللہ کا قائم مقام ہے اور خلق کا وجود محض استواے رحمن سے ہے اور بلا استواے رحمن کے مخلوق محض عدم ہے اور مخلوق کے لیے یہ مجال نہین ہے کہ وہ اسم اللہ یعنی حضرت احدیت مین قدم رکھے کیونکہ مخلوق حق کے نزول و عروج سے پیدا ہوتی ہے کہ حق عین نزول مین اپنے عروج مین ہے اور عین عروج مین اپنے نزول مین ہے۔ اس آمد و رفت کی حکمت سے ہر شے کا وجود نظر آتا ہے جیسے شعل جو ایک نقطہ ہے اوسکو جب چکر دیا جاے تو ایک دائرہ معلوم ہوتا ہے دائرہ محض عدم ہے محض نقطہ کی آمد و رفت سے ایک صورت دائرہ کی نظر آتی ہے لہذا دائرہ بھی وجہ اللہ ہے اور اگر اوسکو وجہ اللہ نہ کہیے تو عدم محض ہے پس احدیت مرتبہ تنزیہی حق غیر فانی ہے اور رحمن بھی غیر فانی ہے کیونکہ اللہ کا قائم مقام ہے مگر اوسکے تنوعات چونکہ تشبیہی ہین وہ اپنے اپنے تعین کے موافق اپنی حد تک پہونچکر فانی ہوتے رہتے ہین اور رحمن کا پورا مظہر اعتدالی تعین رسول الٰہی ہے جسکو انسان کامل کہتے ہین پس اس آیہ کریمہ کل شئ ھالك الا وجھہ مین وجہ سے اسم اللہ مراد ہے اوسکا الحکم والیہ ترجعون سے مخلوقیت کی فنا اور اسم رحمن کی بقا مراد ہے۔ رحمانیت کے شیون یا تنوعات کو حضرات اکوانیہ کہتے ہین حضرات اکوانیہ مین بعد مخلوقیت کے فنا ہونے کے اسم رحمن ہی باقی رہجاتا ہے جسطرح شعل کا چکر روک دینے سے دائرہ غائب ہوجاتا ہے اور وہی ایک نقطہ شعل باقی رہجاتا ہے۔ اور یہین بجز احدیت کے کسیکو حکم نہین ہے یعنی احدیت نے اسم رحمن کو اپنے رنگ مین رنگ لیا اور وہی احدیت وجہ ہر شے ہو گئی ہے جو اس بات کو نتیج ہے کہ شئے شئے نہین ہے بلکہ اسم رحمن کا ظہور ہے اور اسم رحمن اسم رحمن نہین ہے بلکہ وجہ اللہ ہی

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ پس یہ سمجھنے کے بعد تمھارا محسوسات مین سے کوئی
چیز دیکھنا یا معقولات مین تمھارا فکر کرنا یہی وجہ اللہ ہے کیا تم نہین دیکھتے کہ جسقدر
تم محسوسات مین سے دیکھتے ہو اور جسقدر معقولات مین سے فکر کرتے ہو بجز تمھارے
کوئی دیکھنے اور فکر کرنے والا نہین ہے پس تم اس دیکھنے اور فکر کرنے مین عین محسوسات
و معقولات ہوتے ہو اور پھر ان دونون سے مبرا ہوتی ہو پس حق کا وجہ اسی طرح پر تنزیہا
تمھارے معقولات اور تشبیہا تمھارے محسوسات کا عین ہے۔ بالجملہ ب کے دراز ہونے
اور الف کے غائب ہوجانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ الف تو اپنے حال پر رہا لیکن ب مین
اپنا تخم ایسا جامعیت کے ساتھ بو دیا کہ جس سے جمادات و نباتات و حیوانات و غیرہ
پیدا ہونے لگے۔ اب اگر ب کے نیچے ایک نقطہ ہے تو کوئی تخلیق نہین ہے بیج
ضائع گیا اور اگر ب ت ہوگئی یعنی دو نقطہ ہین تو تخلیق کی امید ہے اور اگر وہی ب
ث ہوگئی یعنی تین نقطہ ہین تو تخلیق پوری ہوئی یعنی اب اور ام اور ابن ساری مخلوق
ہوگئی اسی لیے قصیدہ مین حضرت مصنف رح نے فرمایا ہے کہ "نہین ہے پھر بجز سعاد کے
پالتر کوئی، کہ جس سے تخلیق ہے۔ اور یہی مدار حق ہے یعنی کل شانونکا ظہور اسی سعاد کے
رحم کے نطفہ قبول کرنے سے ہی اور جبکہ اس نطفہ کا استقرار رحم مین ہوا تو ج کے
پیٹ مین ایک نقطہ ہوا اور جب اس نقطہ نے صعود و ہبوط کیا تو محل دماغ و محل دل
و محل ناف مقرر ہوے اور فواد اس حصہ قلب کو کہتے ہین کہ جس سے مشاہدہ ہوتا ہے اور
یہی نطفہ کا جوہر ہے اور یہی دل کی وسعت ہے کہ جسنے جامعیت حق کو سمالیا اور اسکی
حد و انتہا نہین ہے اسی کی نسبت حضرات صوفیہ کہتے چلے آے ہین کہ اگر ازل سے ابد تک
کی تمامی مخلوق اس مین ڈالدی جاے تو اسکے ایک گوشہ کو بھی خبر نہوگی اور یہ اسلیے
کہ فواد مشاہدہ ہے پس جو شے کہ مشاہدہ مین آئے گی وہی فواد ہے اسی لیے جناب الہی
نے سورۂ والنجم مین فرمایا ہی کہ ما کذب الفواد ما رأی کیونکہ وہان کذب کی گنجائش ہی نہین ہے

نکتہ

لصق الباء والسین فی بسملۃ لسر شریف وھو ان السین محلہ من الاعداد المرتبۃ السادسۃ فھو حاوٍ علیٰ ست مراتب من مراتب الواحد وھی الجھات الذی ظھرت فیھا الباء و ھی المخلوقات المسمیٰ جملتھا بالعرش وکل جھۃ من ھذہ الجھات التی ظھرت فیھا الباء فیہ وجہ اللہ بکمالہ کما ان الواحد موجود فی کل مرتبۃ من ھذہ الستۃ مراتب السین بکمالہ۔ واعلم ان السین عبارۃ عن سر اللہ تعالیٰ وھو الانسان قال بعض المفسرین ان یاسین الیاء فیھا حرف نداء والسین الانسان الکامل والکلام علیہ ھو من باب الاشارۃ

الصاق ب کا سین بسملہ مین ایک بہت عمدہ راز ہے اور وہ یہ ہے کہ سین محل اعداد سے چھٹے مرتبہ مین ہے پس وہ مراتب واحد سے چھہ مراتب پر حاوی ہے اور یہ وہ جہات ہین کہ جن مین ب ظاہر ہوئی اور یہی جملہ مخلوقات عرش کے ساتھ موسوم ہے اور ان جہات سے جن مین ب ظاہر ہوئی ہر جہت مین وجہ اللہ بکمالہ ہے جیسا کہ ان چھہ مراتب سین مین سے ہر مرتبہ مین واحد بکمالہ موجود ہے پس سین ب کے لیے بمنزلہ عرش ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اللہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش[1] اس آیت مین ستۃ ایام سے بھی مراتب ستہ مراد ہین جن کو سین حاوی ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ سین اللہ تعالیٰ کے ستر سے عبارت ہے اور وہ ستر انسان ہے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یٰسٓ مین یا حرف ندا ہے اور سین سے مراد انسان ہے اور گفتگو اس باب مین بطور اشارہ

[1] (ترجمہ) وہ اللہ جس نے آسمان و زمین چھہ روز مین پیدا کیے پھر عرش پر مستوی ہوا ۱۲

يقول الله يا انسان يخاطب
وجهة محمد صلى الله عليه وسلم
اى يا انسان عين ذاتى و
القرآن الحكيم فالقرآن الحكيم
عطف على عين ذاتى الذى
اضيف اليه الانسان فهو ستر
الذات وستر القرآن الحكيم واعلم
ان القرآن الحكيم هو صفة الله
سبحانه وتعالى معنى لقرانية
تعقلك بما يستحقه الاله من
اوصاف الالوهيات فهذا لتعقل
هو كالقرأة واما ذات الحق
فلا تعقل لك فيها لصموت
احديته المنزهة عن الكثرة
الاسمائية وغيرها فكلما قرأت
شيئا من القرآن الحكيم الذى
هو صفة الله فى نفسك ظهرت
صفات الله لك بقدر تلك
القرأة المرتبة ولهذا اقرن به
الحكيم لكون القرأة هذه مرتبة
بالترتيب حكمة الهية شيئا فشيئا

کے ہے حق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے انسان یعنی
اے میری عین ذات انسان اور قرآن حکیم
پس قرآن حکیم اوس عین ذات پر عطف ہے کہ
جس کی طرف انسان مضاف کیا گیا ہے
پس انسان ستر ذات ہے اور ستر قرآن حکیم
ہے اور جاننا چاہیے کہ قرآن حکیم اللہ تعالی
کی صفت ہے اور قرآنیت کے معنی یہ ہین کہ
تیرا تعقل اوس چیز کے ساتھ کہ جسکو اللہ مستحق
ہے اوصاف الوہیات سے تو یہ تعقل مثل
قرأت کے ہی لیکن ذات حق مین تیرے تعقل
کو دخل نہین ہے بسبب اوسکی احدیت کے
صمدیت کے کہ جو کثرت اسمائیہ وغیرہ سے منزہ
ہے پس جبکہ کچھ اوس قرآن حکیم سے کہ جو
اللہ کی صفت تیری ذات مین ہے پڑھے گا
تو تجھپر صفات الٰہی بقدر مرتبہ اس قراۃ کے
ظاہر ہونگے اور اس لیے اوس سے لفظ حکیم نزدیک
ہوا بسبب اس قرأت کے مرتب ہونے کے
بترتیب حکمت الٰہیہ شیئاً فشیئاً کہ جو یعنی
حکمۃ الٰہیہ تمنا ہی شے نہین ہے اور نہ کبھی
اوسکو غایت پہونچتی ہے پس ترتیب اور حکمت

لا یتناهی ولا تبلغ لها غایة
ابدًا فالترتیب والله والحکمة
عین الذات التی هی انت و لیس
لشهادتك الا ما قرائه
غیبك منك واما ما لم یقراءه
غیبك منك فهو لغیبك
لا لوجهك الشهادی وعین
وجه شهادتك عین وجه
غیبك فتحیرت تحیرا لله
اعنی الاسم فی ذاته لانه لم
یستوفها ای لم یظهر بجمیع معانی
کمالاتها بل فی الذات
الالهیة الکامنة من وراء
الاسم الله اعلم ما به ـ ولکن
مع هذا فان هذا الاسم قد
وقع علیها وهو شئ واحد
فقولنا قد وقع اسم الله علی
الذات وهو شئ واحد منا فی
قولنا لم یستوفها لاستحالة
التجزیة والتبعیض فی جناب
الحق لان الذات اذا لم تتبعض

اور اللہ عین اوس ذات کی ہے کہ جو
تو ہے اور تیری شہادت کے لیے نہین
ہے مگر وہ کہ جو تیرا غیب تجھ سے پڑھے
لیکن جس کو تیرا غیب تجھ سے نہ پڑھے
پس وہ تیرے غیب کے لیے ہے نہ کہ تیرے
وجہ شہادی یعنی ظاہری کے لیے اور
تیرا عین وجہ شہادت تیرا عین وجہ غیب
ہے پس تجھ کو اسم اللہ نے اپنی ذات
مین تحیری متحیر کر دیا۔ اس لیے کہ اوسنے
یعنی اسم نے ذات کو احاطہ نہین کر پایا
ہے ۔یعنی اوس کے کل معانی کمالات کو
ظاہر نہین کر پایا ہے بلکہ ذات الہیہ کامنہ
مین علاوہ اسم کے جو ہی اسکو اللہ ہی من حیث المسمیٰ
نہ من حیث الاسم جانتا ہی مگر باوجود اسکے یہ اسم اوسپر
واقع ہوا ہی اور وہ ذات شے واحد ہی پس ہمارا یہ قول
کہ اسم اللہ ذات پر واقع ہوا ہی اور وہ ذات شے واحد
ہے ہمارے اس قول کے کہ اسم نے ذات
کو احاطہ نہین کر پایا ہے مخالف ہے
اس وجہ سے کہ تجزیت و تبعیض جناب حق
مین محال ہے۔ اور ذات جب متبعض
نہو گی اور اوسپر اسم واقع ہوگا تو اسم

وقد وقع علیها فقد استوفاها
ولا اذا لم یستوفها فلیست
بشئ واحد ہذا الامر یعطی
الحیرۃ القبیحۃ للعقلاء و
الحیرۃ الحسنۃ لاھل اللہ تعالیٰ
فاذا کان اللہ اعنی الاسم
متحیرًا فی ذاتہ فکیف لک
بالعبد فی ہذا المحل من اولی
بصفۃ التحیر ؎

تحیرت من حیرتی ثم ھی
فقد حار فہمی فی وہمہ
فلم ادر ہذا التحیر من
تجاھل فہمی ام علمہ
فان قلت جہلا فانی کذوب
وان قلت علما فمن اھلہ
وفی ہذا المعنی قولی من
قصیدۃ طویلہ لیس ہذا
موضعہا ؎

احطت خبرا مجملا ومفصلا
بجمیع ذاتک یا جمیع صفاتہ
ام جل جملک وانتہا طبکنہ

اوس ذات کو احاطہ کرلے گا اور جب کہ
اسم اوس کو احاطہ نہ کر سکے تو وہ شے واحد
نہین ہے اور یہ ایک امر ہے کہ جس مین
عقلا کو حیرت قبیحہ اور اولیاء اللہ کو حیرت
حسنہ واقع ہوئی ہے پس جبکہ اسم اللہ
اپنی ذات مین متحیر ہوا پس تجھ بندہ
کو اس جگہہ پر متحیر ہونے مین کیا ہوا
کہ جس کو بطریق اولے تحیر ہونا
چاہیے۔

متحیر ہوا مین اپنی حیرت سے کہ یہ کیا ہے
پس حیران ہوئی میری سمجھ اوس کے وہم مین
پس نہین جانتا ہون کہ یہ تحیر
میرے فہم کے تجاہل سے ہے یا اوسکے علم سے
پس اگر کہون مین جہل سے تو مین جھوٹا ہون
اور اگر کہون مین علم سے تو اہل تحیر سے ہون
اور اسی مین میرا قول قصیدۂ طویلہ
مین ہے کہ جس کی نقل کی یہان جگہہ نہین
ہے۔

کیا احاطہ کیا مین نے خبر مجمل و مفصل کا
تیری کل ذات سے اے اپنی صفات کے جامع
یا برتر ہے ذات تیری اس بات سے کہ بکنہ احاطہ کیجاے

فاحطته ان لا یحاط بذاته هو
حاشاك من غبای وحاشا ان یكن
بك جاهلا و یلاه من حیراته
فمعنی یٰسٓ والقرآن الحكیم
یا سر الذات الغیر المقرؤ
فی الله و عین القران المتلوا
من الله علی ترتیب حكمة
ذات الاحدیة انك لمن المرسلین
من تلك الحضرة العالیة
القدسیة الاحدیة الی هذا
المشهد الخلقی التشبیهی الانسانی
العبدی علی صراط مستقیم
ای سنن احدی قیومی یقوم
بنفسه و بجمیع العالم تنزیل
العزیز وهو الذی لا ینال الا
فی هذا الهیكل المحمدی الرحیم
لانه لما رحم العالم اراد ان
ینالهم نفسه وهو عزیز
فتنزل فی جنسهم۔

پس احاطہ کیا مین نے اوسکا یون کہ بذاتہ احاطہ نہین ہوسکتا
مبرا ہے تو انتھلسے اور مبرا ہے وہ اس بات سے
کہ تجھ سے جاہل رہے افسوس دسپر اوسکی حیرتون سے
پس معنی یٰسٓ والقرآن الحکیم کے
یہ ہین کہ اے سر ذات جو ذات الٰہی مین
پڑھا نہین جاسکتا اور عین قرآن جو اللہ
سے برترتیب حکمت ذات احدیت مین
تلاوت کیا گیا ہی تو مبعوث ہوا ہی اوس حضرت عالیہ
قدسیہ احدیۃ سے اس مشہد خلقی انسانی عبدی
کی طرف براہ راست یعنی عادت احدی
قیومی پر کہ جو نفسہ و بجمیع العالم قائم
ہے۔ نزول عزیز کی بنا پر، اور وہی وہ
چیز ہے کہ نہین پائی جاتی ہے مگر اس
ہیکل محمدی مین۔ جو صاحب رحمت
ہے اس لیے کہ اوس نے جب عالم پر
رحم کیا تو ارادہ کیا کہ وہ لوگ اوس کی
ذات کو پاوین اور وہ عزیز تھا پس
اون لوگون کی جنس مین تنزل
کیا۔

مثلے ہست کہ الجنس الی الجنس یمیل
بہر دل بردن من صورت انسان داری

لقد جاءکم رسول من انفسکم
لیبد لهم علی نفسه ویجذبهم
الیه عنایة منه بهم ومنه
من عین خزائن جوده علیهم
عزیز علیه ماعنتم لانه الحامل
لکم والفاعل فیکم بکم فلا
وجود لکم بل الوجود المطلق
لذاته بالمومنین ای الذین
امنوا انه عینهم رؤف رحیم
فان تولوا۔ ولم یقبل عقولهم
رویة احدیتك فی کثرة
اعدادهم فقل حسبی الله
اذ الالوهیة جامعة لاینما
تولوا فثم وجه الله فاشهدهم
انهم فرداً من یمینه الی شماله
وکلتا یدی ربی یمین فکان
صلی الله علیه وسلم رحمة
للعالمین جمیعه مومنه وکافره
ومقره وجاحده صلی الله
علیه وسلم سبق بنا جواد اللسان

لقد جاءکم رسول من انفسکم [1] تاکہ
اون کو اپنی ذات پر راستہ دکھاے اور
اون کو اپنی طرف جذب کرے بسبب اون پر
اپنی عنایت واحسان کے اپنے خزانہ جود
سے عزیز علیه ماعنتم [2] اس لیے کہ وہ
تمھارے لیے حامل ہے اور تم مین تم سے فاعل
ہے پس تمھارے لیے وجود نہین ہے بلکہ وجود
مطلق اوس کی ذات کے لیے ہے بالمومنین
یعنی وہ لوگ جو اس بات پر ایمان لاے ہین
کہ اللہ اون کا عین ہے رؤف رحیم فان
تولوا یعنی اگر اون کے عقول تیری احدیت
کی رویت کو اپنی کثرت اعداد مین قبول
نکرین فقل حسبی اللہ اس لیے کہ الوہیت
جامع ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ کی پس
گواہ رہ اونکے لیے کہ وہ بھاگے داہنے ہاتھ
سے بائین ہاتھ کو حالانکہ میرے رب کے دونون
ہاتھ داہنے ہین (یعنی یہ دونون اوسکی شانین
ہین) پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کل
عالم کے لیے مومن ہو یا کافر معتبر ہو
یا منکر رحمت ہین ۔ ہمارا سمند تحقیق

[1] آیا تمھارے پاس رسول تم ہی مین کا ۱۲ [2] بھاری ہے اوس پر محنت و تکلیف تمھاری ۱۲

فی مضمار البیان الی ان تحدثنا بما لم ینطق الجنان بافشائہ فلنرجع الی ما کنا بصددہ من شرح بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔	اون باتین کے بیان کی طرف جولانی کر گیا کہ جنکے ہم درپے نہ تھے اب ہم پھر اوس مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین کہ جسکے ہم شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم سے درپے تھے۔

آپ کو اوپر کی شرح سے واضح ہوگیا ہے کہ حق اپنے مرتبہ الوہیت سے بعینہ مخلوقات کا عین ہے جب اوسکی توجہ جامعیت اسمار کی طرف ہی اور بعینہ اپنی غیبوبیت سے مخلوقات کا غیر ہے کیونکہ اوسوقت مخلوقات کا ظہور ہی نہین ہے اور اس مجموعہ کا نام ب ہے کہ جو اپنے تنزیہ مین مشاہدۂ غیب الغیب ہے اور اپنی تشبیہ مین تمامی مخلوقات کا عین ہے اور یہ قائم مقام الف کے ہی اور اسی کو انسان کامل کہتے ہین۔ اور انسان کامل کے چھ حضرات ہین جن مین الف داخل ہے اور وہ مع دخول الف کے اَ بُ جِ دُ رِ سِ ہین پس مین اپنے مرتبہ واحدیت سے مراتب ستہ الوہیت کو حاوی ہے اور ان مراتب ستہ کو عرش کہتے ہین اور قلب بھی کہتے ہین اور فواد بھی کہتے ہین اور سوید یعنی نقطہ بھی کہتے ہین پس عرش کی شکل مجموعی مثل ایک شخص کے ہے جسکے ظاہری اعضا وجوارح آفاق مین انسان کبیر کے نام سے موسوم ہین اور قلب بھی بر شکل انسان ہے اور اسی وجہ سے اوسکو انسان صغیر کہتے ہین اور فواد نفس مین ہے جس کی گنجائش عرش مین نہین ہے یہ انسان کبیر عرش کے مقابلہ مین انسان کبیر ہے اور یہ فواد سویداے دل کا انبساط ہے کہ جس کو نقطۂ بار کے ساتھ تعبیر کرتے ہین۔ پس مقام الوہیت حق یہ ہے کہ سویدا و فواد و قلب کا نفس مین اور عقل کل و نفس کل و عرش کا آفاق مین مع اون مراتب سماوی کے جن کی تخلیق عرش کے تاثیر و تاثر سے ہوتی ہے اور جس سے عالم کا کوئی ذرہ باہر نہین ہے جامع ہو اور جو چیزین کہ معقولات و غیر معقولات کی ہین اون کو بھی محیط ہو اور اس کل مجموعہ کا نام انسان کامل ہے کہ جس کی صفت

ویسی ہی ہونا چاہیے جیسے ہم عقیدہ مین کہتے ہین کہ حق سب کہین ہے اور کہین مقید نہین ہے اور حق سب کچھ جانتا اور کرتا دھرتا ہے اور یہ نہین معلوم ہوتا کہ کس طرح یہ جانتا اور کرتا دھرتا ہے بجز اسکے کہ آفاق مین محض اشیا ہی کا تاثر معلوم ہوتا ہے اور نفس مین کرتا دھرتا آدمی خود معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالی نے فرمایا ہے ولقد کرمنا بنی آدم یعنی بنی آدم کے سوا کوئی مخلوق ایسی نہین ہے کہ جو بعینہ حضرت حق کا اسم آخر ہو اور بعینہ اسم آخر ہونے مین بعینہ اسم اول ہو اور بعینہ اسم اول آخر ہونے مین بعینہ اسم باطن و ظاہر ہو فمن عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اب ہمارے لیے ہم سے باہر کوئی گنجائش نہین ہے اور جس گنجائش سے ہم حق کو اپنے ماوری دیکھتے ہین وہ ہماراہی مقام غیبوبیت ہے اور جب ہم اپنے علاوہ کچھ نہین پاتے ہین تو توہم کرتے ہین۔ واہمہ خلاق ہے اوسی واہمہ کی خلاقیت کی حکمت سے گوناگون عوالم و اشیا پیدا ہوتے چلے جاتے ہین کیونکہ ب دراز ہوگئی ہے اوسیر سارے عالم کا گذرنا لازمی ہے۔ ہم ہی تھے کہ جسکو عالم غیب مین اپنے تنزہ کے کمال کی وجہ سے شک حقیقی وارد ہوا۔ شک حقیقی وہم کو کہتے ہین اوس وہم نے کل موجودات کو جنکو ہم دیکھتے ہین ہمارے سامنے لاکھڑا کیا یہ صورتین ہوگئین اور ہم نے اپنے اوس شک کو رفع کرنے کے لیے ہر صورت سے پوچھا الست بربکم اور پھر ہمنے اون صورتون سے جو اپنے آپ مین تھین اسکی تصدیق کرالی کہ بلی یعنی ہم کو معلوم ہوگیا کہ ہم کو جو وہم سے شک وارد ہوا تھا یہ ہماری ہی جامعیت الوہیت تھی اگر یہ شک ہم کو وارد نہوتا تو مخلوقات ہمارے ماوری ہوجاتی۔ اور کبھی ظہور مین نہ آتی پس ہمارے شک اور وہم کی یہ رنگا رنگیان ہین جسکو دیکھکر تم عالم کہتے ہو اور ہمارے نفس کی یہ استغنا ہے جسکو تم غیب الغیب کہتے ہو جب عالم ظاہر ہے تو ہم ہی اوسکے باطن ہین اور جب عالم باطن ہے تو ہم ہی اوسکے ظاہر ہین۔ کیا تم خواب مین نہین دیکھتے ہو کہ

ایک عالم بلکہ ہزار ہا عالم تم کو خواب مین دکھائی دیتے ہین مع اجرام سماوی و تاثیر و تاثر کے حالانکہ اونکا کہین وجود نہین ہوتا ہے چنانچہ بعد جاگنے کے سب غائب ہوجاتے ہین پس جاگنا ہمارے سویدا یعنی تخم دل سے درخت کا پیدا ہونا اور پھیلنا اور پھولنا ہے۔ اور سونا ہمارے سویداے دل کا اپنے مین کل درخت کے شاخ اور پھول پھل کا لے لینا ہے۔ جب درخت ہے تو آفاق ہے اور جب بیج ہے تو نفس ہے صرف خفا و ظہور کا فرق ہے۔ ہم کو کسی چیز کا نہ معلوم ہونا ہمارے تنزہ پر دلالت کرتا ہے اور کسی چیز کا معلوم ہونا ہمارے تشبہ پر دلالت کرتا ہے۔ بالجملہ ہم کو مثل حق معتقد کے ایسا ہونا چاہیے کہ سب کہین ہین اور کہین نہین ہین اور سب مین ہین اور کسی مین نہین ہین اور سب جانتے ہین اور کچھ نہین جانتے اور کچھ جانتے ہین اور کچھ نہین جانتے۔ ہم ہر چیز سے ڈرتے ہین اور کسی چیز سے نہین ڈرتے ہم نعم جنت کے والہ و شیدا ہین اور پھر ہم کو کچھ پروا نہین ہے۔ ہم نکال دوزخ سے گریزان ہین اور وہ بھی ہمارے آہ و نالے کی تاثیر ہے۔ ہم ملک ہین کیونکہ ملک ہماری صفات سے ہے۔ اور ملک ہم سے منزہ ہے اسلیے کہ ہماری جامعیت تشبیہی سے محروم ہے اور ہم ملک سے منزہ ہین اسلیے کہ ہم تنزیہ و تشبیہ کل الکل کے جامع ہین۔ ہم عرش و کرسی ہین ہم لوح و قلم ہین ہم آسمان و زمین ہین ہم سب مین رمے ہوے ہین اور پھر کسی مین محدود نہین ہین۔ ہم روحانیات ہین جو ہم سے نہایت اعلی ہین ہم روحانیات سے افضل ہین کیونکہ روح ہماری ہے جو شخص اس جامعیت کو کہ جسکی حد و انتہا نہین ہے حاصل کریگا وہ توحید کا جاننے والا اور توحید پر چلنے والا ہے بلکہ توحید کا نہ جاننے والا اور اوسپر نہ چلنے والا ہے یعنی ظلوم و جہول ہے اور امی محض باتباع رسول ہے جسکو انسان کامل کہتے ہین اور وہی شخص مثل رسول علیہ السلام کے ما زاغ البصر و ما طغی[ف] سے

ف بہکی نہین نگاہ اور حد سے نہین بڑی ۱۲

استفادہ کریگا اور اسی کو مغارب اوادنی اور مشارق فتدلی سے لذت کمال دم نقد حاصل ہوگی ؎

بامغربی مغارب اسرار گشتہ ایم	بے مشرقی مشارق انوار بودہ ایم

مشرق و مغرب آپ ایک دیکھتے ہین اور کلام مجید مین بلفظ مشارق و مغارب آیا ہے پس اپنی تنزیہی مرتبۂ فنا مین ہر مرتبہ فنا مغرب در مغرب ہی اور اپنے تشبیہی مرتبہ بقا مین ہر شان اور ہر ظہور و اظہار مشرق در مشرق ہے اور مغرب مین ہر مغرب بمقابلہ بالاتر غروب کے ایک دوسرے کا مشرق و مغرب ہی اور مشرق مین ہر ظہور و اظہار بمقابلہ بالاتر ظہور کے ایک دوسرے کا مشرق و مغرب ہے کیونکہ ہر ایک چیز بعد فنا ہونے کے دوسری چیز ہوجاتی ہے مشرق اپنی مشرقیت مین مغرب ہی اور مغرب اپنی مغربیت مین مشرق ہے۔ جہات ستہ غائب بلکہ اللہ ہی اللہ ہے لله وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اور اسی کو قرآن حکیم کہتے ہین اور قرآن حکیم حق کی صفت ذاتی ہے كه وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا اسی سے انسان کامل سرذات ہے اور قرآنیت کے معنی حضرت مصنف نے تعقل کرنے کے لکھے ہین۔ ذات مین تعقل ہو نہین سکتا پس لامحالہ سلوک اپنے ہی اسما و صفات مین تعقل کرنے سے ہوتا ہے پس جو کچھ کہ تعقل کرکے سالک سمجھیگا وہ اوس سالک کی شہادت کے لیے ہے اور جو کچھ نہ سمجھے گا وہ اوسکے غیب کے لیے ہے مگر شہادت عین غیب ہے اور غیب عین شہادت ہے اس تعقل سے ایک حیرت پیدا ہوتی ہے جیسی کہ اوپر کی اس تحریر سے کہ سب کچھ ہے اور پھر کچھ نہیں ہے حیرت نے پیدا ہوکر سالک کو تھکا دیا ہے اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ اوپر کی تحریر حکمت کی رو سے ہی اور حکمت ایک اسم ہے جو ذات کو بالبداہت نہین گھیر سکتا کیونکہ ذات منزہ اپنی غیلوبیت مین عالم تر ہے مگر اسم عین ذات سے ہے

له اللہ ہی کا مشرق و مغرب ہے تو جدہر منہ پھیر وادھر اللہ کا منہ ہی ۱۲ كه اور جسکو حکمت دیگئی اسکو بہت اچھائی دی گئی ۱۲

اور ذات عین اسم ہے جو شخص اسم کو علیحدہ اور ذات کو علیحدہ سمجھے گا وہ حیرت مذمومہ مین مین مبتلا رہے گا اور جو شخص کہ اسم و ذات کو ایک جانے گا وہ حیرت حسنہ سے استفادہ کریگا اور ہر شے کلمۃ اللہ ہے پس اسم حق یعنی حکیم لامحالہ کلمۃ اللہ ہے پس جبکہ نفس اسم ادراک ذات مین متحیر ہے تو سالک لامحالہ متحیر ہوگا اب تاوقتیکہ تعقل کرکے متبائن صفات کو کسی شخص مین مثالون سے نہ بتایا جائے یہ رمز سمجھ مین نہین آسکتا ہی اور تعقل کر کی بھی اس رمز کا سمجھنا محال ہوجاتا اگر خود حضرت حق اپنی معیت نفخت فیہ من روحی اور نحن اقرب الیہ من حبل الورید سے ظاہر نہ فرمادیتا اور ان دونون آیتون سے یہ حکمت ثابت ہوتی ہے کہ انسان کے لیے حق بذاتہ وبصفاتہ وجدانی ہے جس مین تعقل و تفکر کی ضرورت نہین ہے بلکہ تفکر و تعقل جسقدر انسان کریگا اوسی قدر بعد مین پڑتا چلا جائیگا پس وجدانی حالت مین تفکر کرنا تحصیل حاصل ہے اپنے وجدان پر نظر کرے اور اپنے وجدان کی یاد کرے تب فاذکرونی اذکرکم کا فائدہ اوٹھائے گا ؎

نقد حال خویش را گر پے بریم		ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم	

اب ہم مثال وجدانی دیتے ہین کہ ہم محدود ہین اور ہم محدود نہین ہین ہم جاہل ہین اور ہم جاہل نہین ہین ہم سب کہین ہین اور کہین نہین ہین اور زیادہ مثالون سے طوالت کا اندیشہ ہے ان تین مثالون پر ہم اکتفا کرنا اس تفہیم مین مناسب سمجھتے ہین۔ ہم محدود ہین۔ ظاہر ہے کہ محسوسات مین ہمارا جسم معقولات مین ہماری عقل ہر آن ہر وقت مجموعی طور پر محدود معلوم ہوتی ہے۔ اور کسی شخص کو اسکے تسلیم کرنے سے چارہ نہین ہے لیکن اگر ہماری عمر ہزار برس کی ہو تو ہم ہزار برس تک ہر وقت نت نیا لباس محسوسی پہنتے رہین گے اور نت نئی حکمت معقولی اپنے آپ سے نکالتے رہین گے کہ جس کی حد و انتہا نہین ہے یہ امر بھی وجدانی لائق تسلیم کے ہے۔ پس ہم محدود ہین اور ہم غیر محدود ہین۔ ہم جاہل ہین اسوجہ سے کہ کسی شے کی ماہیت کو نہین جانتے اور جسقدر علم ہم کو

ہوتاہے اوسکی ماہیت کو بھی نہین جانتے لہذا اوس علم کی بھی معرفت ہم کو نہین ہے
پس ہم جاہل محض ہین اور ہم عالم ہین کہ باوجود نجاننے کے ہم اوس کی مثال سے غیر محدود
ہین اور باوجود نہ سمجھنے کے سمجھدار ہین اور سارا کارخانہ ہمارے جسم کا اگر ہم مین سمجھ نہین ہے
تو ٹھکانے ٹھکانے اور حکمت سے کیون چل رہاہے اور اگر لاکھون برس زندہ رہین تو کیسے
چلتا رہیگا۔ ہم جاگنے مین بھی سارے حکمت کے کارخانہ سے جو ہم مین چل رہاہے بہت کم
واقف ہوتے ہین وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[۵۱] اور سوجانے مین تو بالکل ناواقف
ہوتے ہین پس جس طرح سے سوجانے مین عالم خواب مین ہم عالم عالم دیکھتے ہین ویسے ہی
عالم بیداری بین ہم عالم عالم دیکھ سکتے ہین اگر روزن دل کھلا ہو۔ آپ کہین گے کہ
اس عالم کا تصرف ہے جسکی وجہ سے ہم مین یہ نمود ہے اور بے اختیاری کے ساتھ
ہم کچھ جانتے ہین اور کچھ نہین جانتے یہ کہنا آپ کا ایک طرح پر برحق ہے لیکن دوسری
طرح پر بجا نہین ہے کیونکہ اگر عالم ہمارا خالق وقادر ہوتا۔ تو ہم اوس مین تصرف نکر سکتے
حالانکہ ہم ہر جگہہ پر ہر شے مین تصرف کرتے ہین اور تصرف بلا اوس شے مین سمائے
ہوے ناممکن ہے آپ کہین گے کہ عالم نے ایک فطرت بنادی ہے اور اجازت
دیدی ہے کہ جو اوس فطرت پر چلے گا وہ عالم مین بھی تصرف کرسکے گا مگر ایک
حد تک لہذا اوس حد سے تجاوز نہین ہوسکتا ہے۔ اوس کی مثال سے ہم سمجھا چکے
ہین کہ انسان وجدانی غیر محدود ہے اور اب پھر دوبارہ کہتے ہین کہ جو فطرتی حدود عالم
نے ہمارے واسطے مجاز کیے ہین اونسے تجاوز کرنا ناممکن ہوتا اگر عالم کے دیے ہوے
ہوتے کیونکہ ہم خواب مین دیکھتے ہین کہ اتنے بڑے اجرام سماوی ہمارے ایسے چھوٹے
سے سویدا دل مین تاباں ہوتے ہین کہ جس کی فطرتاً ہرگز ہرگز گنجائش نہین ہے
اسی واسطے عالم ہمارا تابع ہے خداوند تعالیٰ فرماتاہے وسخر لکم ما فی السموات والارض

۵۱ اور نہین دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا ۱۲

وما بینھما اور یہ سب جانے دیجیے ہم خود وجدانی طور پر جانتے ہین کہ عالم کی کوئی شے ہم پر حاکم نہین ہے پہاڑ کو کاٹ کر پھینک دین کچھ ہک دک نہین ہے دریا پر پل بنا دین سمندر مین جہاز ڈالدین کچھ ڈر نہین ہے سمندر مین غوطہ لگا کر موتی نکال لائین کچھ خدشہ نہین ہے اگر اسنے ہمکو پیدا کیا ہوتا تو ہم اسپر قادر نہوتے تو جو شخص شے کو ذات حق سے علحدہ دیکھتا ہے وہ حیرت مذمومہ مین مبتلا ہی اور جو شخص اشیا کو عین ذات حق جانتا ہے اوسکو حیرت حسنہ ہے اور وہ اوس سے مالا مال ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللھم زدنی تحیرا اور جتنی حیرت زیادہ ہوگی اوسی قدر جامعیت اسمار حق سے استفادہ کرے گا

زیرکی بگذار و حیرانی بجو		زیرکی ظن ست حیرانی نظر	

آپ کو حیرت ہوگی کہ حیرت نظر کیسی ہے اور حیرت سے استفادہ کیا ہو سکتا ہے سنیے حیرت زدہ شخص کی قطع مثل مرکز دائرہ کے ہے کہ جو محیط کے (جو اسما و صفات ہین) ہر آن علی التساوی ملتصق ہے درانحالیکہ محیط مین ہر اسم دوسرے اسم سے متبائن ہی اور آگے کیون جائیے اپنی روح کو اپنے جسم ہی مین کیون نہ دیکھ لیجیے۔ آپ اوسکو نہین جانتے ہین کہ کیا ہے۔ اور آپ اوسکو جانتے ہین کہ ہی۔ اور آپ اپنے دماغ و دل ہی کو کیون نہ دیکھ لیجیے کہ آپکو پتہ لگتا ہے کہ دل و دماغ سے یہ بات آئی لیکن نہین معلوم ہوتا ہے کہ کیونکر آئی اور دل سے کون بات آئی اور دماغ سے کون بات آئی۔ حیرت کا خاصہ یہ ہے کہ انسان کو کسی مقام پر ٹھرنے نہین دیتی اور ٹھرنے نہ دینے سے کل اسماء پر اوس کا گذر ہوگا اور کل اسماء سے استفادہ کرسکا پس کسی چیز پر نہ ٹھرنا یہی توحید ذاتی ہے پس جو شخص حیرت حسنہ سے استفادہ کرتا ہے وہی صراط مستقیم پر ہے اور یمین و شمال اوسکے لیے یکسان ہے اور جب یکسان ہے تو یمین ہی یمین ہے شمال نہین ہے پس عارف تام المعرفۃ کے لیے نہ ڈر ہے نہ رنج ہی امید سے ہے

نہ رجا ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

فی بیان حرف المیم

اعلم ان لما کان الالف من غیب
الاحدیۃ والسین سرہا الشہادی
کان المیم عبارۃ عن الوجود
وھو الحقیقۃ الجامعۃ للغیب
والشہادۃ الا تری الی تجویف
راس المیم کیف ھو محل النقطۃ
البیضاء وقد مضی لک ان
النقطۃ ھی الکنز المخفی فتعل
ان الدائرۃ من تجویف راس
المیم ھو الحق الذی یظہر فیہ
ھذا الکنز المخفی الا تری الی قولہ
تعالیٰ کنت کنزا مخفیا فاحببت
ان اعرف فخلقت الخلق وتعرفت
الیہم فعرفونی فمن ھنا کان
الاسم ذو الجلال والاکرام

جاننا چاہیے کہ جبکہ الف غیب احدیت سے
تھا اور سین اوس کا ستر شہادت میم عبارت
وجود سے ہوئی اور وہ غیب اور شہادت کے
لیے حقیقت جامعہ ہے۔ کیا تو میم کے سر
تجویف کو نہیں دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح محل
نقطہ سفید ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں
کہ نقطہ کنز مخفی ہے پس گویا کہ دائرہ
جو میم کے سر کا جوف ہے حق ہے کہ
جس میں یہ کنز مخفی ظاہر ہوا ہے کیا تو اوسکے
قول کی طرف نہیں دیکھتا ہے کہ
کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف
فخلقت الخلق وتعرفت الیہم فعرفونی
پس اسی جگہہ سے اوس کے قول تبارک اسم
ربک ذو الجلال والاکرام میں اسم ذو الجلال
والاکرام ہے اس لیے کہ اگر وہ ربک کے لیے

؎ خبردار ہو کہ اولیاء اللہ کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ غم ہے ۱۲ ؎ میں خزانہ مخفی تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا اور اونھیں پہچنوایا پس اونھوں نے مجھ کو پہچانا ۔ ۱۲

فی قوله تبارک اسم ربک ذوالجلال والاکرام۔ لانه لوکان وصفاً لربک لکان مجروراً فذوالجلال مرفوع تابع للاسم لا لربک فافهم۔ واعلم ان المیم هو روح محمد صلی الله علیه وسلم لان المحل الذی ظهر فیه الکنز المخفی هو العالم وقد ورد فی حدیث جابر ان اول ما خلق الله روح محمد ثم خلق العالم منه مرتبة (فی الحدیث) والنقطة البیضاء التی فی جوف راس المیم عین محمد صلی الله علیه وسلم الذی هو الکنز المخفی ومن هنا قلنا انه صلی الله علیه وسلم حقیقة جامعة للذات العظیم والقرآن الحکیم علی الوجه الذی قررناه وفی هذا المعنی قلت ع

رسول الله یا مجلی الالوهه
ویامن ذاته الذات النزیه
ظهرت بکل مظهر کل حسن
تسترعن عیان بالبدیه

وصف ہوتا تو مجرور ہوتا پس ذوالجلال مرفوع اور تابع اسم کے ہے نہ ربک کے فافہم اور جاننا چاہیے کہ میم روح محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اس لیے کہ وہ محل جس مین کنز مخفی ظاہر ہوا ہے عالم ہے اور حدیث جابرؓ مین وارد ہوا ہے کہ اول جو چیز خدا نے پیدا کی وُہ روح محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے پھر اوس سے بالترتیب عالم کو پیدا کیا اور وہ نقطہ سفید جو میم کے سر مین ہے ذات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو ذات کنز مخفی ہے اور اسی مقام سے مین نے کہا کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقۃ جامعہ ہین ذات عظیم اور قرآن حکیم کے اوسوجہ پر کہ جس کو ہم نے بیان کیا اور اسی معنی مین مین نے کہا ہے

یا رسول اللہ اے جائے تجلی الوہیت
اور اے وہ شخص جسکی ذات ذات تنزیہ ہے
ظاہر ہوے آپ ہر مظہر ہر حسن مین
پوشیدہ ہین آپ عیان سے بالبداہتہ

بالاوصاف هی لسبع المثانی
وقرآن هی لذات المحبیه
خصصت وکنت انت بها حقیقتاً
حقیقتك المقدسة الشبیهه
سکنت دیار هند وان تعالت
وجلت وقد لبست ردا الوهیه
فبالاوصاف کل شاف سعدی
وانت بها نظرت الی الالوهه
لانك کنت قبل الکل حتماً
فذاتك للذوات هی الفقیهه
کان لانشادی هذه الابیات سبب وهو انه
اجتمعنا فی بعض لیالی سنة
تسع وتسعین وسبع مائة بمسجد
شیخنا وسیدنا واستاد العالم القطب
الاکبر والکبریت الاحمر
شرف الدین اسماعیل بن ابراهیم
الجبرتی علی سماع عام کان فی جبانة
المسجد فقراوا فی حضرة الشیخ احد
اخواننا السادة وهو الفقیه احمد الجبهانی
قوله تعالی ولقد اتیناك سبعا من المثانی
والقرآن العظیم فاشهدنی بنحو سبحانه وتعالی

اون اوصاف کے ساتھ جو سبع مثانی ہین
اور قرآن کے ساتھ جو ذات بزرگ ہے
خاص ہوے آپ اور آپ اوسکے ساتھ ثابت تھے
حقیقت آپ کی مقدس شبیہ ہے
ساکن ہوے آپ دیار ہند مین اگرچہ بزرگ ہوے
اور برتر ہوے اور آپنے چادر بہ زیب تن فرمائی
پس (وہ چادر) کل وصاف شافی کے ساتھ بلند ہوئی
اور آپنے اوسکے ساتھ الوہیت کی طرف نظر کی
اسلیے کہ آپ قبل سب کے یقیناً تھے
پس آپ کی ذات ذاتونکے لیے فقیہ ہے
میرے ان اشعار پڑھنے کا ایک سبب
تھا اور وہ یہ کہ ایک شب ہم چند بھائی
۷۹۹ سنہ ہجری مین مسجد شیخ سید اوستاد
علم قطب الاکبر والکبریت الاحمر شرف الدین
اسمعیل بن ابراہیم الجبرتی بن سماع عام
پر جمع ہوے جو صحن مسجد مین ہو رہا تھا
پس شیخ کے حضور مین ہمارے ایک
بھائی نے کہ جن کا نام فقیہہ احمد جہانی
تھا خداوند تعالی کے اس کلام کو پڑھا
کہ ولقد اتیناك سبعا من المثانی
والقرآن العظیم پس مجھ کو حق تعالی نے

یہ مرتبہ ذاتی ہے جو حقیقت وخلقیت سے متصف نہین ہوتا ہے پس ذات کا شہود
بے شہودی عماء ہے اور عماء کا شہود بے شہودی اپنے نفس مین یہ احدیت ہے اور احدیت
کا شہود بمعیت عماء یعنی وحدت کے یہ واحدیت ہے یعنی واحدیت اجمال وحدت کی تفصیل
ہے اور مرتبہ الوہیت ان سب مراتب مذکورۂ بالا کو اور نیز باقی مراتب نزولی وعروجی کو
شامل ہے اور اس مرتبہ کو حضرت مصنف نے پانچوان مرتبہ ترتیب تنزل کے لحاظ سے قرار
دیا ہے اور ہم اس مرتبہ کا حال بعد کل مراتب نزولی وعروجی کے بیان کرینگے اور واحدیت
کا شہود فی الخارج بمعیت احدیت وعماء کے یہ رحمانیت ہے اور اس رحمانیت کی دو
شانین ہین ایک مستی جسکو ربوبیت کہتے ہین اور اسی شان سے الرحمن علے العرش
استوی ہے اور اسی لحاظ سے عرش بمنزلہ جسم کے ٹہرا ہے پس یہ ایک شخص ہو گیا جس کے
سات مراتب عماء سے لیکر عرش تک ہوے۔ اور اسمین تین مراتب عماء اور احدیت اور
واحدیت سلبی ہین اور تین مراتب رحمانیت وربوبیت وعرش ایجابی ہین۔ اور رحمانیت
کی دوسری شان تدبری ہے جس سے عقل کا ظہور ہے اور جسکو قلم بھی کہتے ہین اور
قلم کا ظہور وشہود لوح محفوظ ہے جس کو نفس کلی کہتے ہین اور نفس کلی کا ظہور و شہود
طبیعت ہے جسکو کرسی کہتے ہین اور کرسی کا شہود جوہر ہباء ہے جس کو ہیولاء
کلیہ کہتے ہین کیونکہ ہر چیز کے ظاہر ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اوس کا ہیولی قائم
ہو جاے اس لیے کہ بغیر ہیولی کے تشکل کسی چیز کا قائم نہین رہ سکتا اور یہ ایک بدیہی
بات ہے اور ہیولی کا وجود بھی بلا تشکل کے رہ نہین سکتا لہذا ہیولاء کلیہ کا شہود تشکل کل
ہے اب یہ ایک شخص ہوا جسکا جسم فلک العناصر ہے اور یہ شخص بجاے خود ایک عرش ہوا
جسپر پہلا شخص بمنزلہ رحمن کے مستوی ہوا۔ اور اس عرش اور پہلے عرش مین فرق یہ ہے کہ
پہلا عرش [illegible] ہے اور یہ دوسرا عرش قلبی ہے پہلا شخص سلبی ہے اور یہ دوسرا شخص
ایجابی ہے اب ان شخص ایجابی اور تفصیلی کا ظہور تیسرے شخص مین ہے یعنی یہ شخص سلبی

کہا جائیگا اور اسکا ظہور ایجابی تیسرے شخص مین اسطرح ہوگا کہ فلک اطلس ظاہر ہوگا جو
ایک مفہوم محض اور بلا خیال کے ہی اور اسی لیے اس آسمان مین ستارہ وغیرہ ظاہر نہین
ہین اگرچہ فی الباطن اوسمین مخفی ہین جیسے خیال کرنے سے پہلے خیال آدمی مین مخفی ہوتا ہی
پھر فلک اطلس کا ظہور وشہود فلک البروج سے ہوتا ہے یعنی اوس مین سب ستارے
مع امتیاز اسامی کے جو بلحاظ تاثیرات ہوتے ہین کھل جاتے ہین اور فلک البروج کا ظہور
بتفصیل فلک الزحل سے ہوتا ہے اور اسمین ایک ایک ستارہ الگ الگ ظاہر ہوجاتا
ہے اور فلک الزحل کا ظہور فلک المشتری مین ہوتا ہے اور فلک المشتری کا ظہور فلک
المریخ مین اور فلک المریخ کا ظہور فلک الشمس مین فلک الشمس قطب الافلاک ہے
اور یہ فلک آسمانون مین ایسا ہی ہے جیسے شخص اول مین مرتبہ الوہیت کہ اسفل
کو بھی شامل ہے اور اسفل کو بھی پس فلک الشمس کا شہود فلک الزہرہ ہے اور
فلک الزہرہ کا شہود فلک العطارد ہے اور یہ ستارہ دبیر فلک ہے کتابت مسطور
یہین سے ظاہر ہوئی اور کتابت یہین سے شروع ہوئی اور اس سے پہلے مثلاً لوح محفوظ
وغیرہ مین تحریر نہین ہے بلکہ وہ اشیاء کے وجود کی نسبتین ہین۔ اور پھر فلک العطارد کا
شہود فلک القمر ہے۔

تنبیہ۔ آسمانون کے وجود مین بحث ہے۔ حکماے حال کے نزدیک آسمانون کا
وجود نہین ہے۔ اور حکماء قدیم کے نزدیک از روے معقولات اور حضرات صوفیہ کے
[illegible] روے تحقیقات ومشاہدات بھی اور از روے منقولات بھی آسمانون کا وجود
[illegible] مان تک میری تحقیق بتاتی ہے وہ یہ ہے کہ نجوم کا وجود تو متفق علیہ
[illegible] م اور ایک دوسرے سے فاصل
[illegible] ایک خلاء محدود مین
[illegible]
دوسرے نجم کے جاذبات تبائنہ سے [illegible]
[illegible] مگر سے ہٹتا نہین ہے یعنی نہ تحت

نزدیک [illegible]
ہے۔ اس کی نسبت [illegible]
ہے اور اسمین شک نہین کہ ہر نجم
پر ہے اوس نجم کا قیام اپنی سطح خلا پر خواہ
خواہ یہ کہ ہر نجم بقدر خفیف ہے کہ اپنے جادہ [illegible]

جاتا ہے نہ فوق۔ پس وہ خلا جسکے تحت و فوق ہر نجم نہین جاسکتا ہے وہی آسمان ہے
یون تو لاکھون ستارہ ہین اور ایسے ہی لاکھون آسمان ہین جن کی حد و انتہا نہین ہے لیکن
سات آسمانون کی تخصیص اسوجہ سے ہے کہ ہر ستارہ تجسمات مین ایک شخص کامل ہے جسکے
مجموعی اسماء و صفات کا خلاصہ اسماء سبعہ انسانی ہین اور ہر ستارہ کی سطح خلا کا جو رنگ
مختلف ہے تو وہ سطح خلا اوس ستارہ کے رنگ سے رنگی ہوئی ہے اور ایک سطح خلا دوسری
سطح خلا کی جاذب اسوجہ سے ہے کہ نیچے کے نجم کو اوپر جانے کی اور اوپر کے نجم کو
نیچے جانے کی حکمت فطرتاً مقتضی ہی نہین ہے کہ کوئی چیز اپنے مبدا سے باہر جا
نہین سکتی اوسیوجہ سے ہر نجم خفیف ہے اور اسیوجہ سے ہر آسمان کی مخلوقات جو روحانیت
خلا سے زندہ ہے وہ مخلوق دوسرے آسمان کی مخلوقات سے مطلع نہین ہے۔ اور
ہر آسمان کی مخلوقات اوس آسمان کی تاثیر خلا سے زندہ ہے اور ہر ہر تاثیر ایک ایک
ملک ہے کہ جن کی تسبیح باعتبار افلاک کے ایک دوسرے سے جداگانہ ہے۔ پس
ستارون کی گردش آسمانون کی گردش سے ہے۔ اور افلاک چونکہ روحانیات سے
مخلوق ہین وہ کبھی بغیر صرافت روحی کے تعقل وغیرہ سے معلوم نہونگے۔ بجز اون
ستارون کے جو اون مین ہین اور ان آسمانون مین نہ خرق ہے نہ التیام ہے اور ان مین
ہر شخص اپنی روحانیت سے جاسکتا ہے **القصہ** افلاک کے بعد سے اور کثافت
بڑھی اور عناصر شروع ہوے پس سب سے پہلے کرۂ آتش ہے کیونکہ سب سے پہلے جو چیز
خلقت کی متقاضی ہوئی۔ وہ حرارت عشقی ہے اور حرارت خود بخود حرکت کی
مقتضی ہے اور حرکت فی نفسہ ہوا ہے لہذا کرۂ آتش کا ظہور و شہود کرۂ ہوا ہے اور
آگ و ہوا کے اجتماع سے بخار پیدا ہوا جو پانی ہے لہذا ان دونون کا شہود کرۂ
آب ہے اور آتش و ہوا و آب کے اجتماع مین آتش کے غلبہ سے جو کثافت آئی یہ
خاک ہوگئی لہذا کرۂ خاک کی کثافت سے تمامی لطیف و الطف اشیاء کا ظہور ہو

شہود بتمامہ ہوا کیونکہ خاک سے زیادہ کثیف کوئی چیز مخلوقات مین نہین ہے اور
چونکہ خاک کی کثافت ہی باعث شہود مراتب الطف ہی لہذا کرۂ خاک کے بعد
فلک المولدات ہے یعنی جب شدت کثافت ہوگی تو لطافت اوسمین فوراً منعکس ہو جائیگی
اور یہی باعث تولید ہے مثلاً کیچڑ سڑ جاے تو بسبب شدت کثافت کے اوس مین
کیڑے پڑ جاوینگے اور روحانیت آجائے گی پس یہ فلک المولدات گویا کل عناصر کا
خلاصہ ہے۔ اب یہان سے ترتیب جسم انسانی مع الآفاق شروع ہوئی یعنی فلک المولدات
سے آفاق مین فلک جوہر بسیط یعنی عالم مثال ظاہر ہوا اور انفس مین نطفہ صلب شخص مین
قائم ہوا۔ پھر فلک جوہر بسیط کی تشریح فلک عرض لازم مین ہوئی آفاق مین اور انفس
مین نطفہ صلب شخص سے رحم انسانی کی طرف منتقل ہوا۔ پھر آفاق مین مرکبات معدنی
پیدا ہوے اور انفس مین ترکیب جنین کی دل و دماغ و اعضا وغیرہ کی شروع ہوئی
پھر آفاق مین نباتات کا ظہور ہوا اور انفس مین نمو جسم کا رحم مین شروع ہوا۔ پھر آفاق مین
جمادات پیدا ہوے اور انفس مین گوشت جسم پر چڑھا پھر آفاق مین حیوانات پیدا ہوے
اور انفس مین بچہ شکم مادر سے عالم ظہور مین آیا فتبارک اللہ احسن الخالقین[1] پھر
ایک طرف آفاقی جسم انسانی بڑھکر حالت بلوغ تک پہونچتا ہے اور ایک طرف انفسی
ہوش گوش و عقلمندی و حق پسندی پیدا ہوتی ہے اور اس مرتبہ مین نفس و آفاق ایک
ہو جاتا ہے اب مراتب نزولی ختم ہوے اور یہ مرتبہ مراتب نزولی مین پینتیسوان مرتبہ
ہے اسکے بعد اب مراتب عروجی شروع ہوے پس پہلا مرتبہ عالم صورت ہے جس سے
دنیا ملحق ہے پس صورت انسانی کی تفصیل ہی پوری دنیا ہے۔ اور عالم معانی صفات
انسانی ہین جن سے عالم برزخ ملحق ہے اور حقائق روحانیات انسانی ہین جن سے
قیامت ملحق ہے ؎

---

[1] پس بزرگ ہے اللہ خوشتر پیدا کرنے والا ۱۲

چو روح از تن بکلیت جدا شد	زمینت قارع وصف صف لاتری شد

یعنی روح انسانی جب جسم سے جدا ہوتی ہے تو تمام اسمار کا یکدفعہ تصادم ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے غلبہ سے سب نیست ونابود ہوجاتے ہین اور انسان بحکم کلٓ الینا راجعون یکدفعہ تمام کھیڑون سے نجات پاکر اپنی حقیقت ذات سے ملجاتا ہے حقیقت صمدیت مین سے ہے اوسکا آنا اور جانا ایک چیز ہے اور کسی عمل کرنے والے کا ٹھ اودادمین نہین ہے کیونکہ حقیقت عمل سے آزاد ہے اور عمل تمام تنزلات اور کھیڑون کا باعث ہے لہذا بعد جاذبہ حقیقت کے عامل بموافقت اپنے عمل کے حقیقت سے تنزل کریگا اور وہ عمل یا جلالی ہوگا یا جمالی یعنی یا بد ہوگا یا نیک پس اگر مناسبت اُسکی اعمال کی جلالی ہے تو دوزخ مین جائیگا اور اگر جمالی ہے تو جنت مین جائیگا پس دوزخ جسم نفسی مین دل ہے کیونکہ اوسکی انقلاب سے تمام تکلیف وتکلف پیدا ہوتا ہے جبتک اوسمین حرکت ہے اور اوس کی حرکت کا جاتے رہنا یہی جنت ہے جس کی جگہہ جسم نفسی مین دائرہ روحی ہے اب جنت ودوزخ مین فرق یہ ہے کہ جنّت مین انسان اپنے خواہشات کے مقتضی سے یعنی نفس کے حکم کرنے سے آرام مین رہتا ہے اور دوزخ مین یعنی قلب مین قلب المومن بین الاصبعین من اصابع الرحمن کے بموجب اوسکا تقلب حق تعالیٰ کے اصبعین سے ہوتا ہے اوسکے نفس سے نہین ہوتا ہے اور یہ تقلب دم لینے نہین دیتا ہے جب انقلاب اصبعین سے نجات ہوتی ہے تو مقام اعراف مین چلا جاتا ہے اور جتنی شخص جب اپنے تحکمات نفسی سے بہ تجلیات رحمانی الٰہی مجذوب ہوتا ہے تب کثیب ابیض مین چلا جاتا ہے اور ان دونون یعنی اعراف وکثیب کے بعد بجز وجہ اللہ کے کچھ نہین ہے۔ اب کثیب واعراف مین یہ فرق ہے کہ کثیب نتائج اعمال وایمان کی وجہ سے موصل الی اللہ ہوکر مقعد صدق ملیک مقتدر ہوتا ہے اور اعراف براہ راست بلاکسی لحاظ ونتیجہ کے بطریق عرفان

سلہ اب ہماری طرف لوٹنے والے ہین ۱۲ سلہ مومن کا دل اللہ کی دو انگلیون کے درمیان مین ہے ۱۲

قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون کا مقام ہوتا ہے اور انھین لوگون کے لیے ہے کہ وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم کثیب والا زن ہے اور اعراف والا مرد ہے اور اس مقام پر یہ دونون متحد ہو جاتے ہین۔ جیسے آدم کے پہلوے چپ مین حوا۔ اب وجہ حقیقی مین جہان سواے اللہ کے کچھ نہین ہے اور جس کو محض بقا ہے یہ آدم بہشت و دوزخ وکثیب و اعراف کو چھوڑ کر ترقی کرتا ہے اور وہان سے دنی کو فائز ہوتا ہے اور او ادنی یعنی فتدلی ہو کر مقام محمود پر فائز ہوتا ہے اور یہ مقام بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسیکو نصیب نہین ہوتا ہے الا ماشاء اللہ اور یہی مرتبہ عمائی ہے جو تنزل مین بیان ہو چکا اور یہی انا حقیقی ہے اور اسی مقام سے خداوند تعالی نے فرمایا ہے اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم اور تمام مراتب نزولی وعروجی کو سمیٹ کر اسی کو مقام الوہیت کہتے ہین اور ان چالیس مرتبون پر مراتب ختم ہین اور عدد مختتم سو ہے پس یہ چالیس برابر سو کے ہین یعنی مخ دماغ تک سو عدد ہے جو انسان کا کل ہے اور یہ عدد مخ دماغ پر ختم ہوتا ہے جو مرتبہ دنی ہے۔ اب اس مین سے تنزل سات عدد کا فتدلی مین ہوگا یعنی پورے ایک شخص کا تنزل ہوگا۔ پس سات مین سے دو عدد ایک تسلسل کا اور ایک تحدید کا جیسا کہ مین نے مقدمہ مین سلوک بالعشق کی وصیت مین خط وخال کی تعریف مین بیان کیا ہے چھوڑ دیے جائینگے اور پانچ عدد مین تنزل ہوگا یعنی پچانوے کے عدد پر تمام نزول وعروج کی تکمیل ہے۔

اسم "اللہ" کی تحقیق

اسمہ اللہ اصلہ الالہ ولکن اسقطت   اسم اللہ کی اصل الالہ ہے لیکن الف وسطی

لہ اللہ کہو اور اونہ کو اون کی نکرون مین چھوڑ دو کہ کھیلین کودین ۱۲

الالف الوسطى وادغمت اللام
فى التى عليها فصارت الكلمة
الله ولكن اصله سبعة احرف
ستة رقيمة والسابعة الواو البارز
فى اشباع الهاء كما ترى
ال ال ا ه و وهى عين السبع
الصفات التى هى معنى الالوهية
فالالف الاول هو عين اسمه
الحى الا ترى الى سريان حياة
الله تعالى فى جميع الوجود وقد
اظهرنا لك سريان الالف فى
جميع الحروف والثانى اللام
الاول وهى الارادة التى كانت
اول توجه من الحق فى بروز
العالم اشار اليه الحديث بقوله
كنت كنزا مخفيا فاحببت ان
اعرف وليس الحب الا الارادة
الثالث الالف الثانى وهى القدرة
السارية فى جميع الموجودات الكونية واذا الموجودات
الكونية داخلة تحت سلطان
القدرة - والرابع اللام الثانى

ساقط کیا گیا اور لام اوس لام مین جو
پڑھا جاتا ہے ادغام کر دیا گیا پس کلمہ اللہ
ہوگیا ۔ مگر اوس کی اصل مین سات حروف ہین
چھہ مکتوبی اور ساتوان واو ظاہرہ اشباع ہا
مین جیسا کہ تو دیکھتا ہے ال ال ا ہ و اور یہی
عین اون سات صفات کا ہے کہ جو معناے
الوہیت ہین پس الف اول وہ عین اوس کا
اسم حی ہے ۔ دیکھو کہ حیات الٰہی کل وجود
مین ساری ہے اور ہم الف کا سریان کل
حروف مین ظاہر کر چکے ہین دوسرے لام
اول اور یہ وہ ارادہ ہے کہ جو اول توجہ
حق ہے ظہور عالم مین جیسا کہ اس حدیث
مین قول کنت کنزا مخفیا فاحببت
ان اعرف سے اوس کی طرف اشارہ
فرمایا گیا ہے اور حب سے ارادہ ہی مراد ہے تیسرے
الف ثانی اور یہ قدرت ہے کہ جو کل موجودات کو
مین ساری ہے اسلیے کہ موجودات کونیہ تحت
سلطان قدرت داخل ہین ۔ چوتھے لام
ثانی اور وہ علم ہے کہ جو اللہ تعالی کا وہ
جمال ہے جو اوس کی ذات اور اوسکی
مخلوقات سے متعلق ہے پس قائمۃ اللام

وهو العلم هو جمال الله تعالى
المتعلق بذاته وبمخلوقاته
فقائمة اللام محل علمه بذاته و
تعريفية اللام محل علمه بمخلوقات
ونفس الحروف عين العلم
الجامع والخامس وهو الالف
الثالث وهو السمع السامع
منطوق وان من شيء الا يسبح
بحمده. والسادس الهاء وهو
بصر الله دائرة الهاء تدل على
انسان غيبه المحيط الذي ينظر
به الى جميع العالم والعالم هو
البياض الموجود في عين دائرة
الهاء وفي هذا تنبيه الى ان
العالم ليس لوجود الا بنظر
الله تعالى اليه فلو رفع نظره
عن العالم يفنى باجمعه كما انه
لو لم تدر دائرة الهاء على
النقطة البيضاء لم يكن لها وجود
البتة ومع وجودها فهي باقية
على ما كانت عليه من العدم

حق کے علم کا بذاتہ محل ہے اور تعریفیۃ اللام
اوس کے علم بمخلوقات کا محل ہے اور نفس
حروف عین علم جامع ہے اور پانچوین الف
ثالث ہے اور وہ سمع سامع ہے منطوق
وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ سے
اور چھٹے ہا اور وہ بصر الٰہی ہے۔ دائرہ ہا انسان
کے غیب پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے
ذریعہ سے انسان کل عالم کی طرف نظر
کرتا ہے اور عالم وہ سفیدی ہے جو دائرہ ہا
مین موجود ہے اور اس مین اس بات کی طرف
تنبیہ ہے کہ عالم کے لیے وجود نہین ہے
مگر صرف اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ کا وجہ اوسکی
طرف ہے پس اگر اوس کی نظر عالم کیطرف
سے اوٹھ جائے تو عالم تمامتر فانی ہوجائے
جیسے اگر دائرہ ہا نقطہ سفید پر نجاتا جاتا
تو اوس کے لیے وجود نہوتا اور چونکہ دائرہ
موجود ہے لہذا نقطہ بھی اوس بنا ر
پر موجود ہے کہ جیسا نیستی کی حالت
مین تھا اس لیے کہ سفیدی جو قبل
دائرہ ہا بننے کے موجود تھی بعد
دائرہ ہا بننے کے بھی موجود

اتصاف نبيه محمد بالسبعة
الاوصاف النفسية التي هي الحياة
والعلم والارادة والقدرة والسمع
والبصر والكلام وشهد تحققه صلى
الله عليه وسلم بعد اتصافه باوصافه
عين الذات الغائب في هوية
الغيبات وهو المشار اليه في الآية
بالقرآن العظيم اذ قراءته لا نهاية
لها فكلما قرأته الورثة الكمل
من اهل القرآن الحقيقة من ذات
الله تعالى هو عين محمد صلى
الله عليه وسلم واليه الاشارة
في الحديث في قوله اهل القرآن
اهل الله وخاصته فليتامل
فهو غيب هوية الاحدية والرسل
والانبياء والورثة الكمل
يقرؤن غيب هويته محمدا
صلى الله عليه وسلم في الله و
هذا معنى كونه واسطة
بين العالم وبين الله و
اليه الاشارة بقوله انا

اپنے نبی محمد صلعم کے اتصاف کو با اوصاف سبعہ
نفسیہ کہ جو حیات و علم و ارادہ و قدرت
و سمع و بصر و کلام ہین مشاہدہ کرایا اور مین نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد
اون کے انہین صفات کے ساتھ متصف
ہونے کے کہ جو عین ذات غائب ہین
ہویت غیبات مین مشاہدہ کیا اور آیۃ
قرآن العظیم مین وہی صلعم مشار الیہ
ہین اس لیے کہ قرآن کی قرأت کی انتہا
نہین ہے پس جو کچھ کہ ورثہ اہل قرآن
نے پڑھا ہے ذات الٰہی کی حقیقت سے
کہ جو ذات عین محمد ہے صلے اللہ علیہ
وسلم اور اسی کی طرف حدیث مین اشارہ
ہے کہ فرمایا۔ اہل القرآن اہل اللہ و
خاصتہ فافہم۔ پس آپ غیب ہویت
احدیت ہین اور رسل اور انبیا اور ورثہ کمل غیب
ہویت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ مین
پڑھتے (یعنے مشاہدہ کرتے) ہین اور آپ
کے اللہ اور عالم کے درمیان مین واسطہ
ہونے کے یہی معنی ہین اور اسی کی طرف
آپ کے اس ارشاد سے اشارہ ہے کہ مین

من اللہ والمومنون منی۔ فافھم	اللہ سے مین ہون اور مومنین مجھ سے ہین فافہم ۵
ادھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق مین شامل	خواص اوس برزخ کبریٰ مین ہی حرف مشدد کا

یہ ظاہر ہے کہ الف غیب احدیت مین غیب الغیب ہے اور اوسکی خلیفہ ب
ہے جس کا انبساط سین تک مع ب کے نقطہ کے اوس الف کا ستر شہادت ہے یعنی
موجودات کا اجمال ہے جس طرح بیج درخت کا اجمال ہی پس میم جس کی عدد چالیس ہین اوس سین شہادت کی
تفصیل فی الآفاق ہے کیونکہ عوالم بھی چالیس ہین جس طرح درخت بیج کی تفصیل
ہے پس میم عبارت وجود سے ہوا کہ وہ غیب وشہادت کا جامع ہے جس طرح درخت
ہر ہر پتی اور پھول اور پھل کا مع اوس بیج کے جو نظر نہین آتا ہے اور جس کی وجہ
سے یہ کل درخت ہی جامع ہے پس حق عوالم مین ایسا ہے جیسے میم کی تجویف
مین خلا ہے جو نقطہ سفید ہے اور اسی واسطے تبارک اسم ربک ذوالجلال والاکرام
مین ذوالجلال والاکرام ربک کی صفت نہین ہے بلکہ اوس اسم کی صفت ہے جو
ذوالجلال والاکرام ہے یعنی حق کے اسم کے جلال وجمال نے کل عالم کو حقیقتاً
ڈھانپ لیا ہے کہ جو شے عالم مین دکھائی دیتی ہے وہ رب نہین ہے بلکہ اللہ ہے
رب اور اللہ مین یہ فرق ہے کہ ہر شے کے لیے خاصۃً رب ہے کہ جو دوسرے کے
لیے نہین ہے۔ اسی واسطے رب کی جمع آئی ہے اور اللہ کی جمع نہین ہے اسی بنا پر
بت پرستی ممنوع ہوئی کہ ہر بت کا رب مخصوص ہی رب مین وہ جامعیت نہین ہی جو اللہ
مین ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد
القہار اور اسکا مفصل بیان ہم اوپر کر چکے ہین پس جس طرح میم کے سر مین خلا اجمال
ہے اور میم اوسکی تفصیل ہے۔ اوسی طرح پورا میم اجمال ہے جسکو روح محمدی کہتے
ہین اور کل عوالم جو چالیس ہین اوس کی تفصیل ہین پس نقطہ سفید بمنزلہ احدیت کے
ہے اور میم مع نقطہ سفید کے بمنزلہ حدت کے اور اوسکے چالیس اعداد ہونا بمنزلہ

واحدیت کے ہے۔ اس مین ایک تقسیم اور ہے کہ احدیت و وحدت و واحدیت جب تک فی الخارج انکا ظہور نمانا جاوے اوسوقت تک نفس یعنی ملکوت ہے اور جب اون کا ظہور فی الخارج بھی لے لیا جاوے تب اوسکو آفاق و عالم ملک کہتے ہین اور اسی طرح پر ملک کے کل مراتب مین تقسیم ملک وملکوت کی ہے یعنی عقل کل ملکوت ہے اور نفس کل ملک ہے پھر نفس کل و طبیعت کل و ہبا ملکوت ہے اور شکل کل و جسم کل و عرش ملک ہی پھر شکل کل و جسم کل و عرش ملکوت ہے اور افلاک و عناصر و موالید ملک ہین اب ان کل ملکوت و ملک کا جامع انسان ہے جس کی عبارت میم سے ہے کہ وہ غیب و شہادت کے لیے حقیقت جامعہ ہے فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ والیہ ترجعون اور اسی واسطے محمدؐ کے لفظ مین پہلے میم ہے اور اس جامعیت کا نام الوہیت ہے۔ اسکا ظاہر ملک ہی اور باطن ملکوت اور اسی واسطے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلاے الوہیت ہین اور آپکی ذات ذات تنزیہی اور آپ کا ظہور ہر مظہر مین حسن ہے اور آپ اپنی ذات سے بالبداہۃ پوشیدہ ہین اور امہات اسما جو حیات و علم و ارادہ و قدرت و سمع و بصر و کلام ہین آپ اون کے مظہر تام ہین اور آپ کی ذات مقدس قرآن ہے اور آپ اپنی تشبیہ مقدس سے جس کے واسطے تنزل لازمی ہے دیار ہند مین رہنے والے ہین یعنی قابل پرستش اہل ہنود ہین۔ ع

دل برار تبخانہ شد ہندوستان نامیدش

تم با ہر سرے ہر سو سر وکاری گرددار	غمش با ہر دلی سودا سے بازاری گرددارد

اور باوجود ہند مین بت ہونے کے آپ عرب مین چادر موبہ اوڑھے ہوے ہین کیس

---

۵ پس پاک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ مین ہر چیز کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف سب چیزین لوٹتی ہین ۱۲

آپ مع اون اوصاف کے تحت و فوق مین یکتا و بے ہمتا ہین اور کفر و اسلام دونون مین رحمت ہین وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین[1] کیونکہ آپ یقیناً قبل سب کے تھے پس یہ بات لازمی ہے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ آپ ہی کی ذات سے ہوا ہے اور ان سب موجودات مین آپ کا تفقہ مثل الف کے اس بات سے بالاتر ہے کہ کسی چیز سے تشبیہ دیا جاے کیونکہ بسم اللہ مین ب کے بعد الف اسم سے غائب ہوگیا ہے اسی واسطے باوجود ہر شے کے ساتھ عینیت و معیت کے آپ صلعم کنز مخفی ہین اور حضرت مصنف رح نے آپکو ۹۹۰ھ مین ایسا ہی دیکھا ہے جو انھون نے لکھا ہے اور چونکہ آپ تمامی موجودات کا مبدار ہین لہذا یہ بات ضروری ہے کہ جو چیز مخلوق ہو وہ اوسی مبدار سے ہوگی لہذا آپ کی شان پاک مین وارد ہوا ہے کہ لولاک لما[2] خلقت الافلاک

بیان مراتب وجود

اعلم ان عدد المیم اربعون هذا لعدد هو عین کمال الاعتدال فی کل شی وهو میقات الرب سبحانه وتعالی ومعنی المیقات هذا العدد موافق لمراتب الوجود التی لیس بعدها الا ما کان اولها۔

جاننا چاہیے کہ میم کے عدد چالیس ہین اور یہ عدد ہر چیز مین کمال اعتدال سے عین ہے اور وہ اعتدال میقات رب سبحانہ وتعالی ہے اور میقات کے معنی یہ ہین کہ یہ عدد اون مراتب وجود کے موافق ہے کہ جنکے بعد وہی ہے جو اُنسے پہلے تھا۔

[1] نہین بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت عالم والون کے لیے ۱۲ [2] اگر مین تجھ کو نہ پیدا کرتا تو آسمانون کو نہ بناتا ۱۲

المرتبة الاولى۔ هى الذات الساذج۔

المرتبة الثانی۔ هى العماء وهى عبارة عن الكنه الذاتى عبر عنها بالمعرفة

المرتبة الثالثة۔ هى الاحدية وهى عبارة عن السذاجة الذاتية عبر عنها بالكنز المخفى

المرتبة الرابعة۔ الواحدية و هى اول تنزلات الذات فى الاسماء والصفات۔

المرتبة الخامسة۔ الالوهة وهى المرتبة الشاملة لمراتب الوجود اعلاها واسفلها۔

المرتبة السادسة۔ الرحمانية وهى المرتبة المختصة باعلى مراتب الوجود۔

المرتبة السابعة۔ الربوبية وهى المرتبة المقتضية بوجود المربوب ومن هنا ظهر الخلق۔

المرتبة الثامنة العرش وهو الجسم الكلى

المرتبة التاسعة القلم الاعلى و هو العقل الاول۔

مرتبۂ اولی۔ ذات ساذج۔

مرتبۂ دوم۔ عما اور یہ عبارت ہی کنہ ذاتی سی جس سے بذریعہ معرفت کے تعبیر کیجاتی ہے

مرتبۂ سوم۔ احدیت اور یہ عبارت ہے اوس ذات محض سے کہ جس سے کنز مخفی مراد ہے۔

مرتبۂ چہارم۔ واحدیت اور یہ ذات کا سب سے پہلا تنزل ہے اسماء وصفات مین۔

مرتبۂ پنجم۔ الوہیت اور یہ مرتبہ مراتب وجود کے اعلی و اسفل کو شامل ہے۔

مرتبۂ ششم۔ رحمانیت اور یہ مرتبہ مختص ہے باعلی مراتب وجود۔

مرتبۂ ہفتم۔ ربوبیت اور یہ مرتبہ وجود مربوب کا مقتضی ہے اور خلق یہین سے ظاہر ہوئی۔

مرتبۂ ہشتم۔ عرش اور وہ جسم کلی ہے۔

مرتبۂ نہم۔ قلم اور وہ عقل اول ہے۔

المرتبة العاشرة - اللوح المحفوظ وهو النفس الكلي	مرتبۂ دہم لوح محفوظ - اور وہ نفس کلی ہے۔
المرتبة الحادية عشر - الكرسي وهو العقل الكلي عبارة عن القلب	مرتبہ یازدہم - کرسی اور وہ طبیعت کلی ہے مراد قلب سے۔
المرتبة الثانية عشر - الهيولى -	مرتبۂ دوازدہم - ہیولا اور وہ جوہر ہباء ہے)
المرتبة الثالثة عشر - الهباء -	مرتبۂ سیزدہم ہباء (اور وہ شکل کل سے مراد ہے)۔
المرتبة الرابعة عشر - فلك العناصر	مرتبۂ چہاردہم - فلک العناصر -
المرتبة الخامسة عشر - الفلك الاطلس	مرتبۂ پانزدہم - فلک اطلس
المرتبة السادسة عشر - فلك البروج	مرتبہ سیزدہم - فلک البروج -
المرتبة السابعة عشر - فلك الزحل	مرتبہ ہفتدہم - فلک الزحل -
المرتبة الثامنة عشر - فلك المشترى	مرتبہ ہیجدہم - فلک المشتری -
المرتبة التاسعة عشر - فلك المريخ -	مرتبہ نوزدہم - فلک المریخ -
المرتبة العشرون فلك الشمس	مرتبۂ بستم - فلک الشمس
المرتبة الحادية والعشرون - فلك الزهرة	مرتبۂ بست ویکم فلک الزہرہ
المرتبة الثانية والعشرون - فلك العطارد	مرتبہ بست و دوم فلک العطارد
المرتبة الثالثة والعشرون - فلك القمر	مرتبۂ بست و سوم - فلک القمر -
المرتبة الرابعة والعشرون - فلك الاثير وهو فلك النار	مرتبۂ بست و چہارم - فلک الاثیر اور وہ کرۂ آتش ہے -
المرتبة الخامسة والعشرون فلك الهواء	مرتبۂ بست و پنجم - کرۂ ہوا -

المرتبة السادسة والعشرون. فلك الماء	مرتبہ بست وششم۔ کرہ آب۔
المرتبة السابعة والعشرون. فلك التراب	مرتبہ بست وہفتم۔ کرہ خاک۔
المرتبة الثامنة والعشرون. فلك المولدات	مرتبہ بست وہشتم۔ فلک المولدات۔
المرتبة التاسعة والعشرون فلك الجوهر البسيط	مرتبہ بست ونہم۔ فلک جوہر بسیط (اور یہ عالم مثال ہے)
المرتبة الثلاثون. فلك العرض اللازم	مرتبہ سی ام۔ فلک عرض لازم۔
المرتبة الحادية والثلاثون المركبات وهي المعادن	مرتبہ سی ویکم۔ مرکبات اور یہی معدن ہیں۔
المرتبة الثانية والثلاثون. النباتات۔	مرتبہ سی ودوم۔ نباتات۔
المرتبة الثالثة والثلاثون. الجمادات	مرتبہ سی وسوم۔ جمادات۔
المرتبة الرابعة والثلاثون. الحيوانات	مرتبہ سی وچہارم۔ حیوانات
المرتبة الخامسة والثلاثون. الانسان	مرتبہ سی وپنجم۔ انسان
المرتبة السادسة والثلاثون عالم الصور منه يلحق بها الدنيا۔	مرتبہ سی وششم۔ عالم صورت جس سے دنیا ملحق ہے۔
المرتبة السابعة والثلاثون عالم المعاني يلحق بها البرزخ۔	مرتبہ سی وہفتم۔ عالم معانی اور اوس سے عالم برزخ ملحق ہے۔
المرتبة الثامنة والثلاثون. عالم الحقائق ويلحق بها القيامة	مرتبہ سی وہشتم۔ عالم حقایق اور اوس سے قیامت ملحق ہے۔
المرتبة التاسعة والثلاثون الجنة والنار	مرتبہ سی ونہم جنت ونار
المرتبة الاربعون. الكثيب الابيض الذي يخرجون اليه اهل الجنة وهو عبارة عن مجلى الحق تعالى	مرتبہ چہلم۔ وہ کثیب ابیض جسکی طرف اہل جنت نکلیں گے اور وہ مراد مجلاے حق تعالی اور دار الدور سے ہے جسکے بعد

و دار الیه وفیما بعده الا الذات
فهذا العدد هو اصل الاشياء وبه
كملت تخميرة طينة ادم وهو اول
موجود من هذا العالم الانسانی ظهر
فی الرتبة الرابعة من العدد لان
العالم باجمعه ليس فيه الا الاربعة
انواع۔

قديم او حديث و لطيف او
كثيف وما ثم الا هذه الاربعة فجمعها
هو عين هذا الميم المحمدی الذی
قلنا انه جميع الوجود القديم
والحديث والكلام على هذا العدد
كثيرا جدا من حيث تفرعاته فی
الطبائع والعناصر والانشاءات و
الفصول وغير ذلك وتكفی عن
الجميع اشارة ان كان فی القلب
بصارة - اسم الشیء وسمه الذی
تبصوره يتعقل ذلك الشیء ويتمازبه
عن غيره كما يتانذ ذا وسم ممن
لا وسم له۔

بجز ذات کے کچھ نہین ہے۔
پس یہی عدد اشیا کی اصل ہین اور
اسی سے تخمیر طینت آدم پوری ہوئی اور وہ
اول موجود ہے عالم انسانی سے جو عدد سے
چار مراتب مین ظاہر ہوا اسی لیے عالم کی مجموعی
طور پر چار قسمین ہین۔

قدیم۔ یا جدید۔ لطیف۔ یا کثیف
اور ان چارون کے سواے کچھ نہین
ہے پس وہ مجموعی حالت مین عین یہی
میم محمدی ہے کہ جس کو ہم نے کہا کہ
وہ کل وجود قدیم وحادث ہے اور
اس عدد پر کلام بہت ہے یقیناً
بحیثیت اوس کے تفرعات کے جو
طبائع وعناصر وانشاءات وفصول
وغیرہ مین ہین۔ اور کل سے اشارہ کافی
ہے اگر قلب مین بصارت ہو۔ اسم شے
وہ علامت ہے کہ جس کے تصور سے
وہ شے جانی جاتی ہے اور اپنے غیر سے تمیز
کیجاتی ہے جیسے صاحب علامت اوس شخص
سے ممتاز ہوتا ہے جسکے لیے کوئی علامت نہو

جاننا چاہیے کہ ان مراتب کی ترتیب یون ہے کہ ذات ساذج فی نفسہا عما مین ہے اور

اذالبياض الموجود قبل استدارة
الهاء موجود بعده وكذالك
العالم مع الله على حالته التي
كان عليها قبل ان يخلقه الله
سبحانه. فافهم وتامل فهذا
السر الغريب وقس بما ذكرته
خارجا عنك على ماهو في
ذاتك فليس المراد من ذالك
الاسعادتك ووقوعك على
عينك. والسابع الواو المبارز
عدده في المرتبة السادسة وهو
معنى يشير الى كلام الله تعالى
الاترى الى الست الجهات التي
غاية نهايتها كمال العرش
الرحماني المنسوب الى كل جهة
كيف دخلت تحت حضرة كن
فكما ان الكلام الالهي لا نهاية له
كذالك المخلوق الداخل تحت
حيطة العرش ممكن ولا نهاية للممكن
فانظر عدم النهاية في الواجب
الوجود كيف ظهر بعينه في الممكن

ہے اور اسی طرح عالم حق
کے ساتھ اوسی طرح موجود ہے کہ جیسا قبل
پیدایش کے تھا۔ پس سمجھ اور اس سر غریب
مین غور کر اور جو چیز مین نے تجھے باہر بیان
کی ہے اوسکو اپنی ذات کے اندر کی چیز پر
قیاس کر۔ کہ اس سے تیری سعادت اور
تیرا وقوع اپنی ذات پر مقصود ہے۔ اور
ساتوین واو ظاہر۔ اسکے عدد مرتبہ
مین چھ ہین اور اس کے معنی کلام الٰہی کی
طرف اشارہ کرتے ہین۔ جہات ستہ کو
دیکھو کہ جن کی انتہائے کمال عرش رحمانی ہی
جو ہر جہت کی طرف منسوب ہے کہ وہ
(جہات) تحت حضرت کن کس طرح داخل
ہوئے پس جس طرح کہ کلام الٰہی کی انتہا
نہین ہے اوسی طرح مخلوق جو تحت حیطہ عرش داخل ہے ممکن ہے
اور ممکن کی انتہا نہین ہے۔ پس واجب الوجود مین اس
عدم نہایت کو دیکھو کہ وہ ممکن جائز الوجود
والعدم مین کس طرح ظاہر ہوا پس یہ سات
اسمار ہین یہی معنائے اللہ ہین اور اللہ کی
صورت اسما ذاتا اسمار سبعہ کے سوا نہین
ہے اور وہ اسما یہی ہین۔ اور لوگون نے

الجائز الوجود والعدم فهذه
السبعة الاسماء هي عين معنى
الله وصورته اسماً وذاتاً الميت
سواه وهي هي ـ واختلف الناس
في هذا الاسم فمنهم من قال
انه مشتق من اله ياله الها بمعنى
عبد يعبد عبادة فجعل
المصدر اسما للمعبود فقيل آله و
زيد فيه الف التعريف واللام
التعريف فقيل الله ـ ومنهم من
قال اله بمعنى عشق فيكون اله
مصدر العشق ومنهم من قال
انه اسم جامد غير مشتق ولم
يكن اصله الا بل هو على حاله
علم لواجب الوجود المخترع للعالم
وليس هو الا هذه الخمسة
الاحرف ال ل اه وهذا هو
مذهبنا والدليل عليه تسمي الحق
به قبل ان يخلق العالم لان الله
غني عن العالم بخلاف اسمه
الرحمن فانه [illegible] مطلوب

اس اسم مین اختلاف کیا ہے ۔ پس بعض
یہ کہتے ہین کہ آلہ یالہ الہا سے مشتق ہے
بمعنی عبد یعبد عبادۃً تا پس مصدر معبود کے
لیے نام مقرر کیا گیا پس آلہ کہا گیا اور اوسمین الف
تعریف اور لام تعریف بڑھا دیا گیا پس
اللہ کہا گیا اور بعضون نے کہا ہے کہ
الہ بمعنی عشق سے ہے پس آلہ مصدر عشق ہوگا
اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ اسم جامد
غیر مشتق ہے اور اوس کی اصل آلہ نہین
تھی بلکہ وہ اپنے حال پر ہے اور وہ (یعنی
لفظ اللہ) واجب الوجود مخترع عالم کا
نام ہے اور وہ یہی پانچ حروف ہین
ال ل اہ اور یہی ہمارا مذہب ہے اور
اس کی دلیل حق کا اس اسم سے قبل تخلیق عالم
کے مسمیٰ ہونا ہے اس لیے کہ اللہ عالم
سے غنی ہے بخلاف اوس کے اسم رحمن
وغیرہ کے کہ جو ظہور اثر رحمانیت کے لیے
مرحوم کا منتظر رہتا ہے تو اس سے حق سبحانہ
تعالیٰ کے واسطے یہ ضروری ہے کہ یا
بظاہر وجود مین یا بباطن اپنے علم مین اوس
(مرحوم) کو ملحوظ رکھے ۔ اور اسی طرح رب

اثر الرحمانية في المرحوم لابد من
ذلك للحق سبحانه وتعالى اما
ظاهر في الوجود واما باطن في
علمه ملحوظ له فافهم. وكذا
الرب والخالق وبقية الاسماء
الرحمانية كالمعطي والواهب والمنعم
واعني بالاسماء الرحمانية كلما
يطلب موثرا يظهر فيه اثره
كالعليم فانه يطلب معلوما. والسميع
والبصير والقدير والمريد والمتكلم
الكلمة كن فانها تطلب مكونا
فهذه واشباهها اسماء الرحمانية
وقد سبق فيما تقدم معنى
ان الرحمن هو الله بنظره الى
ما يستحقه العرش وما حواه
بخلاف اسم الله فانه علم
للذات التي هي هوية كل هوية
وانية كل انية وانانية كل
انانية ولا يتقيد بنظره ولا ينعدم
تقيده بنظر هو الجامع للشي و
ضده. ولهذا قال من قال

اور خالق اور باقی اسمار رحمانیہ ہین
جیسے معطی اور واہب اور منعم اور اسمار رحمانیہ
سے مراد وہ کل اسمار ہین جو موثر کو طلب
کرین کہ جس مین اوس اسم کا اثر ظاہر ہو
جیسے علیم کہ وہ معلوم کو طلب کرتا ہے اور
سمیع و بصیر و قدیر و مرید و متکلم مثل کلمہ کن کے
ہین جو مکون کو طلب کرتا ہے پس یہ اسماء اور اوسکے مانند اسما
رحمانیہ ہین اور پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ
رحمن وہی اللہ ہے مگر اس لیے کہ اوس کی نظر
اوس چیز کی طرف ہے کہ جس کا عرش وغیرہ مستحق
ہے بخلاف اسم اللہ کے کہ وہ نام ہے اوس
ذات کا جو ہویت ہر ہویت ہی اور انیت ہر انیت
ہے اور انانیت ہر انانیت ہے اور اوسکا
تقید نظر سے نہین ہو سکتا ہے اور اوس کا
تقید معدوم بھی نہین ہو سکتا ہے اس نظر
سے کہ وہ شے اور ضد شے کا جامع ہے
اور اسی لیے کہنے والے نے کہا ہے کہ
اللہ عین وجود و عدم ہے۔ اب یہ بات
کہ وہ عین وجود ہے ظاہر ہے لیکن یہ بات
کہ وہ عین عدم ہے اس مین سر دقیق
ہے کہ جسپر بجز کاملین اولیاء اللہ کے کوئی

ان الله هو عين الوجود والعدم
فاما قوله عين الوجود فظاهر
واما قوله عين العدم ففيه
سر دقيق لا يطلع عليه الا
الكمل من اهل الله تعالى لمقامهم
او من فتح له رتق هذا الباب
قبل وصول هذا المحل ولا بد من
الكلام بعد ما شرعنا فيه وهذا
وجه من وجوه التي يصح فيها
اطلاق اسم العدم عليه لكماله
سبحانه وتعالى ولوجوبه
تعالى الله علوا كبيرا - واعلم ان
الله علم يعطيك تعقله مسمى
حوى مراتب الالوهية ويتصور
عندك انه امر زائد عليك
مغائر لذاتك فهذا المتصور عدم
لا وجود له اذ عين المراد ذاتك
فما ثم متصور الا الله وما ثم
الا انت بل ما ثم الا الله واعلم
ان قولنا الحق والخلق والرب
والعبد انما هو ترتيب حكمي

مطلع نہین ہوسکتا ہے اور وہ اکاملین بھی
بفرق مراتب - اور یا وہ شخص مطلع ہوسکتا
ہے کہ جسپر یہ دشواری قبل اس مقام پر
پہونچنے کے آسان کردی گئی ہو - اور
جب ہم اس کو شروع کر چکے تو اس کا
بیان کرنا ضروری ہے اور یہ وجہ اون وجوہ مین
سے ہی کہ جنمین اس اسم اللہ پر اسم عدم کا اطلاق صحیح ہوتا
ہی بسبب اوسکے کمال کے اور بوجہ اوسکے وجوب کے
تعالی اللہ علوا کبیرا - اور جاننا چاہیے کہ اللہ وہ
نام ہے کہ جو تجھ کو اپنے مراتب الوہیت پر حاوی
ہونے کے مسمے سے تعقل عطا کرتا ہے کہ وہ اللہ
تیری ذات کے مغائر تیرے اوپر امر زائد ہے پس
یہی متصور عدم ہی کہ جنکے لیے وجود نہین ہی اسلیے
کہ عین مراد تیری ذات ہے پس نہین متصور ہے
مگر اللہ نہین متصور ہے مگر تو بلکہ نہین متصور
ہے مگر اللہ اور جاننا چاہیے کہ ہمارا
یہ قول کہ رب اور عبد اور حق اور خلق
ذات واحدہ کے لیے ترتیب حکمی نسبی ہے
اوس کے معنے کلیۃ پورے نہین ہوتے اور
تیرا وقوف اون تعددات مین سے کسی
تعدد کے ساتھ دور اور تضییع اوقات ہے

نسبی لذات واحدۃ کل ذلک
لا یستوفی معناھا۔ ووقوفک
مع شیٔ من تعدد ذلک در و
تضیع وقت فی عین الحقیقۃ الا
اذا کنت ممن یشم المسک وھو
فی فارۃ۔ فان کل ذلک حینئذٍ
ترتیب لذاتک تستحقہ بالاصالۃ
فحینئذٍ اکلت الزفر بید غیرک
ووزنت نفسک فی عیار مرتبتک
وما یستحقہ قانونک فما وجدتہ
من تلک فھو عین الحقیقۃ
وما وجدتہ من اللہ الیک علی
سبیل الاتحاد والاتصال فھو
عین الضلال فی الحق والالحاد
ولا یذوق ھذا الکلام الا عربی
اعجمی لغتہ غیر لغۃ الخلق ومحلہ
غیر محلھم فھو یستوفی مالہ
کما لم یزل ویرمی بسھم مراتبہ
فی قوس مقتضیاتہ علی ھدف
ذاتہ بید قائم احدیتہ
فلا یخطی لہ رمی ولا ینکل لہ سھما

عین حقیقت مین مگر جب کہ تو اون لوگون
مین سے ہو (جن کی تعریف یہ ہے) کہ وہ
مشک کو اوس حالت مین سونگھتے ہین جبکہ
وہ نافہ مین ہوتا ہے پس یہ سب اوس وقت
تیری ذات کی ترتیب سے ہے کہ جس کو تو
بالاصالۃ مستحق ہے۔ پس اس وقت تونے
مشک اپنے غیر کے ہاتھ سے سونگھا اور
اپنے نفس کا وزن اپنے مرتبہ کے معیار
مین اور اوس مین کہ جس مین تیرا قانون مستحق
ہے کیا پس جو کچھ تونے اس سے پایا وہ
عین حقیقت ہے اور جو کچھ تونے اللہ سے
اپنی طرف بر سبیل اتحاد واتصال پایا وہ عین
ضلال و الحاد حق مین ہے اور اس کلام سے
ذائقہ نہین لے گا مگر عربی عجمی کہ جس کی لغت
غیر لغت خلق ہے اور اوس کا محل اون کے
محل کا غیر ہے پس وہ اوس ذائقہ کو پورا
کرلیتا ہے کہ جو اوس کے واسطے ہے
جیسا کہ ہمیشہ سے تھا اور قوس مقتضیات
مین اوس ہاتھ سے کہ جو اوس کی احدیت کے
قائم ہوا اپنے مراتب کا تیر ہدف ذات پر چلاتا ہی
پس تیر چلانیوالا خطا نہین کرتا ہی اور نہ اسکا پانسہ

فلا سہام متزول ولا عین الرمی تحول تعالی اللہ ان تنصرم الوہیتہ او تنقسم احدیتہ	پلٹ سکتا ہے۔ پس نہ اوسکا تیر چلتا ہے اور نہ تیر چلانیوالے کی آنکھ پھرتی ہے اللہ اس سے برتر ہے کہ اوسکی الوہیت منقطع ہو یا اوسکی احدیت منقسم ہو۔

جاننا چاہیے کہ ارباب تصوف مین خاصۃً ارباب تحقیق کا مذہب و مسلک یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو جو نظر وغیرہ مین آتی ہے اور کسی کلام کو جو سماعت مین آتا ہے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا۔ بلاوجہ اور بیکار نہین جانتے ہین اور ہر شے کو مظہر حق بلکہ عین حق جانتے ہین اور کسی موجود کو خالی از حکمت نہین جانتے ہین چاہے وہ کیسا ہی بُرا نظر آوے یا معمولا سمجھ مین آوے اور نظام عالم سے ایک اصول پر اوسکا عرفان کرتے مین اور بحکم ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً[۱] ہر شے کو اور ہر رسم و رواج کو اور ہر مخلوق کو عمدہ اور معقول اور حسین و جمیل جانتے ہین اور اونکا کام یہ نہین ہے کہ ایک کو اچھا کہین اور دوسرے کو بُرا۔ جو شخص کسی طریقہ کو اچھا جانتا ہے اور کسی طریقہ کو بُرا جانتا ہے وہ حضرات صوفیہ کے مسلک مین نہین ہے۔ کعبہ و بت خانہ اون کے نزدیک برابر ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اسی کعبہ مین پہلے بت تھے اور اب بھی کعبہ خدا کا گھر ہے ؎

نہ وہ مجمع بتون کا ہے نہ اگلی صورتین باقی
بجز نام خدا سچ کہیے کعبہ مین رہا کیا ہی

اور یہ مساوات اسوجہ سے ہے کہ ایک مبدا حق سے جو محض خیر ہے صور جمالی و جلالی کی تخلیق ہے اور معشوق حقیقی کا ظہور ہے پس معشوق حقیقی کے کس اسم یا کس صفت کو کوئی اہل تحقیق و اہل محبت برا کہہ سکتا ہے فرق اچھے اور برے کا اہل تحقیق کے نزدیک اسطرح پر ہوتا ہے کہ ہر شے کے محل مین فرق ہوتا ہے اور اس محل کو

[۱] اے پروردگار تونے اِن کو باطل نہین بنایا ہے ۱۲

بتانے کے لیے شرایع واحکام ہین۔ پس اوس محل کا دریافت کرنا اہل تحقیق کا کام ہے اوران اسماء وصفات کے بے محل واقع ہونے پر مقابلہ ایک موجود کے دوسرا موجود اچھا یا برا کہا جاتا ہے۔ بعض اہل تقلید اپنے عقیدہ ایمانداری مین اللہ و محمدؐ اوراسی قسم کے معظم ومکرم اسامی مین تاویلین کرکے بے تکی تقریرین کرتے ہین کہ اصولا اوسکے کوئی معنے نہین ہوتے۔ اگرچہ اہل تحقیق اوس بے تکی تقریر کو بھی اپنے اصول کے مطابق اچھا جانتا ہے اور اون لوگون کی نسبت وہ کہتا ہے کہ اکثر اہل الجنۃ بلہ[١٥] لیکن خود عارف تام المعرفت ومحقق بلا کسی اصول کے ایک لفظ بھی زبان سے نہین نکالتا ہے۔ مین نے جب اس فصل کو جسمین لفظ اللہ کی تحقیق ہے حضرت مصنفؒ کی اس کتاب مین دیکھا اور اوسکو من اولہ الی آخرہ پڑھ گیا تو ظاہرا مجھ کو یہ دریافت کرکے بہت تعجب ہوا کہ کیا حضرت مصنف بھی مثل ارباب تقلید کے اکثر اہل الجنۃ بلہ کے مصداق ہین کہ جو اونھون نے لفظ اللہ کے حروف مین گڑھی ہوئی تاویلین کرکے بے سمجھے بوجھے لوگون کو لبھانے کے واسطے عقیدتا بیان کردیا ہے مین یہ سوچکر اس فصل کی شرح کرنے سے رک گیا اور ملہم الغیب سے استعانت واستمداد کرتا رہا۔ الحمد للہ کہ میرا وہ فاسد خیال جو حضرت مصنفؒ کی نسبت پیدا ہوگیا تھا جاتا رہا اور اب جہانتک میری سمجھ کفایت کرتی ہے اس فصل کی شرح محققانہ کرتا ہون۔

اسم اللہ کی اصل الالہ جو حضرت مصنفؒ نے لکھکر الف وسطی کو ساقط کرکے اولام اول مین لام ثانی کو ادغام کرکے کلمہ اللہ کو ثابت کیا ہے یہ تو قاعدہ صرفی کی روسے کیا ہے جو متعارف ہے۔ اب اون کی تحقیق یہ ہے کہ لفظ اللہ مین سات حروف مع واو کے ہین اور وہ حروف (اُلْ اَلَ اَ ہٗ وْ) ہین۔ آپ کو اسی کتاب الکھف والرقیم کی اوپر کی عبارتون سے واضح ہوگیا ہے کہ الف ایک ایسا وجود ہے کہ جو دیکھا

[١٥] اکثر اہل جنت سیدھے سادے مین ١٢

نہین جا سکتا ہے اور غیب الغیب مین بلا صورت کے ہے اور غیب الغیب بھی اوسکے
بے مکانیت کا دعویٰ نہین کر سکتا ہے اور محض نقطہ کے انبساط نے الف کو دکھایا ہی
اور نقطہ بھی وہ کہ جس کے حکمہ تو مقرر ہے مگر اوسکے اجزا نہین ہو سکتے یعنی الف حقیقت
مطلقہ ہے کہ جسکے علوے کبریائی کے لیے تشبیہ نہین بلکہ تنزیہ بھی دھبہ ہے تعالیٰ اللہ
عن ذالک علواکبیرا لیکن کوئی اہل ملل اس مرتبہ لامکانی واطلاقی ومنزہ عن القید
والاطلاق مین بھی یہ اعتقاد نہین کر سکتا ہے کہ اللہ حی وعلیم وقدیر ومرید وسمیع وبصیر
وکلیم نہین ہے یعنی ان امہات اسماء سے اپنے کسی طور یا مرتبہ مین خالی تھا یا ہے اور وُہ
اسما کسی آن مین اوس کی ذات سے یا ایک دوسرے سے علٰحدہ تھے یا ہو سکتے ہین اور
یہ امہات اسما مبدا ، ومصدر تمامی اسماء وصفات کے ہین کہ جن سے تنوعات لاتعد
ولاتحصلے ہین اور یہی مرتبہ الوہیت حق ہے جن سے ماضی ومستقبل کو ایک حال مین
الآن کما کان جیسا کہ اوسکی ذات مقتضی ہے مجتمع کر دیا ہے اس طرح پر کہ ایک
دوسرے سے ممتاز نہین ہے اور اگر تنزلات مین دیکھو تو ایک دوسرے سے ممتاز ہو کر
متفرق بھی ہے ورنہ سب حال ہی حال ہے۔ پس اللہ کا ایک نام حی ہے پھر آپ
دیکھتے ہین کہ حیات تمام مخلوقات علی الخصوص انسان کے رگ وپے اور رونگٹے رونگٹے
مین اور ہر ہر صفت مین ساری ہے۔ یعنی بلا اسم حی کے نہ علم ہے نہ ارادہ ہی نہ قدرت
ہے نہ سماعت ہے نہ بصارت ہی اور نہ کلام ہے لیکن اسم حی کا ظہور ہرگز نہوتا اگر اسم حی
اسماء علیم ومرید وقدیر وسمیع وبصیر وکلیم کے اظہار کے لیے دل ودماغ اور کان اور آنکھ
اور زبان وغیرہ صورتین لیکر مجموعی صورت ایک انسان باکیفت وبارو وباجہت کی نہ کرتا
فرق ان اسماء سبعہ انسانیہ اور اسماء سبعہ اللہ مین یہ ہے کہ انسان کے یہ اسماء بہ نسبت
اللہ کے ناتمام ہین اور اسی طرح سے ان اسماء کے ظہور کی حکمت بھی بہ نسبت اللہ کے انسان
مین فرد تر ہے۔ پس لامحالہ جو جو حروف کہ اسم جامع اللہ مین ہین وہ اصولاً وحقیقتاً بلا کسی

تا دیل کے بعینہ اون اسماء سبعہ کے ایک ایک مظہر ہین۔ پس اللہ کا پہلا الف مظہر اسم حی
ہے اور الف کی نسبت اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حیات الف کل حروف مین ساری ہی
اور جب اوسکی حیات کل حروف مین ساری ہے تو لفظ اللہ کے لام اول اور الف ثانی
اور لام ثانی اور الف ثالث اور ہا اور واو مین بھی ساری ہے جس طرح سے حیات
ہر رگ و پے مین ساری ہوتی ہے۔ لہذا الف کے معنی اسم حی کے ہین اور چونکہ اللہ فی نفسہ
حی ہے اور اوس کا ارادہ کرنا بسبب ظہور عالم کے توجہ الی التکوین ہے لہذا ایک صفت
سے متعدد صفتون کا ظہور بمرتبہ تنزل اللہ نے فرمایا کیونکہ ل کا جو دائرہ ہے وہ دائرہ
کونیہ ہے اور جو اوپر کا حصّہ ہے وہ الف ہے۔ الف اور دائرہ کونیہ کے اتصال نے
دو مرتبے یہان پر پیدا کر دیے ہین یعنی الف اول جو بمرتبہ احدیت و حیات ہے اوس سے
لام نے امتیاز حاصل کر کے مرتبہ وحدت و ارادہ اختیار کیا ہے اور پھر دوسرے الف نے
اپنی قدرت کاملہ کا اظہار لام یعنی علم کے اتحاد سے تیسرے مرتبہ مین کیا جسکو واحدیت یا اعیان ثابتہ
کہتے ہین پھر تیسرے الف نے اپنے علم کا اظہار جو فی الباطن واحدیت مین تھا اسکو فی الخارج ہا کیساتھ جو عدم محض تھا
منعکس ہو کر اختیار کیا۔ یہ تکوین عالم انفسی سے فی الخارج عالم آفاقی کی شروع ہوئی اور اس مقام پر نفس نے آفاق
فی الخارج پر نظر کی اور اوس سے کلام فرمایا کہ الست بربکم اور واو یعنی آفاق فی الخارج سے جواب سُنا کہ بلے
تو اسماء سمیع و بصیر و کلیم کا ظہور الف ثالث اور ہا اور واو سے عالم تکوینی مین ہوا اور دائرہ ہا مین ایک
سِرّ یہ ہے کہ بیچ مین سفیدی جو خالی ہے وہ حق کی معیّت ہے اور فی الواقع وہ معیت من جمیع
الوجوہ ہے کہ صورت مین سے کوئی چیز اوس سفیدی نے چھوڑی نہین ہے یہی معنی
ہین ما رأیت شیئا الا و رأیت اللہ فیہ کے پس ہا کا وجود محض اللہ کی معیت کی وجہ سے
ہے اور کچھ نہین۔ پس اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محض اسماء سبعہ حق نے عالم کو
ظاہر و پیدا کیا ہے اور اس مین باعتبار نفس و باعتبار آفاق جو کچھ غیر نظر آتا ہے وہ محض
ان اسماء سبعہ کے تباین و تعدد کی وجہ سے ہے جو حق کے عین ہین اور حق اون کا عین

ہے اور یہ بات کہ امہات سبعہ عین حق ہین اور حق اونکا عین ہے ۵ کے اوپر دا و بارز ہونے سے ظاہر ہوگئی ہے۔ کیونکہ ابجد کی رو سے دا و کے چھ عدد ہین اور حضرت حق مین بھی باستثنا ر دا و کے چھ حضرات ہین اگر اون حضرات کو آپ باعتبار مراتب ستہ کے رکھین جن کا ذکر ہم نے مقدمہ مین قل ہو اللہ کی تفسیر مین کیا ہے تو بھی چھ حضرات ہین اور اگر جہات آفاقی کے لحاظ سے اون کو دیکھیئے تو مشرق و مغرب و جنوب و شمال و تحت و فوق چھ حضرات ہون گے اور اگر جہات انسانی نفسی کے لحاظ سے اون کو دیکھیئے تو یمین و یسار و قدام و خلف و تحت و فوق یہ بھی چھ حضرات ہونگے مقصد اس بیان سے یہ ہے کہ جس پہلو یا جوانب پر آپ نظر کرین گے تو جانتے ہو وہ وجود ہو یا عدم واجب ہو یا ممکن۔ ممکن ہو یا ممتنع۔ اللہ کی الوہیت و اقتدار سے کوئی شے باہر نہ جائے گی اور جب یہ صحیح ہے کہ اللہ کے اسماء وصفات کی کوئی انتہا نہین ہے تو ممکن کے اسماء وصفات کی بھی کوئی انتہا نہین ہوسکتی اور اللہ کی صورت یہی اسماء سبعہ ہین اور مین اوپر بیان کرچکا ہون کہ یہ اسماء سبعہ بلاصورت کے رہ نہین سکتے اور اللہ بے کیف و بے رد و بے جہت و بے صورت یقیناً ہے پس یہ بات محال ہوگی کہ اوس کی صورت قائم نہ کی جاے یا تصور کی جاے۔ اوسی طرح سے یہ بات بھی محال ہوگی کہ اوس کی صورت قائم نہ کی جاے اور تصور کی جاے پس جب اوس بے صورتی مین اسماء سبعہ لازمی طور پر یقیناً ہین تو وہ یعنی اللہ بصورت انسان ضرور بالضرور ہوگا۔

۵ بہر رنگی کہ خواہی جامہ می پوش	من انداز قدرت را می شناسم	

اب کسی صورت کا نہونا اوسکے لیے اسی طرح پر ثابت کیا جائیگا کہ جو صورت دیکھو وہ اللہ کی ہے مگر اوسکے علاوہ اور صورتین بھی ہین لہذا محض وہ پہلی ہی صورت اللہ نہین ہے اور ویسے ہی دوسری صورت اور تیسری صورت برابر صورتین بنالیے چلے جائیے اللہ ختم نہوگا اور نہ اللہ کی کوئی خاص صورت ہوگی اگرچہ ہر صورت

اللہ کی سب ہے ؎

اگر تو دیدہ گلزار ردے اوشوقانع	کہ ردی او جزاین گلزار گلزاری دگر دارد

اور یہ عقیدہ تو غالباً آپ کا ضرور ہوگا کہ اللہ اپنے آپ کو ضرور دیکھتا ہے اور جو اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو من جمیع الوجوہ والصفات دیکھتا ہے اور جب من جمیع الوجوہ والصفات دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو بصورت انسان دیکھتا ہے اور جب بصورت انسان دیکھتا ہے تو اللہ جمیل ویحب الجمال پس لامحالہ اپنے آپ کو اوس صورت پر دیکھتا ہے کہ جس کے ساتھ اوس نے محبت کی ہے۔ محبت ہر شخص کو اپنے ہی ساتھ ہوتی ہے دوسرے کے ساتھ نہین ہوتی مثلاً اگر بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے تو اسوجہ سے کہ وہ اپنا بیٹا ہے اور عورت کے ساتھ اسوجہ سے کہ وہ اپنی عورت ہی پس اللہ نے اپنے آپ کو بروجہ کمال مع اسماء سبعہ کے جو بمحبت ملاحظہ فرمایا وہ تعین محمدی ہے یعنی انسانِ کامل اور یہ ایک ایسا بت کشوف ہوا کہ جو خدا پرستی کی جان ہے ؎ رباعی

سرمد در دین عجب شکستی کردی	ایمان بفدائے چشم مستے کردی
عمر یکہ بآیات واحادیث گذشت	رفتی و نثار بت پرستے کردی

یہ مجاز عین حقیقت ہی اور وہ حقیقت عین مجاز ہے۔ عاشقی معشوقی سے ہے اور معشوقی عاشقی سے ہے عبدیت معبودیت ہی اور معبودیت عبدیت سے ربوبیت مربوبیت اور مربوبیت ربوبیت سے مستی ہوشیاری ہے اور ہوشیاری مستی سے بلکہ بجز عشق کے اور کچھ نہین ہے ؎

اللہ طلبی رو برہ عشق نظامے	العشق ھو اللہ ھو اللہ ھو اللہ

رباعی

سرمد کہ جام عشق مستش کردند	بالا بردند و باز پستش کردند

می خواست خدا پرستی و ہشیاری	ستش کردند و بت پرستش کردند

اسی مقام سے عارف باللہ مصنف گلشن راز کا یہ شعر ہے ؎

کنون نے نیستم در خود کہ ہستم	نہ ہشیارم نہ مخمورم نہ مستم

اور اسی مقام سے حضرت مولانا و مرشدنا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کی یہ غزل ہے ؎

نہ غمخوارم نہ غم دارم نہ دلدارم نہ دل دارم
نہ در خیرم نہ بے خیرم نہ در کارم نہ بے کارم
نہ مجبورم نہ مختارم نہ منصورم نہ عطارم
نہ مخمورم نہ سرشارم نہ بیہوشم نہ ہشیارم
نہ باکس الفتے دارم نہ بر کس شفقتے آرم
نہ خود با ہیچ کس یارم نہ خود از ہیچ بیزارم
نہ در شہرم نہ ویرانہ نہ در مسجد نہ بت خانہ
نہ در بزمم نہ کاشانہ نہ در دارم نہ دیوارم
نہ شیرینم نہ فرہادم نہ قمری ام نہ شمشادم
نہ پابندم نہ آزادم نہ در دامے گرفتارم
نہ مجنونم نہ دیوانہ نہ نادانم نہ فرزانہ
نہ چون شمعم نہ پروانہ نہ گلچینم نہ گلزارم
نباشم بلبل و نے گل نہ ریحانم و نے سنبل
نہ ساغر گیرم و نے مل نہ میخوارم نہ خمارم
نہ بے صبرم نہ تسکینم نہ تلوین و نہ تمکینم
نہ در دنیا نہ در دینم نہ تسبیحم نہ زنارم

تراب از خود ہمہ محوم نہ در سکرم نہ در صحوم	نہ اہل منطق و نحوم نہ از علمائے احبارم

اوراس مقام پر دو قول حضرت مصنف نے صرفی قاعدہ سے لکھے ہین پہلے قول کا مطلب یہ ہو کہ اللہ اوس معبود کا نام رکھا گیا جو مستحق عبادت ہی۔ ہم کو اس معنی پر کچھ اعتراض نہین کیونکہ یہان یعنی حضرات صوفیہ کے نزدیک جاسے مستحق عبادت سمجھو یا جو کچھ سمجھو بجز اللہ کے کوئی شے نہین ہے اور دوسرا قول بعضون کا ہے کہ الہ بمعنی عشق ہے اوراس صورت مین الہ مصدر عشق کا ہوا اس مین بھی ہم کو کچھ تردید کی ضرورت نہین ہے لیکن ان دونون مذہبون مین نسبتًا تفرقہ معلوم ہوتا ہی اوس سے بھی کوئی اندیشہ نہین ہے کہ تفرقہ بھی حق ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ بلا کسی ترکیب و تقسیم کے اللہ اسم جامد غیر مشتق ہے اور یہ قطعی صحیح ہے کہ جس مین نہ تفرقہ ہے اور نہ اللہ کی کوئی ابتدا وانتہا ہے بلکہ فی نفسہ اللہ ہی اللہ ہے اسی مذہب کو حضرت مصنف نے باین دلیل اختیار کیا ہے کہ اللہ قبل تخلیق عالم کے اللہ تھا نہ یہ کہ بعد تخلیق عالم کے اوسنے اپنا یہ نام رکھا ہو کیونکہ تخلیق عالم اوس کا یہ نام اللہ رکھے جانے کے باعث نہین ہوسکتی ہے کہ ان اللہ لغنی عن العالمین اور اسی لیے اللہ اسم ذات ہے بخلاف دیگر اسما اسم رحمن وغیرہ کے جو اپنے معانی و نسبتون سے بلا ظہور مرحوم وغیرہ کے ظاہر نہین ہوسکتے اگرچہ جو شے مرحوم ظاہر ہوگی وہ بھی اسم اللہ مین مندرج ہے خواہ اوسکے علم مین ہو یا نسبتًا اوس کے باطن مین ہو جیسے علیم معلوم کو طلب کرتا ہے اور قدیر و مرید و سمیع و بصیر و کلیم مکون کہے جاتے ہین مگر اسم رحمن اوسی طرح پر تمامی صفات کا جامع ہے جس طرح پر اسم اللہ تمامی ذوات وصفات کا جامع ہے اسی واسطے رحمت کو غضب پر سبقت ہے اور چونکہ اسم رحمن تمامی صفات کا جامع ہے اسلئے اوس کی یہ جامعیت اسم اللہ کی جامعیت سے مناسبت رکھتی ہے لہذا اسم رحمن وہی اسم اللہ ہے یعنی اسم رحمن اللہ کی نظیر ہے اوس چیز کی طرف کہ جسکو عرش مستحق ہے مگر خاص اسم اللہ کی جو ذاتی و

وصفاتی وافعالی جامعیت ہے وہ اوسکے سوا کسی اسم کی نہین ہے پس اللہ ہویت ہر ہویت ہے اور ہنیت ہر ہنیت ہی اور انانیت ہر انانیت ہے اور وہ کسی قید مین مقید نہین ہوسکتا اور منعدم نہین ہوسکتا ہے کہ عدم بھی اوسکے اسمار ممتنع الوجود کا نام ہے پس اللہ وجود و عدم کا جامع ہے۔ اسی لیے اللہ عین وجود و عدم ہے۔ اب عین وجود ہونا تو اظہر من الشمس ہے کہ بجز حق کے کسی شئے کا وجود ہی نہین ہی لیکن عین عدم ہونا اسکو بھی سُن لیجے حکمار کے نزدیک بھی عدم محض محال ہے پس عدم کا وجود بھی وہی وجود ٹھہرے گا جو بظاہر وجود نہو مگر وجود حقیقی سے نسبتاً اوسکا وجود مانا جاے جیسا کہ صاحب مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز نے عدم کی تعریف کی ہے کہ "اعیان ثابتہ را نسبت با وجود خارجی عدم نامند" اب یہ عدم کی تعریف تو ہوگئی لیکن عدم کی حقیقت کا سمجھنا اسکو حضرت مصنف نے ستر دقیق لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اسپر بجز کاملین اولیار اللہ کے کوئی مطلع نہین ہوسکتا ہے یا وہ شخص جو اس مرتبہ کو پہونچا نہو مگر اوسپر یہ دشواری آسان کردی گئی ہو۔ میری سمجھ مین جو کچھ آیا ہے اوسکو اس مقام پر بیان کرتا ہون پہلے صفتاً بیان کرونگا پھر ذاتاً۔ صفتاً یہ ہے کہ حکمار کے نزدیک وجود کی تین قسمین ہین واجب الوجود۔ ممکن الوجود۔ ممتنع الوجود۔ واجب الوجود وہ ہے جو بلا ترتیب اسمار و صفات کے فی نفسہ موجود ہے اور ممکن الوجود وہ ہے جس کو واجب الوجود نے بمناسبت اشکال اسمار متباینہ ظاہر فرمایا ہو قل کل یعمل علی شاکلتہ[1] پس ممکن الوجود بالکل واجب الوجود ہے مگر واجب الوجود بنفسہ ہے اور ممکن الوجود بغیرہ ہے یعنی واجب الوجود بنفسہ کا محتاج ہے اور یہ احتیاج بھی بنفسہ ہی یعنی واجب الوجود نے ممکن الوجود سے کوئی حصہ بسبب اپنے واجب بنفسہ ہونے کے نہین چھوڑا ہے پس ممکن بھی واجب ہی فرق صرف اسقدر ہے کہ واجب الوجود واجب بنفسہ ہے اور

[1] کہو کہ ہر شخص اپنے خاکہ پر عمل کرتا ہے ۱۲

ممکن الوجود واجب لغیرہ ہے۔ اب ممکن الوجود جو واجب لغیرہ ہے اوسمین اور ممتنع الوجود
مین یہ فرق ہے کہ واجب لغیرہ کا ظہور و اظہار بسبب وجود ہونے کے ممکن ہے اور
ممتنع الوجود کا ظہور و اظہار ممکن نہین ہے کیونکہ وہ ممتنع الوجود ہے لیکن اگر ممتنع الوجود
اللہ تعالیٰ کے اسماء مین نہوتا اور اللہ اوسکو ظاہر نہ کرسکتا تو اللہ کے کمال کی جامعیت
و قدرت مین نقص تھا اور یہ محال ہے اور بیان یہ کیفیت ہے کہ واجب الوجود نے اپنے
جنب وجود و ظہور مین ممکن الوجود ہی کے لیے جگہہ نہین چھوڑی پس ممتنع الوجود کے لیے
جگہہ کہان سے آسکتی تھی کہ اوسکا اظہار و ظہور یا وجود قیام امتناع وجود کے کیا جاسکتا
لہذا واجب الوجود نے عالم کو پیدا کیا اور اسمین انسان کو پیدا کیا۔ اور اوسکو ہویت ذاتی
و نظر لاہوتی و تجلی جبروتی سے باوجود عطاے علم کل ہمارے بزاتہ تیرہ و تار و جاہل نادان
بنایا اور حیرت کے وہم مین ڈال کر یہ سجھا دیا اور اس شک و شبہ مین ڈالہ یا کہ میرے سوا
کوئی غیر بھی ہے پس وہ شک حقیقی مین مبتلا ہوکر وہم غیریت مین پھنس گیا اور یہ وہم وہ
ہے جو صفات مین ممتنع الوجود ہے اور اسی وہم سے سارے عالم کا ظہور ہے۔ واہمہ خلاق
ہے پس یہ سب ممتنع الوجود یعنی وہم کی کرتوت ہے جسکو آپ عالم دیکھتے ہین ورنہ بجز
واجب الوجود کے کچھ نہین ہے۔ وہم غیریت بالکل بے بنیاد ہے اسکے اٹھ جانے پر
اللہ ہی اللہ ہے۔ یہ مین نے صفتاً بیان کیا تھا اب ذاتاً بیان کرتا ہون۔ آپ
کہین گے کہ واجب الوجود کا ظلم ہے کہ انسان کو وہم و شک مین مبتلا کرکے احسن تقویم
سے اسفل السافلین مین لا ڈالا۔ اوسکا جواب یہ ہے کہ واجب الوجود نے انسان کو یہ
شرف دیا ہے یعنی اوسکو اپنی صفت تکوینی کا مصدر بنایا ہے ظلم نہین ہے بلکہ فضل
ہے کہ اوسکو اوسکی ذات سے فانی کرکے اپنی ذات مین ملا لیا ہے اور اپنی ہویت
کو اوسکی ہویت اور اپنی اینت کو اسکی اینت اور اپنی انانیت کو اوس کی انانیت کردیا ہی
اور تب اوسکو یہ خطاب دیا ہی کہ انہ کان ظلوما جھولا وہم کے اٹھ جانے پر سیر الی اللہ مین

وصول فی اللہ ہے ؎

وصال این جانگہ رفع خیال است	خیال از پیش برخیزد وصال است

اور وہم کے اٹھ جانے کے لیے حکم ہے کہ واعبد ربک حتے یاتیک الیقین[1] پس انسان کی ذات عدم ٹھہری اور اللہ کی ذات عدم العدم (یعنی وجود) وہ عدم مقابل اس وجود کے ہوا یعنی اللہ ہستی بحت اور انسان نیستی محض پس عدم انسان عدم العدم حق کے مقابل ہوکر خود بھی عدم العدم ہوگیا کوئی فرق باقی نہین رہا پس کوئی متصور نہین مگر اللہ اور کوئی متصور نہین مگر تو بلکہ کوئی متصور نہین مگر اللہ اب اس کے علاوہ اگر انسان اپنی باہر حق کو دیکھتا ہے تو وہ مشرک ہے۔

ہر کہ نادیدہ نام او گوید	مشرک ست وفضول وناہموار
ہر کہ از وے نزد انا الحق سر	او بود از جماعت کفار

یہان خطرۂ غیر عین ضلال اور وہم محض ہے کہ جس کا کہین وجود نہین ہے اور اس کلام سے وہی استفادہ کرے گا جو فنا فی اللہ ہے اور فنا ء الفنا مین اپنے ہی وجود سے اللہ کی تنزیہ وتشبیہ کو ثابت کرتا ہے حضرت مولانا روم نے وصال کے وقت یہ شعر پڑھتے تھے کہ ؎

من ذتن عریان شدم او از خیال	می خرام تا نہایات الوصال

یہ حالت یقین کی ہے اور یہی یقین کا سہام ہے جو ہدف ذات پر پہونچتا ہے اور کبھی خطا نہین کرتا۔ کیونکہ یقین مین خطا نہین ہے۔ اور اس یقین نے وجود و عدم دونون کو زیر پاڈال دیا ہے اور اگر اب بھی تمھاری سمجھ مین نہین آتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ کی الوہیت منقطع نہین ہوتی اور نہ اوس کی احدیت منقسم ہوتی ہے ؎ رباعی

[1] اللہ اپنے رب کی عبادت کر یہان تک کہ تجھ کو یقین آجائے ۱۲

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما ہمچنان در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

ترکیبِ جلالت کا بیان

اعلم ان الجلالة المركبة من ستة احرف وهى (ال ف ل م ى ہ) لان الالف بسائط ثلاثة وهى (ال ف) واللام الاوّل بسائط ثلاثة (ل ام) والالف الثانى مثل الاوّل واللام المتاخر المتقدم والهاء بسائط حرفان۔ الجملة جميعها اربعة عشر حرفا عدد الاحرف النورانية اسقطت منها المكرر فبقى هذه الاحرف (ال ف م ى ہ) وللالف ثلاثة عوالم الغيبى الذى لا يتصور شهادته وظهوره ابدًا والعالم الغيبى برزخى الذى

جاننا چاہیے کہ جلالت حق چھ حرف سے مرکب ہے اور وہ یہ ہین۔ ا۔ ل ف م ی ہ اس لیے کہ الف کے بسائط تین ہین اور وہ ال ف ہین۔ اور لام اول کے بسائط تین ہین ل ا م اور الف ثانی مثل اول ہے اور لام متاخر مثل متقدم ہے اور ہا کے بسائط دو حرف ہین۔ بالجملہ عدد نورانیہ کے کل چودہ حروف ہین اوس سے مکرر ساقط کیے گئے پس یہ حروف باقی رہے ال ف م ی ہ پس الف کے تین عوالم ہین ایک وہ عالم غیبی کہ جس کے لیے شہادت ظہور کبھی تصور نہین کیا جا سکتا۔ دوسرا وہ عالم غیب برزخی کہ جس کی شہادت اور ظہور

يمكن شهادته وظهوره
والعالم الشهادى فهذه ثلاثة
عوالم وليس للموجود والوجود
باسره الا هذه الثلاثة العوالم
الا ترى الى مخرج الالف ابتداءه
الهمزة من غيب الغيب الصدر
الذى لا يتمكن شهادته ابدًا
واوسطه اللام الذى من شق
اللهاة والفم وهو غيب يمكن
ظهوره وشهادته واخره الفاء
الشفوى الذى هو شهادة
محضة فالالف بارز من غيب
الغيب الى الشهادة واللام
محله عالم الغيب وله الولوج
فى عالم غيب الغيب للالهية
التى فى وسطه فكما ان له
الظهور فى عالم الشهادة للميمية
التى فى اخره والفاء
شفوية شهادية عالم ابتدائه
غيب الغيبى عالم انتهائه. فالميم

ممکن ہے اور تیسرا عالم شہادی پس یہ تین
ہی عوالم مین الف کے مخرج کو دیکھو کہ اوسکی
ابتدا ہمزہ ہے (اور اوس کا مخرج) اوس
غیب الصدر سے (ہے) کہ جس کی شہادت
کبھی ممکن نہین ہے اور الف کا اوسط وہ لام
ہے کہ جس کا مخرج کوے کے کنارے
سے لب تک ہے اور وہ غیب ہے اور اوس کا
ظہور و شہادت ممکن ہے اور آخر وہ فاء
شفوی[1] ہے کہ جو شہادت محضہ ہے
پس الف غیب الغیب سے شہادت تک
ظاہر ہے اور لام کا محل عالم غیب ہے اور
اوس کے لیے ولوج[2] ہے عالم غیب الغیب
مین بسبب اوس الفیت کے کہ جو اوسکے
وسط مین ہے جس طرح کہ اوس کے لیے
ظہور ہے عالم شہادت مین بسبب اوس
میمیتہ کے کہ جو اوس کے آخر مین ہے اور
فاے شفوی کا عالم ابتدا شہادت ہے اور
عالم انتہا مرتبہ غیب الغیبی ہے۔ اور
میم شہادی الابتدا غیبی التوسط شہادی الانتہا
ہے اور یار کا اول عالم غیب سے ہے اور

[1] شفوی و شفت و شفاۃ بمعنی لب ۱۲ [2] درآمدن چیزی بچیزی ۱۲

شهادی الابتداء غیبی التوسط
شهادی الانتهاء والیاء اولی من
عالم الغیب وآخره من عالم
غیب الغیب ولیس لها عن محله
مخرج ولا وراءه مرمی فانظر
الی الله الجامع لما خرج من
غیب الغیب الی الغیب وظهر
من الغیب الی الشهادة کالالف
ولما برز من الغیب البرزخی
الی عالم الشهادة کاللام ولما
دخل من عالم الشهادة الی عالم
غیب الغیب کالفاء ولما رجع من
عالم الشهادة الی الغیبة البرزخی ورجع
الی مرکزه فی عالم الشهادة کالمیم
ولما نظر من عالم الغیب الی
غیب الغیب کالیاء ولم یزل
فی عالم الغیب کالهاء فهذه کلها هو
عین ذات الله وهو حقیقة
الالوهیة اذ الالوهیة مرتبة
الحیطة فافهم وانظر ما اعجب

آخر عالم غیب الغیب سے۔ اور ہ کے لیے
اوس کے محل سے مخرج نہین ہے اور نہ
اوس کے علاوہ مرمٰی[له] ہے پس اللہ جامع
کی طرف نظر کر کہ جب غیب الغیب سے
غیب کی طرف اور غیب سے شہادت
کی طرف الف کی طرح ظاہر ہوا اور جبکہ
غیب برزخی سے شہادت کی طرف ظاہر ہوا
جیسے لام اور جب کہ عالم شہادت سے
عالم غیب الغیب کی طرف در آیا جیسے فا
اور جب کہ عالم شہادت سے غیب
برزخی کی طرف داخل ہوا اور اپنے مرکز
کی طرف عالم شہادت مین پلٹا جیسے میم
اور جب کہ عالم غیب سے غیب الغیب
کی طرف اوس نے نظر کی جیسے یا در۔ اور
ہمیشہ سے عالم غیب مین جیسے ہ۔ پس
یہ سب عین ذات الٰہی ہے اور یہی حقیقت
الوہیت ہے اِس لیے کہ الوہیت مرتبہ
حیطہ ہے پس سمجھ اور غور کر کہ اِس اسم
کے امر کا عوالم مین بعض کا بعض مین کیا
تداخل ہے اور کیا عجیب اوس کی ہیئت

له مرمی یعنی جاے فرار ۱۲

لتداخل امر هذا الاسم في العوالم بعضه ببعض ما اعجب هيئته ولو وسعنا الكلام فيه لضاق عنه المجال وليس هذا المختصر محلا لذلك ۔

واعلم ان العالم الذي كنينا عنه بغيب الغيب هو تفصيل كمال الذات الالهية ودركه غير ممكن البتة والعالم الذي كنينا عنه بالغيب البرزخي هو عالم الغيب اللاهوتي المستحق رحمانه انه يسمى بالاسماء الحسنى والعالم الشهادي هو عالم الملك والمعنى بعالم الملك كلما حوله العرش من روح وجسد ومعنى فافهم واعلم ما سر هذه الجمعية التي لاسم الله وكيف ظهر على صورة مسماه ۔

واعلم ان الذات المطلقة لها الاحاطة على الله ولكن الله من الذات له الافضلية عليها

ہے اور اگر ہم کلام وسیع کر دین تو کیا مشکل ہے مگر یہ مختصر محل اوس کے لیے نہین ہے ۔

اور جاننا چاہیے کہ وہ عالم جس سے ہم نے غیب الغیب مراد لیا ہے ذات الہیہ کے کمال کی تفصیل ہے اور اوسکا ادراک بے شک غیر ممکن ہے اور وہ عالم کہ جس سے ہم نے غیب برزخی مراد لیا ہے وہ عالم غیب لاہوتی ہے جو مستحق اپنے اسم رحمن کا ہے اس لیے کہ وہ مسمی باسمار حسنے ہے اور عالم شہادی وہ عالم ملک ہے اور عالم ملک سے مراد وہ ہے کہ جس کو عرش گھیرے ہے روح اور جسد اور معانی سے پس سمجھ اور اسکو جان کہ اس جمعیت کا جو اللہ کے واسطے ہے کیا ستر ہے اور یہ اسم اپنے مسمے کی صورت پر کسطرح ظاہر ہوا ہے ۔

اور جاننا چاہیے کہ ذات مطلقہ کو اللہ پر احاطہ ہے لیکن اللہ کو بذاتہ ذات پر فضلیت ہے اس لیے کہ بہت سے وجوہ ذات سے وہ ہین کہ جو اللہ کے لیے ہین

لان كثيراً من وجوه الذات
ما هي الله وليس لها شيء من
الالوهية وكل وجه من الله
هو الذات بكماله هذا
على تعقل عدم التقسيم بين
الله وبين الذات واياك
ان تخيل انى عددت او قسمت
او عطلت او شبهت او جسمت
انا بريء من هذا التخيل الباطل
بل فهمك قصر عن درك
ما قلته والعياذ بالله ان كنت
فهما وليست لك قابلية
الالوهية وعلمها نعوذ بالله
من ذلك ونستعين به على
ان يسلك بنا فيه
طريقه المستقيم الذى يسلك
هو منه اليه

اور ذات کے لیے کوئی شے الوہیت سے نہین ہے اور ہر وجہ جو اللہ سے ہے ذات ہے بکمالہ۔ یہ بر تعقل عدم تقسیم بین اللہ و بین الذات ہے تو اپنے آپ کو اس خیال کرنے سے بچا کہ مین نے شمار کیا یا تقسیم کیا یا معطل کیا یا مشابہ کیا یا مجسم کیا مین اس تخیل باطل سے بری ہون بلکہ تیری سمجھ خود اون مضامین کے ادراک سے جن کو مین نے بیان کیا ہے قاصر ہے اور مین خدا سے ایسی سمجھ سے پناہ مانگتا ہون اور تیرے لیے قابلیت الوہیت اور اوس الوہیت کے علم کی نہین ہے اور ہم اللہ سے اس کی وجہ سے پناہ مانگتے ہین اور ہم اوس سے اس بات مین مدد چاہتے ہین کہ ہمارے ساتھ اِس مین اوس طریقہ مستقیم پر چلے کہ جو اوس سے اُسی کی طرف چلتا ہے۔

یہ فصل جلالت حق کی بحث متعلق ہے جلالت حق کے لغوی معنی کچھ ہی کیون نہون لیکن حضرت مصنف نے جلالت کے اصطلاحی معنی یہان پر معیت کلی واحاطہ حقیقی حق کے مراد لیے ہین جس کو الوہیت حق کہتے ہین اور اللہ کے حروف کی بساطت مین دکھا کر یہ بات ثابت کی ہے کہ اللہ کی معیت جملہ مراتب ما حوتی

ولاہوتی وجبروتی نفسی مین اور ملکوتی وملکی آفاقی مین بلا حلول وتبعیض کے صمدیت
کے ساتھ یکسان ہے اور اللہ کے جنب وجود مین کوئی شے عالم کی غیریت کا دعوے
کرکے اوس سے باہر نہین ہوسکتی چنانچہ قیامت مین خداوند تعالیٰ فرمائے گا کہ
لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار اس لیے کہ فرمانے والا اور جواب دینے
والا اللہ ہی ہوگا اور اب بھی اگرچہ اللہ ہے مگر اوسنے بسبب تخلیقی توام کے وہم کو
غلبہ دیکر غیریت ممتنع الوجود کو ظاہر کیا ہے اور اوسوقت وہمی غلبہ اٹھ جائیگا
اور سواے اللہ کے دیکھنے والا اور سمجھنے والا کوئی دوسرا نہین ہوگا۔ اور کل مراتب
جن سے کل عوالم ہین وہ بموجب قل ھو اللہ کے چھہ ہین جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے
ہین۔ پس ان مراتب الوہیت کو حضرت مصنف نے اسم اللہ کے حروف کے
بسائط سے ثابت کیا ہے۔ یعنی یہ ثابت کیا ہے کہ جس طرح یہ اللہ کے
حروف ایک دوسرے مین داخل اور متبعض ہوکر اسم اللہ کے احاطہ سے باہر
نہین ہوے ہین اوسی طرح سے اللہ ان عوالم ستہ مین باوجود تداخل وتبعیض
کے متجزی ومتبعض نہین ہوتا ہے اور ہر ذرہ کا عین ہے جیسے ایک بیج بویا جاے
تو اوس سے اکھوا۔ پتی۔ شاخ۔ پھول اور پھل نکلتے ہین یہ سب اوسی ایک بیج کے
بسائط ہین اور وہ بیج درخت کی ہر ہر چیز کا عین ہے یعنی ہر چیز کا وجود عین وجود حق ہے اور
کوئی چیز اپنے وجود کا دعوی جنب وجود حق مین نہین کر سکتی ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا
ہے کہ وہ بیج اوس درخت مین داخل ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بیج اوس
درخت سے خارج ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیج مین تبعض یا تجزی ہوئی ہے
اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بیج ایک ہے دو نہین ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ
وہ بیج دو ہونے سے اپنی یکتائی مین ایک نہین رہا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ
کل صورتین بیج کی نہین ہین اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انمین سے کوئی صورت بیج ہے

سورۂ مومن ع۲ ملک کس کا ہے اللہ واحد قہار کا ۱۲

پتی پتی سب پھول پھول سے پھل پھل ہے اور اوس پھل مین وہی ایک بیج سیکڑون ہوکر موجود ہے مگر ہر بیج وہ بیج نہین ہے کیونکہ ان مین سے کوئی بویا نہین گیا ہے اور اگر ہر بیج کا جو اوس ایک بیج نے پیدا کیا ہے تعہد کرین یعنی برابر بوتے چلے جائین تو اوس کی تفصیل کی کوئی حد و انتہا نہین ہے اور اوسکے تفکر سے خیال کا جگر شق ہوتا ہے یہ مین نے آفاق کی مثال دی ہے جس کا ایک حصہ بسبب جامعیت انسانی کے ہر نفس مین بھی موجود ہے کہ جسکو نطفہ کہتے ہین مگر نفس آفاق سے اعلی ہے اوس مین ان محسوسات سے اور زیادہ باتین ہین کہ جس سے وہ مع اپنے جسم کے آفاق کی روح ہے اس لیے کہ حق تعالی نے نفس کے لیے فرمایا ہے کہ نفخت فیہ من روحی اور آفاق کے لیے یہ نہین فرمایا ہے بلکہ آفاق کے لیے جناب باری نے فرمایا ہے کہ ھو الذی سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض الآیہ۔ خدا کا فرمانا برحق ہے جس کے یقین کے لیے ہمارا مشاہدہ کافی ہے کہ اگر ہم محض آفاق سے بنے ہوتے اور انھین مادیات سے ہمارا وجود ہوا ہوتا تو آفاق بھی ہماری طرح مدرک ہوتا اور کلام کرتا لیکن ہم دیکھتے ہین کہ آفاق کی کوئی شے مدرک نہین ہے اور نہ متکلم بلکہ ہم آفاق کی چیزین لیکر حکمتین نکالتے ہین اور جہان پر چاہتے ہین اوس حکمت سے تصرف کرتے ہین اور آفاق ہمارے تصرف مین دم نہین مارتا۔ آفاق مرکب ہے انوار و عناصر سے اور اوسی سے موالید ثلاثہ آفاق ہین کوئی بھی ان مین سے مدرک نہین ہے اگر ہم مین آفاق کی ان چیزون کے ترکب سے ادراک ہوتا تو ان مین ضرور ہوتا۔ شے اپنے نفس سے غائب نہین ہوتی جو چیز کہ ان عناصر مین نہین ہے وہ ان کے ترکب سے ہم مین کیسے آسکتی ہے۔ اگر کہیے کہ عناصر مین فرداً فرداً ادراک نہین ہے لیکن اون کے ترکیب سے بالاجمال والمجموع انسان مین ادراک پیدا ہوگیا ہے جیسے ایک نسخہ ہوتا ہے کہ اوس مین حار رطب حار یابس اور بارد رطب بارد یابس اجزا

ہوتے ہین توان اجزا کا ایک اعتدالی مزاج پیدا ہو جاتا ہے جو اون ادویہ مین سے
کسی مین نہین ہے۔ انسان مین اسی ترکیب کیمیاوی سے باوجود عناصر مین نہونیکے
ادراک پیدا ہوگیا ہے۔ یہ دلیل قابل تسلیم کے نہین ہے کیونکہ اوس نسخہ کے ادویہ
مین ایک ایک مزاج تھا اوس کی ترکیب سے اون ادویہ کے متباین ایک مزاج اعتدالی
پیدا ہوا وہ بھی محسوس چیز ہے جس کا احساس بیمار کی طبیعت کرتی ہے۔ آپ عالم مین
کوئی شے ایسی نہین پائیے گا کہ چار محسوس چیزین ملائی جائین اور اون کا مزاج
غیر محسوس پیدا ہو جیسے ادراک ہے۔ بہر حال جو حق نے نفخت فیہ من روحی فرمایا
ہے یہ اوس انسان کے واسطے بھی غیر مدرک ہے کہ جسمین وہ ادراک ہے۔ اب ہم نفسی
مثال بتلاتے ہین۔ آپ جانتے ہین اور دیکھتے ہین کہ انسان کا بچہ جب پیدا ہوتا ہے
تو کچھ نہین جانتا ہے۔ پیدا ہوتے ہی آپ ہی آپ اوسکو ایک خواہش دودھ کی پیدا
ہوتی ہے اوسکا تقاضا یہ ہے کہ وہ رونے لگتا ہے اور اسی کا تقاضا یہ ہے کہ مان
کی پستانون مین دودھ اوتر آتا ہے اور وہ بچہ کو دودھ دیتی ہے اور اسی کا تقاضا
یہ ہے کہ جب دودھ کم ہو جاتا ہے تو اوس کے بڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جب
دودھ مین کوئی نقص بدپرہیزی کی وجہ سے آجاتا ہے تو مان خود پرہیز کرتی
ہے اب اسی ایک سلسلہ مین لاکھون چیزین عالم مین ہوگئین کہ جن کی موجودگی کی
ضرورت ہے۔ اسے پیچھے مین توحید آفاقی مین آگیا جسکو مین بیان کر چکا تھا لہذا مین
اسکو یہین سے چھوڑے دیتا ہون اور توحید نفسی کو بیان کرتا ہون کہ جو اوس بچہ
کی خواہش تھی اور ادراک سے متعلق تھی اب آپ کو سوچنا چاہیے کہ خواہش کیا چیز ہے
اور کہان سے آئی اور کیون آئی۔ خواہش کیا چیز ہے؟ خواہش ایک نسبت بے کیف
بے رد و بے جہت ہے جسکا نہ مکان معلوم ہے اور نہ مرکز۔ خواہش کہان سے آئی؟
آپ ہی مین سے آئی اور طرفہ یہ ہے کہ آپ خود نہین جانتے کہ ہم مین کہان سے آئی

خواہش کیون آئی؟ دودھ کے ساتھ محبت ہونے کے لیے اور اُس عالم کو جو دودھ کے لوازمات مین پیدا کرنے کے لیے۔ اسی واسطے حدیث قدسی مین جناب باری نے فرمایا ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اب لاکھون خواہشین آپ مین اسی بے رنگی و بے کیفی سے پیدا ہوتی رہتی ہین اور ہر خواہش کے سلسلہ مین ایک ایک عالم پیدا ہوتا ہے اسی واسطے خداوند تعالی نے فرمایا کہ کل[1] یوم ھو فی شان۔ آپ اگر ہزارون برس زندہ رہین۔ نت نئے مضامین آپ سے بے کیف و بے رو و بے جہت پیدا ہوتے رہین گے اور آپ کو یہ خبر نہین کہ مدرکات آپ مین کہان ہین اور کیا ہین اور کب کب ظاہر ہوتے رہین گے مگر آپ یہ یقینا جانتے ہین کہ یہ مدرکات کبھی چُک نہین سکتے۔ آپ کی خواہش کا نام پہلے شئیت سے اوسکے بعد ارادہ ہی اوسکے بعد خیال ہے اگر تدبر کے ساتھ ہے تو تعقل ہے اور اگر محبت کے ساتھ ہے تو دیوانگی و عشق ہے۔ اوسکے بعد کلام ہے کہ جو کوتے اور لب اور زبان اور منھ یعنی ہونٹھون سے ظاہر ہوتا ہے اور آفاق کا ایک حصہ لیکر جو آپ کی جامعیت کا تقاضا ہے وہ کلام ایک صورت پکڑتا ہے کہ جو فی الواقع صورت نہ تھی تو نفس کی کوئی صورت نہین ہے اور نفس کا ادراک کوئی مادہ نہین ہے اور روحانیت انسانی کسی مادہ سے مخلوق نہین ہے بلکہ بے صورتی اور بے کیفی اور بے جہتی جب آفاق سے تلبس کرتی ہے تب اوسکی ایک صورت ہوجاتی ہے۔ اور جب تک وہ آفاقی صورت اپنا مادی اثر اوسپر رکھتی ہے اوسوقت تک وہ صورت صورت رہتی ہے ورنہ جس وقت آپ نے کلام کیا تو کلام کر چکنے کے بعد ہی وہ معانی اپنی بے صورتی پر فوراً آجاتے ہین پس معانی یعنی نفس یا حقیقت کی معیت جملہ اجسام نورانی و ظلمانی کے ساتھ اوسیطرح ہے

[1] وہ ہر وقت نئی شان مین ہی ۱۲

بلا تجزی و تبعض ہے جیسے کہ اوس کی خواہش سے کلام ہوا ہے۔ اور یہ تو دیکھیے کہ کلام جسکو آپ صورت کہتے ہین وہ ہمہ تن وہی معانی ہین اور صورت مین سے کوئی شئے بتقاضائے صورت اوس مین نہین ہے پس اسی طرح پر حق کی معیت ہر ذرہ کے ساتھ ہے اور حق اس سے بری ہے وہ ذرہ عین حق نہین ہے لیکن حق عین ذرہ ہے پس جلال حق کے معنی یہ ہین کہ کوئی ذرہ اُسکے وجود سے باہر نکلے نہین تو جلالت حقیقی نہین ہے ؎

غیرتش غیر در جہان نگذاشت	لاجرم عین جملہ اشیا شد

اور اسی کو الوہیت حق کہتے ہین اور اسی مضمون کے متعلق حافظ شیرازی کا یہ شعر ہے ؎

منزل حافظ کنون بارگہ کبریاست	دلبر دلدار رفت جانبر جانانہ شد

مین نے جس طرح پر نفسی و آفاقی معیت حق کی بیان کی ہے اوسی طرح پر حضرت مصنفؒ نے لفظ اللہ کے حروف مین نفس و آفاق بیان کیا ہے جو حروف کے بسائط لکھے ہین وہ آفاق ہے اور نفس حروف نفس ہے آفاق کو عالم شہادت کہتے ہین اور نفس کو عالم غیب یعنی عالم غیب برزخی کہتے ہین اور چونکہ اس نفس کے ساتھ جہان نفس کو خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے نفخت فیہ من روحی وہان اپنی ذات کو بتایا ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید پس یہ ذات پاک غیب الغیب ہے جو محسوس ہے وہ عالم شہادت ہی اور جو محسوس نہین ہے مگر کسی نہج سے محسوس ہوسکتا ہے وہ عالم غیب برزخی ہے اور جو ہرگز ہرگز محسوس نہین ہوسکتا ہے وہ عالم غیب الغیب ہے مگر حق اپنے آپ کو غیب الغیب مین بھی جانتا ہے اور ثابت ہوچکا ہے کہ ان ہر سہ عوالم مین سوائے حق کے دوسری چیز ہو نہین سکتی ہے اور انسان کو خداوند تعالیٰ نے اپنی صورت پر بنایا ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ

یہ حدیث ہمارے یہان بھی ہے اور انجیل مین بھی ہے اور اسی وجہ سے آدم کا سجدہ ملائکہ سے کرایا گیا اور شیطان نے جو سجدہ نہین کیا وہ ملعون ہوا پس یہ ہر سہ عوالم بسبب جامعیت انسانی کے انسان مین من کل الوجوہ موجود ہین اور اسی واسطے خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ انا[1] عرضنا الامانۃ علے السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا۔ اللہ کی سمائی اللہ ہی مین ہوسکتی ہے دوسرے مین نہین ہوسکتی انسان بعینہ اسم آخر جناب باری ہے یہ آخریت کے غلبہ مین احسن تقویم سے اسفل السافلین مین آگرا ہے اور وہ اسفل السافلین کیا ہی محض وہم غیریت جسکا وجود ممتنع ہے اور یہ حق مطلق کی قادریت کا کمال ہی کہ اوسنے اس غیریت ممتنع الوجود کو بذریعہ انسان کے اس طرح پر ظاہر کردیا ہے پس انسانی لباس مین یعنی اسم آخر مین تبقاضائے کمال جامعیت حق ہی نے ظہور کیا ہے جسکو تم انسان کہتے ہو ؎

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے سامان سے یہی

یہ جو صورت ہے تری صورت جانان ہے یہی

اب جاننا چاہیے کہ لفظ اللہ مین چودہ حروف نورانی ہین۔ اَلِفْ لَام لَام ہٰ۔ مِیْم یٰ۔ اَلِفْ۔ ہٰ۔ جن مین سے مکرر حروف نکالکر یہ حروف باقی رہتے ہین۔ اَلِفْ مِیْم ہٰ۔ یعنی لفظ اللہ مین حرف الف کا انبساط لیا جائے تو یہ حروف ہین ال ف۔ اور لام کا انبساط لیا جائے تو یہ حروف ہین۔ ل ا م۔ اب لام کے ان حروف مین لام اور الف کا انبساط اوپر آچکا ہے اون کو چھوڑکر میم کا انبساط لیا جاوے تو حروف نوری م ی م ہین اب انمین میم کا انبساط معلوم ہوچکا ہی

---

[1] ہم نے دکھائی امانت آسمانون کو اور زمینون کو اور پہاڑون کو پس سب نے قبول نہ کیا کہ اوٹھاوین اوس کو اور اوس سے ڈرگئے اور انسان نے اوس کو اٹھالیا یہ ہے بڑا بے ترس جہل والا ۱۲

اوسکو چھوڑکری کا انبساط لیا جاے تو حروف نوری۔ ی ا ہین۔ اب الف کی فا کا انبساط لیا جاے تو یہ حروف ہین ف ا۔ اب اللہ کے ہا کے انبساط کی ضرورت نہین ہے کیونکہ الف اللہ کا ہ کے رگ وپے مین ساری وطاری ہے یعنی اوس کو بلا انبساط کے ہا الف کے ساتھ بولتے ہین اب ان چودہ حروف نورانیہ سے جنسے کلام مجید مین تعبیر اللہ نور السموات والارض ہے یکجنس حروف کو نکال ڈالو تو یہ چھہ حروف باقی رہتے ہین۔ ال ف م ی ہ۔ الف جسطرح پر بلا حلول و اتحاد و تبعیض کے ان چودہ حروف مین ساری وطاری ہے اوسی طرح پر ان چھہ حروف مین بلا حلول و اتحاد و تبعیض کے ساری وطاری ہے بلکہ کل حروف کا عین ہے اوسیطرح پر اللہ کل مراتب ستہ کا جسمین عوالم بھی داخل ہین عین ہے یعنی کل مراتب و مخلوقات مین اللہ ہی اللہ ہے اور تنزیہ و تشبیہ مین بجز اللہ کے کچھ نہین ہے ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم کے یہی معنی ہین۔ جب ہا الف یعنی اللہ کے ساتھ متحد ہے تب انسان کامل آئینہ دل اللہ مین اپنے آپکو بلا تفرقہ بعینہ دیکھتا ہے یہ قرآن ہے

متحد بودیم باشاہ وجود		نام غیریت بکلی محو بود	

یہ اسم اول ہے اور جب ہ متحد علحدہ ہے یہ فرقان ہے تب اللہ تعالی اپنے آپ کو آئینہ ذات وصفات سالک مین بلا تفرقہ و بعینہ دیکھتا ہے۔ کیونکہ ہ مین نقطہ سفید منزہ عن التعین ہے اور معیت حق ہے یہ اسم آخر ہے اور جب حروف نورانیہ لفظ اللہ کے چودہ ہوگئے تو یہ اسم ظاہر ہے مع تفصیل کے اور جب حروف یکجنس کو نکالکر جو چھہ حروف باقی رہتے ہین وہ لیے جائین تو یہ اسم باطن ہے پس ثابت ہے کہ وہی اول آخر ہے اور وہی آخر اول ہے اور وہی ظاہر باطن ہے اور وہی باطن ظاہر ہے اور یہ سب الآن کما کان ہے حرف ہ سے مراد انسان مع نفس

وآفاق سے ہے جس کی ذات اللہ ہے۔ گہے این آن گہے آن این مثلاً چاہے کو
نی نفسہا دل کہیے اور چاہے دماغ اور چاہے دماغ کو فی نفسہ دل کہیے اور کو دماغ
یہ دونون لازم وملزوم ہین جو خطرہ دل کا ہے وہی خیال دماغ کا ہے اور جو
خیال دماغ کا ہے وہی خطرہ دل کا ہی۔ اللہ کے لیے آئینہ ذات وصفات انسان
مین بمناسبت تعین مثل کے اپنے آپ کو ملاحظہ کرنا کچھ دشوار نہین ہے۔ اور
ہر آن ایسا ہوتا ہی رہتا ہے اور اسی کو عالم کہتے ہین صرف انسان کو اس بات
کا پورا علم دیدینا ہے اور یہ پورا علم اوسوقت حاصل ہوگا کہ جب خیال غیریت کا وہی
پردہ اُٹھ جاے ؎

ما وشما در خیال ما وشما بودہ ایم	پردہ ما وشما پردہ ما وشما

البتہ سالک کے لیے اپنے آپ کو آئینۂ حق مین دیکھنا بہت مشکل ہی اسکے لیے
جاذبۂ حق درکار ہے جو اختیاری نہین ہے اگرچہ جاذبہ جامعیت انسان مین ودیعت
ہے لیکن اوس ودیعت کو اپنے سے نکالکر کام لینا مشکل ہے۔ اور آسان بھی ہے
کیونکہ وجدانی ہے ؎

لیک باید کہ کارفرمائی	ورنہ خون خوردن دلت بچہ کار

کارفرمانا یہ نہین ہے کہ علاوہ فرائض وواجبات کے جن کا حکم ہے اور نوافل و
وظائف کا اضافہ کردیا جاے بلکہ کارفرمانا رجوع الی الحقیقت بالمحبت ہی۔ اگرچہ
یہ سب اعمال بھی اچھے ہین مگر مطلوب حقیقی کی یافت کے لیے سب بندھن ہین
کیا آپ کو معلوم نہین ہے کہ کس طرح بربار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس
نماز فرضی کے کم کرانے کو جس سے بڑھکر کوئی عبادت نہین ہے بمشورۂ حضرت
موسیٰ علیہ السلام معراج شریف مین جناب باری کے حضور مین واپس تشریف
لے گئے تھے اگر مقصود اصلی نماز ہی ہوتی تو معشوق حقیقی سے علٰحدہ کرانا اور اوس سے

اتحاد کو کم کرانا پیغمبر کا کام نہین ہے بلکہ مقصود اصلی یہ تھا کہ جس قدر اس تفرقہ کی نماز مین کمی ہوگی اوسی قدر صلوٰۃ دائمون کے لیے جسکو رجوع الی الحقیقت والمبدا کہتے ہین فرصت ملیگی ۔

پنج وقت آمد نماز ذوفنون	عاشقان را شد صلوٰۃٌ دائمون	

اس سے یہ مطلب نہین ہے کہ نعوذ باللہ نماز اعلیٰ عبادت نہین ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ سالک کو ان عبادات عادتی مین پڑکر ٹھہر نجانا چاہیے تاکہ مقصد عالی سے جو وصول الی اللہ ہے محروم نہو۔ ان الصّلوٰۃ تنہٰی عن الفحشاء والمنکر۔ یہ نماز کا فائدہ کلام مجید مین جناب باری نے بیان فرمایا ہے ولذکر اللہ اکبر لیکن اللہ کا ذکر اکبر ہے کہ جس کی جزا خود اللہ ہے فاذکرونی اذکرکم ہم نماز کی عظمت وجبروت کا ذکر آئندہ معراج شریف مین کرینگے۔ چونکہ اس مقام پر الف اللہ کا سریان حروف نورانی مین بلا حلول واتحاد کے عینیت کے ساتھ بیان ہوچکا ہے لہذا بقیہ حروف ظلمانی کے بیان کرنے کی ضرورت حضرت مصنف کو نہ تھی کیونکہ اونمین بھی اسی طرح الف کا سریان عینیت کے ساتھ ہے دوسرے یہ کہ وہ ظلمانی ہین اونکا ظلمت وگمنامی مین ہی رہنا عدل وانصاف ہی وہ اپنی ظلمت مین اللہ کے فیض رحمانی سے اوسی طرح پر استفادہ کرتے ہین جس طرح پر نورانی لیکن حروف نورانیہ مین تخصیص یہ ہی کہ یہ حروف نورانیہ اپنے آپ کو بسبب فیض رحیمی کے اوسیطرح پر آئینہ حق مین متحد ہوکر دیکھ سکتے ہین جس طرح پر خود اللہ اپنے آپ کو آئینہ انسان مین متجسد ہوکر بلا تجسد کے بنا سمت تعینات ملاحظہ فرماتا ہے اور اس ملاحظہ فرمانے کو عالم کہتے ہین یہ انسان کو اوس وقت معلوم ہوتا ہے کہ جب جاذبہ حق انسان کو اپنے اسم آخر سے اسم اول کی طرف لے لیتا ہے یعنی اسم ظاہر پر اسم باطن کو غلبہ دیدیتا ہے تاکہ انسان اسماء حق اول وآخر

وظاہر و باطن سے مستفید ہوکر مقام الوہیت حاصل کرے جو مقام محمود ہے اور تخلیق سے لطف اُٹھائے کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلاً اب ہم یہان سے معراج شریف کا حال بیان کرتے ہین جسکا وعدہ ہم کئی جگہہ کر چکے ہین اور اس موقع پر اسکا محل اسوجہ سے ہی کہ معراج شریف سرِ الوہیت اور سرِ جلالت حق ہی۔

معراج شریف کا بیان

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیر فقط اور علمائِ ظاہر کے نزدیک صرف یہی ایک آیۃ کلام مجید مین ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف کی تصدیق حضرت حق نے فرمائی ہے اور حضرات صوفیہ کے مشاہدہ و عرفان مین علاوہ اس آیت کے پوری سورہ والنجم بھی اسی معراج شریف کی تصدیق کرتی ہے اور یہ آیت معراج شریف کا اجمال ہے اور سورہ والنجم اوس کی تفصیل ہے جسقدر کہ والنجم مین مفصلاً ہے وہ اس آیت مین اجمالاً بیان ہوگیا جیساکہ بارِ بسملہ کے نقطہ کی تفصیل کونین ہے۔ اگر والنجم کو نہ لیجیے تو بھی صرف اسی آیت مین اُن کل مراتب کی تصدیق ہوجاتی ہے جو تفصیلا والنجم مین بیان کیے گئے ہین۔ اور نقطہ بارِ بسملہ کو کونین مین نے اسواسطے کہاکہ اوسی نقطہ کو بلکہ اوس الف کو جو بسم اللہ مین ب کے بعد غائب ہوگیا ہے بجاے پوری بسم اللہ کے اجمالاً حضرت مصنف نے اوپر بحوالہ حدیث بیان کیا ہے یعنی اوس الف کو الرحمٰن علی العرش استوی ثابت کیا ہے اور اللہ کے تین مراتب نفسی یعنی اللہ رحمٰن رحیم بسم اللہ مین لکھے ہین۔ اور اوسی طرح پر مین نے بھی ابتداے کتاب مین بسم اللہ کو

اجمال اور سورۂ الحمد کو اون تین مراتب کے لحاظ سے بسم اللہ کی تفصیل لکھا ہی اور
پھر الحمد کو اجمال مانا ہے اور پورے کلام مجید کو اوسکی تفصیل لکھا ہے اور پھر الٓمٓ
کو حروف مقطعات مین اجمال مانا ہے اور پورے کلام مجید کو لفظ ناس پر ختم کیا ہی
جسمین ن بجاے نقطۂ بار کے ہے اور الف فی نفسہ الف ہے اور س مراتب
ستہ کو حاوی ہے - اب یہ مع نفس و آفاق کے کونین ہو گیا - اس مین ن کو احدیت
سمجھیے اور الف کو وحدت جسکو باعتبار غائب ہونے کے احدیت پر فوقیت ہے
اور س کو واحدیت یا یون کہیے کہ س ناسوت ہے اور الف جبروت ہے اور ن
لاہوت ہے اور چونکہ یہ تینون مراتب مراتب ستہ حق ہین لہذا انسان کامل جب کہ
مین ناسوت مین ہے یعنی مقام نسیان مین اپنے آپ کو بہولے ہوے ہی - مقام
الوہیت مین اللہ کی صورت پر ہے اور یہی انسان مراتب تنزلات مین اسم آخر
ہے اور مراتب رجوعی مین بھی ناس الٓمٓ ہے چونکہ الٓمٓ شروع کلام مجید مین تین
مراتب کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور دیگر حروف مقطعات مین اسی الٓمٓ کا انبساط ہے
لہذا یہ الٓمٓ اصل ہے اور یہ کتاب جو الٓمٓ سے شروع ہوئی ہی اور ناس پر ختم ہوئی
ہے مرتبہ الوہیت کا وجہ ہے اور یہی اسم رحمن ہے جو عرش پر مستوی ہے - اور
عرش کل مخلوقات پر محتوی ہے مستوی اور محتوی ہونے کے معنی یہ ہین کہ جس شے
پر مستوی ہو اوس شے کا وجود ذاتاً وصفاتاً باقی نرہے بجز استوی کے اور سیطرح
جس شے پر محتوی ہو اوسکا وجود ہی بجز احاطہ کے باقی نرہے جیسے دائرہ کا وجود
بجز محیط کے کچھ نہین ہے پس وجہ حقیقی سواے کتاب محمدؐ ہی یعنی چہرہ محمدیؐ کے
جو اسم آخر مین بسبب کمال کے مراتب ستہ الوہیت کو شامل ہے دوسرا نہین ہے
اسیواسطے جناب باری نے فرمایا کہ الٓمٓ ذٰلِکَ الکتاب لاریب فیہ تو یہ کتاب
قرآن و فرقان ایسی صورت مین اسم آخر جناب باری ہے اور چہرۂ نبوی وجہ اللہ ہے

جو اسم اول ہے اب تین مراتب جو حضرت مصنف نے بیان کیے ہین یعنی غیب الغیب غیب برزخی اور عالم شہادت وہ صرف رسول اللہ کے وجہ سے حاصل ہین۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عبودیت مین یہ منصب حاصل ہے کہ آپ الوہیت کا دعوی کرین مگر الوہیت کا دعوی آپ اسواسطے نہین کرتے ہین کہ عبودیت ہی تو عین الوہیت ہے اگر آپ الوہیت کا دعوی فرمائین تو عبودیت ظاہرہ اوس سے نکل جاے اور الوہیت ہی فوت ہو جاے وھو القاھر فوق عبادہ اب ہم پہلے آیت سُبحان الّذی اسری کے وہ معانی اُردو مین لکھتے ہین جو مولوی عبد القادر صاحب دہلوی نے لکھے ہین جن کا ترجمہ سادہ و بامحاورہ ہے اور جس کی نسبت کتابت کے وقت میرے بھانجے محمد عالم سلمہ نے یہ تعریف کی تھی کہ اگر کلام مجید اُردو مین ہوتا تو یہی عبارت ہوتی جو مولوی صاحب دہلوی نے لکھی ہے۔ مجھکو ترجمہ کی عمدگی سے اختلاف نہین ہے لیکن اس سے اختلاف ہے کہ حضرت حق کے کلام پاک کی جو عربی زبان مین ہے کسی دوسری زبان مین بھی سمائی ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر حضرت حق خود ہی اوسکا ترجمہ اُردو زبان مین کرتا تو وہ ترجمہ مثل عربی کے ہوتا اب اوسکے فہمی ترجمہ کے لیے اُردو الفاظ مین گنجائش نہین ہے مولوی صاحب نے جو ترجمہ تحریر فرمایا ہے اوس کی عمدگی اُن اردو الفاظ کی وجہ سے نہین ہی بلکہ عرفانی واردات قلبی جو اون پر ہوے ہین اون سے بعض بعض جگہہ اون کو استفادہ ہوا ہی اور اوس کی وجہ سے وہ الفاظ کے لغوی معنی پر چلے گئے ہین اور اوسکا ترجمہ ٹھیٹھ ہندی (اُردو) مین کیا ہے اور اس واسطے اوسکا ترجمہ بہت عمدہ و مرغوب و پسندیدہ ہے اس بیان کرنے سے میرا مطلب یہ ہی کہ کلام مجید کے معانی بجز انسان کامل و عارف تام المعرفت کے جسکو مقام الوہیت حاصل ہو دوسرا کوئی نہین سمجھ سکتا ہے کیونکہ اللہ کی سمائی بجز قلب انسان کامل کے کسی شے مین نہین ہے۔ اور علماء ظاہر اگرچہ لغوی و اصطلاحی

معنی جانتے ہین مگر اون مطالب کو نہین پہونچ سکتے ہین تا وقتیکہ وہ بھی عارف تام المعرفت نہون۔ مجھکو بجاذبہ ایزدی معراج شریف کے واقعہ کا مشاہدہ اپنے رجوعی سیر الی اللہ مین عرصہ ہوا کہ ہوا تھا اوسی بنا پر مین یہ وعدہ کرتا چلا آتا تھا کہ معراج شریف کا حال لکھونگا۔ اس آیہ کریمہ کا ترجمہ مولوی صاحب دہلوی نے یہ کیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتی رات ادب والی مسجد سے

اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا

پرلی مسجد تک جسمین ہم نے خوبیان رکھی ہین کہ دکھاوین کچھ اسکو اپنی قدرت کے نمونے

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

وہی ہے سنتا دیکھتا

معراج اوس کو کہتے ہین کہ سیر رجوعی اسم آخر اللہ کی دائرۂ عروج سے اسم اول کی طرف اور ایسی حالت مین وہی اسم آخر اسم اول ہو جاتا ہے اور اسکو دنی بلکہ اوادنیٰ کہتے ہین اس حالت مین ہستی سالک یعنی اسم آخر کی فانی ہو کر حقیقت مین مندرج ہو جاتی ہے اور اسی کو حضرت مصنف نے ولوج لکھا ہے جسکے لغوی معنی حضرت مترجم نے در آمدن چیزے بچیزے لکھے ہین اور اوسکا مشاہدہ محض جاگنے مین بذریعہ آواز سرمدی کے ہوتا ہے جو سالک کے دل و دماغ مین ودیعت ہے اور سالک کی ہستی ناسوتی یعنی بشری کو فانی کر کے اوسکی ہستی روحانیت مین بشکل ماہتاب تابان کے قائم کر دیتی ہے اور وہ صورت سرمدی مثل گھنٹہ کی آواز اور کھیون کی آواز اور جھینگر کی آواز کے ہوتی ہے اسی کو لسان الغیب مولانا حافظ شیرازی نے لکھا ہے کہ ع۔ جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

اور نزول وحی مین منقول ہو کہ جب وحی کلام پاک کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو ہوتی تھی تو آپکو کھیون کی سی بھنبھناہٹ معلوم ہوتی تھی اور قیامت کبریٰ مین
اسی کو صور اسرافیل کہین گے کہ جس سے آفاق یعنی جملہ عالم کی ہستی فانی ہوجائے گی
اوسی طرح سے قیامت صغرائ انفسی مین جس کو بفحواے موتوا قبل ان تموتوا کے
موت اختیاری کہتے ہین ہستی سالک جو نمود بے بود ہے فانی ہوجاتی ہے اوس وقت
جناب باری فرماتا ہے کہ لمن الملک الیوم اور پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ للہ الواحد
القہار پس اس صوت سرمدی کی وجہ سے روح جسم عنصری سے نکلکر بصورت ماہتاب
سالک کی بائین جانب عالم شہادت سے عالم غیب برزخی مین عروج کرتی ہوی عالم جبروت
و عالم لاہوت و عالم ہاہوت مین پہونچ جاتی ہے عالم برزخی مین اوس کی صورت مثل ماہتاب کے تابان
ہوتی ہے اور عالم جبروت مین اوسکی تابش کم ہوجاتی ہے کیونکہ آفتاب حقیقی کی تابش
کے مقابلہ مین اوس کی روشنی مدھم پڑجاتی ہے لیکن روح کا رجوع الی الحقیقت
رُک نہین جاتا ہے اور چلتے چلتے آخر مین جب آفتاب حقیقی خط استوا پر آتا ہے
تو ماہتاب بالکل نظر نہین آتا ہے اگرچہ اوسکا وجود معقولی ہوتا ہے اسیطرح پر لاہوت
مین ماہتاب روحی کا تشکل غائب ہوجاتا ہے کہ جس کا راستہ سیر رجوعی کی قوس
من النفس یعنی انسان کے جسم مین سر کی مانگ ہے اور یہی صراط مستقیم ہے جسکی الحمد مین ہدایت ہو اور جبکہ ماہتاب
غایب ہوجاتا ہو تو اوسکو دنی کہتے ہین اور جب دنی کا علم بھی غائب ہوجاتا ہو تو او ادنی ہوتا ہے یعنی
ظلوم و جہول ہو کر اوس مین احدیت پیدا ہوجاتی ہو اور مادہ کی تخلیق ہوتی ہے نفس کی حیثیت سے حاملہ ہوجاتا
ہے اور آفاق کی حیثیت سے ظلوم ہوجاتا ہو یعنی انفس کی حیثیت سے عورت ہوجاتا ہے اور آفاق کی حیثیت سے
ماہتاب ہوجاتا ہے نفس کی حیثیت سے جب شعاع علم حکمتی ہو تو وہ عورت مرد ہوجاتی ہو اور آفاق کی حیثیت کہ جب
آفتاب کی شعاع نوری ماہتاب پر پڑتی ہو تو وہ بھی آفتاب تابان ہوجاتا ہے نفس کی حیثیت سے حق
مطلق آدم کہلاتا ہے جس کے پہلو سے جب مین حوا ہین اور آفاق مین رحمن عرش پر مستوی

ہوتا ہے جس مین آفتاب بمنزلہ مرد کے ہے اور ماہتاب بمنزلہ عورت کے ہے نفس
مین روح پھونکنا تابش علم سے مراد ہے اور آفاق مین روح ڈالنا انسان کا پیدا
کرنا ہے پس انسان یعنی نفس مع اپنے جسم آفاقی کے عالم مین بمنزلہ روح کے ہے
اور حق نفس مین باعتبار اپنی شعاع نظر کے بمنزلہ روح الروح کے ہے اور باوجود
اسکے تشبیہ سے نہین بلکہ تنزیہ سے بھی منزہ ہے اور اس کی تعبیر نحن اقرب من حبل الورید
سے کی جاتی ہے شعاع نظر آفتاب حقیقی کی جو آگینہ ہر تعین سے تابان ہوتی ہے
مخلوقات ہے اور وہ شعاع نظر نکلتی مٹھتی نہین ہے اور نہ اوس کا کوئی جسم ہے
جو نظر آوے محض قربت و نسبت حق سے اوسکا ایک نام ہو گیا ہے "روح" اور یہی
علم حق ہے جو بموجب استعداد ہر تعین کے تابان ہے اگر اول درجہ پر ہے تو اوس کو
الف یا نور محمدی کہتے ہین کہ اسکو تنزلات سے لوث نہین ہے اور اپنے مرتبہ صمدیت
مین تابان ہے اور اگر دوم و سوم درجہ پر ہے تو دیگر پیغمبر دن کے تعین کا آفتاب
ہے بفرق مراتب اور اس آفتاب کو وہ اعتدالی مرتبہ بسبب دو یا تین بعد کے
یا اور زیادہ بعد حقیقت سے ہو جانے کے حاصل نہین ہے اور دیگر مخلوقات کو
جیسا جیسا بعد مطابق استعداد کے آفتاب حقیقی سے ہوتا گیا شعاع علم کی تابش
کم ہوتی گئی یہان تک کہ مختلف اقسام کے مخلوقات بہ تناسب شعاع علمی کی کمی
و بیشی سے پیدا ہو گئے اور سب سے آخر مین مادہ ہوا کہ جسکو کچھ علم نہین ہے سراج
نور محمدی کو بسبب اعتدالی صمدیت کے ضرور نہین ہے کہ وہ تنزل کرے کیونکہ
ہم رنگ حقیقت ہے اور مقام محمود مین ہے اور اوس کو اپنے دائرہ مین اپنے محور پر
آپ گردش ہر اوسکی گردش سے جو تعینات اوسکے ماتحت پیدا ہو گئے ہین اون کو ضرورت
ہے کہ وہ لا محالہ نزولی دائرہ کو طے کر کے اعلیٰ علیین سے ہبوط کر کے مثل آدم
کے جنت حق سے نکلکر ناسوت مین آئین اور پھر ناسوت سے سلوک کر کے عروجی دائرہ کو

طے کر کے آفتاب احمدی یعنی تعین اول مین فانی ہو کر نحن اقرب الیہ کی اطلاقیت سے فائدہ اٹھائین لہذا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج ہر وقت دم نقد ہی کیونکہ آپ کا مقام ہی مقام محمود ہے غرض سالک جب اس مقام او ادنےٰ مین پہونچتا ہے تو فوراً فتدلیٰ ہوجاتا ہی اور فتدلےٰ ہونے کے معنی یہ ہین کہ وہی ماہتاب روحی آفتاب ہوجاتا ہے اور آفتاب کا خاصہ تابش ہے تو تابش آفتاب سے ہر چیز روشن و نمایان ہوجاتی ہے یعنی کل اسماء حق جامعیت کے ساتھ ظاہر ہوجاتے ہین بلکہ یون کہیے کہ حق صورت انسانی پکڑ لیتا ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا کہ وعلّم ادم الاسماء کلّھا۔ پس بفحوائے انّ اللہ خلق ادم علیٰ صورتہ وہ تعین انسانی مقام فتدلیٰ مین تعین رسول الٰہی کہا جاتا ہے جسکو مقام محمود کہتے ہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تعین اعتدالی کا آفتاب بفحوائے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ خط استوی پر آتا ہے اور ساری نمود آپ ہی کے وجود باجود سے مثل آفتاب کے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لیے آپ کی نسبت ارشاد ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک اور جب آفتاب خط استوی پر آتا ہے اوس وقت شے مستقیمۃ القامۃ کا سایہ نہین ہوتا ہے۔ چونکہ آپ عالم انفسی وعالم آفاقی کے آفتاب خط استوی ہین لہذا آپ کا سایہ نہ تھا اور جو کبھی آپ کا سایہ نظر بھی آیا ہو تو بھی آپ کی جامعیّت کیوجہ سے وہ سایہ مراتب مین ہونا چاہیے تھا۔ جیسے آفتاب حسب مطلع سے طلوع کرتا ہے تو مراتب مین فیض دینے کے لیے اوس سے ہر شے کا سایہ ہوتا ہے اب اس آفتاب حقیقی کا حال جو سیر رجوعی کے بعد دنیٰ اور ادنیٰ یعنی سیر الی اللہ وفی اللہ و فتدلیٰ ہو کر بشکل آفتاب سیر باللہ و مع اللہ دائرہ نزولی مین سالک کرتا ہے ہم بعد کو لکھین گے مقصد ہمارا اس بیان سے یہ ہی کہ رجوع الی اللہ اور سیر فی اللہ دائرہ عروجی مین بھی حقیقت نماز ہے اور اسی کو صلوٰۃ دائمی کہتے ہین اس رجوع مین

اوراونی تک پہونچکر نایافت ونامرادی ہے اور فقدانی ہونے کے بعد یافت اور حصول مراد ہے پس حقیقت نماز کی چونکہ نامرادی ہے لہذا نماز مین سالک کا جیسا کہ چاہیے دل نہین لگتا ہے اگر یافت اورحصول مراد ہو تو دل لگے وہ فقدانی مین ہی جو مقام نمود ہے وہ کہان حاصل ہوتا ہے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا صلوٰة الا بحضور القلب^ط۱ پس پیمبرون اور اولیاء اللہ کی نماز ہماری سی نماز عادتی نہین ہے۔ اور نہ اون کو مثل ہمارے اوس نماز سے حصول ثواب مقصود ہے بلکہ اون کی ہر نماز صلوٰة دائمی ہے اور اون کی نماز کا ثواب اپنی حقیقت کی یافت ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بسبب اپنی جامعیت کے جو عین کمال ہے کبھی فرماتے تھے کہ ارحنا یا بلال^ط۲ اور کبھی نماز مین آپکا قلب مثل دیگ کے جوش کے آواز دیتا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز مین ایسے محو در محو ہوجاتے تھے کہ تیر آپ کے جسم مبارک سے نکالا گیا اور آپ کو خبر نہوئی یہ نماز مین حضور قلب کی تھین کہ جس کے واسطے الصلوٰة معراج المؤمنین^ط۳ ہے لیکن یہ حضوری کی نماز بلا سخت جوش قلب اور الجھن ونامرادی کے حاصل نہین ہوتی اسی لیے ہے

اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد	ہم سے فرمان نامرادی ہی
ہے نامرادی راگنی گر تو شہ	فارغ آئی از غم واندیشہ

یہ مولا علی کی نماز ہے۔

جملہ معترضہ واضح رہے کہ مجھ کو اپنے اس مشاہدہ کے بیان کردینے مین کچھ کھٹکا نہین ہے اور نہ اس کا خیال ہے کہ دوسرے مسلک والا اسپر کچھ اعتراض کریگا مین نے اس بیان کو برمذہب حضرات صوفیہ لکھا ہے اور اس کتاب کی شرح مین

ط۱ نماز نہین بجز حضور قلب ہے ۱۲ ط۲ راحت دو ہمکو ای بلال ۱۲ ط۳ نماز مومنون کی معراج کا نام ہے ۱۲

لکھا ہی جو بر مذہب حضرات صوفیہ توحید ذاتی مین ہے اور اس پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا منصب حاصل نہین ہے کہ مین نے حجت و بحث کے واسطے اسکو نہین لکھا ہے کسی کو اپنے مسلک و مذہب کے خلاف مسلک والے پر اپنے مسلک کے اصول کے لحاظ سے اعتراض کرنے کا حق نہین ہے اور مین نے اس لکھنے مین خودی کو دخل نہین دیا ہی بلکہ واما بنعمت ربک فحدث پر عمل کیا ہے مین نے اس بیان مین احتیاط کو بھی دخل نہین دیا ہے کیونکہ مین بر مذہب صوفیہ احتیاط کرنے کو سوءالظن اور خدا کی خدائی مین دخل دینا جانتا ہون وتبتل الیہ تبتیلا اکثر علماء ظاہر باوجود توحید کو سمجھنے کے احتیاط کرتے ہین اور کہتے ہین کہ توحید وجودی حالی ہے اسکو بیان کرنا نہ چاہیے جو لوگ یہ کہتے ہین اون کو اس بیان کرنے سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہین اپنا ایمان نہ جاتا رہے یا لوگ گمراہ نہ ہوجاوین ۔ میری دانست مین یہ خیال انکا صحیح نہین ہے اسوجہ سے کہ خدا کی خدائی ہمارے بیان کے سبب سے گمراہی مین نہین پڑسکتی اوسکی خدائی کے ظہور مین کسی سبب کو دخل نہین ہے ؎

ہر سبب را آن مسبب آورد	قدرت مطلق سببہا بر درد	

پس بیان نکرنا ایک واقعی بات کا چھپانا ہے جو نفاق ہے اور توحید وجودی کو تو خداوند تعالیٰ نے کلام مجید مین اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے احادیث مین بآواز بلند فرمایا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عملاً بھی اسکو ظاہر فرمایا ہے جبکہ آپ نے حکم دیا تھا کہ منادی کر دی جاوے کہ جس نے صدق دل سے ایکبار کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہا وہ قطعی جنتی ہے آپ کہینگے کہ حضرت عمرؓ کے عرض کرنے سے وہ منادی نہین ہوئی مین کہون گا کہ یہ منادی نہونا منادی سے زیادہ ہوگیا منادی کی اطلاع محلہ دو محلہ تک ہوتی اور

تھوڑی دیر کے بعد غایب ہوجاتی لیکن منادی ہونے سے اس امر کی اطلاع تمام عالم مین ہوگئی اور آج تک کہ تیرہ سو برس سے زیادہ ہوچکے ہین کانون مین گونج رہی ہے۔ اور جو صاحب باوجود قائل توحید ہونے کے بیان کرنے سے منع کرتے ہین وہ اسی سبب مبنی ہی سے منع کرتے ہین کہ کوئی گمراہ ہوجاے پس حصول مقصد مین سبب مجاہدہ سے کیون باز رہتے ہین کہ بلا گیان دھیان اور اظہار توحید کے توحید حاصل کیونکر ہوگی۔ اسی واسطے تمام مجاہدہ رکھے گئے ہین۔ کہ بلا مجاہدہ کے کوئی چیز حاصل نہین ہوتی ہے۔ میری دانست مین بر سر منبر توحید وجودی بیان کرنا چاہیے جیسا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شبلیؒ کرتے تھے اور حضرت منصورؒ نے بر سر دار کہا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالا علان فرمایا کہ انا احمد[1] بلا میم الخ اور من رآنی فقد رأ الحق[2] الخ اور خداوند عالم نے کلام مجید مین پکار کر کہدیا کہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم پس مجھکو اس واقعی وصریحی وقطعی توحید وجودی کے بیان کرنے مین کوئی خوف نہین ہی کہ میرا ایمان ہے لا الہ الا اللہ یعنی لا موجود الا اللہ۔ اور مجھکو نہ شیخی کرنا ہی نہ اپنی بزرگی جتانا ہے کہ مجھکو اس بات کا ڈر ہو کہ ایک گروہ مخالف ہوجائیگا اور دوسرا گروہ موافق۔ صاحب گلشن راز نے خوب فرمایا ہے ؎

چہ شیخی و مریدی این چہ قید است	چہ جاے زہد و تقوی این چہ شید است

اور مولانا حافظ شیرازی کا کیا خوب رندانہ کلام ہے ؎

از قول عابد کردیم توبہ	وز فعل زاہد استغفر اللہ
جانان چہ گویم شرح فراقت	چشمے و صد نم جانے و صد آہ

[1] مین احمد بے میم ہون ۱۲ [2] جس نے مجھ کو دیکھا اُس نے حق کو دیکھا ۱۲

اس مقام پر مجھے ایک انملی حضرت امیر خسرو کی یاد آئی ایک عورت نے آپ سے عرض کیا کہ میاں ہماری انملی ملادو۔ چار چیزین ہین۔ کھیر۔ چرخہ۔ کتا۔ ڈھول آپنے فوراً ایک ہندی شعر مین یہ سب ملا دیے ؎

کھیر پکائی جتن سے چرخہ دیا جلا

آیا کتا کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجا

؎ کسانیکہ ایزد پرستی کنند		برآواز دولاب مستی کنند	

کھیر مین تین چیزین ہین دودھ چاول شیرینی۔ دودھ معرفت ہے چاول قوت حلال ہے شیرینی لذت درد ہے ؎

من لذت درد تو بدرمان ندہم		کفر سر زلف تو بایمان ندہم	

یہ کب حاصل ہوتے ہین جب چرخہ یعنی ہستی ناسوتی بشری کو توڑ کر حرارت عشق مین جلادے اور پھر صبر و تحمل سے کام لے جس کے یے کتا خاصکر مشہور ہے اور درد دل کی حفاظت کرتا رہے تب مثل اصحاب کہف کے اوس کھیر کے کھانے کا مستحق ہوگا۔ ڈھول بجانا دوست لازم ہے جو محض وہم کے غلبہ سے ہے ورنہ ڈھول کے اندر پول مشہور ہے جسکی پروا ہمارے سردار حضرت عمرؓ نے کبھی نہین کی۔ ہم کو بھی ادن کی اقتدا کا حکم ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم[۱] اور سنیے انّ اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقہا[۲] پس ہم کو چاہیے کہ حق بات کہنے مین ہم بھی کچھ پروا ملامت وغیرہ کی نکرین اگرچہ گرفتاران وہم دن رات ڈھول بجاتے رہین اور وہ ڈھول کیسے نہ بجائین کہ انکی فہم و وہم کا تیقنات کے دور دورہ مین ستھراو ہو گیا ہے۔

[۱] میرے صحابی مثل ستارون کے ہین جن کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے ۱۲

[۲] اللہ شرماتا نہین کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اس سے اوپر ۱۲

آب جاننا چاہیے کہ آیۂ سُبحان الذی اسریٰ مین خداوند آدم و عالم نے
رسول علیہ السلام کی معراج نفسی و آفاقی دونون اجمالاً ارشاد فرمائی ہے - جب
نفسی معراج آپ کی بنفس نفیس مع تمام جسم کے صراط مستقیم پہ ہوئی تو آپ کا جسم
مبارک بصورت رحمن تابان و درخشان تھا اور اوس تابش مین آپ کے ہر ہر عضو
کی تابندگی آفاق کے ہر ہر جز مین بمناسبت اوس عضو کے سرایت کر گئی تھی
یعنی آفاق مین کسی شے کو اسفل السافلین سے لیکر اعلیٰ علیین تک اوس نور نے سرایت
کرنے کو باقی نہین رکھا تھا مناسبت کا لفظ مین نے اسواسطے کہا کہ آفاق بھی
بصورت انسان کبیر ہے پس انفس کے ہر ہر عضو اور رونگٹے رونگٹے کو مناسبت
آفاق کی ہر ہر شے اور ذرہ ذرہ سے ہے تو جس ذرہ سے نفس کے جس رونگٹے
کو مناسبت ہے اور جس رونگٹے کو وہ ذرہ نمونہ ہے اوس ذرہ مین اوس رونگٹے کی
تابش ایسی مستوی و محتوی ہوئی کہ اوسکا وجود ہی باقی نرکھا اور اوسمین بجز
نورانیت نفس کے اور کچھ نرہا اور اوس ذرہ یا عنصر کی کوئی حرکت بلا نفس کی
نورانیت کے باقی نرہی اور چونکہ انفس مین نورانیت رونگٹے رونگٹے کی تابش
آفتاب حقیقی نے پیدا کی تھی لہذا کوئی حرکت بجز حرکت آفتاب حقیقی کے باقی
نہین رہی اور آفتاب حقیقی مقام محمود مین اپنی صمدیت سے قائم رہا جیسا کہ قائم
تھا جسکے لیے آمد و رفت نہین ہے یعنی رفتن وہی آمدن ہے اور آمدن وہی رفتن
ہے صاحب گلشن راز فرماتے ہین ؎

جہان امر و خلق از یک نفس شد	کہ ہم آندم کہ آمد باز پس شد
ولی این جا کہ آمد شدن نیست	شدن چون بنگری جز آمدن نیست
باصل خویش راجع گشت اشیا	ہمہ یک چیز شد پنہان و پیدا
جہان امر و خلق اینجا یکی شد	یکے بسیار و بسیار اندکی شد

چونکہ نفس و آفاق کی مقام صمدیت مین یہی کیفیت ہے لہذا و ہ نفس جو خلاصہ آدم و عالم ہے جب رجوع الی اللہ مین ایک ہو گیا تو آپ کی معراج مین ہوا چلنے سے پانی بہنے سے رُک گیا یعنی جملہ عناصر و موالید و موجودات اور اُنکے متعلقات اپنے اپنے کام سے رُک گئے کہ موجودات نفسی و آفاقی کا وجود بجز پاکی و سبحانی کے باقی نہین رہا اور اسکو قیامت کہتے ہین ؎

تو قیامت شو قیامت را ببین	دیدن ہر چیز را شرط است این

نفس کی رجوع اپنی اصل کی طرف ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ اسری بعبدہٖ اور عالم کی رجوع اپنے مبداء کی طرف ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ اور نورانیت کا سرایت کرنا ہر ہر ذرہ مین ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ الّذی بارکنا حولہ۔ اب النفس کی رجوع الی الحقیقت ان الفاظ سے کہ اسری بعبدہٖ جو مین نے بیان کی ان معانی مین ہے کہ نفس مین بندہ اسم آخر جناب باری ہے اور جو اپنے بندہ کو لیگیا وہ اسم اول ہے۔ جب اسم اول منظور ہوا کہ اوسکا اسم آخر وہی اسم اول ہو جاے۔ جیسا کہ جناب باری کی شان ہے کہ اوس کا اسم اول اسم آخر ہے اور اسم آخر اسم اول ہے تو عبودیت بندہ سے کوئی چیز باقی نہین رہی ساری عبودیت الوہیت ہو گئی اور آمد و رفت ساقط۔ تب ہی عبد مقام صمدیت مین متمکن ہو گیا مثلاً کیا آپ اپنی سانس کو چلتے نہین دیکھتے ہین کہ جو نفس مین بشمول آفاق کی ہوا کے آتی جاتی ہے اور اوسکا جو جانا ہے وہی آنا ہے اور جو آنا ہے وہی جانا ہے اس لیے کہ آپ بدستور قائم ہین نہ آپ کو آنے سے تعلق ہے نہ جانے سے یعنی آپ خود قطعًا نہ آتے ہین نہ جاتے ہین حالانکہ اسی سانس سے تمام نفس و آفاق کی تخلیق ہو رہی ہے اسی طرح بہ حق اپنے مقام صمدیت مین

نہ آتا ہے نہ جاتا ہے پس جب اسم اول اپنے اسم آخر کو مقام صمدیت مین لے گیا تو کوئی اعتباری فرق بھی باقی نہین رہا۔ نہ آخر رہا نہ اول محض عمد باقی رہ گیا۔ اب آفاق مین بمناسبت اسم اول و آخر دو گھر جناب باری کے کہے جاتے ہین جو گھر اسم اول جناب باری کا مظہر ہے وہ مسجد اقصیٰ ہے جو پہلے اسلام کا کعبہ تھا اور جو گھر اسم آخر جناب باری کا مظہر ہے وہ مسجد حرام ہے جو بعد کو کعبہ ہوا ہے ومن دخلہ کان امنا یعنی جو اس مین داخل ہوا وہ امن مین ہے یعنی ساکن ہے تو اجمالاً انفسی و آفاقی آن حضرت کی معراج بتانے کے لیے اسی قدر آیت سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا ۳ انہ ھو السمیع البصیر کافی و وافی ہے مگر آفاقی مثال مین بمناسبت اسم آخر و اول یہ مثال مسجد حرام و مسجد اقصےٰ کی صرف اوسی قدر فاصلہ کو بتاتی ہے جو مسجد حرام و مسجد اقصیٰ کے درمیان مین ہے لیکن فی الواقع مسجد اقصیٰ کے لغوی معنی مولوی عبدالقادر صاحب نے "دور کی مسجد" لکھے ہین یعنی انتہائی مسجد کہ جس کے آگے بجز ذات پاک کے کچھ نہین ہے اور مسجد حرام مین بجز ذات پاک محمدی یعنی اسم آخر جناب باری کے اور کچھ نہین ہے تو مسجد حرام و مسجد اقصیٰ ایک ہو گئی ہے

اقصیٰ ہے کتاب وجہ باقی — ہر خانہ نماز ہو گیا ہی

جیسا کہ عبد و معبود ایک ہو گیا اور کونین سے کوئی چیز چھوٹی نہین۔ اور لفظ مسجد اسم ظرف ہے اور سجدہ کرنے کا انتہائی مقام انکسار یہ ہے کہ ساجد اپنے وجود کو مسجود کے وجود مین ایسا فنا کر دے کہ بجز مسجود کے وجود کے اور کچھ نہ رہے۔ تو مسجد حرام و مسجد اقصیٰ تحت و فوق ایک ہو گیا تھا اب ساجد و مسجود بھی ایک ہو گیا اور اس طرح پر ایک ہونے مین انفس و آفاق ایک ہو گیا اور اسم اول و آخر ملکہ کل اسماء کا

اندماج ذات مین ہو گیا اور بجز ذات کے کچھ باقی نہ رہا ہے

قربان ہون ایسی عبدیت کے
محمود ایا نہ ہو گیا ہے

اسی واسطے اللہ نے اس آیت مین اپنے اوس تنزیہی نام کو لکھا ہے جو سبحان ہے اور پھر چونکہ تشبیہات بھی نفس مین اوسکے اسما سے موجود ہین لہذا یہ بھی بتا دیا کہ وھو السمیع البصیر یعنی ھو وہی سبحان ہے اور وہی تو سمیع و بصیر ہے اور عین سبحان کے ساتھ جو اسم تنزیہ ہے ضمیر الذی کو جسے تنزیہ سے مناسبت ہے تشبیہ کے بجائے لایا۔ اور ھو جو اسم تنزیہی ہے اوسکی مناسبت سے تشبیہی الفاظ سمیع و بصیر استعمال فرمائے تو سبحان الذی اسری مین تنزیہ و تشبیہی اسم اول و آخر آفاقی کو ایک کیا ہے اور وھو السمیع البصیر مین تنزیہی و تشبیہی اسم اول و آخر نفسی کو ایک کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تنزیہ اسم اول ہے اور تشبیہ اسم آخر ہے اور باوجود تشبیہ و تنزیہ کو ایک کر دینے اور کچھ فرق نہ رکھنے کے کیا امتیاز اسم اول و آخر کا ہے اور کیسا فرق تشبیہ و تنزیہ کا ہے۔ اور یہ تو غالباً آپ کا عقیدہ ہی ہوگا کہ حق سبحانہ اپنی پاکی و سبحانی مین امہات اسما سے جو تشبیہی ہین خالی نہین ہے۔ اور اپنی ہویت مین بھی اپنے آپ کو دیکھتا ہے مع ان امہات اسما کے اور جب ان اسما کو اسی اسم اول و آخر کے ساتھ آپ ایک وجود مین ملا دین گے تو ان اسما باطن کے اسما ظاہر ہاتھ پیر ناک کان اور تمامی اعضاء انسانی ہین لہذا یہی اسم باطن ظاہر ہو جائے گا اور ظاہر باطن ہو جائے گا ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم حق کی صورت تمامہ ہو گی مگر تمامہ اوسکو اسواسطے نہین کہتے ہین کہ یہ تو ہیئت کذائی اور صورت انسان کی ہوئی اور حق اپنے منوال پر الآن کما کان بے صورت ہے مگر انسان کی ذات کو کوئی دوسری

نہین ہے بجز حق کے کیونکہ انسان بھی باوجود ان سب صفات کے اپنی ذات مین وہی رنگ رکھتا ہے جو حق کا ہے۔ اسی واسطے حدیث قدسی مین آیا ہے ان اللہ خلق ادم علی صورتہ۔

نکتہ حضرت حق نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے یعنی مرد کو عورت کو نہین بنایا ہے مگر عورت کو اپنی صورت سے باہر بھی نہین کیا ہے کہ آدم کے پہلو سے جیب مین موجود ہے لہذا عورت نے بھی اس ارشاد ان اللہ خلق ادم علی صورتہ سے فائدہ اٹھایا ہے پس عورت بھی معشوق حقیقی ہوئی مگر مرد کا جزء ہو کر اور مرد بھی معشوق حقیقی ہے مگر حق کا نفس ہو کر اسی واسطے جناب باری نے فرمایا ہے کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور جسطرح حضرت آدم سے حضرت حوا کو بہشت مین پیدا کیا اوسیطرح پر انسان کو بعد موت اختیاری کے اپنی جنت مین لیجائیگا ؎ (قیصری)

روئے نگار ما بہ بین بلغ وبہار ما بہ بین	الجنت بکار ما بہ بین جنت نقد رو برو

اور حق کی جنت سرور محض ہے انسان چونکہ محبوب ہے لہذا اوس کو اپنی جنت یعنی سرور محض مین لیجائیگا جیسا کہ فرمایا ولیصنع علی عینی ؎

خرد باشد ازین گونہ در آشفت	کہ ولیصنع علی عینی چرا گفت

پس جسطرح حق اپنے آپ سے سرور مین ہے انسان بھی اپنے آپ سے سرور مین ہوگا اور یہی کمال ہے ؎

دلا سراپا سرور ہو جا نکل کے ظلمت سے نور ہو جا

خدا کے نشہ مین چور ہو جا رہے گا مست شراب کب تک

تلمیح۔ آپ کہین گے کہ حضرت مصنف نے چودہ حروف نورانی اسم اللہ سے نکالے اور اون کے بیچ مین جو حروف کہ مکرر تھے اون کو ساقط کر کے صرف چھ حروف نورانیہ رکھے

یہ ایک مضمون کا سمجھنے کے لیے حضرت مصنف نے خیالی تاویل لفظ اللہ کے حروف کی کی ہے ہم جس نام کو لین اوس سے ایسی باتین نکال سکتے ہین یہ اللہ کے نام کی تخصیص کیا ہوئی؟ مین کہون گا کہ ہان آپ ایسی باتین اور نامون سے بھی نکال سکتے ہین لیکن وہ بھی اللہ ہی کا نام ہوگا۔ حضرت مصنف رح نے اِس اُصول کو بتایا ہے کہ ہر اسم و شے مین جب تک تفکر نفس و آفاق کا یعنے تنزیہ و تشبیہ کا یعنی اسم اول و آخر کا اور باطن و ظاہر کا نہ کیا جائے گا اوس سے معرفت نہ انفسی معلوم ہوگی اور نہ آفاقی اور نہ کلمہ توحید کے معنی کھلین سگے کہ جس کی خاصیت یہ ہے کہ سب کو ایک کردینا اور نہ آپ کی توحید صرافت پر آئے گی اور نہ آپ کا کوئی تفکر قائم ہو سکتا ہے۔ جیسے علم ہیئت مین اگر علوم متعارفہ و اصول موضوعہ کو محض تاویل سمجھیے تو آپ نہ کوئی شکل اقلیدس کی قائم کر سکتے ہین اور نہ الف بے کے مفروضہ حروف کے بغیر جبر و مقابلہ مین کوئی سوال لگا سکتے ہین نہ بلا مفروضہ پہاڑون کے علم حساب اعداد مین کسی سوال کا صحیح جواب نکال سکتے ہین اور نہ علم منطق مین مفروضہ اُصول کے بغیر تصور کو تصدیق کر سکتے ہین۔ چونکہ جناب باری حکیم مطلق ہے اور اوسی کے اسما کی تفصیل سارا عالم ہے لہذا انفس و آفاق مین بلا اصول موضوعہ علوم متعارفہ کے کوئی شئے ثابت ہو کر درجہ یقین کو نہین پہونچ سکتی اور درجہ یقین مطلوب ہے واعبد ربک حتےٰ یاتیک الیقین وہ بلا اس طرح سے توحید مین تفکر کیے ہوے حاصل نہین ہوتا ہی جیسے "دو دونے چار" اب اس چار کو یقین کر کے کوئی شخص انکار نہین کر سکتا ہے ویسے ہی ابجد کا حساب بھی حروف تہجی کے الٹ پھیر سے ہی اب آپ ان کل علوم مین یقینی شکل اقلیدس کی یقینی جواب جبر مقابلہ مین یقینی جواب اعداد کا علم ہندسہ مین اور یقینی نتیجہ یا تصدیق علم منطق مین اور

یقینی جواب سنین کے حساب کا حروف ابجد مین نہین نکال سکتے ہین تا وقتیکہ ہر ہر علم مین اوسکے اصول موضوعہ و علوم متعارفہ کی پابندی نہ کیجیے مثلاً ایک جواب آپ کسی کسر مین لگانا چاہین تو ہزارون اعداد کی ضرب و تقسیم و منہای آپکو کرنا پڑے گی تب آپ ایک صحیح جواب نکال سکتے ہین اور اس ایک جواب کو اون تمامی اعداد کے پھیلاوے کا معنی کہین گے اسی طرح پر اسمار نورانی و ظلمانی کے انبساط و ہجے مین جیسی جس کی سمجھ ہو۔ بشرطیکہ وہ ایک ہی نتیجہ معنوی یقینی نکالنے والا ہو کلام مجید کی ہر سورۃ اور ہر آیت اور ہر لفظ اور ہر حرف اور ہر نقطہ سے جداگانہ معنی پیدا ہوتے چلے جائین گے۔ اور اسی واسطے لکھا ہے کہ کلام مجید کے نو بطن ہین بلکہ اس سے زائد بھی ہو سکتے ہین۔ تین بطنون سے عرفا کو معنی کی معلومات ہوتی ہے اور چونکہ اس سے آگے اوسقدر صرافت جو عالم الغیب بذاتہ کو ہے حاصل ہونا محال ہے لہذا اون معانی کا وقوف جیساکہ عالم الغیب بذاتہ کو ہے عرفا کو اس عالم مین ہونا دشوار ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ پھر عارف تام المعرفت کو عارف تام المعرفت کہنا غلط اور بے محل ہے کیونکہ عارف تام المعرفت اوسکو کہتے ہین جو بیج بوکر اوسکی تفصیل درخت مین دیکھکر ختم کر چکا ہے لیکن پھر اسوجہ سے پورے طور پر ختم نہین کر سکا ہے کہ اگر اوس درخت کے بیجون کے بونے کا تعہد کرتا چلا جاوے تو ابدالآباد تک کبھی ختم نہوگا اور جسطرح کہ بیج بوکر عارف تام المعرفت نے بیج کی معرفت حاصل کی ہے اوسیطرح پر قبل بونے کے جب بیج کے اندر درخت تھا وہ معرفت غیب الغیب کی ہوگی جو مثل اس عالم شہادت کے کبھی ختم نہین ہوگی اور ان دونون معرفتون مین سے ایک کا بھی ختم ہونا یہ نقص ہے جو حقیقت کی شان کے خلاف ہے کیونکہ حقیقت مین نقص محال ہے پس عارف تام المعرفت اوسکو کہین گے جو اس حکمت کو جان کر کسی معرفت پر نہ ٹھہرے اور برابر ابدالآباد تک

عرفان حاصل کرتا چلا جائے مثلاً اسی آیت سبحان الذی اسری مین اردو کے لفظی معنی وہ ہین جو مولوی عبد القادر صاحب دہلوی نے لکھے ہین اور اصول تنزیہی و تشبیہی و نفسی و آفاقی و اسم اول و آخر و ظاہر و باطن کی رو سے تفکر کرنے مین وہ معانی ہوتے ہین جو مین نے اوپر لکھے ہین یہ ایک بطن ہو کر دو معانی ہوے اب ان اصول پر نظر کر کے بتقلید حضرت مصنف حروف کے انبساط اور ہجے کر کے اور ہمجنس حروف کو ساقط کر کے ایک اللہ کو ثابت کر کے اوس سے جو معانی پیدا ہون گے وہ تیسرا بطن ہوگا اسی طرح پر نو بطن بلکہ اس سے زائد بھی ہو سکتے ہین مثلاً لفظ سبحان مین پانچ حروف ہین۔ سٓ بٓ حٓ آ نٓ اس مین کل حروف بجز ب کے نورانی ہین اور ب حرف ظلمانی ہے اور اسم سبحان منجملہ اسماء حسنٰی کے غیب الغیب کا اسم ہے جو تنزیہ در تنزیہ ہے حروف نورانی تنزیہی اسماء پر دلالت کرتے ہین اور حروف ظلمانی تشبیہی اسماء پر اور تنزیہی و تشبیہی اسماء کا مظہر تام انسان کامل ثابت ہو چکا ہے تو عین اوس اسم منزہ مین ب حرف ظلمانی یعنی اسم تشبیہی موجود ہے یعنی انسان مرتبہ غیب الغیب مین حق سبحانہ کے ساتھ ہے اسی واسطے جناب باری نے فرمایا کہ الانسان سری وانا سرہٗ۔ اب ضمیر الذی لفظ سبحان کی طرف راجع ہے اور الذی مین کل حروف نورانی ہین بجز ذال کے اور چونکہ ضمیر اصل اسم کی قائم مقام ہوتی ہے اور اسم سے نازک تر ہوتی ہے لہذا ضمیر الذی کے ضمن مین ذال جو حرف ظلمانی ہے لفظ سبحان سے زیادہ نازک اور غیب الغیب مین ہے۔ پس یہ انسان ظلمانی اسم تنزیہی سبحان سے زیادہ نازک اور غیب الغیب مین ہوا کیونکہ اوسکا ظہور اسم سبحان کیطرف راجع ہونے سے ہوا ہے پس یہ اسم آخر اسم اول ہو گیا۔ اسی طرح سے لفظ اسریٰ کے حروف یہ ہین اسٓ رٓیٓ۔ اسری مین ی لکھنے مین تو یا ہے لیکن پڑھنے مین وہی الف ہے کہ جو اول تھا اور یا کے بسائط مین بھی الف ی ہوحشم

واقع ہوا ہے لہذا وہی الف اول آخر ہوگیا اسی طرح پر اگر عمدہ حساب لگانے والا
ہو تو وھوالسمیع البصیر تک بلکہ پورے کلام مجید مین اول آخر ہے اور آخر
اول ہی ظاہر باطن ہے اور باطن ظاہر ہے اور پھر اول و آخر وظاہر و باطن سب ایک ہے
ھوالاول والاخر والظاہر والباطن وھو بکل شیٔ علیم یعنی جو اوّل
یعنی حق ہے وہی آخر یعنی انسان ہے اور جو ظاہر یعنی انسان ہے وہی باطن یعنی حق
ہے یہ تیسرا بطن ہوا اور جو مجھ سے زیادہ خوص و تفحص کرنے والا ہے وہ اسی اصول پر
مجھ سے زیادہ معانی نکال سکتا ہی باقی سردست کل حروف کی تفصیل کرنا اور حروف ظلمانیہ کا حروف نورانیہ
بنانا میرے حیطۂ امکانی سے باہر ہے قل[۱] لو کان البحر مدادا لکلمات ربی
لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا اور کلام مجید کے
نو بطن اسواسطے ہین کہ ہر شئے کا وجود تین چیزون سے ہے اَنفس مین علم و عالم و معلوم
اور آفاق مین جڑ شاخ پھل اور نفس فی الآفاق یعنی جسم انسانی مین سر تا گردن
گردن تا ناف اور باقی اسفل۔ غرض ہر چیز تین تین ہی ہین کو تین سے ضرب دیجیے
تو نو ہوتے ہین اور چونکہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ ہے اور وجہ حق کا اسم آخر انسان
کامل ہی اور انسان کامل تین بطنوں کو شامل ہر جسکو اہل ہنود ،، لوک ،، کہتے ہین لہذا صرف وجہ مین
تین بطن بلکہ نو بطن ہوے اور یہی حضرات نقشبندیہ کے یہان کے دوائر کی حقیقت
ہے اور جو اختلاف دوائر کی تعداد و لطائف مین ہے وہ انھین دوائر کے الٹ پھیر
سے ہی کسی نے صرف وجہ کے دوائر لیے اور اسمین سیر کی کسی نے صرف وسط جسم
کے دوائر لیے ہین اور کسی نے صرف جسم کے تین ہی دوائر لیے ہین اسی طرح پر ستائیس
بھی ہوسکتے ہین اور انھین مختلف دوائر کے سلوک مین مشارب و معارف جداگانہ

---

[۱] کہو کہ اگر دریا سیاہی ہو جائین کلمات پروردگار کے لیے تو دریا ختم ہو جائین گے اور
کلمات قبل ختم ہون گے اگرچہ اتنی ہی اور سیاہی جمع ہو جاوے ۱۲

ہوگئے ہین معراج حضرت یونس کو بھی ہوئی تھی اور حضرت بایزید بسطامی کو بھی ہوئی اور کل اولیا راللہ کو ہوتی ہے لیکن تفاوت یہ ہے کہ کسیکو دائرہ ناف جو اسفل کا آدمی معلوم ہوتا ہے اوس کے سر تک معراج ہوئی جیسے بر مذہب ہنود مہا دیو جی کو اور اسی وجہ سے اہل ہنود مین کام دیو کی پرستش ہوتی ہے اور کسی کو مع اس کے دائرہ ناف سے گردن تک جو آدمی ہے اس کی بھی معراج ہوئی یہ معراج حضرت بایزید بسطامی کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مین نے اپنے سیر و سلوک مین اپنے آپ کو انبیا علیہم السلام کے پائین دیکھا اور انبیا علیہم السلام کی معراج مع ان دونون کے اوس آدمی مین بھی ہے جو وجہ کا ہے چنانچہ حضرت یونس کی معراج مچھلی مین ہوئی یعنی ہر سہ مراتب دائرہ جسمانی کو لے کر جو سامنے کی طرف سے تشبیہ یعنی نقش و نگار تعیناتی ہین اور پشت کی طرف سے تنزیہ ہے یعنی کوئی نقش و نگار نہین ہے پورے سر تک معراج ہوئی اور چونکہ تنزیہ عین تشبیہ ہے لہذا پورے جسم کی معراج نے اپنے دائرہ تنزیہی و تشبیہی کے لحاظ سے اسفل مین اعلے کا فائدہ دیا جس طرح ہندوؤن کے مذہب پر مہا دیو جی نے اپنے معراج اسفلی سے بمقابلہ کرشن جی کی معراج علوی کے برابر فائدہ اوٹھایا کیونکہ کرشن جی اعلے مقامات مین فانی ہو کر ذات حق مین لین ہوگئے تھے اور مہا دیو جی نے پاتال یعنی اسفل السافلین مین اپنا کام پورا کرلیا ہ

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

اور چونکہ ہر ایک عارف کی معراج ایک تعین انسانی کی نسبت ہے اور آدمی سب برابر ہین لہذا کسی کی معراج کو اعتباری تحت و فوق سے دوسرے کی معراج پر

فضیلت نہین ہے اِسی واسطے آن حضرت نے فرمایا ہے کہ میری معراج سے
بھائی یونس کی معراج کو کم نہ کہو کیونکہ اللہ مین تحت و فوق نہین ہے لیکن اعلیٰ ترین
معراج انفس مین وہ ہے کہ ہر سہ دوائر انفسی مین جو حقیقت مین نو ہین انسان کے
تینون شخصون مین ہو جو فی الواقع ستائیس ہوے اور اسی طرح ہر آفاق کے پورے
جسم انسان کبیر مین بھی نفس کے ساتھ ہو اور وہ انسان کبیر جو اسفل علیین
سے لیکر تحت الثریٰ تک ہے جبرئیل کی صورت اصلی ہے کہ جس کی انفسی صورت
وحیہ کلبی تھے پس ظاہر جسم کی رو سے پورے عوالم جو ستائیس بلکہ مع ایک
نفس کے انھائیس ہوئے ایک جبرئیل کی صورت ہے۔ اور جبرئیل کی صفت
رزاقی کا تشکل میکائیل علیہ السلام ہین جو جبرئیل سے کہین بڑے ہین اور
اون کی صفت تکوینی کا تشکل اسرافیل علیہ السلام ہین او صفت تفنی کا تشکل
عزرائیل علیہ السلام ہین اور اضداد کا یکرنگ کر دینا صفت تدبر کا کام ہے اسکو
تعقل کہتے ہین لہذا حضرت جبرئیل عقل کل ہین اور تعقل روحانیت سے پیدا
ہوتا ہے صفت ہستی کا نام روح ہے اور صفت تدبر کا نام عقل ہے اور ان
سب اضداد کا متحد ہو جانا جبرئیل کی صورت ظاہر و باطن ہے۔ جیسے انفس
مین یہ سب متحد ہوکر ایک شخص انسان صغیر ہوا یعنی جبرئیل دحیہ کلبی کی
صورت پر آئے پس جبرئیل پورے پورے آفاق اور پورے پورے نفس یعنی روح
ہین یعنی سب چیزون کی جان ہین اور تعین رسول اللہی آفاق و انفس کی
جان جان ہے اور جبرئیل مع اپنی کل صورت روح و عقل وغیرہ کے صورت متمثلہ
عقل کل رسول اللہی ہین جن کی جان جان روح کلی رسول اللہی ہو پس جبرئیل
کا تھک جانا کل عوالم کا ختم ہو جانا ہے یا کسی شخص کا آفاق مین افق اعلےٰ تک
اور انفس مین کل دوائر کی سیر کرکے مخ دماغ تک پہونچ جانا ہے اور مخ دماغ کا

سلسلہ پیچھے سے نفس مین چونکہ پایئن جسم تک ہے تو مخ دماغ کی سیر مین سالک جس قدر اپنے حساب مین عروج کرتا جائے گا فی الواقع اوسی قدر سفل مین اُترتا آئیگا اور تحت الثری تک چلا جائے گا اور جب تحت الثری کو آئے گا تو ایک سیر رجوعی تحت الثری سے اوسے پھر کرنی پڑے گی مگر اِس سیر رجوعی اور پہلی سیر رجوعی مین فرق یہ ہے کہ پہلی سیر رجوعی دفعہ دفعہ کرکے ہوئی ہے اور یہ سیر رجوعی بیک دفعہ مخ دماغ تک ہوگی تاکہ رفتن عین آمدن اور آمدن عین رفتن ہو جاے یعنی اول آخر ہو جاے اور آخر اول ہو جاے۔

تنبیہ ہر شخص جو کچھ احساس کرتا ہے اپنی عقل اور اپنی روح سے کرتا ہے اور جو بات عقل کی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اوس نے یہ بات عقل سے نکالی اور جو بات روح کی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ اِس شخص کی روحی مستی ہے بالجملہ عقل یا روح کو کوئی فضیلت اوس شخص پر نہین ہوتی ہے کہ جس کی عقل یا روح نے ایسا تعقل یا ادراک کیا ہے۔ پس عقلی و روحی مراتب کو جبرئیل علیہ السلام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لانا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اقرا باسم ربک پڑھانا ان باتون سے جبرئیل امین کی فضیلت آن حضرت پر نہین متصور ہو سکتی بلکہ آن حضرت کی فضیلت جبرئیل پر یقیناً کہی جائے گی۔ جبرئیل کو فضیلت اِس واسطے نہوگی کہ اونکا پڑھانا یا وحی لانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی عقل اور روح سے تعقل و ادراک کرنا ہے اور رسول اللہ کو فضیلت اِس واسطے ہوگی کہ اونھون نے اپنی عقل کو کام مین لاکر اور اپنی روح کی تفصیل کرکے مجموعی روح الامین کو فیض دیا پس جبرئیل آن حضرت سے مستفید ہین اور آن حضرت اون سے مستفید نہین ہین کیونکہ جبرئیل تو آپ ہی کی عقل اور روح کی صورت متمثلہ ہین جیسے ہم اپنی زبان سے کلام کرین تو زبان کا

احسان ہم پر نہین ہے بلکہ ہمارا احسان زبان پر ہے کہ ہم اوس کو کام مین لائے اور ہمنے اوس کو کلام کی قدرت دی - یا ہم حق تعالی کی حمد کرین تو ہمارا احسان خداوند تعالی پر نہین ہے بلکہ خداوند تعالی کا احسان ہم پر ہے کہ اوسنے ہمکو حمد کرنے اور گویائی کی طاقت دی ہے

بادہ از ما مست شد نے ما از و
قالب از ما هست شد نی ما از و

اس تحریر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ملک و ملکوت تک جبرئیل علیہ السلام باعتبار اپنی فطرت کے پہونچ سکتے ہین اور اوس سے آگے نہین جا سکتے ہے

اگر یکسر موے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

اس واسطے کہ انسان کے لیے بسبب جامعیت وعلم آدم الاسماء کلہا کے ذاتی نسبتین حضرت حق کے ساتھ ہین جو جبرئیل یا کسی فرشتہ کو نصیب نہین ہین کیونکہ حضرت مصنف کے قول سابق کے مطابق حق تعالی نے ملائکہ کے لیے اُن کے ہی نفس مین تجلی کی ہے یعنی اون کی ہی ذات مین تجلی کی ہے نہ ذات حق مین اور انسان کے لیے حق تعالی نے اپنی ذات مین تجلی فرمائی ہے پس ع

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ان تلمیحات وغیرہ کا درمیان مین لکھدینا اسواسطے ضروری ہوتا ہے کہ بغیر انکے سمجھے ہوے معراج شریف پورے طور پر سمجھ مین نہین آسکتی ہے۔ اب ہم پھر معراج کے بیان کیطرف رجوع ہوتے ہین کہ جو ہمارا مقصود اصلی تھا سبحان الذی اسری مین معراج کی اجمالی حالت تو ظاہر ہو چکی اب سورہ والنجم مین جو اوسکی تفصیلی کیفیت کا بیان ہے اوسکی چند آیتین لکھکر اون کا مطابق بیان کرتا ہون تاکہ نہایت آسانی سے سمجھ مین آجاے

وہ آیتین یہ ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَ
قسم ہی تارے کی جب گرے بہکا نہین تمھارا رفیق اور بے راہ نہین چلا اور
مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ
نہین بولتا اپنی خواہش سے یہ تو وحی ہے جو اوسکو پہونچتی ہی سکھایا اسکو
شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ
سخت قوتون والے زور آور نے پھر سیدھا بیٹھا (پس پورا نظر آیا) اور وہ تھا اونچے
الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ
کنارہ آسمان کے پھر نزدیک ہوا پس اُتر آیا پھر رہ گیا فرق دو کمانون کے برابر
اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ
یا اس سے بھی نزدیک پس حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی جھوٹ نہین کہا
الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ
دل نے جو کچھ کہ دیکھا اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اوپر جو اوس نے دیکھا اور اسکو اسنے
رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا
دیکھا ہے ایک دوسرے اتارے مین نزدیک سدرۃ المنتہی کے جسکے پاس ہے
جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا
بہشت رہنے کی جب چھا رہا تھا سدرہ پر جو کچھ کہ چھا رہا تھا بہکی
زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ
نہین نگاہ اور حد سے نہین بڑھی بیشک دیکھے اس نے اپنے رب کے

الْكُبْرٰى ۝ اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ

بڑے نمونے ۔ بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ کو اور مناۃ تیسرے

الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ

پچھلے کو ۔ کیا تمکو بیٹے اور اُسکو بیٹیان ہین ۔ یہ اسوقت بانٹنا بہت

ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ

برا ہے ۔ یہ سب نام ہین جو تم نے اور تمھارے باپ دادا ؤن نے رکھے ہین

مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

اللہ نے اوس کے لیے کوئی سند نہین اُتاری ۔ نرے اٹکل ہی پر چلتے ہین

وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝

اور اپنے جی چاہنے پر ۔ حالانکہ پہونچ چکی ہے اونکو انکے رب سے ہدایت

سورۂ والنجم کی یہ آیتین سُبحان الذی اسری کی تفصیل ہین سردست مین ان آیتون کی تفسیر تمامہ لکھنے کے لیے تیار نہین ہون اور نہ اس شرح مین اون کی گنجائش ہے۔ یہان پر مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ جس طرح آیہٗ سبحان الذی اسری مین خداوند تعالیٰ نے کلمہ توحید کی رو سے تشبیہ و تنزیہ وا ہم اول و آخر و ظاہر و باطن کو ایک کر کے کسی اور شے کے وجود کو باقی نہین رکھا یعنی گویا فرمادیا کہ کلمہ کے معنی جو آیات محکمات مین سے ہی بلا کسی تاویل کے یہ ہین کہ لاموجود الا اللہ یعنی کل موجودات جو الٰہ ہین وہ الٰہ نہین ہین مگر اللہ چنانچہ سبحان الذی اسری مین جو آخر کے الفاظ ہین وھو السمیع البصیر وہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہین کہ آپ ہی سننے اور دیکھنے والے ہین اور آپ ہی کی نسبت حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو فرمایا کہ وھو السمیع البصیر یعنی آپ کی ذات وصفات و افعال کو

اسپنے مین ملا کر ایک کر لیا پس جو کچھ والنجم کی معانی سے وعلمہٗ شدید القوی
کی نسبت حضرت جبرئیل کی طرف کی جاتی ہے تو چونکہ سوا ی حق کے کوئی شے موجود
نہین ہے لہذا وہ سب حق کی ہی طرف منسوب ہے اور جو ضمائر اس سورہ والنجم مین
حضرت جبرئیل کی طرف منسوب کی جاتی ہین وہ سب رسول اللہ کی طرف راجع ہین
کیونکہ جبرئیل جو ملک و ملکوت کو شامل ہین صورت متمثلہ عقل رسول اللہی ہین پس
ملکوت سب رسول اللہ کے صفات و افعال ہین اور رسول اللہ عبد ہین جسکی تعریف
بیان ہو چکی ہے کہ عبدیت عین الوہیت ہے اور خداوند تعالی نے عبد کی تعریف
فرمائی کہ ھو السمیع البصیر پس سب نسبتین سب اضافتین سب شانین اپنے اپنے مرتبے کیا انفس
اور کیا آفاق کیا ملکوت اور کیا ملک مین اپنی حقیقت یعنی اللہ کی طرف رجوع ہوتی
ہین اور خدا کے وجود سے کوئی موجود باہر نہین ہے بلکہ کسی موجود کا باہر ہونا محال ہے
لہذا وجود حق کے علاوہ کسی دوسرے کا وجود محال ہے لو کان فیہما آلھۃ الا اللہ
ھنس تا پس سدرۃ المنتھی تک مع درخت سدرہ کے ایک وجود تشبیہی جناب باری کا
مع جملہ عوالم کے ہے جو عوالم ہر وقت بحکم کل یوم ھو فی شان پیدا ہوتے رہتے ہین
اور سدرہ کی ایک پتی ایک ایک عالم یعنی آفاق ہے اور اوس کی پتیون کی قطع شل ہاتھی
کے کان کے ہے جیسا کہ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین آیا ہے اور اسمین یہ نکتہ
ہے کہ نطفہ جب رحم مین صورت انسانی پکڑتا ہے تو اوس کو ایک جھلی گھیر لیتی ہے جس
سے جنین کی قطع مثل ہاتھی کے کان کے ہو جاتی ہے اور اس جھلی کا گھیر لینا یہی
شاکلہ ہے قل کل یعمل علے شاکلتہ۔ اور اس ہاتھی کے کان کی شکل مین بھی پوری
صورت انسانی اندر موجود ہوتی ہے اسی طرح سے سدرہ کی ایک ایک پتی مین ایک
ایک عالم کی صورت مثل ہاتھی کے کان کے ظاہر ہو جاتی ہے اور اسی صورت مین پوری
صورت عالم کی مثل انسان کے موجود ہوتی ہے۔ الحق سے

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

اور سدرہ کا ایک ایک پھل نفس یعنی انسان ہے اور اوس کی پتیان اوسکے پھلون کی تابش سے قندیل کی طرح چمکتی ہین اور اسی کو قلب انسانی کہتے ہین اور اسی واسطے آن حضرتؐ کا نام سراجاً منیراً ہے لفظ سراج کے دو معنی ہین ایک چراغ دوسرے آفتاب تو آپ نفس کے چراغ ہین اور آفاق کے آفتاب ہین یعنی نفس کا جو مضغۂ گوشت یعنی دل ہے اوسکے چراغ ہین اور آفاق کا ماہتاب جو بے روشنی ہے اوسکے آفتاب ہین جو فی نفسہٖ روشن ہے اور ماہتاب مین روشنی نہین ہے بلکہ اوس مین آفتاب سے روشنی آتی ہے اور نفس مین دل کا مضغۂ گوشت مع چراغ دل کے یعنی مع مدرکات کے آفتاب ہے اور انسان کا پورا جسم ماہتاب ہے جو دل کے آفتاب سے روشن ہے اور آفاق کل مثل جسم تاریک کے ہے اور انسان کامل کا پورا جسم آفتاب ہے جس سے آفاق کا جسم روشن ہے پس آفاق یعنی ملک و ملکوت مع سدرہ کے جہان پر تخلیق عوالم کی انتہا نہین ہے ایک ماہتاب ہے اور آن حضرتؐ کا تعین نفسی ایک آفتاب ہے جس سے اعلیٰ علیین سے لیکر تحت الثریٰ تک جگمگا رہا ہے اللہ نور السموٰت والارض مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓ ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس ۔ الایہ یعنی اللہ آسمانون اور زمین کا یعنی ملکوت و ملک کا نور ہے نور کے معنے منور کے لیجیے یا نور کے دونون بے کیف و بے رو و بے جہت ہین یعنی مدرک کلیات و جزئیات و عین ہر جزئی و کلی ۔ اوسکے نور کی مثال یہ ہے کہ جیسے طاق مین چراغ ۔ نفس مین دل مثل طاق کے ہے اور دلکے مدرکات مصباح

ہین کیونکہ مدرک ہونے کی وجہ سے روشنی روشنی کہی جاتی ہے اور آفاق مین جو ملک و ملکوت دونون کو شامل ہی یہ آفاق طاق ہے اور انسان کامل مع اپنے جسم کے چراغ ہے کیونکہ انسان کامل ہی بتائید اپنے صفات وافعال کے سب چیزون کا ادراک کرکے اون چیزون کا وجود ثابت کرتا ہے اگر انسان ادراک نہ کرتا تو آفاق کی کسی چیز کا وجود ہی نہوتا پس جسطرح ہر حق مدرک کلیات وجزئیات انفس و آفاق ہی اوسی طرح ہر انسان مدرک کلیات وجزئیات انفس و آفاق ہی المصباح فی زجاجۃ وہ چراغ ایک فانوس مین ہی پس انسان کامل حقیقی مصباح ہی جسم کے فانوس مین ہی اور انسان جو آفاق کا مصباح ہی جسم آفاق کے فانوس مین ہی الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ زجاجہ مع انفس و آفاق کے ایک ستارہ ہی جو شجر مبارک زیتون سے چمکتا ہے شجر مبارک زیتون نفس مین جسم انسانی ہے اور آفاق مین سدرۃ المنتہی ہی اور یہ شجر نہ شرقی ہے اور نہ غربی اور یہین سے کہا گیا ہے کہ آن حضرتؐ کا نور ایک مدت تک مثل قندیل کے ساق عرش پر تابان رہا لہذا یہ زجاجہ نفس و آفاق ملاکر نور محمدی ہوگیا۔ آفاق مدرک نہین ہے اور نفس مدرک ہی روشنی کے یہ معنی ہین کہ جو غیر معلوم اشیا کو دکھائے پس حقیقی روشنی ادراک ہی کہ جو نظر آتا ہے یا محسوس ہوتا ہے وہ بھی اگر ادراک نہو تو نہین معلوم ہو سکتا ہے یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نزدیک قریب ہی کہ اوس کی روشنی بھڑک اٹھے اگرچہ اوس مین آگ نہ لگے یعنی نفس ناطقہ انسانی جو فی نفسہ مدرک کلیات وجزئیات ہی اوسکا تقاضا یہ ہے کہ بلا سبب کے حقائق اشیا کا ادراک کرلیجائے اور یہی اعلی ترین روشنی ہے نور علی نور آفاق مین جسقدر اجرام سماوی روشن ہین وہ کوئی روشنی نہین دے سکتے جب تک نور نفسی جو اوسپر غالب ہے اوسکا ادراک نکرے مگر حکمت بالغہ جناب باری اوسکے ادراک کرنیسے نفس یعنی انسان کو روک دیتی ہے ٥

تعین ہر یکے راکردہ محبوس	زجزویت بکلی گشتہ مایوس

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہین کہ ع

از پردۂ غفلت بچہ تدبیر برآیم	خود یار روادار حجابست بہ بینید

حب مصلحت ایزدی اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ انسان کل اشیا کا ادراک کرے تو اوسکو اپنے نور سے جو نور علی نور ہے حق روشن کر دیتا ہے اسی سے کہا ہے کہ یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس ط یہ مثال جناب باری نے انسان کے لیے اسواسطے دی ہی کہ انسان جو ناس ہے یعنی بھولا ہوا ہی وہ اپنے آپکو یاد کرے اور نفس کا ستارہ چراغ اور آفاق کا ستارہ آفتاب بن جاے۔ بالجملہ انفس مع نفس و آفاق کے ایک ستارہ ہے جس کی قسم جناب باری نے کھائی ہے کہ والنجم اذا ھوی علی الخصوص اوس تعین رسول اللہی کی قسم کھائی ہے کہ جس سے آپ کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا ہی اور یہ خطاب آپ کو اوس وقت دیا ہی کہ جب ہر ہر مخلوق نفسی و آفاقی کے لیے آپ کو رحمت بنا لیا ہے یعنی حکمت بالغہ سے آپکو انفسی نجم بنایا جس کی روشنی نے ذرہ ذرہ آفاق کو بھی گھیر لیا اور آپ کو نفس نفیس اوس نجم انفسی اور ضیا ء نجم آفاقی کے اندر چھپا دیا جیسے کہ خود چھپا ہوا ہے اور مثل نور کے ظاہر کر دیا جیسا کہ خود ظاہر ہے بس یہ آفتاب و ماہتاب اور دیگر ستارہ جو آپ دیکھتے ہین اور اُن کی روشن صورت آپ کو گول نظر آتی ہے در اصل ان سب کی صورتین آدمی کی ایسی ہین مگر وہ صورت انسان نفسی ان مین چھپی ہوئی ہی جیسے نطفۂ انسان مین نطفہ گول معلوم ہوتا ہے لیکن اوسکے اندر صورت انسانی پوری پوری چھپی ہوئی ہوتی ہے کہ آخر کو فتبارک اللہ احسن الخالقین ہوتا ہے۔ بیش ازین نیست کہ آپ نجم آفتاب کو مرد کا نطفہ کہیے اور نجم ماہتاب کو عورت کا نطفہ اندان دونون کے تاثیر د تاثر سے سارا عالم پیدا ہوتا ہے بل

کواکب و نجوم بھی اس مین آ گئے۔ اسی واسطے جناب باری نے آن حضرت کو کلام مجید
مین نجم کہکر اوس کی قسم کھائی ہے۔ وہ نجم نجم ماہتابی اوسوقت ہے کہ جب سیر رجوعی
مین اپنے آپ کو مثل ماہتاب کے چڑھتا ہوا دیکھے اور بائین جانب سعد چڑھے
کہ پہلے آدمی یعنی ناف تک کے آدمی کو طے کرکے دوسرے آدمی یعنی جسم متوسط کے
آدمی کو طے کرکے تیسرے آدمی یعنی وجہ کو طے کرکے مخ دماغ مین غائب ہو جائے
یعنی آفتاب حقیقی مین فانی ہو جائے اور تب آفتاب حقیقی اوسکو اپنی صورت پر
ظلمت لیل سے نکالکر اور نور علی نور کرکے فتدلی کرے۔ اسکو سیر باللہ اور سیر نزولی
کہتے ہین اور یہ سیر آناً فاناً ہوتی ہے۔ اس کل بیان کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ
رحمۃ للعالمین ہین تو آپ کی صورت مثل ماہ چہاردہم کے ہے اور جب آپ بعد
کمال کے فتدلی ہو کر نزول فرماتے ہین تب آپ کی صورت مثل آفتاب خط استوی کے
ہے پس والنجم اذا ھوی مین حقتعالی نے آپکے عروج و نزول دونون کی قسم کھائی ہے کیونکہ ہوی کے معنی عروج و نزول دونون
کے ہین عروج مین رحمۃ للعالمین کی قسم کھائی ہے اور نزول مین الرحمن علی العرش استوی کی جیسے کہ آپکی قسمین
صاف صاف پوری سورہ والشمس مین کھائی ہین یعنی شمس و ضحی وغیرہ سب کو ایک
کردیا ہے اور یہی کلمہ توحید کے معنی ہین ما ضل صاحبکم وما غوی یعنی اس
عروج و نزول مین آن حضرت نہ گمراہ ہوے نہ بھٹکے یعنی مع نفس و آفاق کے
صراط مستقیم پر عروج مین رہے یعنی جب آپ کا عروج ہوا تو آپ کا سیران و طیران
ہر ہر ذرہ نفس و آفاق مین تھا عروج مین آپ نے بسبب رحمۃ للعالمین ہونیکے
کسی ذرہ کو اپنی معراج سے فائدہ دینا اُٹھا نہین رکھا تھا اور سب مین سما گئے تھے
جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نزول مین حق مع انفس و آفاق کے آپ مین سما گیا اور قیامت
قائم ہو کر بجز آفتاب حقیقی کے کچھ باقی نہین رہا حضرت سرمد فرماتے ہین سے رباعی

آن کس کہ سر حقیقتش باور شد	خود پہن تراز سپہر پہناور شد

ملا گوید کہ بر شد احمد بفلک		سرمد گوید فلک باحمد در شد	

فلک باحمد رشد ان کے معنی یہ ہین کہ الوہیت آفتاب حقیقی نے جامعیت کے ساتھ سیر نزولی مین آپ کی صورت پر تنزل فرمایا کیونکہ آفتاب نکلنے کے بعد دیگر کواکب وانجم کی ہستی باقی نہین رہتی ہے اور آفتاب ہی آفتاب رہجاتا ہے جیساکہ حضرت مولانای رومی نے فرمایا ہے کہ ؎

بر کشاد از روزن دل آفتاب		ختم شد واللہ اعلم بالصواب	

وما ینطق عن الھوی یعنی ہوا وہوس وغیرہ کچھ باقی نہین رہتا ہے بجز وجہ آفتاب حقیقی کے اسی وجہ سے جناب باری نے فرمایا کہ ان ھو الا وحی یوحی۔ علمہ شدید القوی ذو مرۃ اب شدید القوی کے معنی اگر جبرئیل کے لیجیے تو جبرئیل آپکی صورت متمثلہ عقل ہین اور ان کی نمود آپ ہی کے وجود باجود سے ہی لہذا آپنے اپنی عقل سے دریافت فرمایا اور اگر شدید القوی سے مراد حق لیجیے تو حق نے کوئی دقیقہ یکتائی کا آپ کے ساتھ اٹھا نہین رکھا تھا کہ جس مین تفرقہ کی گنجائش ہو اور جبرئیل آپکو کیسے سکھا سکتے تھے کہ ؎

عقل از دلیز می ناید بردن

فاستوی وھو بالافق الاعلی بلکہ آپ ہی مستوی ہو کر نفس و آفاق مین افق اعلی مین تھے یعنی مخفی ہی مین یعنی آپ خلاصہ کل تعینات تشبیہی تھے جیسے کہ لفظ سبحان الذی مین آپ ب اور نقطہ ب تھے پس تعین جبرئیلی افق اعلی مین ختم ہو چکا تھا یعنی جہان تک کہ مخلوقات کا گذر تھا وہ دلیز تنزیہی مین ہیو نجکر بیکار ہو چکے تھے ثم دنی فتدلی اب وقت اسکا آیا تھا کہ ذاتی نسبتین شروع ہو کر آپکو بے رنگی کے رنگ مین رنگ کر فتدلی کریں ؎

سب رنگ پھیکے تراب کے آگے		جو گیا رنگ کی اوری بہار	

فکان قاب قوسین او ادنیٰ یہان مجھے ایک قصہ یاد آیا جسکا لکھدینا اس محل پر ضروری ہے مین سنہ ۱۸۹۹ء مین قصبہ ملیح آباد ضلع لکھنؤ مین تحصیلدار تھا اور اوس زمانہ مین وقت فرصت حضرت مجدد رح کے مکتوبات میرے مطالعہ مین رہتے تھے اون مکتوبات کی جہان تک مین نے سیر کی اوس سے معلوم ہوا کہ آپکا مشرب خلاف توحید وجودی کے توحید شہودی ہے اگرچہ آپنے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ابتدائ توحید وجودی ہے اوس کے بعد توحید شہودی ہے۔ مین یہ دیکھکر نہایت پریشان ہوا کیونکہ میرا عقیدہ توحید وجودی کا تھا اور جو نہ مین اپنے عقیدہ سے ٹل سکتا تھا اور نہ ایسے بزرگ و علامہ دہر کے قول کو رد کر سکتا تھا۔ لہذا مجھے یہ فکر پیدا ہوئی۔ کہ فی الواقع کیا ہے۔ اگرچہ سیر کتب صاف بتاتی تھی کہ بجز حضرت مجدد الف ثانی رح اور حضرت علاء الدین سمنانی رح اور حضرت ابوالحسن خرقانی رح کے باقی کل اولیاء اللہ بلکہ کل پیغمبران علیہم السلام کا اور دیگر فرق کے جوگیون وغیرہ سب کا مسلک و مشرب توحید وجودی ہے اور خود حضرت مجدد رح کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رح بہت بڑے موحد و صاحب وحدت وجود تھے اور خود وحدت وجود کا مسئلہ ایسا جامع ہے کہ اس سے وحدت شہود کا مسئلہ باہر ہوئی نہین سکتا ہے اور وحدت شہود بغیر وحدت وجود کے عدم محض ہے جو محال ہے تاہم جسکو ذوق و طلب اس مسلک کی ہوگی وہ جان سکتا ہے کہ خفیف سا شک کسی مسئلہ اصولی تصوف مین طالب کی کیا گت بنا دیتا ہے مین اس شک مین غور کرتے کرتے قریب بہ ہلاکت پہونچ گیا تھا اور جسقدر مکتوبات مین دیکھتا جاتا تھا اوسی قدر میرا شک بڑھتا جاتا تھا۔ سالک کو مسئلہ اصولی مین اگر شک ہوجاتا ہے تو آپ سمجھ لیجیے کہ اوس کو اتنا ہی صدمہ ہوتا ہے جیسے کسی بیٹے کے مرنے سے باپ کو یا اوس سے زیادہ آپنے سنا ہوگا کہ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آنے مین دیر ہوئی تھی

تو آپ نے ہلاکت کا قصد فرمایا تھا۔ بہرحال مین نے بہت پریشان ہوکر مکتوبات کا مطالعہ
موقوف کردیا اور چار در ماہ تک اس تفکر مین غلطان و پیچان رہا کہ یہ کیا بات ہے کہ
حضرت مجدد نے وحدت وجود سے وحدت شہود کو علیحدہ کرکے ایک نئے توحید نکالی
ہے جو فی الواقع وحدت وجود سے علیحدہ ہوکر توحید نہین رہی ہے۔ اس مقام پر
وحدت وجود کی مختصر التعریف یہ ہے کہ "ہمہ اوست" اور وحدت شہود کی تعریف
یہ ہو کہ "ہمہ از دست" اگر ہمہ از دست ہی تو بھی ہمہ اوست ہی کیونکہ اگر کہا جاے
کہ عالم کو حق نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا پس قدرت صفت جناب باری ہو
خدا کے اسمار وصفات خدا سے علیحدہ نہین ہو سکتے پس ہمہ از دست کا عقیدہ کرکے
عالم کو ماسواے حق سمجھنا یہ تو صریحی شرک ہی اور اوسکا وہم بھی حضرت مجدد ایسے
بزرگ کی نسبت کرنا معصیت ہے۔ تب مین نے حضرات نقشبندیہ کی کتابین دیکھین
اون مین دوائر و لطائف کے ذریعہ سے سیر و سلوک کیا جاتا ہے۔ پہلے مین نے
تفکر کرنا شروع کیا کہ حضرات نقشبندیہ کے یہان دوائر ولطائف کیون رکھے گئے
ہین اور وہ کیا چیز ہین اور اون کی حقیقت کیا ہے۔ تو مجھ کو مکشوف ہوا کہ
دائرہ اسوجہ سے رکھا گیا ہے کہ ہر چیز جب اپنے مبدا سے تنزل کرتی ہے تب
ایک قوس نزولی بناتی ہے اور پھر کسی وقت وہی شے باعتبار حکمت بالغہ
جناب باری اپنے مبدا کو رجوع کرتی ہے تب لابد ہے کہ دوسرا قوس عروجی بنا ہے
اور دونون قوسون کو جب ملائیے تو ایک دائرہ ہوجائے گا۔ فکان قاب قوسین
او ادنیٰ پس حضرت مجدد کے ارشاد کے مطابق (کہ پہلے توحید وجودی کا ہونا لازمی
ہے اوسکے بعد توحید شہودی مکشوف ہوتی ہے) مین نے توحید وجودی ہی کا تفکر
کیا اور ایک ہستی بے کیف و بے رو و بے جہت کو وجود حق یقین کیا اور یہ تفکر کیا کہ
اوس ہستی سے یہ عالم اور تمامی مخلوقات باکیف و بارو و باجہت کیونکر پیدا ہوگئے

یعنی قدرت کاملہ حق سے پیدا ہوے لیکن اوسکی حکمت و ترکیب یہ ہے تب بھی مکشوف ہوا کہ وجود حق با وجود اپنی بے کیفی و بے روئی و بے جہتی کے امہات اسماء سے خالی نہین ہے اور وہ امہات اسماء بھی وجود حق مین ویسے ہی بے کیف و بے رود بے جہت ہین اور امہات اسماء یہ ہین اللہ حی۔ اللہ علیم۔ اللہ قدیر۔ اللہ مرید اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ کلیم اور ان امہات سبعہ مین کل عوالم مع تمامی مخلوقات کے اپنے اپنے صفات و تاثیرات کے ساتھ داخل ہین قبل تخلیق عالم کے خداوند عالم اپنے آپ مین اپنے آپ کو جانتا تھا جیسا کہ اب جانتا ہے اور ضرور بالضرور بنفسہ تھا جیسا کہ اب ہی اور ضرور فی نفسہ رہے گا جیسا کہ تھا اور ہے عالم کی ہر شے کی فطرت و حکمت بتا رہی ہے کہ کوئی اوسکا پیدا کرنے والا ہے خواہ اوس نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہو خواہ کسی حکمت سے بہرحال اوس وجود کے کمال کی جامعیت کا تقاضا یہ ضروری تھا کہ عالم پیدا ہو۔ اور فی الواقع قبل تخلیق عالم کے قدرت یا حکمت وجود حق سے ممتاز نہین تھی کہ جو جناب باری اپنی قدرت یا حکمت سے پیدا کرتا بلکہ وجود محض جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے اور ویسا ہی رہے گا غیر کا وجود معدوم محض ہے عالم تقاضاے وجود محض سے پیدا ہوا ہے یعنی اگر وجود مطلق منزہ عن التعین کا تقاضا تخلیقی نہوتا تو وجود مطلق ناقص ہوتا کہ منزہ ہے اور مشبہ نہین ہے حالانکہ وجود مطلق فی نفسہ جامع و اکمل ہے پس اوسکا یہ تقاضا ہونا ضروری تھا کہ جسطرح سے منزہ ہے اوسی طرح سے مشبہ بھی ہو اور پھر تشبیہ مین بھی اوس وجود مطلق کا قیام ٹھہراؤ کے ساتھ اوس کے کمال کی جامعیت کے خلاف تھا لہذا جو نہی کہ تقاضاے کمال وجود حقیقی سے تشبہ ہوتا ہے اوسی آن مین تقاضاے وجود حقیقی سے تنزہ ہوتا ہے پس وجود مطلق کے کمال کی وجہ سے تنزہ سے ایک قوس نزولی عالم لاہوت سے عالم ناسوت تک بنتا ہے اور پھر اسی کمال

کی وجہ سے تشبہ سے دوسرا قوس عروجی عالم ناسوت سے عالم لاہوت تک بنتا ہے اور یہ دونون قوسین ملکر ایک دائرہ ہوجاتی ہین جسکو عالم کہتے ہین اور دائرہ عالم مین تمامی عوالم داخل ہین اور تمامی اسماء ہادی و مضل کا اپنے اپنے مراتب سے ظہور ہے۔

تلمیح مین نے عالم لاہوت سے قوس نزولی کو شروع کرکے ناسوت تک پہونچایا ہے اور ناسوت سے قوس عروجی کو شروع کرکے لاہوت تک پہونچایا ہے اس دائرہ مین مین نے اعیان ثابتہ یعنی عالم جبروت کو بھی عالم مین داخل کرلیا ہے حالانکہ در اصل عالم ملکوت سے شروع ہوتا ہے۔ چونکہ عالم جبروت مین کل اسماء ایک دوسرے سے ممتاز ہوکر تجلی ہوتے ہین جسکو علم حق کہتے ہین۔ تجلی ہونا فی نفسہ ایک عالم بناتا ہے لہذا مین نے جبروت کو بھی عالم مین داخل کرلیا ہی اور وہ عالم انفسی ہے جیسا کہ عالم ملکوت سے عالم آفاقی شروع ہوا ہے اور عالم لاہوت اور عالم ہاہوت ایک ہی ہے وہان اسماء ممتاز نہین ہین اور عالم لاہوت عالم جبروت کا اجمال ہے اور عالم لاہوت کے اندر ولوج یعنی اندماج کو عالم ہاہوت کہتے ہین اور ان دونون مین تجلی ہونا ممتنع ہی۔

اب جاننا چاہیے کہ آپ عالم کی ہر چیز کو دیکھتے ہون گے کہ اگرچہ ہر شئے بحکم کل یوم ھو فی شان کے موجود معدوم ہوتی رہتی ہے مگر فی الواقع جو چیز فانی ہوتی ہے وہ فانی نہین کہی جاسکتی ہے کہ جس سے وجود مطلق مین تغیر و تبدل لازم آوے بلکہ فنا و بقا عین وجود مطلق کے اندر ہے لہذا حق الآن کما کان عین وجود مطلق ہے جو شئے کہ فانی معلوم ہوتی ہے چونکہ وہ عدم محض ہی لہذا اوسکو فانی معلوم ہونا ہی چاہیے اور چونکہ وجود مطلق ہے لہذا ہر شئے کو ظاہر ہونا ہی چاہیے۔ اسی طرح ہر کل عوالم مین ہر شئے اپنی حدسیت کو جاتنے معلوم ہوتی ہے اور وجود مطلق اوسکو اپنے تقاضا وجود سے ظاہر فرماتا رہتا ہے اسی کا نام تخلیق ہے بل ھم فی لبس من خلق جدید یہ تجدد امثال کا مسئلہ اسی وحدت وجود کی تخلیق سے مشتق ہوا ہے جس کی رو سے کل عالم

ہر آن بدلتا رہتا ہے یعنی فانی ہوتا ہے اور وجود مطلق اپنے جود مطلق سے اوسکو وجود دیتا رہتا ہے پس جسکو قدرت یا حکمت کہتے ہین وہ وجود مطلق کے اندر ہے مین نے جو لفظ جود مطلق کا کہا وہ اسوجہ سے کہ وجود مطلق اسکا محتاج نہین ہے کہ مخلوق کو عبادت کے لیے پیدا کرے ایسی چھوٹی صفت تو کسی معقول و مہذب آدمی مین نہین ہوتی ہے کہ اپنی تعریف چاہے چہ جائیکہ جناب باری اوراسی واسطے حضرت ابن عباس نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون کی ہے اور یہ تفسیر کل اولیاء اللہ اور کاملین کی مسلمہ ہے اور فی الواقع لیعبدون ہو بھی نہین سکتا جب تک لیعرفون نہو۔ اب یہان پر یہ بحث آگئی کہ جود کیا چیز ہے اور جود کیون کیا اور کسی کو ضلالت و گمراہی کے مظہر مین اور کسی کو ہدایت و صراط مستقیم کے مظہر مین کیون ظاہر کیا یہ سب جود ہی اور اگر دوزخ مین لیجاے تو جود ہے اور اگر جنت مین لیجاے تو جود ہے اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ ؎

نیاو نہ کینھن کینھن ٹھکرائی		بنا کینھے لکھ دھن بڑائی	

ہمارے نزدیک یہ قول عارفانہ نہین ہے بلکہ اون بزرگ نے اس مسئلہ کی اشکال کی وجہ سے تاکہ عام لوگون کی فہم مین آجاے اور اپنے عقیدہ سے کہ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا برگشتہ نہون فرمادیا ہے ورنہ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ صاف موجود ہی جس کا جواب وحدت شہود کے عقیدہ والے سے ناممکن ہے کہ نعوذ باللہ جناب باری عادل نہین ہے کہ ایک کو سعید بنایا اور ایک کو شقی اور خالق مطلق کو الزام سے بری کرنے کے لیے ضرورت واقع ہو کہ تناسخ کے مسئلہ کا عقیدہ کیا جاے کہ سابق جنم کے اعمال کے لحاظ سے ایک کو سعید بنایا اور دوسرے کو شقی ایک کو امیر بنایا اور دوسرے کو غریب اور اس تناسخ کے مسئلہ کو چھیڑنا ہم اسوقت نہین چاہتے ہین ہم وحدت وجود کی رو سے جناب باری کو عادل جانتے ہین اور اس بات کے درپے ہین کہ سعید بنانے مین بھی جود ہی اور شقی بنانے مین بھی جود ہی وحدت وجود کی رو سے کل عوالم و اشیاء عوالم علی الخصوص جن وانس سب

اسمار حق کے مظاہر ہین اور اسمار حق ذات حق مین مندرج ہین اب اندماج کا فائدہ یہ ہی
کہ ہر اسم خصوص اپنے وجود ذات سے دم انا اور ہاہی چاہے وہ شے جامع تمامی اسماء ہو
یا نہو اور یہ آپ بدیہیات بین دیکھتے ہین اسکے واسطے کسی دلیل کی ضرورت نہین ہے
اور اسی واسطے اشیار کی تاثیر غیر حق ہے اور یہ تاثیر غیر حق ہونے کی وجہ
سے نہین ہے بلکہ عین حق ہونے سے ہی اور اشیار جو مختلف اور بعید اقسام کی نظر آتی ہین
وہ اسوجہ سے کہ بعض اشیار کا ظہور کمی اسما کی وجہ سے ہی اور بعض کا ظہور تبائن اسمائی
زیادتی کی وجہ سے ہی اور انسان جو باوجود جامعیت کے مختلف نظر آتے ہین تبائن
اسمائے غلبہ کی وجہ سے ہے لہٰذا المؤمن کنفس واحد اور جن وانس مین جو فرق معلوم
ہوتا ہے اون مین بھی خاک ونار کے غلبہ کا فرق ہے لیکن انار حقیقی ہر شئے مین علے السّاوی
ہے اور ہر شے مین وہی انا رحق بمناسبت اوس شے کے تعین کے قائم ہوئی ہے لہذا
ہر شے کی انانے خواہ نیک ہو یا سعید ہو یا شقی مثل تقاضائے وجود مطلق کے تنزیہ سے
تشبیہ کا تقاضا کیا اور تشبیہ سے تنزیہ کا اور مخلوقات کا ایک ایک دائرہ بنانا شروع کیا پس
وجہ مطلق کے عدل مطلق نے اپنے وجود سے چاہا کہ ہر ہر اسم کو ظاہر کر دے لہذا ہر ہر اسم کا
اپنے اپنے تقاضے سے ظاہر ہونا یہ وجود مطلق کا جود مطلق ہے۔ مین ایک بہت چھوٹی
سی مثال لکھتا ہون جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یون ہوا اور اسی پر ہر شے کو قیاس کرنا چاہیے
مثلاً ہمارے ہاتھ مین ایک انگلی کلمہ کی ہے جو مبارک و سعید ہے اور ایک انگوٹھا ٹھوٹھا ہے
جس کا اثر خرابی و شقاوت ہے اور یہ دونون ہمارے جسم مین ہماری انانیت سے اپنی اپنی تاثیر
کے لحاظ سے دم انا مارہ ہے ہین مٹھی بند ہے کلمہ والی انگلی نے اپنا دائرہ بنانا چاہا
اور انگوٹھے نے اپنا دور دورہ کرنا چاہا جتنے دونون کو کھڑا کر دیا دونون کا ایک ایک دائرہ
نزولی بن گیا پس بحکم کل شئ یرجع الی اصلہ جیسا کہ ان دونون نے اپنا ظہور چاہا تھا اب
ان کے کمال نے اپنا خفا چاہا ہم نے مٹھی پھر بند کر لی۔ کلمہ والی انگلی جنت مین چلی گئی اور

انگو تھا دوزخ مین چلا گیا اس سے ثابت ہوا کہ نیک و بد کا ظہور محض عدل وجود و عطا و بخشش ہے اور جو آپ یہ کہین کہ کلام مجید مین ہے [۵۵] لایستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون اور یہان دونون ساوی ہوے جاتے ہین اوسکا جواب یہ ہے کہ اصحاب الجنۃ وہ لوگ ہین جو خدا کی جنت کے طالب ہین نہ اس جنت کے جو بمقابلہ دوزخ کے ہے اور وہ اپنی دونون انا دون یعنی شقاوت و سعادت سے نکلے ہوے ہین اور انا حقیقی مین فانی ہین جس کو ذات کہتے ہین یہان تو عدل وجود یعنی اسماء کی بحث ہے اور ذات مین سب متحد ہین اب ہم اصل پر آتے ہین۔

بالجملہ ایک دائرہ عالم لاہوت و ناسوت کا تھا اور در اصل اسی مین تین دائرہ ہین عالم لاہوت سے عالم جبروت تک۔ عالم جبروت سے عالم ملکوت تک۔ عالم ملکوت سے عالم ملک تک۔ عالم لاہوت و جبروت کے دائرہ کے لیے مخصوص یہ آیت ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ اور عالم جبروت و ملکوت کے دائرہ کیلیے مخصوص آیت ہے وفی انفسکم افلا تبصرون اور عالم ملکوت و ملک کے دائرہ کیلیے مخصوص یہ آیت ہے سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اور سب عوالم کے شمول کے ساتھ جو کل ایک دائرہ لاہوت سے ناسوت تک ہے اوسکے لیے یہ آیت ہے وھو معکم اینما کنتم اور چونکہ انسان کل عوالم کا جامع ہے لہذا اس کے تین مرتبہ ہین یعنی تین کھنڈ ہوے ایک دائرہ مخ دماغ سے حلقوم تک عالم لاہوت و جبروت کا۔ دوسرا دائرہ حلقوم سے ناف تک عالم جبروت و ملکوت کا۔ تیسرا دائرہ ناف سے پیر تک عالم ملکوت و ملک کا یہ تین دائرہ مع قوس عروجی و نزولی کے ہوے اور کل جسم انسان مخ دماغ سے پیر تک اور پیر سے مخ دماغ تک ایک دائرہ عالم لاہوت و ناسوت کا مع قوس عروجی و نزولی کے ہوا اور یہ آپ کو معلوم ہو کہ جب جامعیت اسما ہوگی خواہ بغلبۂ لطافت خواہ بغلبۂ کثافت تو ایک آدمی بنا دے گی تو وجہ اللہ لطف آدمی ہے اور فی انفسکم افلا تبصرون لطیف دیگر نہ لطف ہے اور

[۵۵] برابر نہین ہین دوزخ کے لوگ اور جنت کے لوگ جنت کے لوگ پہونچنے والے ہین ۔

سنریہم ایاتنا فی الآفاق الآیہ کثیف آدمی ہے اور مجموعی آدمی وھو معکم اینما کنتم ان تینون کا جامع ہے اور جب ان مین سے ہر ایک پورا آدمی ہوگا تو ہر ایک مین بہ تفصیل مذکورہ بالا تین تین دائرہ ہون گے پس اصل تین دائرہ ہین اور جو ہر ایک دائرہ مین تین تین دائرہ ہین وہ لطائف کہے جاتے ہین پس لطائف اس حساب سے نو ہوے اور لطائف ستہ اسواسطے ہوتے ہین کہ ہر ایک دائرہ کا اخیر دوسرے دائرہ کا سر پڑتا ہے پس سات رہے اور چونکہ یہان پر دائرہ ناسوتی کے بیان مین فحش وخلاف تہذیب الفاظ لانا پڑین گے (جس مین ساتوان لطیفہ غائب ہوکر لطائف ستہ ہی رہجاتے ہین) اور مین نماز کی حقیقت یعنی معراج شریف کا حال بیان کر رہا ہون اور نماز کی تعریف ہے کہ ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر لہذا مین صرف وجہ حقیقی کو لیتا ہون ولذکر اللہ اکبر اور مین اوس لطیفہ منکر کو بھی نہ بیان کرتا جو حلقوم سے ناف تک ہے مگر چونکہ خداوند تعالی نے اوسکو خون حیض سے شیر شیرین بنادیا ہے لہذا اوس کے بیان کرنے مین کچھ ہرج نہین ہے

ما بہ بحر نور خود راجع شدیم	در صنائع اصل مستر ضع شدیم

باالجملہ تین دوائر کی حقیقت معلوم ہوگئی لیکن بداہتہً اوس کی مثال نہین معلوم ہوئی اوس کے بیان کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے نطفہ جسم انسانی مین بے کیف وبے لندو بے جہت ہے اوسکو فاحببت ان اعرف نے حرکت دی فخلقت الخلق اور تخلیق اس طرح ہوئی کہ تخلیق کے وقت نطفہ کو باقتضاے جامعیت کے تین مرتبہ حرکت ہوئی یعنی منی باانزال کے وقت تین مرتبہ کودتی ہے اور ہر دفق اوسکا ایک دائرہ بنتا ہے اور ہر دائرہ ایک آدمی ہوتا ہے پس پہلا دفق جو ہوا تو چہرہُ انسانی بنا اور دوسری مرتبہ چہرہ سے سب کثافت لیکر حلقوم سے ناف تک ایک آدمی بنایا اور تیسری مرتبہ نے حلقوم سے ناف تک کی کثافت لیکر ناف سے ہر تک ایک آدمی بنایا اور پھر آدمی کے ان تینون حصون کو ایک تجلی نے بشکل چہرہ کے احاطہ کر لیا اور پھر پیدائش کے وقت وہ مثل سینہ کے ہوگیا اور

آخر کار رسیدا ہوکر وہ پورا آدمی ہوگیا فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔ بالجملہ دوائر ولطائف
کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد طالب تفصیل کو معلوم ہونا چاہیے کہ نفس مین دوائر کا سلوک پہلے
ناف سے شروع ہوتا ہے جسکا رنگ زرد ہے اور ناف سے ترقی کرکے سالک دائرۂ قلب
مین جاتا ہے جسکا رنگ سرخ ہے اور یہ زیر پستان چپ ہے ۔ پھر دائرہ ستر مین جاتا ہے جو
زیر حلقوم ہے اسکا رنگ سبز ہے پھر دائرہ روحی مین ترقی کرتا ہے زیر پستان راست اس کا
رنگ مثل رنگ آفتاب کے ہے پھر خفی ہے جو پیشانی پر ہے جہان سے مانگ کی ابتدا ہوتی ہے
اسکا رنگ نیلا ہے پھر اخفی ہے جو مخ دماغ مین اور مخ دماغ حاوی ہے کل جسم کو اسکا رنگ
تاریک ہے اسی کو او ادنی کہتے ہین اور اسکی سیر فنا فی اللہ ہے اور اس دائرہ کی سیر پائین کو
لے آتی ہے اب اوس آدمی کی سیر شروع ہوئی جو ناف سے ہے یہان پر سالک کا نفس
قطعًا باقی نہین رہتا ہے اور اسی کو دار الحیوان کہتے ہین جسکا تذکرہ حضرت شیخ اکبر محی الدین
ابن العربی نے کتاب فصوص الحکم مین کیا ہے ۔ اب حضرت مجدد الف ثانی نے انفسی سیر ناف
سے شروع کرکے دل تک پہونچائی اسکے بعد رجوعی سیر ستر کی طرف ہونا چاہیے تھی اور ستر
سے داہنی جانب دائرۂ روح مین اور پھر وہان سے بائین جانب شخص وجہ مین ہوتی ہوئی
پیشانی پر مقام خفی مین اور پھر سیدھی مانگ مین ہوکر مخ دماغ مین یعنی دائرۂ اخفی مین اور
مخ دماغ سے پائین مین ۔ پس دائرہ عروجی سے جو رجوعی سیر ستر کے دائرہ مین ہوتی ہے وہ
بہت مخدوش وخطرناک ہے اسوجہ سے کہ اوس دائرہ مین تمامی پاک وناپاک چیزین ایک
ہوگئی ہین اسطرح پر جیسے "ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد" مثلاً ایک گدھا نمک کی
کان مین گرادیا جائے تو صورت گدھے کی باقی رہتی ہے لیکن اوس کی ماہیت بدل جاتی
ہے بالکل نمک ہوجاتا ہے ۔ اسی دائرہ کو حضرات صوفیہ کی اصطلاح مین میکدہ کہتے ہین
اور اسکا دربان شیطان ہے اور اس دائرہ مین بغیر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کے گذر
نہین ہوسکتا ہے یعنی جبتک سالک اپنی ہستی سے فانی ہوکر اپنے حول وقوۃ کو خدا کے سپرد

نہین کر دیتا ہے تب تک اس دائرہ سے فائدہ نہین اٹھاتا ہے ؎

مبیخانہ جامی نہ از خود رود	مگر ہمت شیخ جاشس برد

اور علی الخصوص ایک متقی و پرہیزگار آدمی کے لیے اس دائرہ مین درکنے مین ہیبت خوف ہوتا ہے اور اسی دائرہ کی اہمیت و دشواری پر کلام مجید مین الم نشرح لک صدرک اشارہ دال ہے ۔اور اسکے بعد دائرہ روحی ہے کہ جب اس طرح پر یکتائی ہو جاتی ہے تو روحی تجلیات ہوتے مین کیونکہ روح کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز نہایت نجس ہوتی ہے تو وہ اوس مین داخل ہوجاتی ہے جیسے سڑے ہوے پانی یعنی کیچڑ مین کیڑے پڑجاتے ہین خالق مطلق کی قدرت و حکمت بالغہ مین یہ کمال ہے کہ عین نجس سے پاک چیز کو پیدا کرتا ہے اور معصیت مین اوسنے وہ کرامت ودیعت کی ہے کہ جو پاکبازی مین نہین ہے کیونکہ پاکبازی جو مثل آئینہ محفوظ کے ہی اوس مین بسبب شفافی کے قابلیت قبولیت عکس وجہ حقیقی کی نہین ہے اور اگر آئینہ کی پشت مکدر کر دیجاے تو اوسمین صورت نظر آنے لگتی ہے (گلشن راز) ؎

چو پشت آئنہ باشد مکدر	نماید روے شخصی از روے دیگر

پس طلب حق مین تکدر معصیت ایک عجیب رنگ دکھلاتے ہین جو پاکبازی مین نہین ہے (سرمد) ؎

مے خور اگر حضوری خواہی	ناکردہ گناہ پیش قاضی نبرند

اسی واسطے حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ اول میکدہ باید رفت ۔ اور فی الواقع سلوک راہ حق مین خودی سے گذرنا اور ترک عادت کرنا ہی اصل الاصول ہے ۔ ایسے میکدہ مین خودی کا نام نہین ہوتا ہے کیونکہ کسی چیز مین تفرقہ باقی نہین رہتا ہے اور بجز ذات حق کے ہستی سالک بالکل نہین رہتی ہے جیسے تاریکی شب آفتاب نکلنے سے غائب ہوجاتی ہے (غالب) ؎

نہ تھا جب کچھ خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا	ڈبویا مجھکو ہونے نے نہوتا مین تو کیا ہوتا

ناسوت سے عرش معلےٰ تک یعنی ناف سے قلب تک جسقدر تعینات ہین ہر تعین سالک
کے لیے ایک پاک وصاف تجلی ہے۔ سالک طالب حق مین اور مورد تجلیات ہونے مین ایک
ایسا شخص ہو جاتا ہے کہ موجب خیر وبرکت ہو اور عالم باعمل ہوتا ہے تو ایسے متبرک شخص
کا مقام دیوانگی یعنی سکیدہ مین ورآنا آسان نہین ہے سکیدہ مین بالکل متبل ہوتا ہے۔ جیسے
مردہ بدست زندہ عالم باعمل ایسے مقام مین جانے سے تبرا کرتا ہے اور اسکا اعلےٰ ترین تبرا
یہ ہے کہ ایسے محل وموقع پر تمسک بالشریعۃ کرے پس حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کے
تین شخصونکے تین دوائر کو چھوڑ کر ایک دائرہ لاہوتی کے قوس عروجی کو مقام قلب سے جو شریعت کی رو سے فکان قاب قوسین
او ادنیٰ ثابت تھا تمسک فرمالیا اور دائرہ سری کیطرف جہان شیطان دم بازی نہین فرمایا اور بائین جانب کے قوس
عروجی دائرہ لاہوتی کو لیکر ارادہ کیا کہ اسی قوس پر مقام لاہوت پہونچ جائین مگر وہ رہستہ
حکمت تکوینی کی رو سے دائرہ سری کے اندر ہوکر تھا اوس کی پیروی آپنے بسبب غلبۂ شریعت
کے نہین فرمائی اسلیے غلبۂ توحید وجودی سے غلبہ توحید شہودی مین آگئے غلبۂ توحید وجودی یہ تھا
کہ عین قرآن ہوجاتے اور غلبۂ توحید شہودی یہ ہوا کہ عین فرقان ہو گئے لیکن توحید وجودی
کی رو سے قرآن وفرقان دونون ہے چونکہ آپ کو غلبہ فرقان کا ہوا لہذا آپنے توحید
شہودی کو اختیار فرمایا یعنی توحید شہودی کو توحید وجودی پر غلبہ دیا اور یہ سیر وسلوک موافق
استعداد ومشرب ہر شخص کے ہوتا ہے جیسے سالک مجذوب ومجذوب سالک اور محض
سالک اور محض مجذوب اعلیٰ ترین وہ شخص ہے جو مجذوب سالک ہو اگرچہ سالک مجذوب
بھی مجذوب سالک سے کم نہین ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ مجذوب سالک کو خداوند تعالیٰ
بلا کسی عمل کے اپنے جذبہ الوہیت سے اپنی طرف کھینچتا ہے اور سالک مجذوب کو بھی قرب
ویسا ہی حاصل ہوتا ہے مگر موافق عمل کے اور جاذبہ اور عمل مین زمین وآسمان کا فرق ہے
جذبۃ[۵۱] من جذبات الحق توازی عمل الثقلین اور محض سالک ان دونون سے نہایت

---

[۵۱] ایک جذبہ جاذبات حق سے دونون جہان کے عمل کی برابری کرتا ہے ۱۲

کمتر ہے کیونکہ اوسکا عمل بلا جاذبہ کے حقیقت تک نہین پہونچا سکتا ہے اور محض مجذوب محض سالک سے افضل ہے لیکن پہلے دونون سے کم ہے کہ اس مین وہ جامعیت اسما نہین ہوتی جو اُن دونون مین ہے پس ترتیب یون ہوئی کہ مجذوب سالک۔ سالک مجذوب مجذوب۔ سالک ؎

امین مشو کہ مرکب مردان زُہد را	در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان جرعہ نوش	ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

پس حضرت مجدد نے تکمیل میکدہ کی مخ دماغ یعنی دائرہ اخفی مین پہونچکر یقیناً کی ہوگی کہ جسمین سلوک کرنے پر بجز ناسوت مین آجانے کے چارہ نہین ہے کیونکہ سیر لاہوتی کی توس سے یہ عالم مخلوق ہوا ہے جو ہماری آنکھون کے سامنے ہی کہ جس سے ع دنیا تمام بزم خرابات ہوگئی ؎

مسجد ایسی بھری بھری کب ہے	میکدہ اک جہان سے گویا

اسکے بعد حضرت مجدد کو اسکا موقع بھی نہ رہا ہوگا کہ آپ توحید وجودی کی نسبت کچھ تحریر فرماتے لہذا آپ بھی یقیناً توحید وجودی ہی کے قائل تھے یہ معلوم کر کے مجھے اطمینان قلب ہوا تب مین صبح کو ملیح آباد سے کاکوری آیا اور یہ سب قصہ مین نے اپنے حضرت (حافظ شاہ علی انور قلندر رقدس سترۂ) سے عرض کیا۔ آپنے مجھ کو بزرگان سلف مین سے ایک بزرگ کی کتاب دکھائی جسمین ہو بہو یہی حال لکھا تھا جو مین نے مشاہدہ کیا تھا مجھ کو اور زیادہ تسکین و انشراح صدر ہوا فاذا فرغت فانصب و الی ربک فارغب۔ پھر وہ اطمینان قلب سر دردتیار ہا اور میرا اتبادلہ ایک مہینہ کے بعد صفی پور ضلع اناؤ کا ہوگیا چونکہ اسوقت یہی معاملہ میرے پیش نظر تھا حضرت شاہ امیر اللہ صاحب صفی پوری سے اول ہی ملاقات مین مین نے اسکا تذکرہ بطرز استفسار کیا اون کے بیان سے بھی میرے مشاہدہ کی تصدیق ہوئی اور پھر اوسکے تھوڑے عرصہ کے بعد دورہ مین حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا اس حاضری کی مفصل کیفیت لکھدینا زیادہ مناسب

معلوم ہوتا ہے۔ مین جسوقت حاضر ہوا تو آپ مسجد کے شمالی کی جانب حجرہ کے آگے چھپر کے نیچے ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور آپ کے داہنی جانب چارپائی کے قریب زمین پر چٹائی بچھی ہوئی تھی مین جاکر بعد سلام کے اوس چٹائی پر بیٹھ گیا آپ نے پہلے میرے داڑھی منڈانے پر اعتراض فرمایا مین نے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائین کہ مین نہ منڈاؤن چنانچہ آپنے دعا فرمائی۔ مین نے حضرت مجدد کی نسبت استفسار کیا کہ حضرت کو سیر انفسی و آفاقی مین توحید شہودی کس مقام پر مکشوف ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ حضرت مجدد شہودی نہین تھے بلکہ وجودی تھے مین نے عرض کیا کہ حضرت کے مکتوبات مین تو برابر توحید شہودی تحریر ہے آپنے فرمایا کہ حضرت نے شریعت کی وجہ سے کیا ہے پھر مین نے عرض کیا کہ کیا وحدت شہود مین وحدت وجود سے زیادہ شریعت ہو سکتی ہے۔ اسپر آپ کو جوش آگیا (جسکی لذت مجھ کو بہت دنون تک رہی) اور آپنے یہ الفاظ فرمائے کہ "حاشا و کلّا وحدت وجود عین شریعت ہے وحدت وجود عین شریعت ہے اور کوئی دو منٹ تک آپ یہی فرماتے رہے مین محظوظ ہوتا رہا۔ پھر آپنے سکوت فرمایا پھر مین نے عرض کیا کہ مین سائل ہون واما السائل فلا تنھر مجھکو بتایا جائے تب آپنے فرمایا کہ ہمارا جوتہ لاؤ مین نے آپ کے جوتے جانب شمال چارپائی کے رکھدیے آپ میرے دونون شانون پر زور دیکر اٹھے جس سے محبت و عنایت ٹپکتی تھی مین نے آپ کو پکڑ لیا اور آپ آہستہ آہستہ اُس قدمچے پر جو مسجد کے دروازہ کے پاس تھا استنجا کرنیکے لیے تشریف لیگئے اتنے فاصلے مین کہ حضرت ابوبکر صدیق و صحابہ کرام کی تعریف بیان فرمائی مینے عرض کیا کہ صحابہ کرام کا کیا کہنا ہے ان مین سے ہر ایک آیۃ من آیات اللہ تھے لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ واشوقاہ الی لقاء اخوانی من بعدی[۱]۔ اسپر آپ بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔ اس عرصہ مین قدمچہ آگیا اور مین نے آپ کو قدمچہ پر بٹھلا دیا اور اُسوقت تک کھڑا رہا کہ آپ استنجے سے فارغ ہوئے اور تب آپ کو اوسی طرح سے

---

[۱] مجھے بڑا شوق اپنے اُن بھائیون کے ملنے کا ہے جو میرے بعد ہون گے ۱۲

چارپائی پر پہونچادیا اور رخصت ہو کر چلا آیا۔ الغرض مجھے آپ کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوا کہ وحدت وجود برحق ہے اور وحدت وجود عین شریعت ہے اور وحدت شہود وحدت وجود مین داخل ہے جیسے قران عین قرآن فرقان ہے صرف لفظی واعتباری تفاوت ہی۔

پس چونکہ قاب قوسین مین بھی فی الجملہ تفرقہ تھا لہذا اوس تفرقہ کو گوارا نہ فرما کر حق تعالی نے اوادنی فرمایا پس حضرت کہ اوادنی فرمایا تو کل عوالم کا علم صفحہ ہستی قلب رسول اللہی سے غائب ہو گیا اور آپ امیت کے لقب کے مستحق ہوے تب شعاع علم حق آپ کے قلب مطہر مین چمکی اور قلب شیونات سے مطمئن ہو کر آپ کے نفس نے فواد کی خاصیت حاصل کی جس کی شان یہ ہی کہ اوس مین ہر شے یعنی ہر اسم وصفت بیکدفعہ بلا تفرقہ نسبت کے حاضر ہے مین گنجائش غلط سمجھنے یا غلط سننے یا غلط دیکھنے کی ہرگز نہین ہوسکتی کیونکہ یہان پر دیکھنا سننا اور سمجھنا سب ایک ہے جیسے کہ ہر شخص مین حواس خمسہ ہین جن سے وہ بمناسبت ہر حس کے ادراک کرتا ہے مگر ادراک کرنے والا یہی ایک شخص ہے جو آنکھ سے دیکھتے ہے یا کان سے سنتے ہی یا ناک سے سونگھتے ہی یا زبان سے چکھتے ہی یا ہاتھ سے چھوتے ہی فوراً ادراک کر لیتا ہے اس شخص مین ایک عجیب کمال ودیعت ہے کہ جس سے ان سب محسوسات کو ادراک کرتا ہے اور خود ان سب سے بری ہے پس مدرکات کے لحاظ سے نفس مین تو فواد ہے اور محسوسات کے لحاظ سے تعین شخصی آفاقی مین بت کہا جاتا ہے کہ دیکھنے مین تو بر نقش و نگار ہے اور سب تعینات اوسمین پاے جاتے ہین لیکن فی الواقع کوئی تعین بت کا نہین ہے محض تنزیہ ہے کیونکہ اوس بت کے تعینات کو فواد کا علم و مشاہدہ بتاتا ہے اور اگر وہ نہ بتلاے تو فی الواقع بت کا کوئی وجود ہی نہین ہے۔ نفس و آفاق ساتھ چلتے ہین پس فواد نفس ہے جو روح کہا جاسکتا ہے اور آفاق بت ہے جو تجلی جلالی حق سے ساکت و صامت و بے حس و حرکت متحیر ہے اب ایسے بت کو جو متحیر ہے اور محض ظلوم وجہول ہے جب ایسے فواد نے بحالت امیت یعنی اپنی تمامی ہستی میٹ کر ادراک کیا ہو تو اوس مین کسی جھگڑے کی گنجائش نہین ہے اور نہ وہ غلط ہوسکتا ہی اور نہ وہان

یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا کیا دیکھا اور کیا نہیں دیکھا کیونکہ دیکھنا سننا یہ سب نفس و آفاق کے تحت ہیں لیکن تنزیہ محض کا کمال یہ ہے کہ وہ تشبیہ محض ہو جائے جس طرح سے بُت یعنے تشبیہ محض کا کمال یہ تھا کہ وہ تنزیہ محض ہوگئی پس تقاضائے کمال تنزیہ محض یہ ہوا کہ وہ بعینہ کل تشبیہ ہوگئی اور اسی کو نزلۃ اخری کہتے ہیں اور انھیں تبدیلات بلا تبدل کو آیات کبرے کہتے ہیں کہ جس قدر تشبیہات دیکھو وہ سب آپؐ میں موجود ہیں اور باوجود اس کے تنزیہ کل الکل ہے ۔

خاکی و برادج عرش منزل	اُمّی و کتاب خانہ در دل	

اور اسی کو ام الکتاب کہتے ہیں اور اسی کو کتاب مبین کہتے ہیں اور اسی کو قلم اعلےٰ کہتے ہیں اور اسی کو عقل کل کہتے ہیں اور اسی کو صمدیت کہتے ہیں اور اسی کو سراج منیر کہتے ہیں ۔ اور اسی کو الوہیت کہیں گے اوس وقت کہ جب اپنی صمدیت میں قائم رہ کر اپنی ذاتی نسبتوں کا ملاحظہ فرما کر ایک ایک پیغمبر کو ظاہر کرتا رہے اور اپنی ذاتی وصفاتی نسبتوں کا ملاحظہ فرما کر اولیاء اللہ کو پیدا کرتا رہے اور اپنی ذاتی وجمالی نسبت کا ملاحظہ فرما کر رحمٰن ہو کر مستوی علی العرش ہو اور اپنی جلالی وجمالی نسبتوں پر جمال کو غلبہ دے کر مومنین کا ظہور فرمائے اور جلال کو غلبہ دے کر کفار و شیاطین کا ظہور فرمائے یہاں تک کہ نسبتوں کے بتائن کے لحاظ سے جمادات تک کوئی شئے اوسکے احاطہ قدرت سے باہر نہ جائے اور نہ کسی شئے کی طرف بھٹک جائے اور بالاستقلال ان سب تنزلات میں یکساں رہے اور عین تنزل میں ترفع کو دیکھتا رہے اور ترفع میں تنزل سے نگاہ نہ چوکے اور تب وہ مستحق خطاب مازاغ البصر وما طغےٰ کا ہوگا اور وہی بت اس مقام الوہیت میں ایک امر دہوگا جسکو تجلی حق کہتے ہیں اور جسکا مشاہدہ بلا اعتدالی تعین کے جو آن حضرت کا تعین تھا ناممکن ہے چنانچہ جب آپ رفرف پر سوار ہوئے اور تمام عالم (اعلےٰ علیین سے تحت الثریٰ تک) کو چھوڑ کر آپ افق اعلیٰ میں پہونچے تو جبرئیل امین جھک گئے اور ذاتی نسبتوں نے آپ کے سدرہ کو جامعیت کے

ساتھ گھیر لیا تب آپ کو بجز نسبتی حجابات سکے کہ یہ بھی فی الجملہ تفرقہ تھا اور کوئی حجاب باقی نرہا اور وہ نسبتی حجابات صفات ذاتیہ حق یعنے پیغمبران علیہم السلام سے ملاقات ہونا تھا۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ اعلیٰ علیین سے تحت الثریٰ تک سب کچھ چھوڑکر تو آپ اُفق اعلیٰ مین پہونچے تھے یہان پیغمبرون سے ملاقات کیونکر ہوئی پیغمبرون کا قیام تو آسمانون مین ہے۔ تب ہم آپ سے کہین گے کہ ہماری مراد ملاقات سے پیغمبرون کی ارواح سے تلاقی ہے اور آسمانون پراون کے اجساد مین اور ارواح انبیا علیہم السلام کے نفسی مقامات معراجی ماورائے اعلیٰ علیین وآفاق مین ہے

آسمانہاسبت درولایت جان	کارفرمائے آسمان جہان
در رہ روح پست وبالاہاست	کوہہائے بلند وصحراہاست

جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اوس کی تابش مطابق نسبت خط کے ہوتی ہے جس خط پر جائیگا اوس کی ضیا و تاثیر بمناسبت اوس خط کے ہوگی اگرچہ یہ ضیائی حجابات بہت اعلیٰ ہین لیکن خط استواء اعتدالی سے آفتاب کو محجوب کرتے ہین اور اعتدال کا پانا بجز یدقدرت کے ناممکن ہے لہذا یدقدرت نے استوائے حقیقت کے قریب تک پہونچا دیا تب آواز آئی کہ قِفْ یَامُحَمَّدْ۔ یہ کیون؟ اس لیے کہ اب کوئی شے بجز جاذبہ عشقی کے ایسی باقی نہین رہی تھی کہ جو فی الجملہ ہستی جامعیت محمدی سے آپ کو فانی کرکے عین حقیقت کردے اور جاذبہ عشقی مین حسب فریفتگی باعتبار تعشق کے ہے اور غنج و دلال باعتبار معشوقیت کے ہے۔ یہ دونون جاذبات ایک ساتھ حقیقت مین موجود تھے حق کی محبت نے یہ چاہا کہ محب اپنی محمدیت سے فانی ہوجاے اور محمدؐ کی معشوقیت کا یہ تقاضا ہوا کہ باقی رہے لہذا فی الجملہ جو جامعیت کا حجاب باقی تھا اوسکو اس کلام ذوالجلالی حق نے فنا کردیا پھر محمدؐ کی معشوقیت نے چاہا کہ بقار حقیقت کو گھیرے لہذا آنا فانا تعین محمدی اپنے تعین سے فانی ہوکر حقیقت کی بیرنگی کے رنگ مین باقی ہوگیا اسی واسطے آپنے حق تعالیٰ کے اس کلام کے جواب مین فرمایا

کہ لہ کیونکہ بسبب یکتائی کے سبب بے تکلفی کا منصب آپ کو حاصل ہوگیا تھا۔ اور یہ قف کا لفظ ایک عاشق ومعشوق کے واسطے کہ جواس سازوسامان سے بلایا گیا ہو اس محل تحاد مین پورا جان سوز کلمہ تھا پس قف کی آواز نے وہ سوزوگداز عشقی تعین محمدی مین پھونک دیا کہ جو فی الجملہ تفرقہ تھا اوسکو نیست ونابود کردیا اور تفرقہ کا نابود ہونا یہ تھا کہ معشوقیت محمدی نے حقیقت مین اپنا گھر کرلیا لہذا قف کا نتیجہ یہ نکلا کہ تعالی اور حبیب حقیقی نے بسبب تفرقہ کے دور ہوجانے کے اس وہم کا پیدا ہوجانا گوارا نہ کیا کہ عین اتحاد مین جب محمد مقام الوہیت مین بعینہ اپنے آپ کو دیکھے گا تو ایسا نہو کہ اوسکا کلیجہ دھک سے ہوجاے کہ مین نے اپنے مطلوب یعنی حقیقت کو نہین پایا پس اگر میرا دل ٹوٹ کر تعین محمدی قائم ہوگیا تو کچھ مضائقہ نہین ہے گویا کلام بے کلامی سے حقیقت نے تعین محمدی کو جس نے الوہیت مین بقا حاصل کرلی تھی مخاطب کرکے زبان حال سے ارشاد فرمایا کہ ؎

جام ٹوٹا بُت بدست کہ مینا ٹوٹا		دلِ عاشق بھی کوئی چیز ہے ٹوٹا ٹوٹا	

انّ ربّك يصلّي یعنی اب تم جو صلوٰۃ ورجوع الی الحقیقۃ کرنا چاہتے ہو تو تم تم نہین ہو بلکہ مین ہون اور تم اسکا اندیشہ نکرو کہ مین بجز تمھارے اور کچھ ہون۔ اور مین اپنی نماز آپ پڑھتا ہون کیونکہ اگر مین اپنی نماز آپ نہ پڑھتا تو الوہیت کا مقام ہی غائب تھا جو کہ تمامی مراتب کا جامع ہے۔ جیسے آفاق مین آفتاب عالمتاب اپنی تیزروی مین آنًا فانًا خط استوی پر فائز ہوکر بلا چلے ہوے جاکر زوال کی جانب تدریجی ہوتا ہے اوسی طرح پر آفتاب انفسی تعین محمدی مع آفاق کے او ادنی یعنی حقیقت مین فانی ہوکر مقام محمود مین باقی ہوگیا اور اُسوقت آپکے جسد مقدس کی یہ حالت تھی ؎

ید او قدرت است وجہ بقاش		آمدن حکمت ونزول عطاش	

آپ اس مضمون سے سمجھ گئے ہون گے کہ سورۂ والنجم کی تفسیر یہان تک پہونچ گئی ہے کہ لقد راى من آيات ربه الكبرى افرايتم اللات والعزى ومنوة الثالثة الاخرى

یہ آیت ظاہرا والنجم کی اوپر کی آیتون سے مضامین مین الگ معلوم ہوتی ہے مگر فی الواقع
الگ نہین ہے اس آیت مین ایک سر خاص ہے جسکا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور جو
خدا کے اسم رحمن یعنی الرحمن علی العرش استویٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم
رحمۃ للعالمین مین مندمج ہے اور وہ یہ ہو کہ والنجم کے نزول کے وقت جب آنحضرت
کی زبان مبارک سے یہ آیت نازل ہوئی افرایتم اللات والعزیٰ ومنواۃ الثالثۃ الاخریٰ
توآپنے بھی فرمایا کہ تلک الغرانیق العلیٰ ان شفاعتھن لترتجیٰ۔ اسکے معنی یہ ہین کہ
کہ یہ بت جیلان عالی ہین ان کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے جب مشرکان عرب نے آپ کی
زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو بہت خوش ہوے اور کہنے لگے کہ محمدؐ بھی ہمارے ہی ایسے
ہین اور ہمارے الٰہ یعنی بتون کی شفاعت کی اُمید دلاتے ہین اور جب آنحضرت نے بعد
ختم سورہ کے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ کل مشرکین نے معتقد ہوکر سجدہ کیا۔ اب اس امر پر
کہ آنحضرت نے یہ فقرہ فرمایا بڑی بحثین ہین لیکن کسی بحث کا نتیجہ ایسا نہین نکلتا ہے
جو سکت ممکن ہو بعض نے کہا کہ یہ قصہ گڑھا ہوا ہے فی الواقع یہ واقعہ نہین ہوا اور بعض نے
کہا کہ نعوذ باللہ وہ شیطان بول اُٹھا تھا اور اوسکی تردید حضرت جبرئیل نے یہ کی کہ یہ فقرہ جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہے وہ نص کلام مجید مین داخل نہین ہے
وحی کے نزول مین اگر شیطان کو دخل ہوتا تو نعوذ باللہ سارا کلام مجید مشکوک ہوجاتا لہذا یہ
آواز شیطان کی نہ تھی اور یہ قصہ گڑھا ہوا بھی نہین ہے اس وجہ سے کہ حضرات صوفیہ کا
مسلک یہ ہو کہ جو شئے ظاہر ہوتی ہے وہ جناب باری کے ایک اسم کی مظہر ہے اور
اوس کا وجود ضروری ہے پس اس قصہ کا مشہور ہونا اس کے واقع ہونے پر دلالت کرتا
ہے اور خدا نے بعالم نص صریح سے کلام مجید کا محافظ ہی اوسکے نزول مین شیطان کا دخل یا قصہ
کی گڑھت نہین ہوسکتی۔ اسکی تفسیر حضرت مولانائے رومی نے اپنے مثنوی شریف کے ان اشعار
مین صاف و صریح فرمائی ہے کہ ؎

مثنوی ما دکان وحدت است	غیر واحد هرچه بینی آن بت است
بت ستودن بهر دام عامه را	همچنان دان کالغرانیق العلی
خوانداش در سورهٔ والنجم زود	لیک آن فتنه بد از سوره نبود
جمله کفار آن زمان ساجد شدند	هم سری بود آنکه سر بر در زدند
بعد ازین حرفیست پیچاپیچ و دور	با سلیمان باش و دیوان را مشور

ان اشعار کے معنے یہ ہین کہ میری مثنوی وحدت کی دوکان ہے اس مثنوی مین اگر خلاف وحدت کے کوئی مضمون تمھاری فہم ناقص مین آئے تو وہ بت ہے یعنی بجز حق کے کچھ نہین اور جسکو تم ماسوے حق سمجھے ہو وہ بھی حق ہے اور جو تمھاری فہم مین وہم غیریت آتا ہے یہ بت پرستی ہے اور تمھاری سمجھ مین جو ماسوائے حق آتا ہے اور اسکے محل و مورد سے ناواقف ہو کر تم ماسوائے حق سمجھتے ہو فی الحقیقۃ ماسوائے حق نہین ہے اور کوئی چیز جو معدوم محض سمجھی جاتی ہے وہ ماسوائے حق کا وہمی خطرہ ہے جسکا ظہور ممتنع ہے مگر قادر مطلق نے اس ممتنع الوجود وہم غیر کا بھی ظہور اپنے وہم حقیقی سے کر دیا حق کی نسبت یہ وہم وہم نہین ہے کیونکہ وہ اس کی حقیقت سے واقف ہے عامۂ خلائق کے لیے یہ وہم پہاڑ ہو گیا ہے کہ ٹالے نہین ٹلتا ہے حالانکہ اسکا وجود کچھ نہین ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بت کی تعریف اسواسطے کی تاکہ عامۂ خلائق یعنی مشرکین بھی آپ کی رحمۃ للعالمینے سے مستفید ہون۔ جس طرح سے خدا کے اسم رحمن سے مومن و کافر و کل مخلوق علی التساوی مستفید ہین کیا دنیا مین آپ نہین دیکھتے ہین کہ جو نعم دنیاوی افعالی وصفاتی وذاتی حق تعالی نے مومن کو عطا کیے ہین وہی نعم علی التساوی کفار و مشرکین کو بھی عطا فرمائے ہین پس آن حضرت بھی چونکہ رحمۃ للعالمین ہین لہذا آپ کی رحمت سے بھی کل مخلوق مومن و کافر کو استفادہ ہونا چاہیے استفادہ کے یہ معنی نہین ہین کہ کافر مومن ہو کر استفادہ کرے کہ کفر و شرک اس سے نکل جائے گا بلکہ مومن مومن رہے گا مشرک مشرک رہے گا کافر رہے گا اور آپ کی رحمت علیحدہ بھی

فائدہ اٹھائے جیسا کہ خدا کے اسم رحمن سے ہر کافر ومشرک عین کافری ومشرکی مین فائدہ اٹھاتا
ہے۔پس جب کہ آن حضرت کے یہ فقرہ فرمانے سے مشرکین نے آن حضرت کے ساتھ سجدہ
کیا تب عین حالت مشرکی مین آن حضرت کی رحمت عامہ سے ہر مشرک مستفید ہوا اور اگر
اس طرح پر سجدہ کرنے کا طریقہ واقع نہوتا اور مسلمان ہوکر ہر مشرک آپ کے ساتھ سجدہ کرتا تو
مشرک آپ کی رحمت عامہ سے نکلجاتا اور وہ سجدہ ایک مومن کرتا نہ ایک مشرک یہ محل تھا
اور اسم رحمۃ للعالمین کے ظہور کا تقاضا تھا کہ آپ نے وہ فقرہ ارشاد فرمایا مگر چونکہ عامہ
خلائق کی سمجھ مین ایسا سر باریک نہین آسکتا تھا اور اوس سے فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ
تھا لہذا آیت کلام مجید مین وہ فقرہ داخل نہین کیا گیا پس یہ بحثین بیچا بیچ ودور ہین
ہم کو سلیمان یعنی خدا کے ساتھ رہنا چاہیے اور دیو یعنی شیطان کی بحث کو اوس مین نہین
داخل کرنا چاہیے۔بہت سی احادیث قدسیہ ہین جو بلا توسط جبرئیل کے براہ راست آنحضرت
کی زبان مبارک سے خدا کے ارشادات ظاہر فرمائے گئے ہین اور قرآن مین داخل نہین
ہین کیا وہ غلط ہوسکتی ہین۔ہرگز نہین بلکہ وہ قطعی صحیح ہین اب یہان پر یہ شبہ باقی رہتا
ہے کہ فی الواقع بت کی تعریف کرنا خواہ وہ کسی مصلحت سے ہو صحیح تھا یا غلط۔مین کہون گا
کہ بالکل صحیح تھا اور یہ بتان جمیلہ تعین اعتدالی الوہتی رسول اللہی مع اور پیغمبرون کے تعینات
کے ہین جن کا ذکر مین نے اوپر کیا ہے۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خاصۃ اور
دیگر پیغمبرون سے عامۃ ضرور امید کی جاتی ہے کہ وہ شفاعت کرین گے بت آفاق مین
غلبہ توحید جلالی سے وجود تعینات سے مبرا ہے اور حقیقی بت تعین الوہتی رسول اللہی
ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ ان ربک یصلی پس حقیقی شفاعت
رسول اللہی ہے جس کا سجدہ مشرکین سے کرایا گیا جیسے حضرت آدم کا سجدہ ملائکہ سے
کرایا گیا ۵

نازل ہے زمین پہ کبریائی	بندہ کے لباس مین خدائی

اور تین بتون سکے نام لینے مین یہ بلاغت ہے کہ انسان مین تین دائرہ ہین ایک وجہ اللہ دوسرا وفی انفسکم افلا تبصرون اور تیسرا سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اب ان تین دائرون مین کل عوالم آگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بر درجہ کمال رحمۃ للعالمین اور مظہر الرحمن علی العرش استوی ہین

مسلمان گر بدانستی کہ بت چیست برہمن گر ز بت آگاہ گشتے	بدانستی کہ دین در بت پرستی ست کجا در دین خود گمراہ گشتے

اور بت پرستی ممنوع اسواسطے ہے کہ بت سنگی آفاقی کی روح انسان ہے اور اوسکے ساتھ انسان کی معیت طبعیت حق تمامہ ہے پس وہ شخص یعنی انسان بجامعیت معیت حق کے ساتھ متحد ہوکر محض ایک آفاقی ظہور کا سجدہ کرے جس کا خالق خود انسان ہے یعنی تمامی مظہر ناتمام مظہر کا سجدہ کرے یہ ذہنی بات ہے اور ناجائز ہے اور اس کا وجود نہین ہے ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار جیسا کہ بت کو اسماء وصفات حق سے علحدہ سمجھنا ناجائز ہے حق تمامی مخلوقات کا جامع ہے پس یہ تقسیم بھی ناجائز ہے کہ تم اپنے لیے مرد یعنی بیٹے سمجھو اور خدا سے اون کو ماسواے سمجھکر محض فرشتون کو خدا کی بٹیان جانو نہین بلکہ خدا کل الکل ہے اور باوجود اسکے سب سے منزہ ہے یعنی کل بتان عوالم کو اوسنے اپنے اسماء وصفات سے تمھاری زبانون سے نام رکھکر ظاہر کیا ہے لہذا فرمایا کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدی۔ حالانکہ رب سے تمھارے پاس نفس نفیس تعین الوہیت جامعیت کے ساتھ ہدایت کرنیوالا رحمۃ للعالمین توحید کا سمجھانے والا آگیا ہے تب بھی وہم یعنی غیریت کے خطرہ کو نہین چھوڑتے۔

اب مین یہان تک سورۂ والنجم کی آیتون کے بیان پر اکتفا کرتا ہون۔ اس تحریر سے

یہ تو آپ کو ثابت ہوگیا ہوگا کہ معراج شریف کے بیان مین آیہ سبحان الذی اسری کے اجمال کی تفصیل سورۂ والنجم ہے اور نیز یہ کہ معراج آن حضرت کی جسدی و روحی دونون ہوئی تھی اب ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ آپ کی معراج جسدی معراج روحی سے جلد تر ہوئی۔ اور اس بیان کے آخر مین حضرت مصنفؒ کی اس عبارت کی شرح ہوگی کہ

" اور جاننا چاہیے کہ وہ عالم جس سے ہم نے غیب الغیب مراد لیا ہے ذات الہیہ کے کمال کی تفصیل ہے" الخ جس کے معانی کے نازک اور مغلق ہونے کی وجہ سے حضرت مصنفؒ نے یہ لکھا ہے کہ

" تو اپنے آپ کو اس خیال سے بچا کہ مین نے شمار کیا یا تقسیم کیا یا معطل کیا یا مشابہ کیا یا مجسم کیا" الخ

اور ان الفاظ کے ذریعہ سے جلد مطلبی اُن سب باتون سے تبرا کیا ہے کہ جن سے تخشی کرنا ایک شیخ کامل کے واسطے ضروری تھا۔ مگر رندان بادہ نوش شاہد معانی کے رُخِ زیبا سے نقاب ہٹائے بغیر نہین رہ سکتے کیونکہ اون کے پاس اون کی ملک سے کوئی چیز نہین ہے جس کے ضایع ہوجانے کا اون کو خوف ہو۔ع

اب کیا رہا ہے جس پہ رقیبون کا ڈر کرین

کیونکہ اون کی ہستی نے خطرہ غیر کو بھی عین حق کردیا ہے اوسکا میدا ارہی ذات حق قرار دیکر حق مین لفظ شک حقیقی قائم کرتے ہین کیونکہ ذات حق کا تنزہ ایسا ہے کہ جسکے لیے علویت دعیبہ ہے اور لاعلمی مقتضی شک حقیقی ہے۔ اسلیے حق تعالیٰ نے اوس شک حقیقی کو اپنے علم بسیط قائم بالذات سے رفع کرنے کے لیے ہر ہر اسم وصفت کی صورتین بنا کر پوچھ لیا کہ الست بربکم اور معلوم کرلیا اور تحقیق کرلیا کہ قالوا بلےٰ۔ یعنی عقل و فہم و ادراک و علم و جہل و شک و یقین سب کچھ مین ہی ہون۔ جو طلب لو نکا جتنے تعلو سے بھی ثابت ہے جانے ہوے ہونا کسی شئے کا دیسا تفصیلی و یقینی نہین ہے جیسا کہ تبقاضا ر ہر اسم وصفت و فعل تفصیلاً جانی بوجھی سمجھی

اور یقین کی جاتی ہے چونکہ تفصیل اسمار وصفات کی یکے بعد دیگرے مقتضی استداد زمانی کو ہر درۃ نفس زمانہ کی تفصیل بھی نہ ہوسکتی لہذا ازل سے ابد تک ایک عالم تفصیلی جس مین لاتعد ولاتحصی عوالم داخل ہین نظر آتا ہے اور ابد سے ازل تک جبکہ وہ کل عوالم ذات حق مین مندرج ہوجاتے ہین تو کچھ نظر نہین آتا ہے. مگر اسوقت بھی اس اجمال ابدی مین حق کو جہل نہین ہوتا ہے جیسے کہ بعد فنا ہونے شے معلوم کے اوسکا علم اندماجاً شخص عالم مین رہتا ہے. جاننا چاہیے کہ اندماج مین فی نفسہ سکون و آرام ہے یعنی اسمار وصفات وافعال کے ظاہر کرنے مین اگرچہ وہ کیسے ہی سکن ہون وہ سکون و آرام نہین ہے جو اون کے نہ ظاہر کرنے مین ہے مثلاً کسی فعل کی قابلیت یا کسی صفت کی استعداد یا کسی اسم کے ظہور کی قدرت آپ مین ہے جب آپ اوس اسم یا صفت یا فعل کو ظاہر کرین گے تو بہ نسبت اس کے نہ ظاہر کرنے مین خواہ مخواہ آپ کو سکون ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ اسمار وصفات و افعال ذات کے شیون واطوار ہین جو تنزل کے مقتضی ہین تنزل ہمیشہ مکلف ہوتا ہے اور اس صورت مین نفس ذات کا سر در پردۂ خفا مین ہوجاتا ہے اسی واسطے عمل مین تکلیف ہے اور بے عملی مین آرام ہے یعنی جاگنے مین تکلیف ہے اور سونے مین آرام ہے اور علی الخصوص ایسی حالت مین اور زیادہ آرام ہے کہ جب سونے مین کوئی خواب بھی نہ دیکھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دار العمل ناسوتی سے فارغ ہوکر بحکم فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب حضرت ام ہانی کے گھر مین استراحت فرماتے تھے یعنی اپنے نفس مرکز ذات اقدس سے مسرور اور محو در محو تھے یعنی ذات سے ملے ہوے تھے کہ جسمین خواب کی گنجائش نہ تھی کیونکہ خواب مین خیالات ناسوتی کا اکثر شمول ہوتا ہے اور سچے خوابون مین خیالات برزخی وملکوتی کا شمول ہوتا ہے آپ ان دونون سے مبرا بحکم لا ینام قلبی استراحت فرماتے تھے اور اپنے فواد سے حصہ لیکر اپنے آپ مین مسرور تھے اور اس فواد سے کوئی شے چھپی نہین رہ سکتی ہر شے دم نقد حاضر ہوتی ہے عالم ملک وملکوت وما فیہما سب

آپ مین دم نقد موجود تھے اوس موجودیت کو باور کرنے مین آپ تعجب نہ کیجیے کیونکہ جس قدر
صفات جسمی وروحی آپ مین ہین وہ سب اسی طرح پر تعجب خیز و ششدر کرنے والے ہین
جیسے قواد کی حالت ہے۔ آنکھ کیونکر دیکھتی ہے کان کیونکر سنتا ہے ناک کیونکر سونگھتی ہے منھ کیونکر چکھتا ہے ہاتھ
کیونکر لمس کرتا ہے۔ دماغ کیونکر خیال کرتا ہے عقل کیونکر تفکر کرتی ہے۔ آپ کو کچھ نہین معلوم
ہوتا ہے حالانکہ یہ عجیب وغریب حالات آپ مین موجود ہین۔ اور سنیئے آپ تو مادی معلوم
ہوتے ہین۔ مادہ کیمیائی ترکیب مین یہ قدرت نہین ہے کہ اپنی خاصیت کو کبھی ظاہر کرے اور
کبھی ظاہر نہ کرے اور آپ باوجود مادی معلوم ہونے کے اُس ترکیب کیمیاوی کے خلاف اپنے
ارادہ کو جب چاہتے ہین ظاہر کرتے ہین اور جب چاہتے ہین روک لیتے ہین۔ ایک عجیب و
غریب لطیفہ آپ مین ودیعت ہے کہ جس کی ابتدا وانتہا نہین معلوم ہوتی اور آپ اوس پر قابض
ہین اور باوجود اسکے اوس کی ماہیت سے ناواقف ہین آپ قطعی ویقینی مادہ کے شمول سے بنے
ہین اور یقینا نفس ذات مین مادہ سے ماوری ہین بلکہ مادہ کا وجود آپ اپنے ادراک سے
قائم کرتے ہین اور یہ ادراک جو مادہ مین نہین ہے اور آپ مین موجود ہے اسی کو آپ روح
سے تعبیر کرتے ہین اور روح کو بھی آپ اپنی روح بتاتے ہین یعنی اپنے سے تحت جانتے
ہین پس آپ کوئی اور چیز ہین جسکا اور چھور کہین نہین ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنی نفس ذات مین اس حالت مابین بیداری وخواب مین تھے کہ عالم روحانیات وعالم
جسمانیات سب آپ کے زیر پا تھے اور آپ اون سب کو تمامہ جانتے تھے اور اون سے مستغنی
تھے۔ جانتے اسوجہ سے تھے کہ سب عوالم آپ ہی مین تھے اور مستغنی اسوجہ سے تھے کہ آپ علائق سے
مبرا سرور محض مین تھے ؎

نہ ترک عمل کار ہر کس بود
نہ فضل خدا یار ہر کس بود

جبرئیل امین بھی دربانی کے لیے حاضر تھے جو روح کہے جاتے ہین اور جن کی خاصیت یہ
ہے کہ جس شے سے وہ مس کرتے ہین اوس مین حیات آجاتی ہے۔ سامری کا قصہ کلام مجید مین

ملاحظہ ہو کہ ایک مشت خاک جبرئیل علیہ السلام نے قدم کے نیچے سے سامری علے لی تھی اوس سے گوسالہ بنایا تو وہ جاندار ہو کر بولنے لگا۔ یہان پر اس بات کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کی تخلیق مین فرمایا ہے کہ خلقتہ بیدی جبرئیل کے قدم سے مس کردہ خاک کی خاصیت یہ ہو کہ اوس سے ہر شے مین حیات آجاے تو خدا کے ہاتھون مین کیا کچھ خاصیت نہو گی کہ جس سے بشر مستفید نہوا ہو گا اور جبرئیل کے قدم مین یہ لطافت روحانیت ہو تو رخسارون کے مس کرنے مین کسقدر نزاہت حاصل نہوئی ہو گی اور علی الخصوص کف پا مین ملنے سے کہ جس سے دماغ تک تمام جسم مین روحانیت کا سرایت کرجانا یقینی تھا اور سامری کے قصہ مین بلاارادہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے مادہ نے سرایت کی تھی اور یہان تو بارادۂ جبرئیل سرایت مقصود تھی۔ پورا جسم عنصری آپ کا یقینًا روح ہو گیا۔ ہر شخص تاثیر اشیاء کا قائل ہے جبرئیل امین مخلوقات مین ہین اور روح الامین ہین اگر اون کے مس کرنے سے جسم عنصری روحانی ہو جاے تو کیا عجب ہے اور اگر عجب ہے تو ہمارے وجدانیات اسکے شاہد ہین کہ جیسے ہم مین ہر بات عجیب وغریب ہے ویسے ہی جبرئیلی خاصیت بھی ہم مین عجیب وغریب ہے۔ صرف وہ خاصیت نہ کھلنے کی وجہ سے فورًا نہین معلوم ہوتی ہے یا دیگر حجابات کی وجہ سے نہین کھلتی ہے اور یہی حال اپنے کل صفات وافعال کا طفولیت سے لیکر کبرسنی تک ہمکو نظر آتا ہے اور اون خاصیات کے کھل جانے سے ہمکو عجب نہین معلوم ہوتا ہے اور جب ایک صفت نامعلوم کا اظہار ہم سے ہوتا ہے تو وہ صفت ہم سے باہر نہین ہوتی ہے مگر ہمارے اندر ہی ہم سے ممتاز معلوم ہوتی ہے اور ہم اوس سے ماوری ہوتے ہین۔ پس جسم عنصری حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا روحانی ہو گیا۔ جن مین خاصیت کافوری بھی تھی اور آپ مین وہ جسم خاصیت کافوری علٰحدہ بھی نظر آتا تھا اور وہ آپ کے تحت تھا۔ یہ براق بصورت انسانی تھا جو خاصیت کافوری سے بسبب اڑتے رہنے کے پھولا نہین سماتا تھا اور جبرئیل کا ہمرنگ تھا۔ آپ اوس پر اپنی روحانیت سے سوار ہوے

اوسکا مبدار روحانیت تھی اوس کی سرعت کا کیا کہنا ہے روح الامین ساتھ تھے اُنکی سرعت رفتار لامحالہ براق کی رفتار سے کم نہ تھی جہان تک جبرئیل کی رسائی ہے یعنی سدرۃ المنتہیٰ تک آپ اپنی روحانیت جسمی نفسی اور اپنی روحانیت حقیقی نفسی اور اپنی روحانیت آفاقی یعنی جبرئیلی تعقلی سے عوالم کی سیر کرتے ہوے اور کل عوالم کو کطی السجل للکتب ساتھ لیتے ہوے سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے یعنی جس شے کا آپ نے ارادہ و تعقل فرمایا اوسکو تمامہ دیکھا اور پہچانا اور اوسکے عالم پر پہونچے اور بات چیت کی یعنی نفس و آفاق کو سمجھ لیا کیونکہ یہ سب آپ ہی سے بیدا و مفصل ہوا تھا اور آپ ہی مین مجمل ہوکر اوسکا سمٹنا لازمی تھا۔ عوالم جہانتک تھے وہ سدرۃ المنتہیٰ تک ختم ہوگئے اور چاہے جتنی دیر لگی ہو آپ کی استراحت بستر مین نہ کچھ فرق آسکتا تھا اور نہ آیا کہ آمدن و رفتن کی گنجائش کل عوالم کے متحد ہوجانے کی وجہ سے باقی نہین تھی جانا آنا تھا اور آنا جانا تھا۔ اور یہ سب تعینات اعتباری آپ کی ذات کے اندر مندمج تھے اب آپ کی حقیقت نے یہ نہ چاہا کہ تعینات کا بھی امتیاز رہے لہذا حقیقت کی شیون و نسبتون نے آپ کو بسبب شدت ولہ کے گھیر لیا۔ اذ یغشی السدرۃ ما یغشی یہ نسبتین صفاتی ذاتی تہین جنھون نے اپنی گود مین آپ کو لے لیا جس کی تعبیر رفرف سے کی جاتی ہے نسبت ذاتی کے گھیر لینے کی حقیقت یہ ہے تاکہ اپنی شیون ذاتیہ متبائنہ سے بھی آپ واقف ہوجائین اب روحانیات کے اجسام کی ضرورت نرہی اور جون جون آپ ان نسبتون مین دہسے گئے روحانیت کے جسم نے مثل کافور کے اُڑنا شروع کیا اور روحانیت بھی صفات ذاتیہ حق مین سے ہے اوسنے اپنے مبدار یعنی حقیقت الحقائق کی طرف رجوع کی جیسے کہ آپ اپنی ذات کی طرف رجوع فرماتے چلے جاتے تھے قاعدہ ہے کہ جب روحانیت اپنی مبدار کی طرف رجوع کرتی ہے تو جسم عنصری بھی مثل بخار کے اڑتا اور نازک ہوتا جاتا ہے یہان تک کہ روح نکلجانے کے بعد جسم عنصری بالکل باقی نہین رہتا ہے مگر اوسکا باقی نہ رہنا دلیل اسکی نہین ہے کہ وہ معدوم ہوجاتا ہے بلکہ روح تو جسم سے نکلنے کے بعد اپنے

مبداء کو جاتی ہے جو علوی ہے اور اسمین ہل مل جاتی ہے اور جسم اپنے مبداء کو جاتا ہے جو آفاق ہے اور اوس مین بمناسبت ہر ذرہ کے ہل مل جاتا ہے۔ رفرف پر سوار ہونے سے روح اپنے مبداء علوی نفسی کی طرف چلی اور جسم اپنے مبداء اسفلی آفاقی کی طرف چلا بہر حال نفس و آفاق دونوں جسمانیت موجودہ سے شخص جسم محمدی کے فرش استراحت پر نازک ہوتے گئے جوں جوں روح نے رفرف پر عروج فرمایا بستر استراحت پر آپ کا جسم بمناسبت علوے روحانیت نفسی و آفاقی الطف و نازک ترین حالت مین تھا نسب بھی تفرقہ پر دلالت کرتے ہین تب یکرنگ کرینگے سبب یہ قدرت کی ضرورت تھی جس کی خاصیت مباشرت روحی و تیز ہی جبرئیل امین کے رخسارون سے کہین زیادہ الطف تھی اور جسم روحی کو رفرف سے یدقدرت نے اپنے ہاتھ مین لے لیا اور اب یہان جسم عنصری بستر استراحت پر بسبب روح کی انتہائی نزاکت کے اور زیادہ نازک ہوگیا مگر ہنوز بستر استراحت پر موجود تھا کیونکہ فی الجملہ تعین جسمی صفاتی ذاتی موجود تھا کیونکہ یدقدرت فی نفسہ ایک تعین ہے حقیقت الحقائق نے یہ گوارا نہ کیا کہ نام غیریت بھی باقی رہے۔

باسایہ ترانمی پسندم	عشق ست ہزار بدگمانی	

لہذا راز و نیاز کی مکالمت شروع ہوئی اور سوز وگداز عشقی کی شمع شبستان خلوت روشن وگرم ہوئی اور ارشاد ہوا کہ قف یا محمد تاکہ اس روک ٹوک کے سوز وگداز سے جو ہستی فی الجملہ باقی رہ گئی تھی اور جس کے رفع کرنے کے لیے بجز جاذبات عشقیہ کے اور کوئی شئے باقی نہین رہی تھی وہ بھی فانی فی اللہ ہوجائے بس آنا فانا اس کلام قف کا نتیجہ یہ ہوا کہ تعالی یعنی بقیہ ہستی فانی فی اللہ ہوکر تعین جسمی مثالی آپ کا حقیقت الحقائق مین غائب ہوگیا اور غائب ہوکر فورا فتدلی ہوکر مقام الوہیت مین قائم ہوگیا اور جس آن مین آپ کا جسم مثالی غائب ہوا اوسی آن مین فتدلی مین الوہیت سے ہمرنگ ہوکر مقام محمود موجود ہوگیا اور چونکہ اصل جسم مثالی غائب ہوگیا تھا لہذا اسی آن مین جسم عنصری بھی جو بستر استراحت پر تھا

فانی ہوگیا جیسے کہ طائر اوڑتا چلا جاتا ہو اور اوسکا سایہ زمین پر معلوم ہوتا ہو پس جس وقت کہ طائر اپنے طیران مین غائب ہو جائیگا اسوقت وہ سایہ بھی غائب ہو جائیگا جو بمنزلہ جسم طائر کے ہے پس جب آپ کا طائر روح مثالی غیب الغیب مین فانی ہو کر غائب ہوگیا تو آپکا جسم عنصری بھی روح کے ساتھ بستر استراحت سے حقیقۃ الحقائق مین غائب ہوگیا اور جب آپکا طائر روح بمقام الوہیت فوراً قائم ہوا تو آپ کا جسم بھی مثل سایہ طائر کے بستر استراحت پر فوراً ظاہر ہوگیا۔ پس اس طرح پر آن حضرت کی معراج جسدی معراج روحی سے عقلاً سرعت کے ساتھ ہوئی اور اوسی سرعت سے واپسی ہوئی یعنی کلمح البصر اور چونکہ جانا اور آنا ایک ہی آن مین تھا لہذا بستر استراحت گرم رہا اور زنجیر دروازہ ہلتی رہی اور چونکہ آفاقی سیر بھی آپ کی نفسی سیر کے ساتھ یکسان رہی تو کل عالم بھی مثل آپکے جسم کے غائب ہوگیا اور آپکے فنداتی ہوتے ہی پھر قائم ہوگیا لہذا ہوا چلنے سے اور پانی بہنے سے اور جو مقتضیات عالم تھے وہ سب حرکت سے رک گئے اور عالم کو معلوم اسوجہ سے نہین ہوا کہ معلومات بوجہ بیہستی دخودی کے ہوتے ہین اور اس معراج مین ہستی نفسی و آفاقی باقی نہین رہی تھی جو عالم کو اسکی اطلاع ہوتی اور آپ کو اطلاع اسوجہ سے ہوئی کہ عوالم تو اپنے اپنے مراتب کی رو سے بعد فانی ہونے کے قائم ہوے اور آپ مقام محمود مین علم حق سے بہرہ ور ہو کر یکدفعہ فنداتی ہوے یعنی حق سے حق کا ادراک کیا اور چونکہ آواز جو حق کی جانب سے آئی تھی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی آواز تھی یعنی حضرت صدیق کی روحانیت کو بطفیل صحبت رسول مقبولؐ اتنا قرب حاصل ہوگیا تھا کہ مقام لاہوت سے جیسین جنسیت کا ہونا طیران دسیران کے لیے ضروری تھا آپ کی آواز آن حضرت کو سنائی گئی لہذا اس عالم ناسوت مین بھی سب سے پہلے معراج شریف کی تصدیق حضرت صدیق اکبر ہی نے کی کہ صدقت یارسول اللہ۔

اب جاننا چاہیے کہ حضرت مصنف نے اس فصل حالات مین تین عوالم لکھے ہین۔ ایک

عالم غیب الغیب نہ دوسرا عالم غیب برزخی تیسرا عالم شہادی عالم غیب الغیب سے مراد اُنھون نے حق کی تفصیل لی ہے اور یہ مسئلہ بہت نازک ہے اور باوجود مشاہدہ کی خود مشاہدہ کرنیوالے کی سمجھ مین آنا نہایت دشوار ہے چہ جائیکہ تحریرًا یا تقریرًا اوسکی تفہیم و تشریح کی جاسکے یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد اسی عالم غیب الغیب کی نسبت ارشاد ہے بجز اسکے کہ نفسی وجدانیات اور آفاقی مشاہدات سے اوسکی تمثیل دیجاے اس تمثیل کے سمجھنے پر بھی اگرچہ وہ پورے طور پر سمجھ مین نہین آئے گا اور نہ آسکتا ہے مگر پتہ اسکا لگ جائے گا کہ کوئی عالم غیب الغیب ضرور ہے جس کی شناخت یہی کہ سمجھ مین نہ آئے۔ نفسی وجدانیات کی مثال یہ ہے کہ آپ لاتعد و لاتحصی اسمار و صفات کے مجموعہ ہین اور ان اسمار و صفات و افعال کا صدور جب آپسے ہوتا ہے تب آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم یا صفت یا فعل ہم مین تھا جو ہم سے صادر ہوا اور جب تھا تو کہان تھا اور کیونکر تھا اور کیونکر اوسکا صدور ہوا اور کب تک ہم اوسکو اس طرح پر صادر کرتے رہین گے اور کب وہ ختم ہوگا اور بعد اختتام کے جو ظاہرا معلوم ہوتا ہے وہ کہان چلا جاتا ہے اور جب چلا جاتا ہے تو کہان ٹھہرتا ہے۔ آیا کوئی جگہہ اوسکے ٹھہرنے کی ہے اور پھر جب ہم اوسی اسم یا اوسی صفت یا اوسی فعل کو مکرر ظاہر کرتے ہین تو آیا وہ بعینہ پہلا اسم اور پہلی صفت اور پہلا ہی فعل ہوتا ہے یا یہ دوسرا ہے؟ حالانکہ یہ دوسرا اسم و صفت و فعل بھی ویسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن بعینہ اوسکو نہین کہہ سکتے کیونکہ اس دوبارہ صدور کی آن اور ہے وقت اور ہے حکمت اور ہے تاثیر اور ہے اگرچہ یہ سب کسیقدر موافقت کے ساتھ ہون لیکن فرق ضرور ہے پس نہ معلوم ہونا آپ کا معلوم ہونا ہے اور معلوم ہونا آپ کا نہ معلوم ہونا ہے اور مجموعی طور پر کچھ نہ معلوم ہونا ہے۔ جیسے آپ اپنی روح کو اپنے جسم مین معلوم کرتے ہین اور پھر نہین معلوم کرتے ہین یہ آپ کے اسمار و صفات و افعال کی کی حالت یا ظہور یا شان ہے اوس حالت مین کہ جب آپ نطفگی کی حالت سے فتبارک اللہ احسن الخالقین ہو گئے ہین تب یہ نزاکت ہے اور اگر رجوع کرکے آپ اپنے وجو

نطفگی کی حالت مین لے جائیے تو اور زیادہ نزالت ہے اور اگر رحم مادر سے نکل کر
صلب پدر مین اپنے آپ کو لے جائین تو اور زیادہ نزاکت ہے اور اگر صُلب پدر سے اپنے
آپ کو مع اوس حب شہوتی کے جو پدر کو ہوی تھی دیگر اصلاب مین حضرت آدم تک لیجائین
تو کہین زیادہ نازک حالت ہے اور حضرت آدم سے اور کہین لے جانے کی گنجائش نہین ہر
بجز اسکے کہ آدم کا جسم عناصر سے بنا ہے اور پورے عالم کا خلاصہ آدم ہے اور آدم کی تفصیل
پورا عالم ہی پس عالم و آدم سبکو سمیٹ کر ہم کو ضرور ہوگا کہ ایک نقطہ بار بسملہ ہو جائین کہ جسکی جگہ تو
مقرر ہی لیکن بغیر انہین ہو سکتے اور جسمین آدم و عالم متحد ہین ایک نقطہ غیب الغیب ہے جسکے تفصیل آدم و عالم ہر اور
یہ نقطہ اپنے ظہورات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا سویداے قلب ہے جو انسان مین ودیعت ہے اور جسمین
حق کی سمائی ہے اور آفاق مین حجر اسود ہے جو اللہ کے گھر مین ہے اور آفاقی مشاہدات کی
مثال یہ ہے کہ جیسے ہر شے کے تخم کو آپ دیکھتے ہین کہ وہ جب غیب الغیب مین ہوتا ہی
تب بھی اوسکا اکھوا اور پتی اور شاخ اور پھول اور پھل تقاضا بتقاضا نمودار ہوتے ہین اور
یہ سب اوس بیج مین لامعلوم طور پر متحد ہوتے ہین اور اوس بیج سے جتنے اور پھلون کے
بیج ہوے ہین اگر اون کو بوتا چلا جاے تو لاتعد و لاتحصی صورتون مین وہی بیج ظاہر ہوتا
چلا جائے گا اور یقیناً کبھی ختم نہین ہو سکتا اور پھر ویسا ہی بیج پیدا ہوتا ہے جیسا کہ
پہلا تھا۔ بلکہ وہی ہوتا ہے مگر وہ نہین ہوتا ہے چونکہ عالم کے بیج مختلف اقسام کے
ہوتے ہین جیسے گندم و نخود و غیرہ وغیرہ اونکا شمار بہت دشوار بلکہ محال ہے۔ مجموعہ کل
بیجون کا آپ کسی انسان ہی کو لے لیجیے کہ جس سے عالم کے کل بیج پیدا ہو سکتے ہین
جیسے نفس مین مجموعی اسماء و صفات و افعال کا بیج اوپر آپ جسم انسانی مین روح کو قرار
دے چکے ہین اوسی طرح آفاق مین کسی انسان کامل کو مع اوسکے جسم کے آفاق کی روح ماننا
پڑے گا۔ اور جو تفصیل نفس کی ہے وہی آفاق کی ہے اور جو تفصیل آفاق کی ہے وہی
نفس کی ہے پس یہ نفس و آفاق دونون ایک ہی تفصیل ہو کر مجموعی ایک نقطہ ہون گے

کہ جس کو سویدا کہنا بھی جائز نہیں ہے اور نہ حجر اسود اور انکا اتحاد بالکل نامعلوم طور پر معلوم ہے اور حجر اسود کا بوسہ دینا حبِ حقیقی پر دلالت کرتا ہے کہ جب حبّ سے نزدل ہو کر نطفہ آدم یا تخم عالم بلکہ محض نطفۂ آدم بحکم فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق بنا ہے پس بوسہ دینا حجر اسود کا شریعت مین تخلیق کا فائدہ دیتا ہے اور بعد بوسہ دینے کے میدان عرفات مین محض خطیب کی آواز سُننا بلا نظر آنے کے یا باوجود نظر آنے کے تخلق سے رُجوع الی الحق یعنی اپنے مبدار کی طرف جاتا ہے اور عرفات مین بجز یکتائی کے کوئی تزید و تعبد نہین ہے ؎

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	این قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

یہی آواز خطیب بانگ جرس ہے اور بانگ جرس سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ قافلہ ہے ؎

دلیل کاروان بانگِ جرس ہے	گواہ دردِ دل اک نالہ بس ہے

پس غیب الغیب نامعلوم طور پر معلوم ہے اور معلوم طور پر نامعلوم ہے اور یہی اصل معلومات ہے کہ جس سے آدم و عالم کی تفصیل و اجمال و رجوع ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس غیب الغیب کی دو مثالین نفسی و آفاقی اور بیان کر دینا ضروری ہین تاکہ ناسمجھی مین سمجھ اور سمجھ مین ناسمجھی پوری ہو جاے اور دونون متحد ہو کر ایک قطعی و حقیقی سمجھ ہو جائین جسکو یقین کہتے ہین۔ آپ کو حیرت ہو گی کہ یہ تمامی اسمار و صفات و افعال جن کا صدور ہمسے ہوتا ہے اور جو عالم مین ہم سے صادر ہو کر نظر آتے ہین عالم مین تو جانے دیجیے ہم مین کہان ہین کیونکہ اگر ہم اپنے آپ کو دیکھکر اوسکی جگہ اپنے آپ مین معلوم کر لین گے تو عالم مین بھی اوسکی جگہ معلوم ہو جائیگی کیونکہ عالم بھی ہم ہی ہین ہم اور ہم مین سے ہے اور اگر عالم مین نہ معلوم ہوگی تو بھی نہ سہی لازمی سہی متعدی نہ سہی اپنی کشتی کو تو آپ پار کر لیجائینگے لہذا پہلے مین ہر اسم و ہر صفت اور ہر فعل کی جگہ جسکا صدور انسان سے ہوتا ہے انسان مین بصورت متحدہ

بتاتا ہون اور وہ اسم یا صفت یا فعل باوجود اسم وصفت وفعل ہونے کے امتیازی حالت کے
ذات مین بلا امتیاز موجود ہے۔ آپ دیکھتے ہین کہ جس وقت آپنے کلام کیا تو تین وجہ سے
وہ کلام ظہور مین آیا بلکہ پانچ وجوہ سے تین وجہین یہ ہین کہ۔

اوّل اوس اسم یا صفت کے ظاہر کرنے کی حُب آپ کو ہوئی۔

دوّم۔ آپنے اوس اسم یا صفت کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔

سوم آپ نے اوس حُب وارادہ سے اپنی زبان کو حرکت دی۔ یہ تین وجہین ہوگئین

چہارم۔ زبان کی حرکت سے جو آواز نکلی اوسکی ہوا آپنے آفاق سے لی۔

پنجم۔ وہ آواز اپنے آفاق کو دی۔

اب آپ کا کلام پورا ہوگیا یہ سب آپ کو معلوم ہوگیا اور معلوم ہوکر یہ کلام بھی ختم ہوگیا
اور ختم ہوکر یہ کلام اسی غیب الغیب مین چلا گیا جو آپ مین موجود ہے اور جس سے اس کلام
کی ابتدا ہوئی تھی لیکن آپ کو یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ غیب الغیب آپ مین کہان تھا مگر یہ آپکو
ضرور معلوم ہوگیا کہ اس کلام کے نزول وعروج مین جونہی کہ نزول شروع ہوا ہی عروج
اوسکے ساتھ ہی ساتھ چل رہا ہے اور برابر دوائر بنتے چلے جاتے ہین اور یہ دوائر اسقدر
اقرب بنتے ہین کہ کہین خلا کی جگہہ باقی نہین رہتی۔ اور جب نزول کی حالت مین آپ کوئی
مقام لین گے تو وہ نزول ہوگا عروج نہوگا اور جب عروج کی حالت مین کوئی مقام لینگے
تو وہ عروج ہوگا نزول نہوگا اور جب نزول نزول ہوگا اور عروج عروج ہوگا تب ہی تفکل
اعتباری نفس مین الفاظ کا ہے اور آفاق مین صورت کا ہے اور جب نزول مین عروج
ہوا اور عروج مین نزول تو اسکا محل بے نشان آپ کو نفس ہین وہ ملے گا جہان پر اس
نزول وعروج کا تقاطع ہوا ہے یعنی جس نقطہ پر یہ عروج ونزول ملے ہین اور اس نقطہ کو اگر
نزول کی طرف لیجیے گا تو نزولی کہا جائے گا اور اگر اوسکو عروج کی طرف لیجیے گا تو عروجی
کہا جائے گا لہذا اوس نقطہ کا جزنہو سکے گا۔ تو جہان پر عروج ونزول کا دائرہ ملا ہے وہ

نقطہ ہر نفس مین محل اسمار وصفات وافعال ہے اور وہ نقطہ بسبب اپنی لامکانی کے اوس پورے دائرہ کے ہر مقام پر حاوی ہے جہان پرادسکو مانیۓ۔ لہذا وہ نقطہ باوجود ظہور وصورت کے الآن کما کان غیب الغیب ہے اور اسی طرح پر اگر ہزار دن دائرہ اسمار وصفات وافعال کے بنائے جائین تو ہر صورت دو ہر شکل کا ظہور اوسی نقطہ غیب الغیب سے ہوگا اور وہ نقطہ الآن کما کان بے صورت رہے گا اور ہر اسم و ہر صفت کے متبائن دوائر جا آپ سے صادر ہوتے ہین وہ متبائن و امتیاز اوس اسم یا صفت یا فعل کی انانیت کیوجہ سے ہی کہ حق نے بسبب جود و بخشش کے اوسکو بھی دائرہ بنانے کی اجازت دی ہے لہذا تامی اسمار وصفات وافعال اوس نقطہ مین بالا امتیاز موجود ہین اور اون کی جگہ جسم انسانی مین بیرون و درون وہ ہے کہ جہان پر ہر دائرہ اسم وصفت فعل کا دائرہ کلی تامی جسم سے کسی محل پر تقاطع ہوا ہے اس دائرہ کلی کے کسی محل پر تقاطع ہونے سے وہ تاثیر اوس اسم یا صفت یا فعل مین پیدا ہوگئی ہے کیونکہ دائرہ کلی مین جہان پر تقاطع ہوا ہے وہان بھی نقطہ غیب الغیب الآن کما کان ہے اور اس دائرہ جزدی اسم یا صفت یا فعل کا جس جگہ پر دائرہ کلی مین تقاطع ہوا ہی وہی اوس اسم یا صفت یا فعل کی جگہ جسم انسانی مین ہے اس طرح پر ہر اسم وصفت وفعل باوجود اختیاری ہونے کے بے اختیاری ہے لاجبر ولا اختیار ولکن الامر بین امرین کہ ظاہر مین ہر اسم ہر صفت اور ہر فعل کی جگہ بھی جسم انسانی مین مقرر ہے اور صدور بھی اسی جسم انسانی سے ہوتا ہے اور ایک صورت یعنی دائرہ بھی بنتا ہے لیکن جو جگہ اوسکی مقرر ہے وہ مقام تقاطع دائرہ کلی مین ہے اور دائرہ کلی مین ہر جگہ نقطہ غیب الغیب ہے۔ بلا اختیار وارادہ غیب الغیب کے ہرگز ہرگز مقام تقاطع سے امتیازی طور پر ظہور کسی اسم یا صفت یا فعل کا نہین ہوسکتا ہے اوس اسم یا صفت یا فعل کا اختیار اسوجہ سے کہا جاتا ہے کہ اوس کی انانیت امتیازی نے حق سے اپنا ظہور چاہا ہے اور اوس کے چاہنے کے موافق حق نے اپنے جود و بخشش سے اوسکو ظہور دیا ہے حق کا عدل علی التساوی ہے مار ڈالنے مین بھی

عدل ہے اور قتل کی سزا دینے مین بھی عدل ہے کوئی شخص نیک کام کرے تو عدل ہے
اور برا کام کرے تو عدل ہے۔ بلحاظ انانیت امتیازی کے کہ وہی ہر اسم وصفت کی اور ہر فعل
کی اصل ہے نیک شخص دائرہ نزولی مین نیک کام ضرور کرے گا اور دائرہ عروجی مین اوسکی جزا
پائیگا اور بد شخص دائرہ نزولی مین بد کام ضرور کرے گا اور دائرہ عروجی مین اوسکی سزا پاوے گا۔
حق اپنے جلالی وجمالی صفات سے منزہ ہے اپنا اپنا لہنا ہے چاہے بھگتو اور چاہے
عیش کرو از ماست کہ بر ماست اسی واسطے باوجود بے اختیاری کے شرایع واحکام مین
آپ کہین گے کہ شرایع واحکام فضول ہین جبکہ نہ خدا کے جبر سے بلکہ خدا کی انانیت امتیازی
کے جبر سے ہر اسم وصفت مجبور ہے تو شرایع واحکام کیا فائدہ دے سکتے ہین۔ مین کہونگا کہ
چونکہ اوس اسم وصفت کی فطرت ہی یہی ہے فی الواقع وہ مجبور ہے اور اسی واسطے اگرچہ
خدا کو کوئی دکھ نہین ہے مگر خدا نے فرمایا ہے کہ انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی
من یشاء اسکا مطلب یہ ہے کہ شرایع واحکام بتا رہے ہین کہ ہر اسم صفت یا فعل جب اپنی
انانیت امتیازی سے امتیازی فائدہ اوٹھانا چاہے گا تو جنت ونار سے استفادہ کریگا اور جب
امتیازی فائدہ اوٹھانا نہین چاہے گا بلکہ توحیدی فائدہ اوٹھانا چاہے گا تو جنت ونار نیک وبد
جمال وجلال وجود وعدم پیچھے رہ جائینگے اور حق چونکہ سرور محض ہے اوس سے متحد ہو کر ہر اسم
وصفت وفعل بحالت اندماج ذات خدا کے ساتھ رہیگا ع

تا خدا ہست درین معرکہ ما ہم ہستیم

اور چونکہ وہ انانیت حق دائرہ کلی مین کسی محل پر امتیازی انانیت ہر اسم وصفت وفعل
کی ہوئی ہے کوئی علیحدہ انانیت حق سے نہین ہے لہذا ہر اسم وہر صفت وہر فعل کا حق کو
پالینا کچھ دشوار نہین ہے کیونکہ اوسکی ذات ہی وہی ہے۔ دشوار وہ چیز ہے جو اپنے آپ مین
نہو پس سلوک اس مرتبہ غیب الغیب کا یہ ہے کہ صورت جو فی الواقع نہین ہے اوسکو صورت
نہ جانے اور بے کیفی وبے حدی وبے جہتی کا مراقبہ کرے ۵

صورت از بے صورتی آمد بروں	باز شد کانا الیہ راجعون
رہ شاد تراب اپنی حقیقت کو سمجھکر	صورت کے لیے کاہے کو غمناک بنے گا

پھر ایسی حالت مین جب سالک رجوع الی المبدا کرے گا تو فرض کیا جائے مظہر جلال ہے دوزخ مین ضرور جائے گا لیکن دوزخ اوسکو نقصان نہین پہونچا سکتی ہے وہ آگ باغ ہوجائے گی جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ہوئی تھی اور وہ آگ آرامگاہ وعیشگاہ ہوگی جیسے اوس سمندر کے لیے جو آگ ہی مین پیدا ہوتا ہے جیسے کہ رحم کرنے مین آپ کو اپنی صفت سے آپ ہی آپ سرور ہوتا ہے اور غصہ کرنے مین آپ کو اپنی صفت سے آپ ہی آپ دکھ پہونچتا ہے مگر آپ نہین چاہتے کہ آپ کے غصہ کو کوئی فرو کرے کیونکہ اوسوقت آپکو غصہ ہی محبوب ومرغوب ہوتا ہے۔ اہل جنت زہاد وعباد ہین اور اہل نار عشاق ہین جنکو سوز وگداز ہی پسند ہے ع

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

اور ان دونون سے ماورئی عرفا ومحققین ہین وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم یہ بڑے لوگ ہین جنکا حال یہ ہو کہ ؎

جملہ معشوق است عاشق پردۂ	زندہ معشوق ہست عاشق مردۂ
قصر جنت چہ کنم کو چہ یارسے دارم	ترس دوزخ نکنم روی نگارے دارم

اس غیب الغیب کے بیان مین جو متضاد الفاظ معلومیت ونامعلومیت کے لکھے گئے ہین ان مین سے نامعلومیت کے الفاظ عالم غیب الغیب کو بتا رہے ہین اور معلومیت کے الفاظ عالم غیب برزخی یعنی لاہوت کو بتا رہے ہین جس کا ذکر ہم عالم غیب برزخی کی تعریف مین کرینگے جو بعد آفاقی مثال کے بیان ہوگی۔ اس مقام پر اس قدر بیان کردینا ضروری تھا کہ آفاقی مثال مین شائبہ معلومیت کا جو عالم لاہوت سے پایا جائے گا وہ نفس مثال آفاقی سے نہین ہوگا بلکہ نفس کہ جسکی مثال ہمنے یہان پر ختم کردی ہو ادسکے ادراک پر

منحصر ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ جو مثال نفس کی بیان کی گئی وہی مثال آفاق کی بھی ہے اسوجہ سے کہ نفس عالم صغیر ہے اور آفاق عالم کبیر ہے۔ عالم کبیر کو بھی مثل نفس کے ایک بڑا شخص سمجھیے جو اعلی علیین سے تحت الثری تک ایک شخص ہے اور جسقدر اسمار وصفات نفس مین ہین وہ نمونہ کے طور پر چھوٹے پیمانہ پر ہین اور آفاق مین وہی اسمار وصفات بڑے پیمانہ پر ہین اس طرح پر کہ جیسے آپ ایک تصویر کا فوکس لیجیے تو بسبب نزاکت کے فوکس لینے کے وقت اوس تصویر کی کوئی شے نہین معلوم ہوتی ہے لیکن جب اوس تصویر کو اودیہ ڈال کر کھولیے یا بڑا کیجیے تو وہ تصویر مع اپنے کل اسمار وصفات کے کھل کر آپ کو صاف نظر آئے گی اب یہ غیب الغیب سے عالم غیب برزخی نفسی نمایان ہوگیا اب اس تصویر کو مع اسمار وصفات کے بہت زیادہ بڑھاتے چلے جائیے تو یہی تصویر آفاق ہوجائے گی اب اس آفاقی تصویر کی جان وہ تصویر نفسی اسمائی وصفاتی ہے کہ جسکو بڑھاکر آپ نے عالم آفاق بنایا ہے۔ فرق اس تصویر اور عالم نفس کی تصویر مین یہ ہے کہ نفسی تصویر مین ادراکی وعلمی اوصاف موجود ہین اور آفاقی تصویر مین بذاتہ وہ ادراکی وعلمی اوصاف نہین ہین بلکہ نفسی اوصاف ادراکی وعلمی عالم آفاق کو محیط ہین اور انھین سے آفاقی اشیار کا تاثر وتاثر مدرک ومعلوم ہوتا ہے جیسے کہ اپنے آپ کو کسی آئینہ مین دیکھیے تو آپ کی تصویر اوس مین نظر آئے گی۔ اگر کج آئینہ مین دیکھیے تو کج نظر آئے گی اور اگر ٹھیک آئینہ مین دیکھیے تو ٹھیک نظر آئیگی اور آئینہ طویل مین طویل اور آئینہ قصیر مین قصیر ایک آئینہ مین ایک اور متعدد آئینون مین متعدد نظر آئے گی اور یہ نظر جو بظاہر متعدد معلوم ہوتی ہے تو بسبب توحید افعالی کے کہ وہ انتہائی درجہ کو مبرہن ہے اور اسیطرح پر توحید صفاتی مین بھی اوسی آئینہ آفاقی مین نفس کے صفات بحیثیت صفات کے ظاہر ہوتے ہین کہ جو مثل توحید افعالی کے مبرہن نہین ہین بلکہ خفا مین ہین جسکو آفاق مین اشیا کا تاثیر وتاثر

کہتے ہین اون کا ادراک مجموعی طور سے عالم نفسی سے انسان ہی کرسکتا ہے عالم آفاقی کو
کچھ خبر نہین ہوتی کیونکہ اوس مین ادراک وعلم نہین ہے جب تک نفس نہ بتلائے کہ فلان شے
کھٹی اور فلان شے میٹھی ہے وہ شے نہ کھٹی ہے نہ میٹھی اور وجودان اشیاء آفاقی افعالی کا
مع تاثیرات وتاثرات کے اوسی طرح ہر آن ہوتا رہتا ہے اور ہر آن غائب ہوتا رہتا ہے
جیسا کہ نفس مین ہم اوپر بیان کرچکے ہین اور اس وجود افعالی اور وجود صفاتی سے بڑے
بڑے دوائر مثل دوائر نفسی کے بنتے رہتے ہین اور بگڑتے رہتے ہین اور خلا مین بسبب
سرعت تخلیق وتجدد امثال کے جگہ باقی نہین رہتی ہے کہ جہان پر ہر آن نیا عالم نہ بنتا ہو
اور نہ بگڑتا ہو پس حکما کا یہ قول کہ لاخلا ولا ملا مسلم ہے خلا اسوجہ سے نہین ہے کہ ملا ہے
اور ملا اسوجہ سے نہین ہے کہ خلا ہے۔ اور یہ اسلیے ہے کہ نفس یعنی عالم صغیر جو ارادہ یا حرکت
کرتا ہے وہی آفاق مین بصورت افعالی تاثیر وتاثر کے ظاہر ہوتا ہے ہم آئینہ مین اپنی
صورت دیکھین یہ دیکھنا ایک صفت فعلی ہے ہماری صورت نظر آئے گی اگر سکون کیساتھ
دیکھین تو صورت بھی سکون کے ساتھ نظر آئے گی اور اگر حرکت کے ساتھ دیکھین تو صورت بھی
موافق ومخالف متحرک معلوم ہوگی۔ موافق اسلیے کہ ہماری حرکت سے وہ حرکت پیدا ہوئی
ہے اور مخالف اسلیے کہ اوس آئینہ کی قابلیت نے ہماری اوس حرکت کو اپنے مین مطابق
اپنی قابلیت کے ہماری حرکت سے متباین دکھایا ہے مثلاً آفتاب افق سے برآمد ہوا
تو جن جن خطوط پر وہ آفتاب آئے گا بمناسبت اون خطوط کے آفتاب کا تاثر ہوگا۔
نفس آفاق مین بمنزلہ آفتاب کے ہے اوسی کی حرکت سے تاثیر وتاثر ہوتا ہے مگر وہ حرکت
نہ اوس تاثیر کی عین ہے نہ غیر ہے عین اسوجہ سے نہین ہے کہ آفتاب نے اگرچہ مع اپنے
اسماء وصفات کے کلیتہً ظہور کیا ہے لیکن جس خط پر ظہور کیا ہے وہ خط اپنے تعین کیوجہ
سے آفتابی اسماء وصفات کو ظاہر نہین کرسکتا اور غیر اسوجہ سے نہین ہے کہ جوکچھ تاثیر وتاثر
وہ خط ظاہر کرتا ہے وہ سب اسی انانیت آفتاب سے ہے یہان تک کہ وہ آفتاب کل خطوط کو

گذرتا ہوا خط استوی پر آئے ۔ ساب اوس کے تمامی اسمار و صفات بمناسبت خط استوی کے
ظاہر ہون گے یہان پر بھی نہ عین ہے اور نہ غیر۔ غیر نہونا تو ظاہر ہے اور عین اسوجہ سے
نہین ہے کہ آفتاب کی انانیت کچھ اسپر منحصر نہین ہے کیونکہ جس طرح پر وہ آج خط استوی
پر آیا ہے اور آناً فاناً او سپر ہوکر گذرا ہے اوسی طرح کلہ پھر آئےگا اور گذرے گا تو کل والی آن
وہ آن نہین ہوگی جو آج والی آن ہے یہ بتا ئن ہے چونکہ احاطہ اوقات کا بہت مشکل ہے
بلکہ محال ہے۔ اسکو غیب الغیب کہتے ہین اور جو آناً فاناً آفتاب خط استوی پر ہوکر گذرتا
ہے یہ عالم غیب برزخی ہے اور جو دیگر خطوط پر آفتاب گذرتا ہے یہ عالم شہادت ہے لیکن
مجموعی طور پر ان کل مدرکات کا ادراک نفس نے کیا ہے ہو نفس بہ نسبت آفاق کے
کہین زیادہ نازک ہے اور آفاق کی نزاکت نفس مین کھپ چلی ہے لہذا عالم غیب برزخی
اور عالم شہادت عالم غیب الغیب کی تفصیل ہے اور چاہے عالم نفس و عالم آفاق موجود
ہو یا نہو حق غیب الغیب مین مستغنی ہے کیونکہ اوسی کی استغنا کی وجہ سے پہلے ظہور اوسکے
اجمالی اسمار و صفات کا جسکو انفس و عالم لاہوت کہتے ہین اور اوس انفس و عالم لاہوت سے
تقاضنا بتقاضا عالم آفاقی مع نفسی کے موجود ہوا جسکو تفصیل یا عالم شہادی کہتے ہین یعنی
عالم لاہوت برزخ ہے ما بین عالم غیب الغیب و عالم شہادت کے یعنی عالم لاہوت آئینہ
دل غیب الغیب ہے کہ جو بسبب نزاکت کے نظر نہین آتا ہے۔ اور اوس مین جو چیز کہ
منعکس ہوئی ہے وہ عالم شہادی ہے اور چونکہ آئینہ لاہوتی کے اندر ہی عالم شہادی ہے
یعنی نفس کے اندر ہی آفاق ہے لہذا نفس کی معیت آفاق کے ساتھ ہے پس اوس معیت
نفسی کو جو آفاق کے ساتھ ہے عالم جبروتی یا عالم تجلیات کہتے ہین اور اسی کو اعیان ثابتہ
کہتے ہین اب جو شخص عالم غیب الغیب و عالم غیب برزخی لاہوتی و عالم جبروت یعنی
معیت نفسی کو اپنے حال پر رکھتا ہے اور عالم آفاق کو فانی جانتا ہے وہ شخص اسم رحمن کا
مظہر تام ہے کہ جو عرش آفاقی پر مستوی ہے اور اسی کو روح کلی کہتے ہین اور یہی انسان کامل ہے

اور استوی یہ ہے کہ عالم آفاقی مین جو موجودات ظاہر ہین اور جو تاثیر و تاثر ہوتا ہے وہ نفس کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے اگرچہ آفاق مین ظہور اوس ارادہ و مشیت کا بسبب قابلیت آئینۂ آفاقی کے متبائن معلوم ہوتا ہے اور یہی تبائن عالم کی ہر شے کی انانیت ہے جسکو مشیت و ارادہ نفس نے اپنے جود سے حق دیا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر نفس کی مثال مین بیان کیا ہے اور یہ انانیت فی الواقع اوس شے کی نہین ہے بلکہ نفس کی انانیت سے ہی کہ جسکے شدت ظہور سے خطرۂ غیر کا ظہور ہوا ہے۔ اور یہ خطرۂ غیر باطل ہے لیکن چونکہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے لہذا باطل نہین ہے اگر یہ خطرۂ غیر نہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ نعوذ باللہ خدا عالم کو پیدا نہین کر سکتا پس عالم باطل ہے اور باطل نہین ہے۔ باطل اسوجہ سے ہے کہ اوسکا مبدا او وہم غیریت ممتنع الوجود ہے العالم ما شمت رائحۃ الوجود اور باطل اسوجہ سے نہین ہے کہ من جمیع الوجوہ وجود حق ہے ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ اور حق تعالی کی الوہیت کا پورا مظہر ہے اور حق تعالی اسکے وجود سے تام ہے اور پھر تام نہین ہے کیونکہ ظہورات کی حد و انتہا نہین ہے۔ سالک کو چاہیے کہ اس تام و نا تام کی تحقیق کو چھوڑ کر اپنی حقیقت کو جانے کہ ان اللہ غنی عن العالمین اور جب سالک مستغنی ہوگا تو آپ ہی آپ غیب الغیب سے استفادہ کرے گا ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا

اسی واسطے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا کہ لا احب الافلین[1] اور اسی استغنا کو حضرت غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ؎

افلت شموس الاولین و شمسنا[2]	ابدا علی افق العلی لا تغرب

[1] دوست نہین رکھتا ہون مین غائب ہونے والون کو ۱۲

[2] اگلے لوگون کے آفتاب غروب ہوگئے اور ہمارا آفتاب ہمیشہ اُفق اعلے مین ہر کبھی غروب نہین ہوتا ۱۲

اس شعر مین یہ انا ثمسی تعین ناسوتی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی نہین ہے بلکہ انا حقیقی ہی اسیواسطے بصیغۂ جمع فرمایا ہے جو انانیت ہر موجود کو محیط ہی جیسے جناب باری نے فرمایا کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ اور یہ اسوجہ سے فرمایا کہ انکا فیض محض لازمی نہین بلکہ متعدی ہے ؎

تیرا کل دسے کیہے جو اور کو تیرا دے	خود دار ہوا تو کیا اور یار ہوا تو کیا

اور یہی اعلیٰ ترین رفاہ عام حضرات صوفیہ کے وجود باجود سے ہی جس سے بڑھکر رفاہ ممکن نہین ہے جسکے لیے حضرات صوفیہ پر فی زمانا اعتراض ہے کہ اپاہج و خود غرض ہین۔ نعوذ باللہ من ہذا القول والاعتقاد۔

عرش عالم کبیر ہے

العرش ھو العالم الکبیر وھو محل مستوی الرحمٰن والانسان ھو العالم الصغیر وھو محل مستوی اللہ لانہ خلق آدم علی صورتہ فانظر الی ھذا العالم الصغیر اللطیف الانسان کیف لہ الفضل والشرف علی ھذا العالم الکبیر وتامل کیف صغر الکبیر وکبر الصغیر وکل فی محلہ ومرتبتہ فلو عرفت ھذا السر

عرش عالم کبیر ہے اور وہ محل مستوی الرحمٰن ہے اور انسان عالم صغیر ہے اور وہ انسان محل مستوی اللہ ہے اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے پس اس عالم صغیر لطیف انسان کی طرف نظر کر کہ اوس کے لیے اس عالم کبیر پر کیسا فضل و شرف ہے اور غور کر کہ کیسا صغیر کبیر اور کبیر صغیر ہے (؎ جہان انسان شد و انسان جہانے ٭ ازین پاکیزہ ترنہ بود بیانے) اور ہر ایک اپنے محل و مرتبہ مین ہی پس اگر تو

لعرفت معنى قوله ويسعني قلب
عبدي المومن واما قوله لي
مع الله وقت لا يسعني فيه
ملك مقرب ولا نبي مرسل
فظاهر انه ما وسعه في ذلك
الوقت الا الله وكم من نبي
مرسل وملك مقرب وعارف
ولي قد وسع العرش الذي هو
العالم الكبير بالجمع وما احس
به ولا بالى فظهر عظم هذه
اللطيفة الانسانية وفضلها
وشرفها على العالم الكبير وبان
انه العالم الكبير كالنقطة
المحيط فان المحيط ولو كبرت هيئة
مركب على تلك النقطة و
منها وللنقطة الى كل جزء من
الدائرة نسب مخصوص و
تفضل على الدائرة بما يختص به
بعد ذلك من عدم التعداد
في نفسها وغير ذالك من الخصائص

اس ستر کو پہچانے تو البتہ تو حق سبحانہ کے اس
ارشاد کے معنی کو جانے گا کہ ویسعنی[1] قلب عبدی
المؤمن لیکن آن حضرت کا یہ قول کہ "میرا اللہ کے
ساتھ ایک وقت ہے کہ نہین سماتا ہے مجکو
اوس مین ملک مقرب اور نہ نبی مرسل"
پس یہ ظاہر ہے کہ اس وقت مین آنحضرت
کو نہین سما سکتا ہے مگر اللہ اور کتنے نبی مرسل
اور ملک مقرب اور عارف ولی ہین کہ عرش
مین جو کہ عالم کبیر ہے تمامتر سماے ہین کہ
جن کا احساس مین نہین کرتا اور نہ جانتا ہون
پس اس مین لطیفہ انسانیہ کا عظم عالم کبیر پر
اور اوسکا فضل و شرف ظاہر ہوا اور ظاہر
ہوا کہ وہ لطیفہ انسانیہ عالم کبیر سے مثل نقطہ
کے محیط کے لیے پس محیط اگرچہ اوس کی ہیئت
بزرگ ہے مرکب ہے اس نقطہ پر اور اس
نقطہ سے اور نقطہ کے لیے دائرہ کے ہر جز
کی طرف نسبت مخصوصہ ہے اور دائرہ پر اس
شے سے تفضیل ہے کہ جو شے بعد اس کے
اوس کے ساتھ مختص ہے عدم تعدد فی نفسہا
سے اور اس کے علاوہ خصائص سے پس نقطہ

[1] اور سما لیا مجھ کو میرے مومن بندہ کے دل نے ۱۲

فالنقطة هو اسم الله والمحيط
هو اسم الرحمن قال الله تعالى
قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن
ايا ما تدعوا فله الاسماء
الحسنى وقد بينا ان النقطة
لها الى كل جزء من اجزاء الدائرة
نسب واضافات ولا شك ان
تلك النسب والاضافات جميعها
للدائرة ايضا فاي ما منها نسب
اليه هذه النسب والاضافات
كان مستحقا لها كما ان الاسماء
الحسنى جميعها انتميت ووصفت
بها اسم الله كانت له وليس
للرحمن الا وجه من وجوه الله
ظهر فيه كما تستحق المرتبة
الوحدانية كما ان الدائرة ليست
الا عين النقطة لظهور النقطة
في كل جزء منها فما ثم في الدائرة
الا النقطة - واعلم ان الرحمن
فعلان وهذه الصفة متى كانت
في اسم صفة كانت لعموم ذلك الوصف

اسم اللہ ہے اور محیط اسم رحمن ہے فرمایا اللہ تعالی
نے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما
تدعوا فلہ الاسماء الحسنی اور ہم بیان
کر چکے ہین کہ نقطہ کے لیے ہر چیز کی طرف اجزاء
دائرہ سے نسب و اضافات ہین اور
شک نہین ہے کہ یہ کل نسب و اضافات
دائرہ کے لیے بھی ہین پس ان (اسماے
حسنی) مین سے جس کی طرف یہ نسب و اضافات
منسوب کیے گئے وہ اون (نسب و اضافات)
کے لیے مستحق تھا جیسے کہ اسماء حسنے کل
اگر اسم اللہ اوس سے منسوب کیا جاے اور
موصوف کیا جاے تو وہ اسماء حسنے اوس
اسم اللہ کے لیے ہون گے اور رحمن کے لیے
صرف ایک وجہ وجوہ اللہ سے ہے کہ اوس
وجہ مین وہ ظاہر ہوا جیسا کہ اوس کو مرتبہ
وحدانیت مستحق تھا جس طرح کہ دائرہ نہین ہے
مگر عین نقطہ بسبب ظہور نقطہ کے ہر جز مین
دائرہ سے۔ پس نہین ہے دائرہ مگر نقطہ
اور جاننا چاہیے کہ رحمن فعلان کے وزن
پر ہے اور یہ صفت جبکہ اسم صفت مین
ہوگی تو اوس وصف کی متصف بہ مین عام

فی محل المتصوف به ولذا لاشدۃ
ظهور ذالک الوصف فی الموصوف
به ولهذا کان اسمه الرحمن عاماً
ظاهراً فی الدنیا والاخرۃ بخلاف
اسمه الرحیم فان الرحمۃ فی
الاخرۃ اشد ظهوراً من الدنیا
للحدیث ان اللہ مائۃ رحمۃ
فواحدۃ فی الدنیا بین الخلق بها
یتواصلون وبها یتراحمون و
تسعۃ وتسعون فی الاخرۃ مدخرۃ
عند اللہ لایخرجها الا فی یوم
القیامۃ وسر اسمه الرحیم انتهاء
العالم الی اللہ ورجوع الخلقیۃ الی
الحقیقۃ وان الی ربک المنتهی۔ الا
الی اللہ تصیر الامور۔ لمن الملک الیوم
للہ الواحد القهار ؎

کرنے کے لیے ہو گی اور بوجہ دلالت شدت
ظہور اس وصف کے موصوف بہ مین اور
اس لیے اوس کا اسم رحمن دنیا و آخرت مین
عام ہو بخلاف اوس کے اسم رحیم کے پس
ظہور رحمت آخرت مین دنیا سے بہت زیادہ
ہے حدیث مین ہے کہ اللہ کی سو رحمتین
ہین ایک دنیا مین خلق کے درمیان مین
ہے جس سے ملتے جلتے اور مہربانی کرتے
ہین اور ننانوے آخرت مین ہین اللہ کے
پاس جمع ہین اون کو قیامت کے دن نکالے گا
اور ستر اوسکے اسم رحیم کا عالم کا اللہ کی طرف
منتہی ہونا اور خلقیت کا حقیقت کی طرف
رجوع کرنا ہے (جیسا کہ ان آیات سے ظاہر
ہے) وان الی ربک المنتهی[۵۱]۔ الا الی اللہ
تصیر الامور[۵۲]۔ ان الملک الیوم للہ الواحد
القهار ؎

تعالوا بنا حتی نعود کما کنا
فما عهدنا نقضتم وما عهدکم خنا
ونترک وشیا والوشاۃ وطائراً

ہمارے ساتھ آؤ یہانتک کہ ہم اپنے حال ابتدائی پر عود کرین
پس نہ ہمارا عہد تمنے توڑا اور نہ تمھارا عہد ہم نے۔
اور چھوڑ دین ہم جامہ رنگین کو اور وشاۃ اور طائر

[۵۱] بتحقیق تیرے پروردگار کی طرف سب کی انتہا ہے ۱۲
[۵۲] خبر دار ہو کہ سب امور اللہ کی طرف لوٹتے ہین ۱۲

غرابا لوقع البین فی ربعنا ثمنا
ونطوی بساط العتب والحث والجفا
ونرمی السوی البین لیس السوی نفنی
علی الی عود التول بالحق مثل ما
عهدنا وعود الوصل ثمار تجتنی
وینشد حاوی الحال سنا مترجما
الا لا اعاد الله بیتًا نای عنا
احبابنا طیبوا فلو یک ما مضی
سوی حلم کاللفظ لیس له معنی
فلا طال هجران ولا ثم عاذل
ولا سهر المشتاق لیلا ولا احنا
ولا کان ما قلتم ولا کان ما لغیری
ولا تم وا عنا ولا عنکم تمنا
تم الکتاب بعون الله الملک الوهاب
فالحمد لله وحده وصلی الله علی
سیدنا محمد وعلی اله وصحبه و
سلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا برحمتک
یا ارحم الراحمین۔

غراب کو کیونکہ ہمارا فائدہ جنگل کے ہمارے ربع مین ہے
لپیٹ دین ہم دکھ درد اور حب وجفا کی بساط کو
اور تیر پھینکین ہم اوس میدان اور جنگل مین جو کبھی فانی ہین ہوتا ہی
قریب کہ عود کرے بائین جانب یعنی دل حی قیوم کی طرف۔
جیسا کہ ہمنے عہد کیا تھا اور عود نام شجر اوس کے پھل چنے جائین
اور شعر پڑھے حال بیان کرنے والا جسے لیکر دکہ
کاش نہ پلٹائے اللہ اوس جگہہ کو جو دور ہوئی ہم سے
کیا جاری احباب خوش ہو؟ پس جو گزرا وہ تھا ہی نہین
(یعنی مثل لفظ بے معنی کے تھا سوا سے حلم کے
پس نہ دراز ہوئی جدائی اور نہ بیان عاذل معشوقہ ہے
نہ شاق کا راتون کو جاگنا ہے اور نہ خوشی ہے
اور نہ وہ تھا جو تمنے کہا اور نہ وہ جو جاری ہوا
اور نہ تم سے تمام ہوا اور نہ ہم سے پورا ہوا۔
کتاب تمام ہوئی اللہ ملک وہاب کی مدد سے پس
حمد تنہا خدا کیلیے ہے اور اللہ کا درود وسلام ہمارے
سردار محمد پر نازل ہو اور اون کی اولاد واصحاب
پر بہت بہت تیری رحمت سے۔ اے سب سے
بڑی رحمت والے۔

جاننا چاہیے کہ عرش سے لیکر فرش تک عالم کبیر ہے اور اس عالم کبیر کے تین حصے ہین ایک عرش دماغی جو قلب تک ہے دوسرا عرش قلبی جو ناف تک ہے تیسرا عرش نافی جو قدم تک ہے اور پورا عرش یہ تینون عرش و فرش ملا کر ایک ہے کیونکہ عرش کہتے ہو

عرش ہے۔ وہ پہلے عرش کا فرش ہے۔ اب تینون عرشون کو ملا یئے تو پورا جسم انسانی ہوگیا
جس کو عالم کبیر کہتے ہین اور جس کی جسمانیت کے مقابلہ مین انسان عالم صغیر ہے
کیونکہ اس کے تین کھنڈ چھوٹے چھوٹے ہین اور آفاق کے تینون کھنڈ بڑے بڑے
ہین لیکن اس عالم کبیر کو ادراک کرنے والا انسان ہے جو عالم صغیر ہے اور کل موجودات
عالم کا بلاانسان کے وجود نہین ہوسکتا ہے جیسے کل جسم انسانی کا بلا روح کے وجود
نہین ہوسکتا ہے اور انسان کو اسی لیے حق تعالی نے فرمایا ہے کہ وہ حق سبحانہ کی
صورت پر ہے تو بڑی فضیلت اِس انسانی عالم صغیر کی اوس آفاقی عالم کبیر پر
اسی وجہ سے ہے اور اسی فضیلت کی وجہ سے یہ انسانی عالم صغیر بمقابلہ آفاقی عالم کبیر
کے عالم کبیر ہے اور جو عرش کہ عالم کبیر مین بہت بڑا ہے اوس سے کہین زیادہ
بڑا عرش قلب انسانی ہے اسواسطے کہ قلب انسانی مین سمائی اللہ کی ہے اور عرش مین
سمائی اللہ کی نہین ہے ہان اگر عرش کو مع قلب انسانی کے ملا یئے تو البتہ عرش مین سمائی اللہ
کی بوجہ لطیفہ قلب انسانی کے ہوسکتی ہے پس اللہ تعالی لطیفہ قلب انسانی سے عرش پر مستوی
ہے اور اوس لطیفہ قلب انسانی کا نام رحمن ہے۔ اسواسطے انسان کو فضیلت حق کی نظر
مین صرف عرش عالم کبیر کے مقابلہ مین زیادہ ہے ایسی صورت مین عالم صغیر انسانی کو عالم
کبیر آفاقی پر فوقیت ہے اور وسعنی قلب عبدی المؤمن کے یہی معنی ہین کیونکہ تعریف
لامکانی حق کی وسعنی قلب عبدی المؤمن پر تمام ہے اگر عرش مین سمائی ہوتی تو حق لامکان
نہین ہوسکتا تھا اور عرش کیسا ہی بڑا ہوتا تو بھی محدود ہوتا لامکانی کی سمائی مکان مین
نہین ہوسکتی کیونکہ عرش محسوسات مین سے ہے اور محسوسات محدود ہین اور قلب عبد مومن اوس
گوشت کے لوتھڑے سے مراد نہین ہے جو انسان کے ربع شمالی جسم مین آویزان ہے
بلکہ قلب مومن اوسکو کہتے ہین کہ جس کے علوم و معارف و مدرکات و مبصرات کی انتہا
نہو پس چونکہ حق تعالی کے علوم و معارف و مدرکات و مبصرات کی انتہا نہین ہے پس یہی علوم معارف

و مدرکات و مبصرات غیر متناہی قلب عبد مومن کہلاتے ہین جو غیر محدود ہے۔ اور وہ علوم و مدرکات و مبصرات و معارف و حقائق جون جون قلب عبد مومن مین سماتے جائینگے و ہی قلب ہوتے جائین گے لہذا قلب مومن کا تجسم علوم و معارف و حقائق و مدرکات و مبصرات حق ہی سے جو محض لا مکان ہے اور وہ جسقدر قلب مومن مین آتے جائینگے تو بجاے تنگی ہونیکے قلب مومن بڑھتا جائیگا اور کبھی ختم نہوگا بخلاف عرش عالم کبیر کے کہ وہ اپنے تجسم کی وجہ سے ضرور جھک جائیگا ایک تو یون ختم ہوگیا اور حق کی سمائی کے لائق نہین رہا کیونکہ حق غیر مجسم و غیر محدود ہے دوسرے اوس مین باکیفی و باروئی و باجہتی ہے بے کیفی و بے روئی و بے جہتی کی مکانیت کے قابل نہین ہے تیسرے اوسمین معارف و حقائق و علوم و مدرکات و مبصرات کچھ نہین ہین اور یہ حق کے کمال کے شایان نہین ہے کہ اوس مین کسی وقت یہ باتین نہ ہون۔ چوتھے عرش اپنے جسم کی وجہ سے حق کے مقابلہ مین دم انا جسمانی مارتا ہے تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا پس حق کی سمائی مع اون تمامی اسماء و صفات کے جو حق کے شایان شان ہین بجز قلب عبد مومن کے کہین نہین ہوسکتی ہے اگر پاؤگے تو یہین سے پاؤگے اگر ٹھکانا ہے تو یہی ٹھکانا ہے اور یہ ٹھکانا ایسا ہے کہ جسمین ایسی یکتائی ہے کہ نام ہی قلب کا ہے ورنہ بجز خدا کے کچھ نہین ہے۔ ہمکو اس مقام پر ایک قصہ حضرت مرزا مظہر جان جانان کا یاد آگیا سنا جاتا ہے کہ حضرت بڑے عاشق تن تھے جب بازار مین نکلتے تو کسی نہ کسی پر عاشق ہوجاتے آخر کار تنگ آکر آپنے دن کو بازار مین نکلنا ترک کردیا رات کو اپنے کھانے پینے کے واسطے سودا بازار سے لے آتے تھے اوسطرح بسر کرتے تھے تقدیر الٰہی سے آپکی وفات اسطرح پر ہوئی کہ کسی نے آپکے گولی ماردی اور وہ گولی دلمین لگی۔ تب آپنے یہ کہکر انتقال فرمایا کہ جب لگتی ہے یہین لگتی ہے۔ تو حق کو جب پاؤگے قلب مومن مین پاؤگے اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل نبی مرسل آپ خود بھی تھے اور انبیا کو جانے دیجیے وہان سب سمائی حق کے آپکی بھی گنجائش نہ تھی۔

بر دو اے عقل نامحرم کہ امشب با خیال او		چنان خوش خلوتے دارم کہ من ہم نیستم محرم

پس سواے اللہ کے اور کچھ نہ تھا ۔

دہر یکبارہ ہستی را بتاراج		در آید در پے احمد بمعراج

اور جب آپ کی گنجائش بھی نہ تھی تب آپ اس کے مستحق تھے کہ پورے الرحمن علی العرش استوی ہون اور اس استوی کیوجہ سے آپ رحمن ورحیم دونون کے جامع ہے اور شفیع ہوے عالم آخرت مین اور آپ وجود دیتے ہین ہر شے کو عالم ناسوت مین اور دیگر عوالم مین اور آپ کو فوقیت ہوئی تمامی پیغمبرون پر اسوجہ سے کہ دیگر پیمبران مین سمائی اسماء ذاتیہ حق کی ہے اور آپ مین سمائی ذات کی مع کل اسماء وصفات وافعال کے ہے آپکی امت جو مخصوص ہے یہ آپکے اسم رحیم کی وجہ سے مخصوص ہے اور کل پیمبرون کی امتین آپ سے تعلق رکھتی ہین یہ تعلق آپکے اسم رحمن کی وجہ سے ہے لہذا شفاعت کا مرتبہ جو آپ کو ملا وہ بہت بڑا مرتبہ ہے اور اس عالم مین بھی آپ رحمۃ للعالمین ہین اور اوس عالم مین بھی اس عالم مین آپ علاوہ مومنین کے ہر کافر و مردود وملعون کو بسبب اپنے اسم رحمن کے وجود دیتے ہین اور اس مین کچھ تفرقہ مومن و کافر کا نہین فرماتے ہین وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور مومن کو علاوہ وجود کے فیض باطنی بھی عطا فرماتے ہین بسبب آپکے اسم رحیم کے کہ بالمومنین رؤف رحیم چونکہ رحمت عامہ و خاصہ کا اظہار آخرت مین بمقابلہ ناسوت کے بدرجہ کمال ہوگا لہذا بحکم سبقت رحمتی علی غضبی آپ عالم آخرت مین شفاعت فرماینگے اور وہ شفاعت مقبول ہوگی ۔ اس لطیفہ انسانی کیوجہ سے انسان عالم کبیر ہوگیا اور عرش عالم صغیر ہوگیا کیونکہ قلب انسانی مثل نقطۂ مرکز کے عرش محیط کے واسطے ہے پس محیط کی ہیئت اگرچہ بڑی ہے لیکن جو ہیئت اوسکی قائم ہوئی ہے وہ اسی نقطہ کیوجہ سے ہے اور اس نقطہ کو محیط دائرہ پر تفضل ہے کیونکہ نقطہ کی جانب سے محیط کی ہر جگہ کو ایک نسبت مخصوصہ ہے پس نقطہ کو بلحاظ اوسکی نظر مخلوقاتی کے چاہے اسم اللہ کہو اور محیط کے اسم رحمن کہو اسی واسطے ارشاد ہے کہ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی لیکن ظاہر نقطہ اللہ کہا جائیگا او محیط دائرہ اسم رحمن کہا جائیگا اگرچہ یہ دونون ایک ہین

اصافتین اور نسبتین وہی ہین سے لاتجزی جزو ہر ہر کے محیط اصافتین اور نسبتین جو کو نقطہ کہ ہے سے وجہ
محیط کے ہر ہر جزو لاتجزی کو نقطہ کے ساتھ ہین پس بجز نقطہ کے کوئی چیز نہ رہی۔ صرف خفا و ظہور
کا فرق ہے محیط مین ظہور زیادہ ہے اور نقطہ مین خفا زیادہ ہے اور ظہور و خفا بھی اعتباری ہے
پس فرق کرنا رحمن واللہ مین ناممکن ہے پس قلب مومن جو محض استوا اللہ ہے اور رحمن اور اللہ
مین کوئی فرق نہین ہے اللہ رحمن ہے اور رحمن اللہ ہے جیسے قلب عرشی دماغی قلب عرشی قلبی ہے
اور قلب عرشی قلبی قلب عرشی دماغی ہے یعنی جو صفت دل سے پیدا ہوتی ہے وہی دماغ کی ہے
اور جو دماغ سے پیدا ہوتی ہے وہی دل کی ہے صرف فرق اسقدر ہے کہ بعض صفت قلب مین بہ نسبت
دماغ کے کھلی ہوئی اور ظاہر ہوتی ہے جیسے ارادہ وغیرہ اور دماغ مین پوشیدہ ہوتی ہے اور بعض صفت
دماغ مین بہ نسبت قلب کے ظاہر ہوتی ہے جیسے خیال وغیرہ اور قلب مین پوشیدہ ہوتی ہے اور مجموعی طور
پر یہ دونون باتین اعتباری ہین چونکہ رحمن صیغہ مبالغہ کا ہے لہذا اسکا مستحق صرف اللہ ہی ہے
یعنی وہ متصف ہے عمومیت کے ساتھ۔ کوئی ذرہ عالم مین رحمن کے فیض سے خالی نہین ہو سکتا
لہذا دنیا و آخرت مین دونون جگہ اوسکا ظہور ہے بخلاف اسم رحیم کے کہ اسم رحیم مخصوص ہے اپنے
ظہور تام کے لیے آخرت مین جو دنیا سے بہت زیادہ ہے جسکا ذکر حدیث شریف مین آیا ہے
کہ ان للہ مائۃ رحمۃ فواحدۃ فی الدنیا بین الخلق بہا یتواصلون وبہا یتراحمون
وتسعۃ وتسعون فی الآخرۃ مدخرۃ عند اللہ لا یخرجہا الا فی یوم القیمۃ۔ اس حدیث کے
حقیقی معنی یہ ہین کہ آخرت مین سعدا فیض رحیم سے نعم جنت سے استفادہ کرین گے اور
اشقیا فیض رحیم سے نکال دوزخ مین عذاب عذب سے ولولہ شوق کے سوز وگداز مین مستفید ان
کرین گے بلکہ اسم رحیم کا فائدہ یہ ہے کہ اپنے مبدا سے جا ملین اور عالم خلقیت سے رجوع کر کے
اپنی حقیقت یعنی الوہیت مین اپنا ٹھکانا کرین وان الی ربک المنتہی اور الا الی اللہ
تصیر الامور اور لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار کے یہی معنی ہین۔ اور معدوم
کرین کہ ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

چون کسی در نا کسی در یافتم	پس کسی در نا کسی در یافتم

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز فرماتے ہین ؎

تا چو آئینہ صفائی یافتم	بیخودی در خود نمائی یافتم
دور شمع از رخ سر زلف رسا	در رسائی نا رسائی یافتم

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب کا ارشاد رسالہ وحدت وجود مین خوب لکھا ہے کہ
سی مرغ (۳۰ مرغ) بتلاش سیمرغ (پرندہ) رفتند چون بانجام کار رسیدند خود را سیمرغ
دیدند ؎

تراب وسکا فراق جبل یونہی ہے نہین کچھ اصل	ملیگا کون ہمسے جس گھڑی اپنا بدن چھوٹا

من مات فقد قامت قیامتہ قیامت کیا ہی؟ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار

توقیامت شوقیامت را بہ بین	دیدن ہر چیز را شرط است این

چنانچہ اسی مضمون کو حضرت مصنف رح نے آزادانہ پردہ اشعار ارشاد فرمایا ہے جنکا خلاصہ
یہ ہے کہ "ہمارے ساتھ آؤ یہانتک کہ ہم اپنے حال بتدائی پر عود کرین پس نہ ہمارا عہد تمنے توڑا اور
تمھارا عہد ہمنے" "چھوڑ دین ہم جامہ رنگین کو اور دشاۃ اور طائر غراب کو کیونکہ ہمارا فائدہ جنگل کے
ہمارے ربع مین ہے یعنی تعینات اعتباری سے نکل جائین جو حجب حقیقی کو زلف دوتا کیطرح
چھپائے ہوئے ہین اگرچہ وہ بھی دلفریب ہین کیونکہ یہ بھی معشوق حقیقی کی زلفین ہین جو سانپ
کی طرح دلبر لوٹتی ہین لیکن اصلی و حقیقی فائدہ ہمارا اوس ربع شمالی کے جنگل مین ہے جسمین وجہ اللہ
کی نمائی نے بلکہ وہ عین اللہ ہے۔ "لپیٹ دین ہم دکھ درد اور حب وجفا کی بساط کو
اور تیر پھینکین ہم اوس میدان اور جنگل مین یعنی فضاء قدس مین) جو کبھی فانی نہین ہوتا
ہے" "اور قریب ہے (یعنی آسان ہے) یہ کہ عود کرے دل حی قیوم کی طرف (اور سمجھے
کہ جو عہد ہم نے کیا تھا اوسکو پورا کیا اور رجوع الی اللہ مین اپنے شجر وصل سے پھل چنے" "اور
ہم اپنے حال سے ذوق اوٹھائین گے ؎

ہست محفل بران قرار کہ بود نقشے کہ کشیدیم ازان ہیچ نہ گشتیم	ہست مطرب بدان ترانہ ہنوز در روز ازل انچہ کہ بودیم ہمانیم

اور اپنے دل مین اپنے آپ کو متنبہ کرکے اپنے آپ سے دعا مانگیں کہ اب خدا یہان سے نہ لے جائے جیسے حضرت ادریس علیہ السلام جنت مین جاکر پھر وہان سے نہ نکلے ۔ (جذب)

ایسی زمین پہ گھر کرے رُخ نہ ادھر اودھر کرے

عمر یہین بسر کرے بخت کرے جو یاوری

اور بحکم المؤمن کنفس واحدۃ سب کے سب مل کر گلچھرے اڑائین اور مضی ما مضی کہکر حلم اور صبر سے کام لین اگرچہ وہان حلم و صبر کی بھی گنجائش نہین ہے اب نہ درازی فراق ہے اور نہ معشوقہ عاذل ہے بلکہ یہ کیفیت ہے کہ ۔

مرا دل وہی دلربا بھی وہی ہے وجود اپنا ٹھہرا تو پھر کیا ہی دھوکہ	جو ہے مدعی مدعا بھی وہی ہے صنم بھی وہی ہے خدا بھی وہی ہے

نہ اشتیاق مین راتون کی بیداری ہے اور نہ تفرقہ خیالی سے معشوق کے ملنے کی خوشی ہے اور نہ وہ تھا جو تم نے کہا اور نہ وہ کہ جو جاری ہوا اور نہ تم سے تمام ہوا اور نہ ہم سے پورا ہوا۔ یعنی عالم وما فیہا کچھ نہین تھا اور نہ ہے کن فیکون کچھ نہین تھا اور نہ ہے انا کنا کنا انا۔ جیساکہ معراج شریف مین حضرت حق نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ "مین ہون اور تو اور مین نے سب کچھ تجھ کو دیا" محبوب نے جواب مین فرمایا کہ "مین ہون اور تو اور مین نے سب کچھ چھوڑا۔ انجام کار یہ ہوا کہ ۔

شمس الحق تبریزی از لبسکہ درآمیزی تبریز خراسان شد تا با دچنین بادا،

ذخیرہ ... لاہور پاکستان

تصوف کی شہرۂ آفاق کتاب "انسانِ کامل" کے مصنف حضرت سید عبد الکریم الجیلی قدس سرہٗ دورِ متوسط کے معروف صوفیاء میں سے تھے۔ آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی ایک عارفانہ شرح بھی لکھی ہے۔ شرح کیا ہے علم و عرفان کا گنجِ گرانمایہ ہے جس میں آپ نے ایک ایک لفظ بلکہ نقطہ کی تفسیر میں اسرار و حقائق کے دریا بہائے ہیں۔ آپ نے اس کتاب کو "الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے موسوم کیا ہے۔ یہ نام ہی کس قدر موزوں اور پُر معنی ہے، اس کی داد کچھ اہلِ نظر ہی دے سکتے ہیں۔ اس شرح کو مولینا محمد تقی حیدر قلندر کاظمی نے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اُردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں ایک اردو شرح بھی شامل ہے جس کے مصنف شاہ وہاج الدین قلندر کاکوروی ہیں۔ حضرت جیلی قدس سرہٗ کی شرح میں جو نکات معنوی بیان ہوئے ہیں وہ بآسانی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ عام قاری کی اس دشواری کے پیشِ نظر شاہ وہاج الدین نے ان مشکل مقامات کی مزید وضاحت کر دی ہے۔ اس لحاظ سے یہ "شرح کی شرح" ہے۔ علاوہ ازیں شاہ وہاج الدین کے قلم سے ہی ایک مقدمہ بھی شاملِ کتاب ہے۔ اس میں وہ مبادیات، جن کے جانے بغیر اس شرح کا سمجھنا محال ہے، بیان کئے گئے ہیں۔ ان "اضافوں" سے نہ صرف کتاب کی علمی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے، قارئین کے لئے اس سے استفادہ بھی آسان ہو گیا ہے۔

ایسی کتاب کا، جو اسرار و دقیق مطالب پر مشتمل ہو، ایک سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا سہل کام نہیں۔ مولینا تقی حیدر نے اس کٹھن کام کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ مترجم اور مقدمہ و شرحِ اُردو کے مصنف دونوں حضرات "خانقاہِ کاظمیہ" (کاکوری) کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کے ذوق اور تبحرِ علمی پر ان کے یہ رشحاتِ قلم شاہد ہیں۔

یہ کتاب ۱۹۱۵ء میں اصح المطابع (لکھنو) میں طبع ہو کر شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک ناپید ہی رہی۔ ادارہ "الکتاب" اس نادرۂ علمی کو ایک بار پھر اربابِ ذوق کے سامنے پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہے۔